شیخ الاسلام قائدِ اہلِ سنت حضرت مولانا الشاہ احمد نورانی صدیقی قدس سرہٗ

کے دینی، سیاسی، ملی، قومی اور نجی انٹرویوز کا نادر و بیش قیمت مجموعہ

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

افکارِ نورانی نمبر

ایڈیٹر: ملک محمد قمر الاسلام قمر

چیف ایگزیکٹو: مفتی آصف محمود قادری

معاون ایڈیٹرز: علامہ محمد شاہد جمیل اویسی، سید غفران اشرف گیلانی

اشاعت خاص: مولانا ظہیر عباس کھرل قادری

جلد نمبر 4 شمارہ نمبر 4

قیمت فی شمارہ

360 روپے

سالانہ رکنیت فیس

1000 روپے

انٹرنیشنل غوثیہ فورم انوار رضا لائبریری بلاک نمبر ۱۴ جوہر آباد ضلع خوشاب

0300-
0321-9429027

Ph: 0454-721787

حضرت قائد اہل سنت شیخ الاسلام مولانا الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ (مدفون: کراچی)

حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمٰن ارچی خراسانی رحمۃ اللہ علیہ (مدفون: لاہور)

غازی اسلام جانثار پاکستان ملک عبدالرسول قادری رحمۃ اللہ علیہ (مدفون: جوہر آباد)

افکار نورانی کے مشمولات

حمد و نعت نذرانہ

یَا سَیِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُکَ قَاصِدًا   اَرْجُوْ رِضَاکَ وَاحْتَمِیْ بِحِمَاکَ

اے سرداروں کے سردار، میں آپ کے حضور آیا ہوں   آپ کی خوشنودی کا امیدوار آپ کی پناہ کا طلبگار

وَاللّٰہِ یَا خَیْرَ الْخَلَائِقِ اِنَّ لِیْ   قَلْبًا مَشُوْقًا لَا یَرُوْمُ سِوَاکَ

اللہ کی قسم اے بہترین خلائق! میرا دل صاف   آپ کی محبت سے لبریز ہے وہ آپ کے سا کسی کا طالب نہیں

اَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاکَ مَا خُلِقَ امْرُءٌ   کَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاکَ

آپ اگر نہ ہوتے تو پھر کوئی شخص ہرگز پیدا نہ کیا جاتا   اور اگر آپ مقصود نہ ہوتے تو یہ مخلوقات پیدا نہ ہوتیں

صَلّٰی عَلَیْکَ اللّٰہُ یَا عَلَمَ الْھُدٰی   مَا حَنَّ مُشْتَاقٌ اِلٰی مَثْوَاکَ

اے ہدایت کے علم سربلند مشاقانِ زیارت کے شوق بیحد   کے مطابق قیامت تک اللہ کا درود سلام آپ پر نازل ہوتا رہے

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عجب رنگ پر ہے بہارِ مدینہ   کہ سب جنتیں ہیں نثارِ مدینہ

مبارک رہے عندلیبو تمہیں گل   ہمیں گل سے بہتر ہے خارِ مدینہ

بناشہ نشیں خسر و دوجہاں کا   بیاں کیا ہو عز و وقارِ مدینہ

مری خاک یا رب نہ برباد جائے   پسِ مرگ کر دے غبارِ مدینہ

رگ گل کی جب نازکی دیکھتا ہوں   مجھے یاد آتے ہیں خارِ مدینہ

ملائک لگاتے ہیں آنکھوں میں اپنی   شب و روز خاکِ مزارِ مدینہ

جدھر دیکھیے باغ جنت کھلا ہے   نظر میں ہیں نقش و نگارِ مدینہ

رہیں اُن کے جلوے بسیں اُن کے جلوے   مرا دل بنے یادگارِ مدینہ

حرم ہے اُسے ساحتِ ہر دو عالم   جو دل ہو چکا ہے شکارِ مدینہ

دو عالم میں بٹتا ہے صدقہ یہاں کا   ہمیں ایک نہیں ریزہ خوارِ مدینہ

بنا آسماں منزلِ ابنِ مریم   گئے لامکاں تاجدارِ مدینہ

مرادِ دلِ بلبلِ بے نوا دے   خدایا دکھادے بہارِ مدینہ

شرف جن سے حاصل ہوا انبیا کو   وہی ہیں حسن افتخارِ مدینہ

استاذِ زمن حسن رضا حسن بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

اپنی بات

حضرت شیخ الاسلام قائدِ اہلِ سنت مولانا الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے شناسا ہمیشہ اس امر پر مسرور رہیں گے کہ انہوں نے اپنے عہد کے ایک عظیم انسان کو دیکھا ہے اس کے ساتھ وقت گزارا ہے یا اس کے ساتھ تعلق داری کا اعزاز پایا ہے اور واقعی یہ بات باعث افتخار بھی ہے اور میں تو اسے سرمایۂ حیات بھی خیال کرتا ہوں چونکہ خیالات و نظریات شخصیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں لہٰذا ہم نے ضروری خیال کیا کہ امام العصر حضرت الشاہ احمد نورانی کے افکار و نظریات کو محفوظ اور آئندہ نسل تک منتقل کرنے کی سعی کی جائے ہم کس حد تک کامیاب ہوئے اس کا فیصلہ ہمارے معزز قارئین کریں گے۔

"افکارِ نورانی نمبر" کو فقط حضرت مولانا الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے رسمی انٹرویوز خیال نہ کیا جائے بلکہ درحقیقت یہ مکالمے ہماری سیاسی، دینی اور سماجی تاریخ کا ایک روشن باب بھی ہے جن کے مطالعہ سے ذہنوں کے دریچے کھلیں گے۔ صاحب افکار کے در وا ہوں گے اور فکری و نظری اصلاح کے طرف راہنمائی ملے گی۔

میرے ساتھ اس کام میں ہمارے بزرگ محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالخالق صاحب (سابق صدر شعبۂ فلسفہ جامعہ پنجاب)، محترم محمد صادق صاحب، محترم عبدالمجید ساجد صاحب (انچارج اقراء ایڈیشن روزنامہ جنگ)، برادر محترم طاہر فاروق نورانی صاحب، محترم میثم عباس رضوی صاحب مدیر "کلمۂ حق" نے بھرپور علمی و عملی تعاون فرمایا۔ جس کے بغیر شاید اس کام کی تکمیل میرے لئے ممکن نہ تھی میں ان تمام حضرات کا شکرگزار ہوں اور ان کے لیے دارین میں کامیابیوں کی دُعا کرتا ہوں۔ پیغامات و تاثرات مرحمت کرنے والے اپنے معزز بزرگوں، دوستوں، رفقاء اور رہنماؤں کا بھی شکرگزار ہوں اور ان کے لئے خدا کی بارگاہ سے بہتر اجر کے لئے دُعا گو ہوں۔ نیز میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت قائد اہلِ سنت رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے ان کی قبر کو کشادہ، ٹھنڈا اور روشن فرمائے اور ان کے فیضان سے ملک و ملت کو محروم نہ رکھے۔ آمین۔ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ حبیبہ سیدنا محمد و آلہٖ وسلم۔ والسلام

غبارِ راہِ حجاز

ملک محبوب الرسول قادری

(مدیر اعلیٰ)

۱۶ ستمبر ۲۰۱۰ء

مکاتیبِ خاص

منقبت غوثیہ

استغاثہ بہ بارگاہِ پناہ سیدنا غوثِ اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ

عرض گزار: ملک محبوب الرسول قادری

المدد یاغوث اعظم المدد یا دستگیر — پیر پیراں، میر میراں، شاہ جیلاں دستگیر
امت اسلام اب پھر بحرِ ظلمت میں گری — شاہِ محی الدین آقا المدد یادستگیر
دشمنانِ دین مسلم جبر پر ہیں ڈٹ گئے — یا رسول اللہ مدد کن یاعلی یادستگیر
ارضِ پاکستان کو پھر امن کی خیرات دے — یا امان الخائفین یا خدائے دستگیر
اہل سنت، اہل جنت راسخ الایمان ہیں — مشکلیں حل کر خدا یا از طفیل دستگیر
مشرق و مغرب میں تیرے علم کا عرفان — ہر جگہ ہے فیض جاری غوث اعظم دستگیر
حضرت احمد رضا خاں قادریؒ کے فیض سے — ہم کو حاصل ہو گئی نسبت تمہاری دستگیر
غوث، قطب، ابدال سارے، اولیاء مستور بھی — آپ کے دربار کے سائل ہیں سارے دستگیر
آپ کے لطف و کرم سے میری دنیا پُر بہار — آپ ہی عقبیٰ میں میرے مہربان و دستگیر
میرے ہادی میرے آقا میرے والی مرشدی — پنجتن کا فیض عرفان ہو عطا یادستگیر
قادریؔ تو کر کرم کی عرض اپنے شیخ سے — تجھ کو دم بھر میں نوازیں غوث اعظم دستگیر
استغاثہ آپ سے اور آپ کے اجداد سے — عرض کرتا ہوں دوبارہ غوث اعظم دستگیر
المدد یاغوث اعظم المدد یادستگیر — پیر پیراں میر میراں شاہِ جیلاں دستگیر

تاریخ: ۲۶ ستمبر ۲۰۱۰ — حوالہ: ۹۲/۷۸۶

پیغام
جانشین قائد اہل سنت
شاہ محمد انس نورانی

حضور قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ جنکی شخصیت تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے اسکے ساتویں سالانہ عرس مبارک کے موقع پر افکار نورانی نمبر کی اشاعت خوش آئند ہے۔ اس موقعہ پر میں عزیزم ملک محبوب الرسول قادری کو ہدیہ مبارکباد پیش کرتا ہوں جنہوں نے حضرت قائد اہل سنت، قائد ملت اسلامیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ریکارڈ کو ترتیب دینے پر محنت فرمائی چونکہ ان کی ترجیحات خالصتاً نظریاتی اور تحقیقی ہیں جس کی وجہ سے ان کی عقیدت ومحبت کا والہانہ اظہار نمایاں ہے۔

"علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر" کا قیام اور اس پلیٹ فارم سے حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر جمیل پورے تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ جو کہ یقیناً انقلاب نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے بہت ہی عظیم سعی ہے جس پر میں دل کی گہرائیوں سے انکی گرانقدر خدمات پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

میری نورانی مشن کے تمام مخلصین اور وابستگان سے گزارش ہے کہ وطن عزیز پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کی کوششیں تادم آخر جاری رکھیں کیونکہ یہی ہمارا اجتماعی مقصد زندگی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

والسلام

کمی چیمبرز فریسکو چوک، برنس روڈ شاہراہِ لیاقت کراچی فون: 2210931 فیکس: 2212310 ای میل: jup@hotmail.com

SHAH MUHAMMAD OWAIS NOORANI SIDDIQUI
VICE CHAIRMAN
WORLD ISLAMIC MISSION PAKISTAN
PATRON IN CHIEF MARKAZI JAMAT-E-AHLE SUNNAT PAKIST

World Islamic Mission Pakistan (Trust)
Suite # 607, 6th Floor, Uni Shopping Centre
Abdullah Haroon Rd, Saddar, Karachi-74400, Pakistan.

پیغام...... جناب صاحبزادہ شاہ محمد اویس نورانی

وائس چیئرمین...... ورلڈ اسلامک مشن

رئیس القلم ملک محبوب الرسول قادری زید مجدہم، ہم سب کے لیے شکریے کے مستحق ہیں کہ ہر سال والدِ ماجد کے سالانہ عرس مبارک کی تقریب سعید پر ایک نایاب تحفہ منظرِ عام پر لے کر آتے ہیں، پہلے ابا جان قبلہ کی زندگی میں اور اب وصال کے بعد ملک صاحب نے حضرت کے ساتھ اپنی عقیدتوں اور محبتوں کے لازوال سفر کو ختم نہیں ہونے دیا بلکہ ہر نئے دن کے ساتھ ان محبتوں میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔ کبھی ابا جان قبلہ کے گفتار سے، کبھی کردار سے کبھی اقوال سے نظامِ مصطفیٰ کے سپاہیوں کو آگاہ کرنا ملک محبوب الرسول صاحب کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ ناقدری اور خود غرضی کے اس دور میں ملک صاحب جس تسلسل کے ساتھ ابا جان قبلہ کی زندگی مبارک کے پنہاں گوشوں کو منظرِ عام پر لارہے ہیں اس پر انہیں جتنی داد و تحسین دی جائے کم ہے۔ ابا جان سے محبت و عقیدت رکھنے والے ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ محترم ملک محبوب الرسول کا دست و بازو بنے تاکہ اس سلسلۂ نور میں تعطل نہ آئے۔ چاہے وہ نورانی ڈائری کی صورت میں ہو، کتاب کی صورت میں ہو یا مجلّہ کی صورت میں ہو۔ سب پر لازم ہے کہ ان کے اشاعتی ادارے کے ساتھ حتی الوسع تعاون کریں، تاکہ افکارِ نورانی، وصالِ نورانی کے بعد فیضانِ نورانی کی صورت میں ہمارے ضمیروں کو جھنجھوڑتے رہیں اور ہمیں یہ یاد دلاتے رہیں کہ اگر تم میرے ساتھ محبت کے دعوے دار ہو تو نظامِ مصطفیٰ کے پرچم کو کبھی سرنگوں نہ ہونے دینا۔ تحفظِ ناموسِ رسالت کے لیے اپنی جان جھوکوں میں ڈال کر اس کی حفاظت کرنا، دُنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کے حق میں آواز بلند کرنا، ظالم و جابر حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنا

اپنی متاعِ حیات بنانا!!

یہی فکرِ نورانی ہے!!

میں "انوارِ رضا" کے "افکارِ نورانی نمبر" کی اشاعت پر ملک محبوب الرسول صاحب کے ادارے سے وابستہ ہر شخص کا ممنون ہوں۔

(آمین بجاہ طٰہٰ ویٰس)

دُعا جو

فقیر شاہ محمد اویس نورانی صدیقی غفرلہٗ

۲۵ رمضان المبارک، یوم السبت ۱۴۳۶ھ

CONTACT
Ph: (+92-21) 5633727 - 5823737, Fax: 5673535 Mobile: 0333-3015151

سخنِ جمیل............ استاذ العلماء

حضرت مفتی جمیل احمد نعیمی...... کراچی

امام انقلاب قائد ملت اسلامیہ الشاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ کی پوری زندگی جہد مسلسل اور سعی پیہم سے عبارت ہے۔ حفظ قرآن کریم اور علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد کچھ عرصہ آپ نے فتویٰ نویسی بھی کی۔ قیامِ پاکستان کے وقت آپ کی عمر تقریباً ۲۱ سال تھی۔ ۱۹۴۶ء کی بنارس سنی کانفرنس میں بھی آپ نے شرکت فرمائی۔ تبلیغِ دین کا آغاز تو آپ نے پاکستان بننے سے پہلے ہی شروع کر دیا تھا۔ لیکن ۱۹۵۴ء میں آپ کے والدِ ماجد سیاحِ عالم و مبلغِ اسلام مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد بیرونِ ملک میں تقریباً ۱۴ سال تک مسلسل تبلیغی دوروں پر رہے لیکن ۱۹۶۸ء میں جب پاکستان کے سیاسی حالات خراب ہونے لگے تو موصوف کے چند احباب (علامہ مفتی محمد حسن حقانی، مولانا سید سعادت علی قادری، احقر جمیل احمد نعیمی) نے گزارش کی کہ اب آپ کو فی الوقت اندرونِ ملک دینی خدمات کے ساتھ ساتھ ملکی سیاست میں بھی بھرپور کردار ادا کرنا چاہیئے۔ الحمد للہ قائدِ ملت اسلامیہ نے اپنے ان احباب کی گزارش کو شرفِ قبولیت بخشا۔ ۱۹۷۰ء میں حضرت نے جمعیت علماء پاکستان میں سیاسی روح کو بیدار کیا وہ آپ کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ دوسرا حضرت کی سیاسی بصیرت کو داد دینا پڑتی ہے کہ آپ اپنی ساری سیاسی زندگی میں کبھی بھی ایجنسیوں کے فریب میں نہیں آئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی امور میں عبور اور لیاقت و قابلیت کے ساتھ اعلیٰ سیاسی بصیرت بھی عطا کی تھی۔ من جملہ دیگر خوبیوں کے ساتھ ساتھ آپ کی چند خوبیاں یہ بھی ہیں۔ استقامت، شجاعت و سخاوت۔ ہمیں چاہیئے کہ قائد ملت اسلامیہ کے لگائے ہوئے پودے یعنی مقامِ مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ اور نظامِ مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ اس کی نہ صرف حفاظت کریں بلکہ اس کو سایہ دار درخت کی شکل میں لانے کی کوشش کریں۔ احقر کا مشاہدہ ہے کہ قائدِ ملت اسلامیہ نے آج سے دس پندرہ سال پہلے پاکستان کے حالات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بعض باتوں کی نشاندہی کی تھی یعنی بے حیائی، بے غیرتی اور دہشت گردی وہ پوری ہو رہی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند سے بلند فرمائے اور آپ کی اولاد، مریدین، متوسلین اور چاہنے والوں کو آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

غمِ دل سناؤں کسے مجھے آپ ہی بتائیں میرے اردگرد ہیں آنسو میرے آس پاس آہیں

آخر میں احقر اُفقِ صحافت کے نیرِ تاباں محترم ملک محبوب الرسول قادری نورانی زید مجدہٗ کو قائد ملت اسلامیہ کے ساتویں سالانہ عرس پر انوارِ رضا کا خصوصی شمارہ "افکارِ نورانی نمبر" نکالنے پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہے۔

پیغام...... جناب مجیب الرحمٰن شامی

چیف ایڈیٹر روزنامہ "پاکستان" لاہور

مولانا شاہ احمد نورانی ہماری تاریخ کا ایک ناقابلِ فراموش کردار ہیں۔ ان کے والد اسلام کے عالمی مبلغ تھے، ان کے سائے ہی میں وہ پروان چڑھے اور ان کے مشن کے ساتھ وابستہ ہوگئے۔ 1970ء کے انتخابات سے پہلے سیاست کے میدان میں قدم رکھا تو جمعیت علمائے پاکستان کو نئی توانائی بخشی اور بھاری بھرکم حریفوں کو پچھاڑ دیا۔ قومی اسمبلی میں وہ اپنی جماعت کے پارلیمانی سربراہ تھے۔ پاکستان کو متحد رکھنے کے لئے انہوں نے بہت کوشش کی، لیکن توڑنے والوں نے جوڑنے والوں کا راستہ روک دیا۔ 73ء کا دستور بنا تو اس پر قومی اتفاق رائے پیدا کرنے میں مولانا نورانی میاں پیش پیش تھے۔ عربی اور انگریزی زبانوں پر ان کی گہری نظر تھی۔ اپنی بات سلیقے سے کہنے اور اس پر ڈٹ جانے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ذاتی مفاد نام کی شے سے ان کی ملاقات تو کیا تعارف ہی نہیں تھا۔ قومی اسمبلی میں ذوالفقار علی بھٹو کا نام وزیر اعظم کے طور پر تجویز کیا گیا تو ان کے مقابل متحدہ حزب اختلاف نے مولانا نورانی کو اپنا امیدوار بنایا۔ یہ ان کی شخصیت کا تاریخی اعتراف تھا۔

پاکستان قومی اتحاد کو تحریک نظام مصطفیٰ کا نام جمعیت علمائے پاکستان ہی کی دین تھا۔ اس میں نورانی میاں کی ثابت قدمی نے ایک نئی روح پھونکی۔ انہیں جیکب آباد کی شدید ترین گرمی میں قید رکھا گیا، لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ بھٹو مرحوم کے آمرانہ رویوں کے خلاف پہاڑ بنے رہے۔ جنرل ضیاء الحق کا مارشل لاء آیا تو بھی انہیں زیر نہ کیا جاسکا۔ بھٹو صاحب کی مخالفت انہیں جنرل ضیاء الحق کا دوست نہ بنا پائی۔ ان سے فاصلہ نہ صرف برقرار رہا بلکہ بڑھتا گیا۔

فرقہ وارانہ دہشت گردی نے پاکستان کو لپیٹ میں لیا تو نورانی میاں کے زیر قیادت مختلف مکاتب فکر کے نمائندوں نے ملی یک جہتی کونسل کی تشکیل کی۔ متحدہ مجلس عمل کی بنیاد رکھی گئی تو قیادت کے لئے پھر انہی کی طرف دیکھا گیا۔ مذہبی جماعتیں ان پر اعتماد رکھتی تھیں اور وہ مسالک کے درمیان پل بن گئے تھے۔

سہ ماہی "انوار رضا" جوہر آباد نے مولانا شاہ احمد نورانی" کو خراج عقیدت پیش کرنے اور اتحاد بین المسلمین کا پیغام عام کرنے کے لئے "افکار نورانی نمبر" کی اشاعت کا جو فیصلہ کیا ہے، اس پر میں اس کے مدیر اعلیٰ برادرم ملک محبوب الرسول قادری کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ وہ محبوب الرسول ہونے کے ناتے محبوب غلامانِ رسول بھی ہیں۔ گزشتہ پندرہ سال میں انہوں نے اصلاح ملت کے لئے جو خدمات انجام دی ہیں اور اپنے آپ کو اقامت دین کے بلند تر مقصد کے ساتھ جس طرح وابستہ رکھا ہے، اس نے ان کو قابل رشک مقام عطا کر دیا ہے۔ میری دعا ہے "انوار رضا" کا تازہ شمارہ ان کو محبوب تر بنا دے۔

(مجیب الرحمٰن شامی)

18 ستمبر 2010ء

Lahore (Head Office)
41-Jail Road, Lahore
Tel: (042)37576301-5
Fax: (042)37586251-37561116-7,
E-mail: dailypakistan@dsiplus.net.pk

Karachi
309-Landmark Plaza, I.I Chundrigar Road, Karachi
Tel: (021)32216190-91
Fax: (021)32214611

Peshawar
8-Nishtarabad
G.T. Road, Peshawar
Tel: (091)2590333/2590444
Fax: (091) 2590337

Multan
123 Nishtar Chowk, Old Bahawalpur Road, Multan
Tel: (061)4577925-7
Fax: (061)4577928-29

پیغامات و تاثرات

شیخ القرآن حضرت پیر طریقت علامہ مفتی

صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر

مرکزی صدر...... جمعیت علماء پاکستان

یہ امر باعث مسرت ہے کہ ہماری جماعت کے قابلِ فخر صاحب علم وقلم اور جرأت مند صحافی جناب ملک محبوب الرسول قادری' حضرت قائد اہل سنت مولانا الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک سے لے کر اب تک ان کی شخصیت' افکار ونظریات' خدمات' سیاسی جدوجہد' روحانی منصب ومقام اور ان کے نور بصیرت کے حوالے سے مسلسل کتابیں' کتابچے' پمفلٹ' مقالات' مضامین' خصوصی نمبرز اور سالانہ نورانی ڈائری کا اجراء کرتے چلے آرہے ہیں اور جمعیت علماء پاکستان کے مشن انقلاب نظام مصطفےٰ ﷺ کے لیے ہمہ وقت مصروف عمل رہتے ہیں وہ جمعیت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن اور صوبائی کابینہ کے رکن ہیں اور یہ کام ان کے حقیقی جذبات کا آئینہ دار ہے۔

حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شخصیت پر کام کیا جانا اس عظیم ہستی کا حق ہے کہ انہوں نے ایک خالص دینی' علمی و روحانی ماحول میں آنکھ کھولی۔ اپنے عہد کے جید اور مقتدر علماء سے اکتسابِ علم کیا اور پھر دین وملت کی خدمت کے لئے وقف ہو گئے۔ انہوں نے ساری دنیا میں اسلام کے سرمدی پیغام کو عام کرنے کے لئے انتھک محنت اور مسلسل جدوجہد کی۔ خصوصاً وطن عزیز پاکستان میں نظام مصطفےٰ ﷺ کے عملی نفاذ کے لئے ان کی خدمات ہماری ملکی تاریخ کا اہم باب ہے۔ انہوں نے ملکی آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلوانے' مقام مصطفےٰ ﷺ کے تحفظ' فرقہ وارانہ کشیدگی کے خاتمے اور اہل سنت کے حقوق کے تحفظ کے لئے جس انداز اور حکمتِ عملی سے کام کیا وہ ان کے نورِ بصیرت خداداد صلاحیتوں' خاندانی تربیت اور اکابر کے روحانی فیضان کا خوبصورت ثمر ہے۔ الحمد للہ! مجھے اپنے بچپن سے حضرت قائد اہل سنتؒ کے وصال مبارک تک ان سے فیوض وبرکات حاصل کرنے کے بے شمار مواقع میسر آئے۔ وہ ہمارے خاندانی بزرگوں ہی کی طرح تھے میرے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی باہمی محبت ورفاقت بھی میرے لئے

خوش بختی سے اس تعلق کا باعث بنی۔ میں نے قدم قدم پر حضرت قائد اہل سنتؒ سے راہنمائی لی وہ بالخصوص سیاسی میدان میں تو میرے مشفق استاذ کا درجہ رکھتے ہیں اور انہوں نے ہمیشہ مجھے اپنی خاص توجہات سے نوازا۔ میں آپؒ ہی کے ارشاد کی تعمیل میں میدانِ سیاست میں اترا پھر میرا حیدر آباد کے قومی اسمبلی کے حلقہ میں خم ٹھونک کے ڈٹے رہنا، ایم کیو ایم کے مقابلہ میں الیکشن لڑنا اور بھرپور واضح کامیابی حاصل کرنا' اللہ تعالیٰ کی مہربانی' جمعیت علماء پاکستان کے مشن نفاذ نظام مصطفےٰ ﷺ کی برکت' حضرت کی سیاسی بصیرت اور دُعاؤں کا نتیجہ ہے۔

سہ ماہی "انوار رضا" جوہر آباد اہل سنت کے لئے ایک خاص تحفہ اور اہل سنت کی تاریخ کو محفوظ کرنے کی نہایت اہم تحریک ہے کہ جس نے اپنے اجراء سے اب تک نہایت اہم' وقیع' جامع' مدلل اور نہایت مفید خصوصی نمبرز شائع کئے ہیں۔ میری رائے ہے کہ یہ خصوصی نمبرز ہماری تاریخ محفوظ کرنے کے حوالے سے بہترین اثاثہ ثابت ہوں گے اور جیسے جیسے وقت گزرتا جائے گا ان کی اہمیت و افادیت میں مزید اضافہ ہوتا چلا جائے گا لہٰذا میری جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی' صوبائی' ڈویژنل' ضلعی' یونین کونسل اور مقامی سطح کی تنظیمات سے گذارش ہے کہ وہ اس خصوصی اشاعت کو اپنے تمام حلقوں میں پھیلائیں اور اس سے راہنمائی حاصل کرتے ہوئے اپنی تنظیمات کو مضبوط کریں۔ "افکارِ نورانی نمبر" کی اشاعت پر میں ملک محبوب الرسول قادری کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ان کی کامیابی کے لیے دُعا گو ہوں۔

جنرل (ر) حمید گل

سابق سربراہ: آئی ایس آئی

مولانا شاہ احمد نورانی سے میری پہلی ملاقات ریٹائرمنٹ کے بعد ہوئی اور اس کے بعد مذہبی اور سیاسی کانفرنسوں میں اکثر و بیشتر ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ وہ ہمیشہ مجھے اپنی خاص توجہ سے نوازتے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی جس نے مجھے بے حد متاثر کیا یہ تھی کہ وہ اسلامی فلسفۂ حیات کے بنیادی عناصر دعوت اور جہاد کو خوب اچھی طرح سمجھتے تھے اسی

فکر پر سختی سے کاربند تھے اور ان کی سیاسی سوچ بھی بالکل ایسی تھی جیسا کہ ایک مسلمان کا فریضہ ہے.................. اردو زبان تو ان کی مادری زبان تھی مگر انگریزی بھی وہ بڑی روانی اور اہلِ زبان جیسی نفاست کے ساتھ بولتے تھے۔ ویسے وہ مفت زبان اور ہشت پہلو شخصیت کے مالک تھے۔

دنیا کے مختلف ممالک اور خطوں میں میرا جانا ہوا میں جہاں بھی گیا وہاں میں نے مولانا کا وسیع حلقہ احباب و حلقۂ ارادت دیکھا۔ سوڈان، مشرقی افریقہ، جنوبی افریقہ میں تو ان کے عقیدت مندوں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے۔

افغانستان پر امریکی حملہ کے بعد مسلمانوں میں ایک مایوس فکر نے جڑیں پکڑنا شروع کیں افغانستان پر جوں جوں امریکہ کا دباؤ بڑھ رہا تھا اسی رفتار سے دینی اور جہادی جماعتوں پر اس کے منفی اثرات بڑھ رہے تھے اس ماحول میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں ایک اجلاس ہوا۔ "دفاع افغانستان کونسل" قائم ہوئی اس اجلاس میں تقریباً ۳۵ جہادی اور دینی جماعتوں کی نمائندگی تھی اجلاس پر مایوسی چھائی ہوئی تھی۔ ہر کوئی مایوس اور بے بسی کی بات کر رہا تھا۔ میں نے جب یہ کہا کہ افغان قوم کو امریکہ شکست نہیں دے سکتا۔ آپ مایوس نہ ہوں تو سب سے زیادہ زوردار انداز سے مولانا شاہ احمد نورانی نے میرے موقف کی حمایت کی بلکہ مولانا نے مجھ سے بھی زیادہ جوش و جذبے سے ان لوگوں کو مایوسی کے دلدل سے نکالنے کے لئے کہا کہ ہمیں جدوجہد جاری رکھنی چاہئے ان شاء اللہ امریکہ ضرور ذلیل ہو کر افغانستان سے بھاگے گا۔

پھر فروری ۲۰۰۲ء میں اسی مقصد کے لئے ایک کانفرنس اسلام آباد میں منعقد ہوئی۔ اس کے بعد ایم ایم اے کا قیام عمل میں لایا گیا۔ گویا وہ ہمارا اجلاس ایم ایم اے کے قیام کے لئے اساس ثابت ہوا۔

مولانا شاہ احمد نورانی رحلت فرما گئے تو اپنے بعد بہت بڑا خلا چھوڑ گئے آج سات سال بیت رہے ہیں اور وہ خلا ہے کہ پُر ہوتا نظر نہیں آتا۔ ان کے پیروکاروں، عقیدت مندوں اور سیاسی جانشینوں کو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے دعوت و جہاد کا وہی اسلوب عملاً اختیار کرنا چاہئے کہ جو مولانا نورانی مرحوم کا تھا کیونکہ اس وقت ہمارے

معاشرے پر غیر محسوس انداز میں جہاد کے خلاف قادیانی فکر سرایت کر رہی ہے اس کا تدارک ضروری ہے۔

سہ ماہی "انوار رضا" جوہر آباد کی طرف سے "افکار نورانی نمبر" کی اشاعت اس عہد کم ظرف میں جہالت، بدی اور بدعقیدگی کے خلاف جہاد کی ایک خوبصورت مثال ہے اور جناب ملک محبوب الرسول قادری کی یہ کاوش قابل تحسین ہے اگر میری سوچ پوچھیں تو اس جہادی سوچ کو اپنائے بغیر افکار نورانی سے کماحقہ' استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ گرامی قدر ملک محبوب الرسول قادری کو اس کارِ خیر کی جزا دے کہ انہوں نے "افکار نورانی نمبر" کے ذریعے پوری قوم کے لیے راہنمائی کا سامان کر دیا ہے۔

سابق وزیر داخلہ ملک نسیم احمد آہیر

جناب محبوب الرسول قادری اور میرا تعلق ایک شہر کے باسی ہونے کے ناطے کے علاوہ ذاتی طور پر بھی عزت واحترام کا رہا ہے وہ اس شہر کے انتہائی ابھرتے ہوئے دینی فکر رکھنے والے محنتی اور انتھک کارکن ہیں۔ ان کی اپنے مقصد کے ساتھ وابستگی اور اس کے فروغ کے لئے کاوش انتہائی قابل تحسین ہے آجکل وہ مولانا شاہ احمد نورانی " جو ہمارے ملک کی تاریخ کا سیاسی اور مذہبی لحاظ سے ایک چمکتے ہوئے ستارے کی طرح رہے ہیں اور آج بھی ان کے چاہنے والوں کے لئے وہ ایک روشنی کا مینار ہیں اور ان کے خیالات' ان کی مذہبی وابستگی' ان کا تبلیغی پہلو اور لوگوں کو اسلام کے اصل عقیدے کی طرف راغب کرنے کی کوششیں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں ان کا 1974ء کی تحریک ختم نبوت میں ایک انتہائی اہم رول رہا ہے اور ان کی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے جدوجہد ان کی ایک ابدی نیکی اور کارنامہ ہے۔ مجھے شومئی قسمت سے ذاتی طور پر تو کبھی بھی اُن سے شرفِ ملاقات حاصل نہیں ہوا لیکن میرے دل میں ان کے لئے ایک خاص قسم کا احترام اور عزت رہی ہے ان جیسی ایک تاریخ ساز شخصیت پر میں اس سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہوں کہ کاش آج کی موجودہ انتہائی تکلیف دہ اور گھمبیر صورت حال کے اندر ان جیسی کوئی شخصیت موجود ہوتی تو شاید ان کی راہنمائی میں

اور ان کی کاوشوں سے اور ان کے سحر انگیز شخصیت کے بل بوتے پہ جو اس بحران کو نہ صرف سماجی اور سیاسی ہے بلکہ اخلاقی طور پر بھی ہم اس قدر گر چکے ہیں کہ ہمیں ان جیسی شخصیت کی راہنمائی کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ انوار رضا کی طرف سے جناب محبوب الرسول قادری کی یہ کاوش قابل قدر ہے جو مولانا کے افکار اور فرمودات پر مبنی دستاویز مرتب کر رہے ہیں یہ دستاویز آئندہ نسلوں کے لیے ہماری تاریخ کا بہت بڑا اثاثہ ثابت ہوگا۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس سوچ کو پروان چڑھائے جو آپ اسلام اور پاکستان کے لئے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

ممتاز احمد طاہر

چیف ایڈیٹر روزنامہ آفتاب ملتان، لاہور، کراچی۔ سابق نائب صدر اے پی این ایس۔ سی پی این ای

مبلغ اسلام قائد اہل سنت وملت اسلامیہ حضرت علامہ امام الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم الشان ہستی، صدیوں میں کبھی کبھار پیدا ہوتی ہے۔ حکیم الامت ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے انہی کے لیے تو کہا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

علامہ نورانی ایک عظیم مدبر، مفکر، شیریں لساں مقرر، جید عالم دین، صاحب کرامت روحانی بزرگ اور سچے عاشق رسول ﷺ ہونے کے ساتھ روشن خیال دبنگ سیاست دان اور قابل احترام قومی وعوامی لیڈر تھے۔ جابر حکمران کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنے اور قومی اسمبلی کے فورم پر دلائل سے اپنی بات منوانے میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ چنانچہ سابق صدر ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں ۱۹۷۳ء کے آئین میں خصوصی قرارداد کی شمولیت، شراب پر پابندی، جمعۃ المبارک کی تعطیل اور سب سے بڑھ کر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے فیصلے سب علامہ نورانی کی قیادت اور سیاسی بصیرت کے کرشمے ہیں وہ پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کے محافظ، قومی یکجہتی کے مظہر اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے زبردست داعی اور نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفےٰ ﷺ کے تحفظ کی تحریک کے

سرخیل اور سپہ سالار تھے۔ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی تحریک ہی سے روزنامہ آفتاب ملتان اور میں ذاتی طور پر نورانی میاں کے بہت قریب ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی تحریک میں روزنامہ آفتاب ملتان کا تاریخ ساز کردار نورانی میاں کی ولولہ انگیز اور بے لوث قیادت، اُن کی محبت اور ذاتی توجہ کا مرہونِ منت ہے۔

آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ سے ان کے والہانہ عشق اور نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی تڑپ اور مجاہدانہ کردار و جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ پاکستان بھر کے شہر شہر، نگر نگر، شمعِ رسالت کے لاکھوں پروانے دیوانہ وار ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے میدان میں اترتے گئے اور اس طرح یہ تحریک، نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا نشانِ راہ بن گئی۔

نورانی میاں اپنی دُعاؤں میں ہمیشہ فرماتے...... ''اے اللہ! ہمیں نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی بہاریں اپنی آنکھوں سے دیکھنا نصیب فرما۔'' روزنامہ آفتاب سے انہیں بے پناہ محبت تھی ان کی ایک دعوت پر میں نے مدینۃ الاولیاء ملتان سے داتا کی نگری لاہور کا سفر کیا اور یہاں روزنامہ آفتاب کی داغ بیل ڈالی۔ نورانی میاں ''آفتاب'' کو قومی سطح پر ابھارنے اور اسے مسلکِ اہلِ سنت کا ترجمان اخبار بنانے کے زبردست خواہش مند تھے اور اس سلسلہ میں انہوں نے عملی جدوجہد کا منصوبہ بھی بنایا تھا مگر زندگی نے انہیں اس کی مہلت نہ دی اور وہ اصول قائد اور ہمارا سرپرست ہم سے بچھڑ گیا۔ نورانی میاں اگرچہ اس دارِ فانی سے پردہ پوش ہو چکے ہیں مگر ان کی فکر آج بھی زندہ ہے جس کا ثبوت انوارِ رضا کا ''افکارِ نورانی نمبر'' ہے میں اس عظیم کاوش پر ملک محبوب الرسول قادری کو دلی مبارکباد اور خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔ نورانی صاحب کی نورانی فکر ان شاء اللہ ہمیشہ زندہ رہے گی۔

نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے، تحفظِ ناموسِ رسالت کے لیے اور تعمیرِ وطن اور نظریۂ پاکستان کی تکمیل کے لیے۔ ان کی جدوجہد آنے والی نسلوں کے لئے ہمیشہ مشعلِ راہ رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نورانی میاں کے درجات بلند فرمائے اور پاکستان کو نورانی میاں کے نورانی خوابوں کی تعبیر دے اور ہمیں اپنی آنکھوں سے نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی بہاریں دیکھنا نصیب کرے۔ آمین۔

نامور ماہرِ تعلیم، قلمکار، محقق جناب ڈاکٹر عبدالخالق

سابق صدر: شعبہ فلسفہ پنجاب یونیورسٹی

زیرِ نظر کتاب انوارِ رضا کا .... ''افکارِ نورانی نمبر'' ...... مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے مختلف ارشادات پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ کے ان مختلف سیاسی اور مذہبی معلومات ہیں کہ اس سے ان کے انٹرویوز کو یکجا کر دیا گیا ہے جو مختلف جرائد اور اخبارات میں وقتاً فوقتاً اشاعت پذیر ہوتے رہے۔ مولانا کو معاصر مقتدر علماء کے مابین ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ آپ بیک وقت ایک شیریں بیان مقرر، ایک سحر انگیز قاریِ قرآن، ایک ثقہ عالمِ دین، ایک صاحبِ بصیرت سیاسی رہنما اور مفکر، ایک زہد و تقویٰ کے پیکر روحانی پیشوا اور ان سب کے ساتھ ساتھ ایک ایسے شریف النفس انسان تھے کہ جن کے پاس بیٹھنا اور جن سے گفتگو کرنا ایک نہایت خوشگوار اعزاز تھا۔ جس پر ان کے متعلقین اور معتقدین بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ ان سب حیثیات میں اُن کی للّٰہیت حاوی تھی۔ ان کی روزمرہ کی پوری زندگی اس بات کی شاہد ہے کہ ہر کام جو وہ کرتے تھے اور ہر بات جو وہ کہتے تھے ان سب میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور خوشنودی ان کے پیش نظر ہوتی تھی۔ ان تحریروں (انٹرویوز) میں جو اس کتاب میں شامل ہیں بین السطور یہی پہلو کارفرما دکھائی دیتا ہے۔

کلماتِ تشکر و ادعیہ صالحہ

جانشین قائدِ ملت اسلامیہ حضرت صاحبزادہ شاہ محمد انس نورانی (چیئرمین، ورلڈ اسلامک مشن) جگر گوشۂ قائد اہل سنت حضرت صاحبزادہ شاہ محمد اویس نورانی (وائس چیئرمین، ورلڈ اسلامک مشن) رفیق و مشیر خاص قائد اہل سنت حضرت استاذ العلماء مولانا مفتی جمیل احمد نعیمی (ناظم تعلیمات جامعہ نعیمیہ کراچی)، پاکستان کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت میں کلیدی کردار ادا کرنے والے جناب جنرل (ر) حمید گل (سابق سربراہ آئی ایس آئی)، جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر، نامور صحافی و تجزیہ نگار جناب مجیب الرحمٰن شامی چیف ایڈیٹر روزنامہ پاکستان، بزرگ سیاست دان جناب ملک نسیم احمد آہیر سابق وزیر داخلہ، اپنے نظریاتی و فکری رفیق حضرت پیر طریقت ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی مسند نشین آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ ترنول (اسلام آباد)، قائد اہل سنت کے معتمد صحافی جناب ممتاز احمد طاہر جو مختلف اخباری، مدیران اور صحافیوں کی مختلف تنظیمات کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے اور اس وقت بھی روح رواں ہیں پھر قائدِ اہل سنت سے محبت کرنے والے جناب ڈاکٹر عبدالخالق جو تقریباً چالیس برس تعلیم و تدریس کے شعبہ سے وابستہ رہنے کے بعد صدر شعبہ فلسفہ پنجاب یونیورسٹی کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ آپ کے تحقیقی مضامین قومی اور بین الاقوامی جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ فلسفہ اور بالخصوص فلسفۂ مذہب کے موضوع پر کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ تصوف اور اس سے متعلقہ مسائل پر آپ کی ایک کتاب اس وقت اشاعت کے مختلف مراحل سے گزر رہی ہے۔ ہمارے محترم نظریاتی رفیق خاص اور قائد اہل سنت کے روحانی فرزند و برادرم معتمد طاہر فاروق نورانی (پراجیکٹ مینجمنٹ جے جی سی گلف انٹرنیشنل الخبر، قادر الکلام تاریخ گو اور زود رقم شاعر حضرت علامہ محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری (حسن ابدال)، حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللہ شاہ قادری (واہ کینٹ)، اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے ریٹائرڈ آفیسر جناب محمد صادق صاحب جو کہ مختلف ادوار میں قائد اہل سنت کے خطابات سنتے رہے اور ان سے محبت کرتے رہے جن کا آبائی تعلق فیصل آباد سے ہے اور مضبوط نظریاتی حوالے سے علمی کام ان کا ذوق و شوق ہے۔ حضرت پیر طریقت صوفی غلام مرتضیٰ سیفی (گجرات)، صحافتی دنیا کی آبرو اور صلہ و ستائش کی آرزو سے بے نیاز قادر الکلام شاعر و قلمکار جناب صاحبزادہ سعید احمد بدر قادری، جنہوں نے میری خواہش اور اصرار پر حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ہی جہت پر کام کیا جو بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے۔

اپنے دوستوں جناب رفاقت علی تاج، محمد عاطف جاوید قادری، علامہ ضمیر عباس قادری (راولپنڈی)، میثم عباس رضوی، محمد حمل مرتضیٰ ان کے علاوہ ان تمام حضرات کے لیے بھی میرے دل میں بے پناہ قدر و منزلت ہے جنہوں نے کسی بھی حوالے سے تعاون فرمایا اور یہ خاص نمبر منصۂ شہود پر آگیا۔ میں صمیم قلب سے شکر گزار ہوں اور دارین میں فلاح و کامرانی، عزت و آبرو اور نصرت و کامیابی کے لیے دعا گو ہوں۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد و آلہ وسلم اجمعین (چیف ایڈیٹر)

چند اہم اور منتخب مضامین

مولانا شاہ احمد نورانی کا رنگِ خطابت

ملک محبوب الرسول قادری

قائدِ ملتِ اسلامیہ حضرت شیخ الاسلام مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کو رب کریم نے بے شمار اوصافِ حمیدہ اور خصوصیات سے سرفراز فرمایا تھا۔ ان میں ایک خصوصیت ان کا صاحبِ طرز خطیب ہونا بھی تھا۔ مولانا نورانی کے خطبات' علم و ادب اور شریعت و سنت کے موتیوں سے لبریز ہوا کرتے تھے۔ انھیں یہ شرف بھی حاصل رہا کہ انھوں نے ساری دنیا میں تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دیا اور دنیا والوں کو انھی کی زبان میں کمال حکمت و دانائی کے ساتھ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کا پیغام سنایا۔

بلا مبالغہ حضرت قائدِ اہلسنّت مولانا شاہ احمد نورانی قدس سرہٗ ان مبارک ہستیوں میں سرفہرست تھے کہ جنھوں نے جمعیت العلمائے پاکستان کے پلیٹ فارم پر اپنی شعلہ نوائیوں' پر اثر گفتگو اور دلائل کے سبب خطابت کی اہمیت و افادیت میں اضافہ کیا وہ کسی رسمی تعارف کے محتاج نہیں۔ ان کے اصول خریدے جا سکے اور نہ ہی انھیں حق بات کہنے سے باز رکھا جا سکا۔

آپ نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نفاذ کے لیے ساعی اور نظریہ پاکستان کے دوست تھے۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ وہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بول رہے ہوں یا سیاست کی ہما ہمی موضوعِ گفتگو ہو حکومت کی غلط پالیسیاں تنقید کی زد میں ہوں تو اربابِ اقتدار کا رنگ فق ہو جاتا' بے ہنگم اچھل کود کی مذمت ہوتی تو سامعین منہ تکتے رہ جاتے۔ عشقِ رسالت کی بات چلتی تو ریت کے ذروں میں بھی دھڑکتے ہوئے دل پیدا ہو جاتے۔ خلفائے راشدین کا تذکرہ مقصود ہوتا تو [illegible]ت کی داستان کانوں میں رس گھولنے لگتی۔ سوشلزم و کیمونزم کا رد کرتے وقت بلاغت کی چاشنی سے

سطح ذہن پر اسلامی اقدار کے دائمی نقوش مرتسم ہو جاتے۔ الغرض کوئی پہلو ہوتا مولانا موصوف کی خطابت کا منفرد انداز تھا۔

یہ بھی سچ ہے کہ خطابت کی دنیا پر مولانا کے چھا جانے' اس قدر پذیرائی اور ریکارڈ کامیابی کا راز ان کی صاف گوئی اور جذبہ خلوص میں مضمر تھا۔ کون نہیں جانتا کہ دل کی گہرائیوں میں غوطہ لگانے کے بعد جو بات بھی ہونٹوں پر مچلے اپنا اثر ضرور رکھتی ہے۔ مولانا موصوف یقیناً اسی کیفیت سے دوچار تھے۔ آپ کے فنِ خطابت کے حوالے سے نامور کالم نگار اور ادیب' رائے محمد کمال رقمطراز ہیں۔

''مولانا شاہ احمد نورانی کا کردار بے داغ' استدلال پختہ' لہجہ منجھا ہوا اور انداز بیاں دلکش ہے۔ تلاوت قرآن پاک میں تو وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ سات زبانوں پر مکمل عبور ہے' انگریزی بڑی شائستہ بولتے اور موتی رولتے ہیں۔ حکومت نوازی ان کی فطرت کے خلاف ہے کیونکہ فطرتاً تنقیدی اور حزب اختلاف کا مزاج رکھتے ہیں۔ پارلیمنٹ میں پورے ایوان پر بھاری ہوا کرتے تھے۔ حق بات ہمیشہ ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں۔''

آپ کے خطبات کے چند اقتباسات نذر قارئین ہیں۔

دینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں۔ دینی مدارس کے خلاف ہر حکومتی سازش کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا۔ (رائیونڈ میں جامعہ فیاض العلوم کے سالانہ جلسہ سے خطاب)

نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نفاذ پاکستان کی تقدیر ہے۔ لوگ سیاست کے فرعونوں سے تنگ آ چکے ہیں۔ حکمرانوں کی شاہ خرچیوں سے وطن عزیز کنگال ہو گیا ہے۔ (اٹک کے ریلوے گراؤنڈ میں منعقدہ عظیم الشان سنی کانفرنس کے بہت بڑے اجتماع سے خطاب)

پاکستان میں انصاف کو سولی پر چڑھا دیا گیا ہے اور پورا ملک لاقانونیت کی لپیٹ میں آ گیا ہے۔ (آستانہ عالیہ دریا شریف میں اجتماع سے خطاب)

پاکستان کا الیکٹرانک میڈیا یہودی کلچر کا علمبردار بنا ہوا ہے۔ عوام عالمی مالیاتی اداروں کے غلام حکمرانوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے میدان میں نکل آئیں۔ یزید کے پیروکار حاکموں کا مقابلہ کرنے کے لیے ہر مسلمان میں جذبہ حسینیت کو بیدار کرنے کی

ضرورت ہے۔ (فیصل آباد کی معروف دینی درسگاہ جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب)

ہم مذہب کے منافی سیاست پر یقین نہیں رکھتے ہماری جدوجہد نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے۔ (سانگلہ ہل کی مرکزی سنی رضوی جامع مسجد کے سامنے چوک میں منعقد ہونے والے جلسہ سے خطاب)

دینی مدارس سے فارغ ہونے والے طلبہ صرف مسجد تک محدود ہونے کی بجائے اسلام کے انقلابی پیغام کو پھیلانے کے لیے سیاسی بصیرت حاصل کریں۔ (گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ میں جامعہ سلطانیہ رضویہ کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت سے خطاب)

عوام کو سبز باغ دکھانے والی حکومت نے عوام سے روٹی کا نوالہ بھی چھین لیا ہے۔ بینظیر اپنے باپ کے انجام سے سبق سیکھے اور علماء کی تضحیک کا سلسلہ بند کر دے۔ (ضلع رحیم یار خان کے شہر لیاقت پور کی لائبریری گراؤنڈ میں منعقدہ جلسہ عام میں شریک ہزاروں افراد سے خطاب)

فروغ علم کے لیے جدوجہد کرنا ہمارا دینی فریضہ ہے۔ اسلامی ثقافت کے فروغ کے لیے ہمیں کھلے ذہن کے ساتھ قدم آگے بڑھانا چاہیے۔ علم و تحقیق سے ہی جہالت کا خاتمہ ممکن ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری کے علمی کام سے اہلسنت کے لٹریچر میں بہار آ گئی ہے۔ (جامعہ اسلامیہ لاہور میں استقبالیہ سے خطاب)

عالم اسلام کے خلاف امریکہ اور اسرائیل کی سازشیں دم توڑ رہی ہیں جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ آج اسلام امریکہ کی سرزمین پر ایک قوت بن کر ابھر رہا ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ سپر طاقت صرف اللہ ہے۔ (انجمن نوجوانان اسلام کے زیر اہتمام اسلامی مشن ہال گلشن اقبال کراچی میں ''دعوت انقلاب'' کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب)

یہودیوں اور امریکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے ٹیلی ویژن کو ان کے ایجنٹوں کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ عوام میں ملی غیرت بیدار کرنا وقت کا اہم تقاضا ہے۔ (جامعہ فاطمیہ ریلوے کیرج شاپ مغل پورہ لاہور میں علماء کنونشن سے خطاب)

خانقاہی نظام درحقیقت اسلام کی پریکٹیکل لائف کی مکمل جھلک پیش کرتا ہے۔

درگاہ عالیہ بھرچونڈی شریف حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے روحانی فیض کا مرکز ہے۔ اس خانقاہ کی خدمات اور علمی و روحانی ماحول نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ جب بھی حاضر ہوتا ہوں۔ عقیدت و محبت میں فراوانی پاتا ہوں۔ (درگاہ قادریہ بھرچونڈی شریف میں اجتماع عام سے خطاب)

پاکستان میں ثقافت کے نام پر کثافت کو پھیلایا جا رہا ہے۔ جو نمائش ٹی وی پر ہو رہی ہے اس سے شرم و حیا کے خلاف اعلانِ جنگ کا تصور ہوتا ہے۔ جمعیت کے کارکنوں کو چاہیے کہ وہ ماضی کا مرثیہ پڑھنے کی بجائے موجودہ حالات میں جرأت مندانہ سیاسی کردار ادا کرنے کے لیے اپنے اسلاف کے جذبے سے میدان میں آئیں اور نظریاتی فضا پیدا کریں۔ (جے یو پی ضلع لاہور کی طرف سے کارکنوں کے اعزاز میں بندھن شادی ہال کلمہ چوک فیروز پور روڈ لاہور میں دیے گئے استقبالیہ سے خطاب)

امریکہ کو خوش کرنے والی حکومت شاہ ایران کے انجام سے سبق سیکھے۔ مسئلہ کشمیر کے لیے تھرڈ آپشن ایک فتنہ ہے جو قوم کو قبول نہیں۔ (لیہ کے کینال ریسٹ ہاؤس میں جے یو پی کے خادمین کے اجتماع سے خطاب)

قرآن شریف امتِ مسلمہ کے لیے خدا کا خاص انعام ہے یہ صرف ہمیں ملا ہے۔ فرشتوں کو بھی نہیں ملا۔ فرشتوں کو تسبیح ملی ہے کسی کو سجدہ کی نعمت عطا ہوئی۔ کئی مسلسل قیام میں ہیں لیکن اللہ نے اس امت جو کہ خیر امت ہے اس امت کو قرآن شریف عطا کیا ہے۔ اس کی قدر کریں تاکہ اللہ کا انعام مزید بڑھے۔ اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرنا اس کی مزید برکات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ (آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف آزاد کشمیر میں 28 رمضان المبارک 1424ھ کو آخری خطاب)

فرانس میں 40 لاکھ برطانیہ میں 20 لاکھ کینیڈا میں 50 لاکھ اور امریکہ میں 50 لاکھ مسلمان بستے ہیں۔ کیا پاکستان کی موجودہ حکومت ان مسلمان اقلیتوں کو دوہرے ووٹ کا حق دلا سکتی ہے۔ اگر ایسا ممکن نہیں ہے تو پھر پاکستان میں کس قانون اور ضابطے کے تحت اقلیتوں کو دوہرے ووٹ کا حق دیا جا رہا ہے۔ (ڈیرہ غازی خان میں جمعیت علماء پاکستان کے صوبائی راہنما سردار محمد خان لغاری کی طرف سے دیئے گئے عصرانہ سے خطاب)

پارلیمنٹ کو ڈیبیٹنگ سوسائٹی بنا دیا گیا ہے۔ روپے کی قیمت 6 دفعہ گھٹائی گئی ہے اس طرح افراطِ زر قومی معیشت کو نگل رہا۔ (حیدر آباد کے پریس کلب میں اخبار نویسوں سے خطاب)

ہم موجودہ حکمرانوں کے ساتھ ساتھ موجودہ نظام کو بدلنے کا لائحہ عمل بھی طے کر رہے ہیں۔ امریکہ کشمیر میں بیٹھ کر سات اسلامی ریاستوں اور چین کو کنٹرول کرنا چاہتا ہے۔ ہمارے حکمران بھی امریکہ کی بولی بول رہے ہیں۔ (کوٹ ادو کے مدرسہ انوار الاسلام میں جے یو پی کے کنونشن سے خطاب)

موجودہ حکومت کو آئندہ الیکشن کرانے کا حق نہیں دیا جا سکتا۔ یہ الیکشن اسی سال غیر جانبدار نگران حکومت کرائے۔ ہم ملک میں بنگلہ دیش جیسے حالات پیدا نہیں کرنا چاہتے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ حکمران نوشتۂ دیوار پڑھ لیں ورنہ یہاں بھی وہی نوبت آ سکتی ہے۔ (ضلع راجن پور کے شہر جام پور میں عوام کے اجتماع سے خطاب)

اسلام آباد سی آئی اے کا سب سے بڑا اڈہ ہے اور پاکستان میں امریکہ کی مرضی سے حکومتیں بنتی اور ٹوٹتی ہیں۔ امریکی سفیر پاکستان میں وائسرائے کا کردار ادا کرتا ہے۔ (بہاولپور میں اسلامیہ یونیورسٹی کی یوتھ سائنٹسٹ سوسائٹی کے زیر اہتمام "پاکستان میں امریکی مداخلت' حقیقت یا افسانہ" کے موضوع پر منعقدہ مجلس مذاکرہ سے خطاب)

وزیراعظم کے ہاتھ میں تسبیح محض دکھاوا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے مغرب زدہ حکمرانوں کو پاکستان کی بجائے یورپ میں رہنا چاہیے۔ قوم کی بیٹیوں کو کس خوشی میں نچایا جا رہا ہے۔ کیا کشمیر آزاد ہو گیا ہے یا ملک سے بے روزگاری ختم ہو گئی ہے؟ ایک کروڑ تیس لاکھ بے روزگار نوجوانوں کے ملک کی وزیراعظم کے شوہر کے گھوڑوں کے علاج پر لاکھوں روپے صرف کیے جا رہے ہیں۔ (کھاریاں کی عیدگاہ گراؤنڈ میں جہاد کانفرنس سے خطاب)

آٹھویں ترمیم کے خاتمے کے نام پر دستور کی اسلامی دفعات کو ختم کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ 1973ء کا دستور قادیانیوں سمیت بعض عناصر کے گلے کی ہڈی بنا ہوا ہے۔ یہ لوگ آٹھویں ترمیم کی آڑ میں بہت کچھ اڑانا چاہتے ہیں۔ (جامعہ فاروقیہ گھوڑے شاہ لاہور کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت سے خطاب)

ملک کی موجودہ سیاسی قیادت' قوم کی جائز اور فطری قیادت نہیں بلکہ دینی قیادت ہی یہاں کی فطری قیادت ہے۔ موجودہ حکومت کا ہدف یہ ہے کہ پاکستانی معاشرے میں اسلام کا کوئی نقش باقی نہ رہے۔ (ضلع شیخوپورہ کے شہر فاروق آباد میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب)

جس خاندان کو انگریز نے کوئی خطاب یا مراعات دیں اس کے وابستگان پر سیاست میں حصہ لینے پر پابندی ہونی چاہیے۔ عوام بدعنوان' بدکردار ممبران اسمبلی کے خلاف رائے عامہ کو موثر بنائیں۔ (نارووال میں ایک اجتماع عام سے خطاب)

دینی مدارس کی اسناد کی قانونی حیثیت کو ختم نہیں ہونے دیں گے۔ مدارس کے خلاف ہر حکومتی سازش کی شدید مزاحمت کریں گے۔ امریکہ خود سب سے بڑا دہشت گرد ہے۔ (لاہور میں ملک بھر کے دینی مدارس کے سربراہوں کے اجلاس سے خطاب)

وہ لوگ کتنے خوش نصیب ہوتے ہیں جو اپنے مالک کے حضور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے کامیابیوں اور کامرانیوں کے زینے طے کر رہے ہیں۔ مسئلہ کشمیر پاکستان کے لیے ایک خاص اہمیت کا حامل ہے جسے حل کرتے وقت انتہائی سوجھ بوجھ اور عقلمندی سے کام لینا ہوگا۔ حق و باطل کی معرکہ آرائی ازل سے چلی آ رہی ہے۔ فتح ہمیشہ حق کی ہوئی ہے اور باطل ہمیشہ شکست سے دوچار ہوتا چلا آ رہا ہے۔ باطل قوتیں ایک بار پھر ہمارے سامنے آ کھڑی ہوئی ہیں۔ جو بوسنیا اور فلسطین کے بعد اب سرزمین کشمیر میں اپنا کام دکھا رہی ہیں۔ اس وقت کشمیر میں مجاہدین کے گرد 7 لاکھ بھارتی فوجیوں کا حصار ہے۔ خوشی تو اس بات کی ہے کہ مجاہدین اسلام قوت ایمانی سے حالات کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ سنی جہاد کونسل کے عسکری ونگ "البرق" کے مجاہدین آزادیٔ کشمیر کی تحریک کا ہر باب اپنے خون سے لکھ رہے ہیں۔ بدر و حنین کی یادیں تازہ ہو رہی ہیں۔ یہ ایسے حالات ہیں جنہیں دیکھ کر دشمنان اسلام اور ان کے حمایتی حیران و پریشان ہو رہے ہیں۔ ہندو ثقافت کے امین بزدل ہیں اور یہ بزدل لوگ عشرت کدوں میں بیٹھ کر بھارتی ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بھارتی رقص' مجرے' ٹھمکے اور موسیقی سے دل بہلا کر اور اپنی بزدلی پر پردہ ڈالنے کے لیے مختلف اخباری بیانات کی صورت میں جہاد کے مقاصد کو حتمی رنگ دے رہے ہیں۔ وہ آستین کے سانپ

ہیں جن سے ہوشیار رہنا ہوگا۔ دشمنوں کو شاید معلوم نہیں کہ ہم ہی تو ہیں جو تاجدار مدینہ کے غلام ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضرت صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ تعالیٰ' حضرت محمد بن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جذبوں کے امین ہیں۔ سنی جہاد کونسل کا ہر فرد جہاد کے لیے تیار کھڑا ہے۔ ہماری جانوں کا سودا بازار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہو گیا ہے۔ (سنی جہاد کونسل لاہور ڈویژن کے زیر اہتمام الحمرا لاہور میں شہداء کشمیر کی یاد میں منعقدہ ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب)

گستاخ رسول جس روپ میں بھی ہو وہ واجب القتل ہے اس کی سزائے موت کو عمر قید، جرمانہ یا کسی دوسری سزا میں ہرگز تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ امریکیوں کے ایجنٹ اس حوالے سے حتمی پراپیگنڈا کر رہے ہیں۔ یہ دھرتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کی دھرتی ہے یہاں کسی گستاخ کو من مانیوں کی اجازت ہرگز نہیں دی جا سکتی۔ (جامع مسجد نورانی اڈہ لاریاں جوہر آباد میں خطاب)

نظریۂ پاکستان کے خلاف سازشیں کرنے والوں کو ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پاکستان کا نام بدلنے' بھارت کے ساتھ آزادانہ آمد و رفت اور ویزہ ختم کرنے کی باتیں ایک ہی سازش کی کڑیاں ہیں۔ نظریہ پاکستان کی مخالف قوتیں جمع ہو رہی ہیں۔ ملک اور بیرون ملک سازشوں کے جال بُنے جا رہے ہیں۔ سازشیوں کو جان لینا چاہیے کہ پاکستان لسانی عصبیتوں اور صوبوں کی وجہ سے نہیں بلکہ کلمۂ توحید اور غلامی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنیاد پر معرض وجود میں آیا تھا اور جب تک غلامانِ مصطفیٰ اس سرزمین پر موجود ہیں دشمن اپنے مذموم عزائم میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ حضرت استاذ العلماء مولانا عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہی درس دیا ہے اور ہم اس موقف پر پوری استقامت سے ڈٹے رہیں گے۔ (ہمدرد سنٹر لاہور میں حضرت استاذ العلماء مولانا عطا محمد بندیالوی کی یاد میں کانفرنس)

علماء کرام متحد ہو کر لادینی قوتوں اور دہشت گردوں کا مقابلہ کریں۔ کسوو میں مسلمانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا جا رہا ہے اور مسلمان حکمران بے غیرتی کی تصویر

بنے بیٹھے ہیں۔ محمد بن قاسم ایک مسلمان بیٹی کی آواز پر لشکر لے کر آیا اور وہی پاکستان کی بنیاد بنا۔ لیکن آج کشمیر، کسووو، بوسینا میں بہنوں اور بیٹیوں کی عزتیں لوٹی جا رہی ہیں اور حکمران قوم کو ناچ گانے دکھانے میں مصروف ہیں۔ ریڈیو، ٹی وی پر یہودیوں کے ایجنٹ بیٹھے ہوئے ہیں جو ایک منصوبے کے تحت قوم کو بے حیا بنانے میں مصروف ہیں۔ (جمعیت علماء پاکستان کے زیر اہتمام جامعہ نعیمیہ لاہور میں استاذ العلماء کانفرنس میں خطاب)

سراج الامۃ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، امام آزادی مولانا فضل حق خیر آبادی اور فقیہہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی ایک ہی منزل کے مسافر اور ایک ہی مشن کے سفیر تھے۔ آج دینی مدارس اور علماء و طلباء کو ان کے مشن کی تکمیل کے لیے اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ (جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف ضلع خوشاب میں خطاب)

خواتین کے لیے دینی تعلیم انتہائی ضروری ہے کہ وہ دینی تعلیم سے آراستہ ہوں گی تو اپنے پورے خاندان کی دینی خطوط پر تربیت کر سکیں گی اور اگر وہ خود قرآن کے علم سے بے بہرہ رہیں تو پورا معاشرہ تباہ ہو جائے گا۔ خواتینِ اسلام کے لیے امہات المومنین اور خاتونِ جنت کا اسوۂ حسنہ مشعل راہ ہے۔ اسلام دشمن قوتوں یہود و ہنود کے ساتھ ساتھ صلیبی طاقتوں نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو گھیر رکھا ہے اور مسلمان قیادت کے فقدان کے باعث پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ اس ابتلاء سے نکلنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان اسوۂ حسنہ اور اولیاء اللہ کی سیرت پر عمل کریں اور پوری دنیا کے مسائل کا حل صرف نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ میں مضمر ہے۔ (جامعہ محمدیہ رضویہ بنات الاسلام گلبرگ کے سالانہ جلسہ تقسیم انعامات سے خطاب)

سید انیس الجیلانی اللہ کے ولی تھے۔ ان کے اٹھ جانے سے ملک و ملت کو فکری اور علمی طور پر بڑا نقصان ہوا ہے۔ (آستانہ عالیہ چوانسیہ والٹن لاہور کے سجادہ نشین پیر سید محمد انیس الجیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ختم چہلم کی تقریب کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب)

غلبۂ اسلام کی جو تحریک دنیا میں چل رہی ہے۔ وہ ان شاء اللہ بہت جلد کامیابی سے ہمکنار ہوگی اور اس کے نتیجے میں آنے والی صدی اسلام کی عزت و سرفرازی کے ساتھ موسوم ہوگی۔ اسلام کے مخالفین کی سازشیں دم توڑ رہی ہیں۔

عالمِ اسلام پر موجودہ ابتلا علم و عمل سے دوری کا نتیجہ ہے اس سے نجات کے لیے لٹریچر اور افراد سازی پر خاص توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے۔ نظامِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تنظیم سازی مسائل کا واحد حل ہے۔ (بزم انوار رضا اور جے یو پی کے استقبالیہ سے انوار رضا لائبریری جوہر آباد میں خطاب)

قرآن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندہ و جاوید معجزہ ہے اور یہ مسلمانوں کے لیے نظامِ زندگی اور نظامِ بندگی ہے۔ اسے نافذ کیے بغیر ہماری مشکلات کا حل ممکن نہیں۔ ہم معاشی بحران کا شکار ہیں اور سودی نظام معیشت نے ملک کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔ لوگ بے روزگاری کی وجہ سے خودکشیاں اور خودسوزیاں کر رہے ہیں۔ اپنے بچوں کو اپنے ہاتھوں ذبح کر رہے ہیں۔ (جامعہ محمدیہ بنات الاسلام قینچی امرسدھو میں جلسہ تقسیم اسناد سے خطاب)

جمعیت علماء پاکستان نظامِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے عملی جدوجہد میں مصروف ہے۔ اسی کے کارکن ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے حصول میں مصروف ہیں۔ دنیا کا لالچ اور خوف انہیں راہِ حق سے ہٹا نہیں سکتا۔ کارکن آنے والے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے جدوجہد تیز کر دیں۔ (جمعیت کے دفتر میں کارکنوں سے خطاب)

سپاہ صحابہ اور اس کے مقابل شیعہ گروپ کے درمیان دوبارہ خون ریزی کا کھیل استعماری امریکی سازش ہے۔ پاکستان کی حکومت اس جنگ میں شیطانی کردار ادا کر رہی ہے لیکن ملی یکجہتی کونسل کی تمام جماعتیں اس سازش کو ناکام بنا دیں گی اور پھر سے امن کی فضا پیدا ہو جائے گی۔ قتل و غارت کا یہ کھیل ملی یکجہتی کونسل کو کمزور کرنے کی سازش ہے۔ موجودہ حکومت امریکی ایجنٹ ہے اس کا کردار شرمناک ہے۔ دو سال میں اس نے قوم کو کچھ نہیں دیا وہ اپنی حماقتوں سے مڈٹرم الیکشن کو قریب کر رہی ہے۔ ملک میں امریکی عمل دخل اس قدر بڑھ گیا ہے کہ عیسائی مذہبی تنظیموں نے پاکستان میں عیسائیت کے فروغ کے لیے ہر حربہ استعمال کیا ہے روپیہ پیسہ تقسیم کیا جا رہا ہے مگر حکومت ٹس سے مس نہیں ہو رہی۔ ملک میں اسلام سے مرتد کرنے کے لیے قادیانی بھی زور دار تحریک چلا رہے ہیں۔ (7 اکتوبر 95ء بروز ہفتہ کہانہ ہال نزد شادمان چوک لاہور میں جمعیت علماء پاکستان ضلع لاہور کی طرف

سے اپنے اعزاز میں دیئے گئے ایک عظیم الشان استقبالیہ سے خطاب)

اس وقت اقوام متحدہ میں 170 ممالک شریک ہیں لیکن ویٹو پاور صرف پانچ ممالک کو حاصل ہے۔ اب تک اسرائیل کی بالادستی کے لیے امریکہ نے 158 مرتبہ ویٹو کا حق استعمال کیا ہے عالم اسلام کی سیاسی قیادت میں سے کوئی بھی نہیں جو امریکہ کی اس غنڈہ گردی کو روک سکے۔ مسلمان اپنی دینی غیرت کھو بیٹھا ہے۔ جرأت نہیں کرتا ورنہ امریکہ کوئی چیز نہیں ہے آج بھی صومالیہ کی مثال ہمارے سامنے ہے اس کی آبادی ساٹھ ستر لاکھ ہے۔ یہاں کا مسلمان بہت غریب ہے۔ دھوتی اور بنیان میں نماز پڑھتا ہے' لیکن اس نے اپنے ملک میں مداخلت کرنے پر امریکہ کو ذلیل و رسوا کر کے اپنے ملک سے نکالا۔ اقوام متحدہ کا دوہرا کردار ہے۔ وہ مسلمانوں کا دشمن ادارہ بن چکا ہے کہ جب کسی مسلمان کے خلاف کارروائی کرنا ہو تو جھٹ اقوام متحدہ حرکت میں آ جاتا ہے۔ مگر ہنود' یہود اور صلیبیوں کے لیے اپنے اصولوں کو ذبح کرتی ہے جیسے پاکستان اور ہندوستان کو 1935ء کے ایکٹ کے تحت آزادی ملی تھی۔ اس وقت بھارت میں پانچ سو سے اوپر ریاستیں تھیں' ہر ریاست کو آزادی تھی کہ وہ بھارت اور پاکستان میں سے جس کے ساتھ چاہے مل جائے لیکن جب ریاست حیدر آباد اور جونا گڑھ نے پاکستان کے ساتھ ملنے کا اعلان کیا تو بھارت نے جبراً قبضہ کر لیا۔

کشمیر میں استصواب رائے کی قراردادیں خود اقوام متحدہ نے منظور کیں مگر اس پر عمل نہیں ہوا' لیکن عراق' لیبیا اور ایران کے خلاف اقوام متحدہ کی غنڈہ گردی سب کے سامنے ہے۔ اس وقت کشمیر کے بارے میں اقوام متحدہ کی قراردادوں کو مجروح کیا جا رہا ہے کہ تھرڈ آپشن کا نام نہاد نعرہ لگایا جا رہا ہے۔ امریکہ کو ثالثی کے لیے کہا جا رہا ہے یہ ایک دوہرا مذاق ہے۔ میر تقی میر نے کہا تھا اور خوب کہا تھا کہ

میر بھی کیا سادہ ہیں کہ بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

آج تک پاکستان پر آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیوں کے پڑھے ہوئے سیاستدانوں کی حکومت ہے۔ جس کے نتائج سب کے سامنے ہیں کہ ملک داخلی اور خارجی

طور پر تباہ ہو گیا ہے اور امریکی سی آئی اے کا اڈہ بن گیا ہے' اس لیے ضرورت ہے کہ پاکستان میں مسجد کی چٹائی اور مدرسہ محمدی کے پڑھے ہوئے علماء مضبوط سیاسی کردار ادا کریں۔ (19 اکتوبر 95ء کو لاہور میں جمعیت علماء پاکستان کے زیر اہتمام اقوام متحدہ کے خلاف منائے گئے یوم سیاہ کی تقریب سے خطاب)

مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی ہمارے بزرگ ہیں۔ جمعیت علماء پاکستان ان کی اپنی جماعت ہے وہ جب چاہیں اپنے گھر لوٹ آئیں۔ ان کی طویل مخلصانہ رفاقت ہمارا عظیم سرمایہ ہے۔ اتحاد اہل سنت کے لیے ہماری کوئی شرط نہیں۔ اتحاد کے لیے ہم سب کو قبول کریں گے جمعیت کے دروازے کھلے ہیں روٹھے ہوئے اپنے گھر لوٹ آئیں۔ یاد رکھیں جمعیت کے منشور اور دستور کی ہر حال میں پابندی کرنا ہو گا۔ (جوہر آباد تشریف آوری کے موقع پر دریائے جہلم کے پل پر استقبالیہ سے خطاب)

اسلامی ممالک کو اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کی مستقل نمائندگی کا حاصل کرنا' ناگزیر ہو گیا ہے تاکہ وہ اسلامی ممالک کے مفادات کا دفاع کر سکیں۔

امریکہ اور مغربی ممالک اسلام دشمن ہیں۔ اکیسویں صدی میں مسلمانوں کی قوت کو بڑھتا ہوا دیکھ کر انہیں خطرہ محسوس ہو رہا ہے اور وہ اسلامی ممالک کو ہر طرح سے دبانا چاہتے ہیں۔ اسلامی ممالک کو چاہیے کہ امریکہ کی کاسہ لیسی کرنے کی بجائے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کریں۔ اسلامی ممالک کا مضبوط بلاک اس وقت قائم ہو سکتا ہے جب عرب اور عجم کے فرق کو ختم کر دیا جائے۔ امریکہ نے اقوام متحدہ کو اپنی لونڈی بنا رکھا ہے اور اپنے مفاد کے لیے اقوام متحدہ کو استعمال کرتا رہتا ہے۔ مٹھی بھر یہودیوں کو امریکہ کی پشت پناہی حاصل ہے۔ نام نہاد امن کے نام پر امریکہ بیت المقدس پر یہودیوں کا قبضہ کروانا چاہتا ہے۔ کشمیر میں ساٹھ ہزار مسلمانوں کو بھارت کی دہشت گرد فوج نے شہید کر دیا۔ اقوام متحدہ' کشمیر کے مسئلہ کو حل کرنے میں پچاس سال گزرنے کے بعد بھی اپنی ہی پاس کردہ قرارداد کو عملی طور پر نافذ کرانے کے لیے دانستہ طور پر نظر انداز کر رہا ہے۔ بوسنیا میں سربیائی فوجوں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا' بوسنیا میں اسلحہ کی فراہمی پر پابندی لگوائی اور مسلمانوں کا ہاتھ باندھ کر سربیائی فوجوں سے 90 ہزار مسلمانوں کا قتل عام کروایا۔

اولیائے کرام کی زندگیاں سنت نبوی کے نور سے منور و معطر ہوتی ہیں ان کی قربت میں رہنے والے بھی ظلمت سے نجات پا لیتے ہیں۔ صحبتِ اولیاء قربِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے شاہ والا شریف میں خانقاہ اور مدرسے کو یکجا دیکھ کر مسرت ہوئی۔ خانقاہوں پر مدارس کا قیام ہی ہمارے مستقبل کو محفوظ کر سکتا ہے۔ مشائخ عظام دینی مدارس کے قیام اور ان کی سرپرستی کی طرف متوجہ ہوں۔ (آستانہ عالیہ شاہ والا شریف متصل قائد آباد میں استقبالیہ سے خطاب)

امریکہ دنیا میں سب سے بڑا غنڈہ اور عالمی دہشت گرد ہے۔ این۔ جی۔ اوز کے ذریعہ وہ اسلامی ممالک میں دہشت گردی کرواتا ہے۔ انڈونیشیا میں عیسائیوں کی قلیل تعداد کی این۔ جی۔ اوز کے ذریعہ عیسائیوں کی ریاست قائم کروائی۔ جنوبی سوڈان میں امریکہ یہی گھناؤنی سازش کر رہا ہے۔ امریکہ اور یورپی ممالک قادیانیوں اور این جی اوز کے ذریعہ پاکستان میں انتشار اور سازشیں کرواتے رہتے ہیں۔ امریکہ اقتصادی پابندی اور فضائی ناکہ بندی اور دوسرے حربے استعمال کر کے بے دست و پا بنانا چاہتا ہے۔ بھارتی وزیر اعظم نے اقوام متحدہ میں اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کی۔ اسلامی ممالک کو چاہیے کہ بھارت سے اقتصادی اور سیاسی رابطہ ختم کر لیں۔ اس تناظر میں مسلمانوں کا مضبوط بلاک ہونا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ (اسلامی ممالک کے دانشوروں کی جکارتہ کانفرنس سے امام نورانی کا خطاب)

یورپ کے مسلمانوں کو اپنے عقیدے کے تحفظ کے لیے بڑی مشکلات اور تکلیف دہ مراحل سے گزرنا پڑا لیکن الحمدللہ انھوں نے اب تک اس سلسلہ میں بڑی قربانیاں دیں یہ ان کے جذبۂ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت ہے کہ یورپ کی سرزمین پر اللہ اکبر کی سرپرستی میں عشق رسول کی شمع روشن رکھی ہوئی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یورپ کے غیور مسلمان آئندہ بھی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ہر قسم کی قربانی دیں گے اور جو سازشیں منکرین ختم نبوت اسلام اور عقیدہ ختم نبوت کے خلاف کر رہے ہیں ان کا پامردی سے مقابلہ کریں گے اور قادیانیوں کے عزائم ناکام بنا دیں گے۔ حکومت پاکستان کو چاہیے کہ قادیانیوں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھے اور وہ پاکستان کے خلاف جو پروپیگنڈہ کر رہے ہیں

ہر سطح پر اس کا موثر جواب دیا جائے۔ مرزا طاہر پاکستان کے ختم ہونے کی پیشین گوئیاں کر رہا ہے وہ خود ذلیل و رسوا ہوگا۔ پاکستان ان شاء اللہ قیامت تک قائم رہے گا۔ پاکستان ختم نبوت اور عشق و محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلعہ ہے۔ اس قلعہ میں تاجدارِ ختم نبوت کے عزت و ناموس کا تحفظ عاشقانِ رسول کرتے رہیں گے۔

بیت المقدس سے ہٹ کر کوئی معاہدہ قابل قبول نہیں اور بیت المقدس کی آزادی کے بغیر مشرق وسطیٰ میں کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ او آئی سی اور اسلامی کانفرنس کے ممالک کوئی دباؤ برداشت نہ کریں اور بیت المقدس کی 1967ء والی پوزیشن بحال کرائیں۔

یورپ کے مسلمان اپنے بچوں اور بچیوں کو دین کی تعلیم دلائیں۔ انھیں مسجد میں ساتھ لائیں تاکہ ان کی اسلامی خطوط پر تربیت ہو سکے اور وہ یورپ میں اسلام کے مبلغ اور مجاہد ثابت ہوں۔ (ورلڈ اسلامک مشن ہالینڈ کے زیر اہتمام ڈین ہاگ میں ہونے والی انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس سے صدارتی خطاب)

پاکستان میں اسلام پر مر مٹنے کا جذبہ رکھنے والے نوجوانوں کی موجودگی میں اسلام کا پرچم سرنگوں نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام کے نام پر حاصل ہونے والے ملک کی وزیر اعظم غلبہ اسلام کی بات کرنے والوں کو دھمکی دیتی ہے کہ میں تمھیں امریکہ سے پٹوا دوں گی۔ امریکہ بے نظیر کی مدد کیسے کر سکتا ہے وہ تو ایک چھوٹے سے غریب مسلمان ملک صومالیہ کا مقابلہ بھی نہیں کر سکا۔ جہاں مسجدوں میں بجلی تک نہیں ہے اور وہاں مفلس مسلمان صرف دھوتی اور بنیان پہن کر نماز ادا کرتے ہیں۔ ساری دنیا نے دیکھا کہ اس غریب مسلمان ملک کے جذبۂ جہاد سے سرشار نوجوانوں نے امریکی فوجیوں کو صومالیہ سے بھگا دیا۔ اب اگر محترمہ کی دعوت پر امریکیوں نے پاکستان کا رخ کیا تو یہاں بھی ان کا "بندوبست" کر دیں گے۔ بے نظیر کا بھروسہ امریکہ پر ہے، لیکن ہمارا بھروسہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہے۔ آج پاکستان میں زبان، نسل، علاقہ کے جھگڑوں میں مسلمانوں کو الجھا کر اسلامی تشخص ختم کرنے کی سازش کی جا رہی ہے۔ نوجوانوں کو قومیتوں کے فتنوں میں الجھا کر ان کا دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق کمزور کیا جا رہا ہے۔ مسلمان کو مسلمان سے لڑایا جا رہا ہے۔ یہ سب امریکہ اور اس کے ایجنٹوں کا کھیل ہے۔ امریکہ اور یہودی مل

کر موت سے نہ ڈرنے والے فاقہ کش مسلمان کے بدن سے روح محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ختم کر کے اسے راکھ کا ڈھیر بنا دینا چاہتے ہیں۔ نوجوانو! اس یہودی سازش کو ناکام بنا دو اور اعلان کر دو کہ ہماری پہچان سندھی' مہاجر' پنجابی' سرائیکی نہیں صرف اور صرف غلامی رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ یہ شیعہ سنی کی لڑائی نہیں ہے بلکہ یہ دیوبندی اور رافضیوں کی لڑائی ہے۔ سُنی اس میں ملوث نہیں ہیں۔ دراصل پاکستان میں جاری فرقہ وارانہ قتل و غارت کے ذریعے پاکستان اور ایران کو لڑانے کی کوشش کی جارہی ہے تاکہ یہ دونوں ملک کمزور ہو جائیں اور امریکہ یہاں آکر بیٹھ جائے۔ امریکہ بہت بڑا شیطان ہے یہ ایران کے ساتھ ساتھ آذربائیجان اور بحیرہ کیسپین کے تیل کے چشموں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔

امریکہ نے کویت' قطر' دوبئی اور بھارت کے ساتھ معاہدے کر لیے ہیں اور اب امریکہ خلیج اور بحیرہ عرب کے بعد ایران اور پاکستان کے گرد گھیرا تنگ کر رہا ہے۔ امریکہ' پاکستان کے تخت پر کبھی "میاں صاحب" کو بٹھا دیتا ہے اور کبھی "بیگم صاحبہ" کو۔ یہ سب امریکہ کے نوکر چاکر ہیں۔ یہ امریکہ کی کٹھ پتلیاں ہیں۔ ان کا قبلہ واشنگٹن ہے۔ نواز شریف نے بھی عراق کے خلاف فوج بھیجی تھی۔ ہمیں عراق سے اس لیے ہمدردی ہے کہ یہ ولیوں کی سرزمین ہے۔ یہ امام حسین' حضرت علیؓ' امام موسیٰ کاظمؓ' امام ابوحنیفہ اور شہنشاہ بغداد حضرت غوث پاک کی سرزمین ہے۔ ہمیں ایران سے بھی ہمدردی ہے کیونکہ وہاں بھی 30 فیصد اہلسنّت رہتے ہیں۔ شاتمانِ رسول کو سیشن کورٹ سے سزائے موت پر دکھ کا اظہار کر کے پاکستانی وزیراعظم نے دین دشمنی کا ثبوت دیا ہے۔ دو عیسائی گستاخان رسول کو عزت و احترام سے بری کروا کر اور تحفے تحائف دے کر بیرون ملک بھیج کر محترمہ بے نظیر بھٹو نے پاکستان میں گستاخیٔ رسول کا راستہ کھول دیا ہے۔ محترمہ بے نظیر بھٹو نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گستاخوں کو چھوٹ دے دی ہے' لیکن اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی عزت و حرمت اور بزرگی کے معاملے میں بہت غیرت مند ہے۔ گستاخانِ رسول کو تحفظ دینے والی حکومت برقرار نہیں رہ سکتی۔ میں پورے یقین اور ایمان کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ حکومت بہت جلد ختم ہو کر رہے گی۔ گستاخِ رسول کو جینے کا حق نہیں دیا جا سکتا۔ اس کی توبہ بھی قبول نہیں ہو سکتی۔ (شاہی عیدگاہ ملتان میں انجمن نوجوانانِ اسلام کے دو روزہ ملک گیر

"قومی یکجہتی کنونشن" سے خطاب)

ایم کیو ایم والے کلاشنکوف کے بغیر الیکشن لڑیں اور پھر جیت کر دکھائیں۔ نواز لیگ' ایم کیو ایم اور اے این پی اتحاد میں پنجابستان' پختونستان اور مہاجرستان والے مل رہے ہیں خدا خیر کرے۔ الطاف حسین کو معاف کرنا ہے تو پھر ملک کے سارے قاتلوں اور ڈاکوؤں کو معاف کرنا ہوگا۔ (جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ کے اجتماعی اہم اجلاس کے شرکاء سے خطاب)

اسلام آباد میں اسلام کی بجائے بدبو پھیل رہی ہے اور قومی اسمبلی میں چور' لٹیرے' سمگلر اور شرابی اکٹھے ہو گئے ہیں۔ ان حالات میں غلامان نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور "عاشقان پاکستان" متحد ہو کر نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کاروان کو مضبوط بنائیں۔ ملک کی زرعی پالیسی مکمل ناکام ہو چکی ہے۔ 47 لاکھ ایکڑ اراضی سیم و تھور کی نذر ہو چکی ہے۔ 20 لاکھ ٹن گندم کی بھیک مانگنے کے لیے آسٹریلیا اور امریکہ کے دروازے پر دستک دی جا رہی ہے۔ ہمارا ملک زرعی ہونے کے باوجود غلہ سے محروم ہے۔ بھارتی لالوں سے آلو' مرچ اور پیاز تک مانگی جا رہی ہے۔ موجودہ حکومت ترقیاتی' صنعتی و زرعی اور امن و امان کے محاذ پر بھی مکمل ناکام ہو گئی ہے۔ موجودہ حکومت کے منحوس سائے ملک پر موجود ہیں۔ جس طرح جن بھوت کے سائے سے مکان ویران ہو جاتا ہے اسی طرح اسلام آباد پر بے دین حکمرانوں کے سائے سے ویرانی پھیل رہی ہے۔ ہماری خارجہ پالیسی صیہونی طاقتیں جس طرف چاہتی ہیں ملک کو چلا رہی ہیں۔ امریکہ کے کہنے پر حکومت نے بھارت کو پسندیدہ قوم قرار دے دیا ہے۔ اگر موجودہ حکومت کے نزدیک بھارت پسندیدہ قوم ہے تو سارے حکمران بھارت چلے جائیں۔ موجودہ حکومت عریانی' فحاشی اور بے حیائی کا سیلاب ٹی وی پر لے آئی ہے۔ اگر قوم کی بہو بیٹیاں ٹی وی پر ناچیں گی تو پھر محمد بن قاسم کیسے پیدا ہوں گے؟ موجودہ حکومت نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نافذ نہ کر کے آئین کا مذاق اڑا رہی ہے۔ ہم پر الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم عورت کی حکمرانی کے حق میں ہیں۔ ہم ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ عورت کی حکمرانی غیر شرعی ہے۔ متقی' پرہیزگار اور نمازی صدر سرکاری خرچ پر حج اور عمرے کر رہے ہیں۔ حج اور عمرے کو بھی ذاتی عیاشی بنا دیا

گیا ہے۔ قوم ٹیکس، حکمرانوں کی عیاشی کے لیے نہیں دیتی۔ بھارت ہائیڈروجن بم کا دھماکہ کر رہا ہے، لیکن امریکہ کی آنکھیں پاکستان کی طرف ہیں۔ وطن عزیز کا دفاع کمزور ہاتھوں میں ہے۔ ہمیں ایٹمی دھماکہ کر لینا چاہیے۔ قرآن حکیم نے بھی ایٹم بم کی تیاری کی تلقین کی ہے لیکن ہم نے دفاعی تیاری کرنے کی بجائے دوپٹے اتار دیئے ہیں۔ بے حیائی، بے غیرتی کا سامان کر رہے ہیں۔ قوم کو تلوار کی بجائے سارنگی پکڑا دی گئی ہے۔ دفاعی نکتۂ نظر سے افغانستان کے حالات بھی قابلِ افسوس ہیں۔ افغانستان میں پاکستان کا سفارتخانہ بند کر دیا گیا ہے۔ جبکہ بھارتی اور امریکی سفارت خانے وہاں قائم ہیں۔ غریبوں کا نام لے کر برسرِ اقتدار آنے والی حکومت نے اب تک کوئی لیبر پالیسی نہیں دی۔ غریب طبقہ مراعات سے محروم ہے۔ (جے یو پی کے 28 ویں یوم تاسیس کے موقع پر شاہی عیدگاہ ملتان کے وسیع سبزہ زار میں منعقدہ دو روزہ عظیم الشان "نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کانفرنس" کی آخری نشست سے خطاب)

"مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر محض چند اقتباسات پیش کیے گئے ہیں ان کے مطالعہ سے قاری یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہے کہ عالی افکار تو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

القصہ حضرت شیخ الاسلام مولانا الشاہ احمد نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ ہشت پہلو شخصیت تھے اور انھوں نے مختلف زبانوں میں پیغامِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ابلاغ کے لیے ساری زندگی اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ ضرورت اس امر کی ہے آپ کے جامع ترین خطبات کو محفوظ کیا جائے۔ ان کو افادۂ عام کے لیے شائع کیا جائے۔

مولانا شاہ احمد نورانی...... مجاہد ختم نبوت

مولانا عبدالرحمٰن نورانی (کراچی)

قائد اہلسنّت حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ ایک عالم باعمل، مجاہد تحریک ختم نبوت اور پاکستان کے اہم ترین سیاست دان تھے۔ ان کے والد گرامی حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ اپنے زمانے کے شہرہ آفاق روحانی بزرگ اور عالمی مبلغ اسلام تھے۔ جن کے ہاتھ پر بے شمار غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ فتنۂ قادیانیت کے خلاف ان کی گرانقدر خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ایک سحر بیان خطیب، کمال ذکی، حاضر جواب اور فی البدیہہ گفتگو کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست خوش الحان قاریٔ قرآن بھی تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے پایاں محبت و عقیدت ان کی رگ رگ میں جاگزیں تھی۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے سلسلہ میں حضرت نورانی میاںؒ کی خدمات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ انھوں نے بے شمار قادیانی مبلغین سے مناظرے کیے اور انھیں ہمیشہ شکست فاش دی۔ آپ نے بیرون ممالک میں قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا مسلسل تعاقب کیا۔ انھوں نے آئین پاکستان میں مسلمان کی تعریف شامل کروائی۔ 30 جون 1974ء کو آپ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلانے کے لیے قومی اسمبلی میں تاریخی قرارداد پیش کی۔ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر کو اپنی جماعت کے عقائد کے بارے میں صفائی اور موقف پیش کرنے کا مکمل آزادانہ موقع دیا گیا۔ 13 دن تک اس پر جرح ہوئی۔ بعدازاں ملک کی منتخب پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو ان کے کفریہ عقائد کی بناء پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ مولانا نورانی اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ "قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کرنے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشی اور مجھے یقین کامل ہے کہ بارگاہ خاتم النبیین ﷺ میں میرا یہ عمل سب سے بڑا وسیلہ

شفاعت و نجات ہوگا۔"

حضرت مولانا نورانیؒ ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"1974ء کی تحریک ختم نبوت میں قادیانی خلیفہ مرزا ناصر قادیانی جماعت کی طرف سے محضر نامہ پڑھنے کے لیے جب قومی اسمبلی میں آیا تو خدا کی قدرت اور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کا اعجاز دیکھنے میں آیا کہ جس وقت اس نے محضر نامہ پڑھنا شروع کیا تو اسمبلی کے اس بند ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں اوپر کے چھوٹے پنکھے سے ایک پرندے کا پر جو غلاظت سے بھرا ہوا تھا، سیدھا اس محضر نامے پر آ کر گرا۔ جس سے مرزا ناصر ایک دم چونکا اور گھبرا کر کہا "I am disturbed" مرزا ناصر کی گھبراہٹ، ذلت آمیز پریشانی اور اس عجیب و غریب واقعہ پر اراکین اسمبلی ششدر رہ گئے کیونکہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی غلاظت اوپر چھت سے اس طریقہ سے گری ہو۔"

ایک دفعہ آگرہ کے اکبر عادل صاحب سی۔ ایس۔ پی ریٹائرڈ سیکرٹری وزارت صنعت و حرفت حکومت پاکستان نے پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب سے ذکر کیا کہ "آپ کے صدر جمعیت عجیب آدمی ہیں کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی اپنی پیش کردہ قرارداد سے دو لفظوں کے اخراج پر انھیں بہت بھاری رقم مل رہی تھی جو انھوں نے ٹھکرا دی۔" مفصل واقعہ بیان کرتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ اسلام آباد میں تحریک ختم نبوت 1974ء کے دوران میرے مکان پر علامہ شاہ احمد نورانی کی دعوت تھی۔ کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ قادیانی لاہوری گروپ سے تعلق رکھنے والے بعض سرکردہ لوگ وہاں آئے اور پوچھا کہ کیا آپ کے ہاں مولانا نورانی تشریف فرما ہیں، ہم ان سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں ان لوگوں کو اندر لے گیا اور حضرت نورانی صاحب سے کہا کہ یہ لوگ آپ سے کوئی بات کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کیا بات ہے؟ ان لوگوں میں تین چار اعلیٰ سرکاری افسر بھی تھے۔ ایک صاحب نے کہا جناب آپ نے قومی اسمبلی میں اپنی پیش کردہ قرارداد میں لاہوری گروپ کو بھی غیر مسلم قرار دیا ہے حالانکہ ہم مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے بلکہ مجدد مانتے ہیں۔ لہٰذا آپ کی قرارداد میں ہمارا ذکر درست نہیں ہے۔ آپ یوں کریں کہ اپنی قرارداد سے ہمارا نام نکال دیں، ہم اس کے عوض آپ کو پچاس لاکھ روپے

پیش کرتے ہیں۔ (یاد رہے 1974ء میں پچاس لاکھ روپے کروڑوں روپے کے برابر تھے)

اس پر علامہ نورانی طیش میں آ گئے اور بلند آواز میں فرمایا، "او کم نصیبو! ہمارا سودا تو دربار مصطفیٰ ﷺ میں ہو چکا ہے۔ ہم تمہاری پیشکش جوتے کی نوک پر رکھتے ہیں اس لیے کہ ہمارا جوتا اس پیشکش سے کہیں قیمتی ہے۔ مرزا قادیانی جھوٹا مدعیٔ نبوت ہے اور جو اسے مجدد یا مسلمان مانتا ہے، وہ بھی کافر ہے اور میری قرارداد سے کوئی لفظ حذف نہیں ہو سکتا۔ تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ تمہارے لیے اچھا نہ ہوگا۔" اس پر وہ لوگ چلے گئے تو علامہ نورانی نے فرمایا کہ "بڑی بڑی اعلیٰ حکومتی شخصیات سفارش کرتی ہیں کہ صاحب! ان لوگوں کا آپ کیوں ذکر لے آئے ہیں؟ یہ تو نبی نہیں مانتے لیکن الحمدللہ اللہ کریم نے استقامت عطا فرمائی ہے۔ یہ پیسے آنی جانی چیز ہے۔ اصل دولت ایمان کی دولت ہے جو سرمایۂ آخرت ہے۔"...... کسی نے کیا خوب کہا تھا: "مولانا نورانی نہ جھکتا ہے نہ بکتا ہے۔"

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام چناب نگر (ربوہ) میں ختم نبوت کانفرنس سے تاریخی خطاب کرتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانیؒ نے فرمایا:

"ایمان ایک ایسی قوت ہے، جس کی بے شمار برکات ہیں اور تحفظ ختم نبوت خالصتاً ایمانیات کا مسئلہ ہے، جس کے لیے ہم اپنے خون کا آخری قطرہ بھی قربان کرنا سعادت سمجھتے ہیں۔ قادیانی، حکومت کے کلیدی عہدوں پر فائز ہو کر مالی اور سیاسی فوائد حاصل کر رہے ہیں حالانکہ وہ اقلیت میں ہیں۔ وہ پاکستان میں اپنی وہی پوزیشن بنانا چاہتے ہیں جو امریکہ میں یہودیوں نے بنالی ہے۔ اگر یہ فتنہ اس طرح پروان چڑھتا رہا تو آئندہ اس ملک پر ان کا قبضہ ہو جائے گا اور ان کی مرضی کے بغیر کوئی حکومت نہ کر سکے گا۔ مرزائیت، یہودیت کی گود میں پروان چڑھ رہی ہے اور پاکستان میں تل ابیب کا ایجنٹ ربوہ ہے۔ وہ جو چاہتے ہیں، اس کی معرفت کرواتے ہیں۔ مذہب کا تو ان لوگوں نے لبادہ اوڑھ رکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قادیانیت ایک بہت بڑی خطرناک سیاسی تحریک ہے اور صیہونیت کی ذیلی تنظیم ہے جو مسلمانوں کے اندر رہ کر مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا سامان پیدا کر رہی ہے۔ ہر مسلمان کو ان کے خلاف جدوجہد کرنی چاہیے۔" علامہ نورانی کے حوالے سے اتنا کہوں گا

آسماں تری لحد پہ شبنم افشانی کرے

خصوصی مضمون............

الیکشن کمیشن کی موجودگی میں الیکشن سیل کا کوئی جواز نہیں

اسلامی نظام کا اعلان تو ہوا مگر عمل ابھی تک نہیں ہو سکا

مولانا شاہ احمد نورانی جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ ہیں جن کی شخصیات قومی اتحاد کی تحریک کے دوران ابھر کر سامنے آئی تھی جسے انھوں نے نظام مصطفےٰ کی تحریک کا نام دیا تھا۔ اس وقت جمعیت علماء پاکستان قومی اتحاد میں شامل نو جماعتوں میں سے ایک تھی۔ 5 جولائی 1977ء کو جب قومی اتحاد سے پیپلز پارٹی کے مذاکرات ناکام بنا دیے گئے تو فوج نے عنان اقتدار سنبھال لی اور 18 اکتوبر کو عام انتخابات کرانے کا اعلان کیا مگر یکم اکتوبر کو فوجی حکومت کے سربراہ جنرل ضیاء الحق نے انتخابات ملتوی کر دیے جس کے بعد گیارہ اکتوبر کو قومی اتحاد کے رہنماؤں کی جنرل ضیاء الحق سے ملاقات ہوئی تھی جس میں مولانا نورانی نے جنرل ضیاء سے دریافت کیا تھا کہ انتخابات کیوں ملتوی کیے گئے ہیں تو بقول مولانا نورانی کے جنرل ضیاء نے جواب دیا تھا کہ آپ کے قومی اتحاد کے ساتھیوں نے ہاتھ جوڑ کر اور خدا کا واسطہ دے کر انتخابات ملتوی کرنے کی فریاد کی تھی۔ مولانا نورانی کہتے ہیں کہ اسی دن سے جمعیت علماء پاکستان اور قومی اتحاد کے درمیان محاذ آرائی شروع ہوئی کیونکہ جمعیت علمائے پاکستان کو جمہوری عمل بے حد عزیز ہے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد جمعیت علمائے پاکستان نے اصولی بنیادوں پر قومی اتحاد سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور اب تک آزادانہ طور پر ملک کی سیاست میں حصہ لے رہی ہے ایک ملاقات کے دوران جو ان کی رہائش گاہ پر ہوئی۔ مولانا نورانی سے

ملک کے موجودہ سیاسی بحران پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ میرا ان سے پہلا سوال یہ تھا کہ ملک میں مارشل لاء نافذ ہوئے دو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا ہے اس دوران فوجی جنتا نے سیاسی اور اقتصادی اہمیت کے متعدد فیصلے کیے ہیں آپ کے خیال میں اس عرصے میں ملک نے ترقی کی ہے یا یہ تنزلی کی جانب بڑھ رہا ہے۔ مولانا نورانی نے کہا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ملک تنزلی کا شکار ہوا ہے۔ ملک کی سرحدیں پہلے بھی ایک حد تک تباہ تھیں۔ مارشل لاء کے نفاذ نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی ہے۔ رشوت میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے اور یہ ہر محکمے میں داخل ہو گئی ہے۔ انتظامیہ حد درجہ کرپٹ ہو چکی ہے کوئی پرسان حال نہیں۔ افراتفری کا سا عالم ہے۔ سب سے بڑی خرابی یہ ہوئی ہے کہ اعتماد کا بحران پیدا ہو گیا ہے۔ سرکاری مشینری پر سے عوام کا اعتماد ختم ہو گیا، سیاسی اعتبار سے بھی ملک بہت پیچھے چلا گیا ہے۔ جمہوری عمل نہ ہونے کے سبب اندرون ملک اور بیرون ملک ہمارا وقار مجروح ہوا ہے اور سب سے افسوس ناک بات یہ ہوئی ہے کہ بعض نام نہاد جماعتوں نے مارشل لاء حکومت میں شریک ہو کر جمہوری اقدار کو رسوا کر دیا ہے اور یہ جماعتیں عوام کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ عام انتخابات میں عوام ان نام نہاد جماعتوں کو مسترد کر دیں گے اور ان جماعتوں کو اعتماد کا ووٹ دیں گے جو عملی طور پر جمہوریت پسند ہیں۔

چونکہ مولانا نورانی نظام مصطفےٰ کی تحریک کے روح رواں تھے اس لیے ان سے یہ دریافت کرنا لازم تھا کہ 5 جولائی 1977ء کے بعد سے فوج کا کردار کیا رہا ہے اس سوال پر مولانا نورانی نے دوٹوک انداز میں کہا کہ فوج کا کردار منفی رہا ہے۔ اسلامی نظام نافذ کرنے کا اعلان بڑی دھوم دھام سے کیا گیا تھا مگر اس پر عملدرآمد نہیں کیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ قوم کے ساتھ یہ بہت بڑی زیادتی کی گئی ہے اور اس کے نتائج برے برآمد ہوئے ہیں۔ جن جماعتوں نے چور دروازے سے اقتدار میں شرکت کی تھی انھوں نے بھی بہت شور مچایا تھا کہ اسلامی نظام نافذ کیا جا رہا ہے جس کا سہرا ان کے سر ہے اور یہ جماعتیں قوم کو نماز شکرانہ ادا کرنے کی تلقین کر رہی تھیں مگر نتیجہ عوام کے سامنے ہے اگر یہ جماعتیں اسلامی نظام کے نفاذ میں مخلص تھیں تو انھیں اس پر عملدرآمد بھی کرانا چاہیے تھا۔ وہ جان بوجھ کر عملدرآمد اس لیے بھی نہیں چاہتی تھیں کہ انتخابی مہم میں عوام کو بے وقوف بنا سکیں کہ صرف وہی اسلامی

نظام پر عملدرآمد کرائیں گے مگر عوام ان کے اصلی چہروں کو پہچانتے ہیں۔ ملک کے باشعور عوام ایسی جماعتوں کو آئینہ دکھا دیں گے۔ فوج کی جانب سے اقتدار پر قبضے کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا گیا تھا جس پر نظریہ ضرورت کے ساتھ فیصلہ دیا گیا کہ اقتدار پر قبضہ درست تھا مگر آپ کے خیال میں اس نظریہ ضرورت کا اطلاق کب تک رہے گا۔"

اس سوال کے جواب میں مولانا نورانی نے کہا عام انتخابات کے انعقاد تک اس نظریہ کا اطلاق صحیح ہو سکتا ہے اور جہاں تک مجھے یاد ہے بیگم نصرت بھٹو کیس میں وکیل سرکار مسٹر بروہی نے خود بھی کہا تھا کہ حکومت چھ سے آٹھ ماہ تک انتخابات کرانے کا ارادہ رکھتی ہے اور اب آٹھ ماہ گزرے ہوئے بھی کافی وقت گزر گیا ہے اس طرح ایک بار پھر آئینی اور قانونی طور پر مارشل لاء حکومت کی حیثیت غور و طلب مسئلہ بن گئی ہے چونکہ فوج نے 17 نومبر 1979ء کو عام انتخابات کرانے کا اعلان کر رکھا ہے اس لیے ہم فی الحال اس مسئلے کو نہیں اٹھا رہے اگر خدانخواستہ 17 نومبر کو انتخابات ملتوی کر دیے گئے تو پھر غور کرنا ہوگا کہ صورتحال سے کس طرح نمٹا جائے۔

صدر جنرل ضیاء الحق فوج کے آئینی کردار کا مسئلہ اٹھا رہے ہیں اور اس ضمن میں وہ آئین میں ترمیم کرنے کا بھی ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ کے خیال میں فوج کا آئینی کردار کیا ہو سکتا ہے؟

مولانا نورانی نے بتایا کہ اس مسئلے پر جمعیت علماء پاکستان کا موقف بالکل واضح ہے۔ فوج کا آئینی کردار 1973ء کے آئین میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ مسلح افواج کا کام سرحدوں کی حفاظت کرنا ہے اور منتخب حکومت کے احکامات کی تعمیل کرنا ہے۔ فوج کا کام حکم لینا ہے حکم دینا نہیں۔ اسلام کے نقطۂ نظر سے بھی فوج کا یہی کردار ہے خلافت راشدہ کے دور میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ فوج نے اقتدار پر شب خون مارا ہو۔ اسلامی تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اس لیے فوج کے اقتدار پر قبضے کو عین غیر اسلامی اقدام قرار دیا جا سکتا ہے۔ بلوائیوں اور باغیوں نے امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کر دیا تھا۔ اس وقت بھی فوجی جتھا بہت مضبوط تھی مگر اس نے اقتدار پر قبضہ نہیں کیا تھا۔

جنرل ضیاء سیاستدانوں کا کتنی بار مذاق اڑا چکے ہیں۔ ایران کے اخبار کیہان انٹرنیشنل کو ایک انٹرویو میں انھوں نے کہا تھا کہ میں جب بھی اشارہ کروں گا سیاستدان دم ہلاتے ہوئے

ان کے پاس جمع ہو جائیں گے۔ اس ریمارک پر بحیثیت ایک سیاستداں آپ کا ردعمل کیا ہے۔

اس سوال کے جواب میں مولانا نورانی نے کہا جنرل صاحب نے جو کچھ کہا تھا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ان کی یہ رائے ایسے سیاستدانوں کے بارے میں ہے جو ان کے ساتھ اقتدار کے مزے لوٹ رہے ہیں اور یقیناً سیاستدانوں کے بارے میں انھیں ایسا ہی تجربہ ہوا ہوگا۔ ہم ان کے ساتھ اقتدار میں شریک نہیں ہوئے حالانکہ ہمیں کئی بار دعوت دی گئی تھی۔

اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ...... مضحکہ نہیں اڑا رہے بلکہ اس طرح ان سیاستدانوں کا مذاق اڑا رہا ہے جو ان کے ماتحت بن گئے تھے۔ جب جنرل ضیاء نے کیہان انٹرنیشنل کو انٹرویو دیا تھا تو اس وقت حکومت میں شمولیت کے لیے نام نہاد سیاستدانوں سے بات چیت ہو رہی تھی اور جنرل ضیاء کی بات درست ثابت ہوئی۔ انھوں نے اشارہ کیا اور سیاستدان دم ہلاتے ہوئے ان کے پاس پہنچ گئے اور اقتدار میں شریک ہو گئے، اب اگر فوج ان سیاستدانوں کا مذاق اڑا رہی ہے تو اس کا جواب ان کے شریک کار سیاستدانوں کو بھی دینا چاہیے۔ ہر سیاستدان کا ماضی اور حال عوام کے سامنے ہے۔ عوام سمجھتے ہیں، کافی باشعور ہیں وہ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ دم ہلانے والے سیاستدان کون ہیں۔

فوج کی جانب سے سیاستدانوں کے احتساب کی بات چلی تو مولانا نورانی نے کہا اب یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ احتساب غیر جانبدارانہ طور پر نہیں ہوا اور احتساب کا نعرہ لگانے کا اصل مقصد مارشل لاء کی عمر کو بڑھانے کا ایک ہتھکنڈہ تھا۔ احتساب مجموعی طور پر کسی امتیاز کے بغیر تمام سیاستدانوں کا ہونا چاہیے تھا اور قومی اتحاد کی وہ نام نہاد جماعتیں جو اقتدار میں شریک ہو گئی تھیں جب تک ان کا احتساب نہیں ہو جاتا انھیں وزارتیں نہیں دی جانی چاہیے تھیں۔ اگر آج بھی حکومت کو اپنی غیر جانبداری کا دعویٰ ہے تو حکومت میں شریک رہنے والی جماعتوں کا احتساب کرے، ان کی 9 ماہ کی کارکردگی کا بھی احتساب ہونا چاہیے۔ سیمنٹ کی ایجنسیاں منسوخ کرنے کے بعد منظور نظر افراد کو جو ایجنسیاں دلائی گئیں اس کا بھی احتساب ہونا چاہیے۔ ری کنڈیشنڈ کاروں کے اسکینڈل اور آرٹ سلک یارن کی پالیسی کو متعدد بار تبدیل کر کے منظور نظر کو کروڑوں روپے کا فائدہ پہنچایا گیا۔ ان سب امور کی چھان بین نہیں کی گئی اس لیے احتساب کے عمل کی جانبداری لوگوں کی نظر میں خود بخود ثابت ہو گئی۔

مولانا نورانی سے جب پوچھا گیا کہ کیا متناسب نمائندگی کے نظام سے مارشل لاء حکومت کو کسی نئے انتخابی نظام کا تجربہ کرنے کا حق حاصل ہے تو انہوں نے کہا ہر باشعور شخص کی یہی رائے ہوگی کہ موجودہ حکمرانوں کو اس کا حق نہیں کہ وہ مختلف نظاموں کے لیے ملک کو تجربہ گاہ بنائیں۔ متناسب نمائندگی کے نظام میں پارٹی سسٹم پر ووٹنگ اچھا نظام کہا جا سکتا ہے مگر مسئلہ یہ ہے کہ یہ سب کام منتخب نمائندوں کے کرنے کے ہیں۔ بلاشبہ متناسب نمائندگی کے نظام میں پیچیدگیاں ہیں اور اسے متعارف کرانے میں وقت لگے گا لیکن اگر پارٹی سسٹم بنیاد پر الیکشن ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم ایک حد تک لوگوں کے ذاتی اثر و رسوخ کو توڑنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں لیکن یہ سب کام اس وقت کرنے کے نہیں ہیں حکومت کو انتخابات موجودہ طریقہ کار کے تحت کرانے چاہئیں۔ وقت کی اہم ضرورت یہی ہے کہ انتخابات کے بعد اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کے حوالہ کر دیا جائے جس کے بعد عوام کے نمائندے خود فیصلہ کرلیں گے کہ متناسب نمائندگی کے نظام کو اختیار کر لیا جائے یا موجودہ طریقہ کار کو ہی بحال رکھا جائے فوج کا کام یہ نہیں کہ وہ مختلف تجربات میں ملوث ہو۔

الیکشن سیل کے رکن جنرل راؤ فرمان علی نے مولانا نورانی کو جو نوٹس بھیجا تھا اس پر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے مولانا نورانی نے کہا مجھے یہ نوٹس وصول کر کے بے حد خوشی ہوئی اور اب میں ان کی جانب سے اگلے اقدام کا منتظر ہوں۔ میں نے مشرقی پاکستان کے المیہ میں جنرل راؤ فرمان علی کے کردار پر سے پردہ اٹھایا تھا۔ آپ اگر جنرل راؤ فرمان علی آگے بڑھتے ہیں تو مجھے مشرقی پاکستان کے المیے پر بحث کرنے کا اور اس کے پوشیدہ کرداروں پر سے نقاب کشائی کرنے کا مزید موقع ملے گا۔ اگر یہ مقدمہ شروع ہوتا ہے تو پھر میں سابق صدر جنرل یحییٰ خان، سابق چیف آف اسٹاف جنرل ٹکا خان، ریٹائرڈ جنرل اے کے نیازی اور اس وقت کے بڑے بڑے جرنیلوں کو عدالت میں طلب کروں گا تاکہ عوام کو اصل حقائق معلوم ہو سکیں۔ مولانا نورانی نے کہا جرنیلوں کے مزاج بہت نازک ہو گئے ہیں اور وہ ذرا ذرا سی بات پر چڑھ جاتے ہیں۔ میں نے الیکشن میں کی اصولی طور پر مخالفت کی تھی کیونکہ الیکشن کمیشن کی موجودگی میں اس کا کوئی قانونی جواز نہیں۔ سب سے قابل اعتراض بات یہ ہے کہ اس الیکشن سیل میں راؤ فرمان علی شامل ہیں جو مشرقی پاکستان میں ضمنی انتخابات کا ڈھونگ رچا چکے ہیں۔

مولانا نورانی کے تاریخی اور یادگار انٹرویو

افغانستان روس کی شہ پر پاکستان پر الزام تراشی کر رہا ہے

مولانا شاہ احمد نورانی کا روزنامہ "جنگ" کو انٹرویو

انٹرویو پینل: میر شکیل الرحمان، حامد سعیدی، محمود علی اسد

روزنامہ جنگ کراچی اپنی گزشتہ جمعہ کی اشاعت میں مولانا شاہ احمد نورانی کا ایک انٹرویو شائع کیا۔ یہ انٹرویو دو قسطوں میں لیا گیا تھا۔ کوئی ایک ماہ قبل مولانا شاہ احمد نورانی کے دورہ ڈیرہ اسماعیل خان سے قبل جنگ کے ممتاز صحافیوں کے پینل نے کوئی چھ گھنٹہ تک مولانا شاہ احمد نورانی کا انٹرویو لیا تھا۔ مولانا نے اپنی کمر میں شدید تکلیف کے باوجود جنگ کے مسٹر حامد سعیدی اور مسٹر محمود علی اسد کے اصرار پر یہ وقت عنایت کیا اور اگرچہ کہ ڈاکٹروں نے انہیں مکمل آرام کا مشورہ دیا تھا لیکن وہ ان حضرات کے اصرار سے مجبور ہو کر اس انٹرویو پر تیار ہو گئے۔ مگر بعد ازاں مولانا نورانی کی اجمیر شریف روانگی سے قبل ایک بار پھر جناب میر شکیل الرحمن مینجنگ ایڈیٹر جنگ کی قیادت میں ایک اور پینل نے 3 گھنٹہ تک اُن سے بات چیت کی جس کے چند منتخب حصے یہاں شائع کیے جا رہے ہیں۔

تعارف:

❖ مولانا شاہ احمد نورانی صدر جمعیت علمائے پاکستان صدر اسلامک انفارمیشن سینٹر، صدر انٹرنیشنل اسلامک مشنریز گلڈ، سیکرٹری جنرل ورلڈ مسلم آرگنائزیشن 1954ء تا 1964ء سرپرست اعلیٰ مسلم ایجوکیشن ٹرسٹ کالج جنیوا جارج ٹاؤن امریکہ حلقہ قادریہ علیمیہ

اشاعت اسلام سلیون حلقہ قادریہ علیمیہ اشاعت اسلام مارلیش یگ مین مسلم ایسوی ایشن گیانا۔ اسلامک مشنریز گلڈ ساؤتھ امریکہ ملایا مسلم مشنری سوسائٹی ملیشا، علیمیہ اسلامک مشن کالج ماریشس، علیمیہ دار العلوم ماریشس، حنفی مسلم سرکل پریسٹن، قادریہ اسلامک ورکرز گلڈ ماریشس، سری نام مسلم ایسوی ایشن ساؤتھ امریکہ۔﴾

ذاتی حالات:

﴿مولانا شاہ احمد نورانی، رمضان المبارک 1324ء کو میرٹھ میں پیدا ہوئے آپ نے نیشنل تحریک کالج میرٹھ اور الہ آباد یونیورسٹی سے ڈگریاں لیں آپ کو عربی، فارسی، اردو، انگریزی، جرمنی، افریقی اور فرانسیسی زبانوں پر قدرت حاصل ہے۔﴾

مولانا شاہ احمد نورانی نے اس موقع پر اپنے اس مطالبہ کو پھر دہرایا کہ حیدر آباد سندھ کے جس ضمنی انتخابات میں الیکشن ٹریبونل نے ان کی جماعت کے امیدواران محمد یوسف کو کامیاب قرار دیا ہے اس میں جن سرکاری افسران نے دھاندلی کی تھی ان کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کی جائے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں یہ بھی کہا کہ میں نے جنرل محمد ضیاء الحق سے یہ مطالبہ بھی کیا کہ جن سرکاری افسران کا قرطاسِ ابیض میں ذکر ہے ان کے خلاف بھی قانون کے مطابق کارروائی ہونی چاہیے تو انہیں بتایا گیا کہ اس ضمن میں مناسب کارروائی کا آغاز ہو چکا ہے۔

نورانی میاں نے اپنے انٹرویو میں مسلم لیگ کی بہتری کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ ان کی خواہش تھی کہ مسلم لیگ میں پھر اتحاد پیدا ہو جائے مگر جماعت اسلامی نے مسلم لیگ میں پھوٹ ڈلوائی ہے اور یہ جماعت منظم ترین سازشیوں کا ایک ٹولہ ہے اور اسی جماعت نے قومی اتحاد میں ہمارے خلاف بھی سازش کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی ہمیشہ سے عہدوں کی لالچی ہے اور جب قومی اتحاد کے پہلے انتخاب میں کوئی عہدہ نہیں ملا تھا تو اس نے قومی اتحاد کے اجلاس منعقدہ 9 جنوری 1977ء سے واک آؤٹ کر دیا تھا کہ وہ اس لئے قومی اتحاد سے واک آؤٹ کر رہے ہیں کہ اس میں جماعت کو کوئی عہدہ نہیں دیا گیا۔ بعد میں نورانی میاں کے بقول دوسرے دن جماعت کے نمائندوں نے کہا کہ ہم اب قومی

اتحاد کا بائیکاٹ تو نہیں کریں گے اور انتخابی مہم میں اس کا ساتھ بھی دیں گے لیکن عہدوں سے متعلق جماعت اسلامی کا احتجاج بدستور برقرار رہے گا۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے آگے چل کر عام انتخابات میں اپنی پارٹی کے امکانات کے بارے میں ایک سوال کے جواب دیتے ہوئے بتایا کہ وہ تو اولیائے کرام خاص کر حضرت داتا گنج بخش اور خواجہ معین الدین اجمیری کا مشن لے کر چل رہے ہیں اور کامیابی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ہم تو نظام مصطفےٰ ﷺ کے علمبردار ہیں۔ اور یہ بات خداوند قدوس پر ہے کہ وہ ہمیں اپنے اس مشن میں کہاں تک کامیابی عطا کرتا ہے ہم الیکشن میں واضح اکثریت کی بات کرنے کی بجائے یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اہل سنت واضح اکثریت میں ہے۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی پر روشنی ڈالتے ہوئے نورانی میاں نے کہا کہ امریکا اور روس دونوں اسلام کے بدترین دشمن ہیں اور اگر کسی مسلمان کو یہ خیال ہے کہ یہ ملک، اسلام اور مسلمانوں کے دوست ہو سکتے ہیں تو ایسے لوگ بے وقوفوں کی دنیا میں رہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں ملکوں پر یہودیوں کا اثر ہے۔ یہودی روس کی حکومت پر اور امریکا کے معاشرہ پر چھائے ہوئے ہیں۔ اس لئے یہ دونوں ممالک ہمارے بارے میں صیہونیت کے ناپاک عزائم کے آلہ کار ہیں۔ لیکن چین اس لئے ان دونوں ملکوں سے مختلف ہے کہ یہودی چین میں آباد نہیں ہیں اور یہودی چین کو اپنے سیاسی مقاصد کا آلہ کار نہیں بنا سکے۔ جہاں تک برطانیہ کا حال ہے برطانیہ میں بھی یہودیوں کے بے پناہ اثرات ہیں اور ہمیں برطانیہ سے بھی کسی اچھائی کی توقع نہیں کرنا چاہئے۔

افغانستان کے تازہ واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ افغانستان سے سرحد پار کر کے پاکستان میں داخل ہونے والوں کی حیثیت بھی مہاجر کی ہے اور ان کے خورد و نوش اور دیگر بنیادی ضرورتیں پوری کرنا حکومت کا انسانی فرض ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ افغانستان کی جانب سے پاکستان کے بارے میں جو کچھ کہا جا رہا ہے اس میں پس پردہ روس کی حوصلہ افزائی ہے۔ اسی لئے ہم نے یہ بات خاص طور پر زور دے کر کہی ہے کہ جنرلوں کی جگہ ایوان صدر میں نہیں بلکہ سرحدوں پر ہوتی ہے اور اب تو یہ بات دہرانے میں بھی قباحت نہیں کہ جنرلوں کو فوری طور پر سرحدوں کا رخ اختیار کرنا چاہئے اور

اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ صدارتی ایوانوں پر ان کا کوئی حق ہے تو یہ تاثر غلط ہے اس لئے کہ پاکستان کی آرمڈ سروسز کا پاکستان کی تخلیق میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ جنرل صاحب کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ پاکستان برصغیر کے مسلمانوں نے قائداعظم کی قیادت میں حاصل کیا تھا اور فوج تو بعد میں آئی۔

اس کے بعد نورانی میاں نے اس سلسلہ پر روشنی ڈالی کہ صدر کو پارلیمنٹ توڑنے کا اختیار رکھنا چاہئے کہ نہیں اور کہا کہ یہ اختیار تو 80 ہزار ووٹ حاصل کرنے والے صدر ایوب کو بھی نہیں تھا۔ اس لئے اس سوسوا سو ووٹ پانے والے صدر کو کیسے تفویض کر دیا جائے؟

مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ آئین میں فوج کا کردار متعین ہو چکا ہے۔ فوج نے نہ ملک بنایا ہے اور نہ آئین۔ عوام کو ملک میں بالا دستی حاصل ہے اور عوام ہی ملک کے مختلف شعبوں کے حقوق و فرائض کا تعین کر سکتے ہیں انہوں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ ہماری فوج بلاشبہ محبِ وطن ہے اور ہم اسے آرمی آف ایڈونچرسٹس نہیں سمجھتے اور اختیارات کی بات کر کے عوام کو چیلنج کرنے کی کوشش سے احتراز مناسب ہے۔

جہاں تک صدر اور وزیراعظم کے اختیارات میں توازن کی بات ہے نورانی میاں نے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا یہ فیصلہ ملک کے منتخب نمائندے ہی کریں گے۔ انہوں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ کسی بھی محبِ وطن جنرل کی یہ خواہش نہیں ہوتی کہ وہ مستقلاً پریذیڈنسی میں رہے۔

انہوں نے کہا کہ دراصل اس مطالبے کے لئے پس پشت جمہوری عمل کو معطل کرنے کی سازش کا زور ہے۔ انہوں نے کہا جہاں تک وزیراعظم کے لامحدود اختیارات کا تعلق ہے ہم اس کے بھی خلاف ہیں کیونکہ ہمارا موقف یہ ہے کہ کسی ایک ہی شخص کی ذات میں اختیارات مرکوز نہیں ہونے چاہئیں۔

انہوں نے آئین میں ترمیم کی خواہش کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ابھی تو صرف صدر کے اختیارات میں توازن کی بات کی جا رہی ہے لیکن جب اس سلسلے میں ترمیموں کی بات چل نکلے گی تو آئین کی بہت سی شقیں متاثر ہوں گی جس سے 1973ء کے آئین کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے ملک کے بہترین مفاد کا بھی یہی تقاضا ہے کہ آئین کو نہ چھیڑا

جائے۔ مولانا نورانی نے کہا کہ فوج کا آئینی کردار بس یہ ہے ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرے نورانی میاں نے زور دے کر کہا جنرل (ضیاء الحق) کہتے ہیں کہ ملک کے مفاد کے لئے 5 جولائی 1977ء کو وہ خود آئے تھے درست نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ فوج اپنی مرضی سے نہیں آئی اور جنرل صاحب کو یہ حقیقت یاد رکھنی چاہئے کہ عوام کی مرضی کے بغیر وہ زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتے۔ آرمڈ فورسز کو اپنی حدود کار میں رہنا چاہئے۔ اگر آج فوج کے آئینی کردار کو تسلیم کر لیا گیا تو کل بیورو کریسی بھی یہ حق مانگے گی نورانی میاں نے کہا کہ کیا جنرل صاحب زیادہ اختیارات کی بات کر کے عوام سے جنگ کرنا چاہتے ہیں؟

مولانا نورانی سے سوال کیا گیا کہ مخلوط انتخابات کا مسئلہ 1973ء کے آئین میں طے کر دیا گیا تھا۔ لیکن اب جمعیت علمائے پاکستان جداگانہ انتخابات کی حمایت کر رہی ہے اور آپ کی پارٹی نے اس مقصد کیلئے آئین میں کی جانے والی ترمیم کا خیر مقدم بھی کیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

اس پر انہوں نے وضاحت کی کہ مخلوط انتخابات کے معاملہ میں 1973ء کے آئینی مسودے پر ہمارا اختلافی نوٹ موجود ہے۔ ہم نے اسی وقت مخلوط طریق انتخاب کی مخالفت کی تھی بلکہ بعض دوسرے امور پر بھی اختلافی نوٹ لکھے تھے۔ ویسے میں یہ بات بھی بتاتا چلوں کہ جداگانہ انتخابات کے مسئلہ پر آئین میں ترمیم، قومی اتحاد کی 13 اکتوبر 1978ء کی قرارداد کے مطابق عمل میں آئی ہے۔

ان سے لیگل فریم ورک آرڈر قسم کے قانون کے نفاذ کی بات کی گئی تو نورانی میاں نے جواب دیا 1970ء میں جنرل یحیٰی نے جو ایل ایف او نافذ کیا تھا اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ ملک میں کوئی آئین موجود نہیں تھا اور نہ ہی انتخابات کے قواعد و ضوابط موجود تھے لہٰذا اس وقت ایسے قانون کی ضرورت موجود تھی لیکن اب اس کا کوئی جواز موجود نہیں البتہ انتخابات کے سلسلہ میں ضابطہ اخلاق مرتب کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

عوام کے سنگین روز مرہ مسائل پر ان کی توجہ مبذول کرائی گئی تو شاہ احمد نورانی نے کہا۔ ہم نے لوگوں کے مسائل معلوم کرنے کیلئے چار کمیٹیاں قائم کر دی ہیں جو اس کام میں مصروف ہیں۔ مولانا نورانی نے کہا کہ قوم نے ابھی تک جمعیت علمائے پاکستان کو آزمایا

نہیں لیکن ہمارا کردار قوم کے سامنے ہے۔ کیونکہ ہم نے کبھی چور دروازے سے اقتدار میں
جانے کی کوشش نہیں کی اسی ضمن میں جب ان سے ایسی کوئی مثال دریافت کی گئی تو انہوں
نے دعویٰ کیا کہ 1970ء سے لیکر اس سال مارچ تک مجھے اور شاہ فرید الحق کو کئی بار
وزارتوں اور دیگر عہدوں کی پیشکش کی گئی۔ لیکن ہم نے کہا وزارت ہماری منزل نہیں۔ انہوں
نے کہا بھٹو صاحب نے اپنے عہد حکومت میں خان عبدالقیوم کے ذریعہ یہ پیشکش کی تھی اگر
اقتدار مطلوب ہوتا تو اس میں کیا برائی تھی۔

نورانی میاں نے متوقع انتخابی نتائج کے بارے میں کوئی حتمی بات کہنے سے گریز
کیا۔ تاہم جواب دیا کہ ہم اتنا ضرور کہیں گے کہ آنے والے انتخابات کے نتائج بہت سے
لوگوں اور سیاسی جماعتوں کیلئے حیران کن ہوں گے۔

مولانا سے سوال کیا گیا آپ کے مخالفین کہتے ہیں کہ آپ لوگ خانہ کعبہ اور مسجد
نبوی ﷺ میں مقررہ اماموں کے پیچھے نماز باجماعت ادا نہیں کرتے کیا یہ درست ہے؟

نورانی میاں نے جواب دیا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ میں مدینے اور
مکہ میں نماز نہیں پڑھتا میں برابر پڑھتا ہوں جہاں تک نماز باجماعت کا تعلق ہے ہم
جماعت سے بھی نماز پڑھتے ہیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہم مقرر آدمی کے پیچھے
نماز نہیں پڑھتے تو شریعت میں اس قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے کہ فلاں مقررہ امام کے پیچھے
نماز ہوگی یا نہیں ہوگی تاہم میں ذاتی طور پر وضاحت کردوں کہ ہر وہ شخص جو قائد اعظم کے
مقبرے پر حاضری نہ دیتا ہو جو ہمارے عظیم سیاسی قائد تھے جیسے قائداعظم علیہ الرحمۃ کے
مقبرے پر فاتحہ خوانی کرنے کی توفیق نہ ہوتی ہو عظیم روحانی پیشوا حضرت داتا گنج بخش کے
مزار پر حاضری نہ دیتا ہو تو میں سمجھتا ہوں کسی مسلمان کا بھی ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنے کو
دل نہیں چاہئے گا۔

نورانی میاں نے کہا جو لوگ اسلام کا بتدریج نفاذ چاہتے ہیں ہم اُن سے متفق
نہیں ہیں۔ ہمارا موقف ہے کہ قرآن وسنت میں جو اسلام موجود ہے فوری طور پر پورا نافذ
کردیا جائے جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم برسر اقتدار آئے تو آپ کو ایک ماہ کے اندر نظر
آنے لگے گا کہ اسلام نافذ ہو چکا ہے۔

مولانا کی توجہ دلائی گئی کہ سابق حکومت کے دور میں ملوں اور کارخانوں پر
مزدوروں کا قبضہ ہوا کرتا تھا اور سرمایہ داروں کے گھیراؤ کے واقعات ہوتے تھے لیکن آج کل
مسجدوں پر قبضے ہو رہے ہیں اور مسجدوں کے اماموں منتظمین اور نمازیوں میں محاذ آرائی کی
خبریں ملتی رہتی ہیں اس کا کیا سبب ہے نورانی میاں نے جواب دیا اور اصل ایک مخصوص
فرقے کے لوگ جن کے زیر اثر صرف اتنی ہی مساجد ہیں جتنی نشستیں ان کو 1970ء کے
انتخابات میں ملی تھیں اپنا اثر و رسوخ عوام میں بڑھانے کے لئے خود یا اپنے ایجنٹوں کے
ذریعے مسجدوں پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں اس طرح محاذ آرائی کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اس
قسم کے ہنگاموں کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ انتخابات ملتوی کرائے جاسکیں۔

مولانا نے بڑھتی ہوئی مہنگائی کا ذمہ دار ارباب اختیار کی غلط اندیشی کو ٹھہرایا اُن
سے تجاویز پیش کرنے کو کہا گیا تو انہوں نے جواب دیا مہنگائی کو کسی حد تک کم کرنے کے
لئے بعض اقدامات بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ مثلاً فکس ڈیپازٹ پر سود ختم کیا جائے ذخیرہ
اندوزی کرنے والوں کے لئے میں سود کی سہولتیں بند کی جائیں سٹہ کا کاروبار بند کیا جائے
سامان فیشن پر مکمل پابندی لگائی جائے اور سادگی کو اپنایا جائے۔

مولانا نورانی نے کہا امریکا سے ہر آنے والے کی آؤ بھگت ہم اس طرح کرتے
ہیں جیسے وہ ہمارا آقا ہو۔ حالانکہ یہ قرض دینے والوں مشیروں کے ذریعے نصف سے زیادہ
رقم واپس چھین لیتے ہیں انہوں نے کہا کہ بیرونی ممالک سے محب وطن پاکستانی کروڑوں
روپے سالانہ کی جو خطیر رقوم بھیجتے ہیں اگر اس کے صحیح استعمال کے لئے منصوبہ بندی ٹھیک
طرح کی جائے تو پھر ہمیں بیرونی امداد کی ضرورت باقی نہیں رہے گی کراچی کی جداگانہ
صوبائی حیثیت کے بارے میں انہوں نے کہا اس میں شک نہیں کہ کراچی کے پڑھے لکھے
لوگوں کے ساتھ زیادتیاں کی گئی ہیں لیکن اس کا بھی حل نہیں کہ علیحدہ صوبہ بنایا جائے اس
ناانصافی کے ازالے کے اور طریقے بھی ہیں یہاں نہ پانچ قومیں ہیں۔ نہ پانچ صوبے۔

نورانی میاں سے سوال کیا گیا کیا کسی اعتبار سے 1973ء کے آئین کو کوئی خطرہ
لاحق ہے۔ مولانا نورانی نے کہا خطرہ تو لاحق ہے اس کے بعد مزید تشریح کرتے ہوئے
انہوں نے کہا کہ اب آپ خود غور کریں اگر ایک دو ترمیموں کے لئے بھی آئین کو چھیڑا گیا تو

ان سے متعلق کئی آرٹیکلز میں تبدیلیاں کرنا ہوں گی۔ پھر لوگوں نے باتیں شروع کر دی ہیں مالیاتی بل کو سینٹ میں لانے کی حالانکہ یہ بل صرف قومی اسمبلی میں پیش ہوتا ہے۔ پھر صوبائی خود مختاری کا معاملہ ہے۔ صوبائی حقوق میں اضافے کا مطالبہ کرنے والے ایسے لوگ بھی ہیں جو مرکز کو بالکل یتیم خانہ بنا دینا چاہتے ہیں۔ گویا نت نئے مسائل ابھریں گے ہو سکتا ہے مسئلہ (شیخ مجیب کے) چھ نکات سے بھی آگے بڑھ جائے۔

نورانی میاں نے کہا پچھلے دنوں جنرل ضیاء الحق صاحب سے ملاقات کے دوران ان سے کہا۔ آپ مجھے سمجھا دیجئے میں ابھی اپنی پارٹی کو جا کر قائل کرتا ہوں کہ صدارتی اختیارات میں اضافہ کی ترمیم اسی مرحلے پر کیوں ضروری ہے۔ صدر موصوف نے سیاسی عزائم سے اپنی بے تعلقی کا پھر اظہار کیا تو میں نے کہا۔ یہ ان لوگوں کا دردِ سر ہے جنہیں ان مسائل سے عہدہ برآ ہونا ہے۔ آپ کیوں اپنے کو پریشانی میں مبتلا کر رہے ہیں۔ آپ کی اس میں کیا دلچسپی ہے۔ یہی بات میں آج بھی کہتا ہوں کہ یہ مسئلہ سیاسی پارٹیوں اور سیاستدانوں کا ہے۔ مثلاً مفتی محمود، پیر صاحب پگاڑا، ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان یا میاں طفیل محمد ملک کے صدر بنتے ہیں تو یہ ان کے سوچنے کی بات ہوگی کہ ایک فعال صدر کو کتنے اختیارات درکار ہیں۔ یا صدر اور وزیر اعظم کے اختیارات میں توازن کیونکر قائم کیا جائے۔ فرض کیجئے ملک میں مخلوط حکومت بنتی ہے تو جہاں باہمی مشورے سے دونوں بڑے عہدے تقسیم ہونگے وہاں اختیارات کا مسئلہ بھی صحیح طریقے سے طے کیا جا سکتا ہے۔

سوال کیا گیا۔ کیا دفاعی نقطہ نظر سے پاکستان خطرناک موڑ پر کھڑا ہے؟

مولانا نورانی نے جواب دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان کو انتہائی نازک موڑ پر لا کھڑا کر دیا گیا ہے اور یہ صورتحال اصل میں افغانستان کی جانب سے نہیں روس کی جانب سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ملک میں جلد از جلد الیکشن کرانے پر زور دیتے رہے ہیں حتیٰ کہ ہم نے کہا تھا ہنگامی طور پر انتظامات مکمل کر کے جون میں انتخابات کرا دیئے جائیں تا کہ ٹرانسفر آف پاور کا مرحلہ طے ہو جائے سیاسی طور پر منتخب حکومت اندرون ملک حالات درست کرے اور فوج یکسوئی سے سرحدوں کی دفاعی ذمہ داری سنبھالے۔

سوال کیا گیا مولانا آپ جلد انتخابات اور جلد انتقال اقتدار پر بہت زور دے

رہے ہیں۔ اس میں دریافت طلب بات یہ ہے کہ اگر انتخابات کے نتیجہ میں کوئی جماعت واضح اکثریت حاصل نہ کر سکی بلکہ مرکز میں کئی پارٹیوں پر مشتمل مخلوط حکومت بنی تو کیا یہ مستحکم حکومت ہوگی۔ اگر ان پارٹیوں میں مکمل اتفاق رائے نہ ہو سکا تو کیا اندرون ملک ایک نیا سیاسی بحران پیدا نہیں ہو جائے گا جس کا اثر ہمارے بیرونی وقار پر پڑے گا۔

نورانی میاں نے کہا۔ اصل مسئلہ انتقال اقتدار کا ہے۔ خواہ کوئی بھی جماعت یا پارٹی ہو عوام کی واضح حمایت حاصل کرنے کے بعد اقتدار اسے منتقل کر دیا جائے۔ انہوں نے کہا مخلوط حکومت سے بحران نہیں ہوا کرتا۔ ایسے مسائل سیاستداں حل کر لیا کرتے ہیں۔ انہوں نے بطور مثال کہا۔ ہندوستان میں جس دن سے جنتا پارٹی برسر اقتدار آئی ہے۔ حکومت میں شامل پارٹیوں میں زبردست کشمکش اور رسہ کشی ہوتی رہتی ہے لیکن حکومت کی سطح پر نہیں ملک کے مفاد پر ان پارٹیوں کا اتفاق ہے۔ ان جماعتی اختلافات کے باوجود نہایت کامیابی سے جمہوری عمل چل رہا ہے۔ نورانی میاں کو یاد دلایا گیا۔ ہندوستان یا برطانیہ میں سیاستدان جمہوریت کا طویل تجربہ اور تربیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا جب ہمارے ہاں جمہوری ادارے وجود میں آئینگے اور انہیں کام کرنے کا موقع دیا جائے گا تو یہاں بھی یہی صورتحال پیدا ہو جائے گی۔

جمعیت العلمائے پاکستان کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی سے دریافت کیا گیا کہ اگر پاکستان میں دو اسلامی نظام رائج کرنے کی کوشش کی گئی تو آپ کے لئے یہ فیصلہ قابل قبول ہوگا۔

مولانا نورانی نے جواب دیا نہیں ایسا نہیں ہو سکتا ناممکن ہے۔ یہ نہیں ہو سکے گا اور نہ ایسا ہونے دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں جمعیت علمائے پاکستان کا موقف بالکل واضح ہے۔ پاکستان کے مسلمانوں کی اکثریت جس پر عمل پیرا ہے وہی پبلک لاء و ملک کا عام قانون ہوگا۔ ایک ملک کے لیے دو نظام دو قانون نہیں ہو سکتے۔ ہماری پالیسی واضح ہے جو حضرات پاکستان میں ایک کی بجائے دو (نظاموں) کی بات کر رہے ہیں کیا وہ ایسا ہی ایران میں کرنے کو تیار ہیں۔ انھوں نے ایک ضمنی سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا سوال یہ نہیں کہ سنی العقیدہ مسلمان ایران میں پانچ فیصد ہیں یا ایک فیصد۔ بلکہ اصول کا معاملہ ہے

میں نے 4 مئی کی ملاقات میں جنرل ضیاء الحق صاحب سے بھی کہا کہ پورے ملک میں کوئی ایک ایسا حلقہ نیابت دکھایئے جو قادیانیوں یا فقہ جعفریہ کے ماننے والوں کی اکثریت کا حلقہ انتخاب ہو۔ یقیناً ایک بھی نہیں ہے، مولانا نورانی نے اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے مزید کہا۔ 1970ء کے انتخابات سے ذرا پہلے کرنل عابد حسین نے دعویٰ کیا تھا کہ ایسا حلقہ انتخاب ہے ہم نے کہا ٹھیک ہے الیکشن کے نتائج دیکھ لیتے ہیں۔ چنانچہ انتخابات ہوئے کرنل عابد حسین خود امیدوار تھے۔ ہمارے امیدوار کے مقابلہ پر تھے۔ الیکشن ہوا کرنل عابد حسین شکست کھا گئے اور اسی صدمے میں چند ہفتے بعد انتقال کر گئے اس کے برعکس صوبائی اور قومی حلقوں کی دونوں نشستیں جمعیت علمائے پاکستان نے جیت لیں۔

نورانی میاں نے کہا۔ تاہم محبت سے بھی بات کہی جائے تو مسئلہ طے ہو سکتا ہے۔ ہم نے فقہ جعفریہ کی موجودگی سے کبھی انکار نہیں کیا۔ فقہ جعفریہ کے ماننے والے بھی ہیں۔ اسے پرسنل لاء کی حیثیت سے رہنا چاہیے پبلک لاء کی حیثیت سے نہیں انھوں نے کہا ہم بھائیوں کی طرح رہتے آئے ہیں۔ سمجھوتہ ہو سکتا ہے لیکن اکثریت کی بات نہ کی جائے۔ ضد سے معاملات طے نہیں ہوا کرتے۔

مولانا نورانی کی توجہ ایک بار پھر اسلامی سوشلزم کی اصطلاح کی جانب دلائی گئی اور انھیں یاد دلایا گیا کہ پیپلز پارٹی نے اپنے منشور میں اسلامی سوشلزم کے الفاظ درج کیے تھے۔ وہ ابھی تک موجود ہیں کیا ایسی پارٹی سے آپ کا کسی قسم کا اتحاد ممکن ہے۔

نورانی میاں نے کہا۔ اسلامی سوشلزم کی اصطلاح لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے ہے۔ ورنہ یہ سراسر سوشلزم کی بات ہے۔ ہمارا موقف بالکل واضح ہے سوشلزم اور لادینیت کی علمبردار کسی جماعت سے ہمارا اشتراک نہ پہلے تھا نہ آئندہ ہو سکتا ہے خواہ وہ پاکستان جمہوری پارٹی ہو یا مساوات پارٹی ہو۔ این ڈی پی ہو یا پیپلز پارٹی ہو۔ ایک ضمنی سوال پر جو پیپلز پارٹی کے بارے میں کیا گیا تھا انھوں نے کہا پیپلز پارٹی سے ہم نے نہ پہلے سمجھوتہ کیا۔ نہ آج ہے نہ آ[illegible]ے۔ سوشلزم کے خلاف ہماری کھلی جنگ ہے۔

انھوں نے کہا کہ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ نام نہاد پاکستان قومی اتحاد بھی دستور میں ترمیم کے سلسلے میں موجودہ حکومت کا آلہ کار بن رہا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی سے ڈویسائل اور کوٹے سسٹم کے بارے میں بھی سوالات کیے گئے تو انھوں نے کہا کہ میں ان مسائل پر کئی بار اظہار خیال کر چکا ہوں اس لیے اب ان پر مزید تبصرہ لاحاصل ہے۔

آخر میں جب ان سے ان افواہوں پر تبصرہ کرنے کو کہا گیا کہ پاکستان کے عام انتخابات اس سال منعقد نہیں ہوں گے تو مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ ملک میں عام انتخابات اس سال نومبر میں ضرور منعقد ہوں گے اور اس سلسلے میں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے انھوں نے زور دے کر کہا جنرل صاحب کا وعدہ پکا ہے انشاء اللہ نہ صرف متوقع انتخابات ضرور ہوں گے بلکہ کرانا پڑیں گے۔

اگر جمہوری عمل کی آزادی ہو تو کارکن متحرک ہوتے ہیں

اور وہ سیاسی تربیت پاتے ہیں

اگر سمجھوتہ کامیابی سے تکمیل تک پہنچ جاتا تو اس کے نتیجے میں الیکشن ہوتے

قوم کہتی تھی کہ بھٹو صاحب نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں

اس امکان کو مسترد کرتا ہوں۔ پیپلز پارٹی سے تعاون کا سوال کسی طرح پیدا نہیں ہوتا

مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ

نامور صحافی اور روزنامہ جنگ کے موجودہ گروپ ایڈیٹر محمود شام کا جنوری 1978ء میں لیا گیا خصوصی انٹرویو

مولانا شاہ احمد نورانی 1970ء میں سیاست کے میدان میں داخل ہوئے تھے لیکن انہوں نے جلد ہی سیاست میں ہمہ گیری حاصل کر لی۔ انہوں نے 1970ء میں بھی الیکشن میں کامیابی حاصل کی اور 1977ء میں بھی۔ جماعت اسلامی گزشتہ 30 سال سے سیاست کے میدان میں تھی۔ لیکن اسے الیکشن میں کبھی اتنی کامیابی حاصل نہیں ہوئی جتنی جمعیت علمائے پاکستان کو 1970ء کے الیکشن میں ہی حاصل ہو گئی تھی۔ قومی اسمبلی میں ان کے پاس 7 نشستیں تھیں سندھ اسمبلی میں بھی اپوزیشن میں غالب اکثریت ان ہی کی تھی۔ مولانا سیاسی میدان میں دوسرے مذہبی رہنماؤں کی نسبت فراخ دل، زیادہ جمہوری انداز فکر رکھتے تھے۔ اس ہفتے قومی اتحاد کے اجلاس میں جانے سے قبل ان سے ملاقات ہوئی تو حالات حاضرہ پر ان سے یوں گفتگو ہوئی۔

میں نے سلسلہ یوں شروع کیا کہ مولانا یہ فرمائیے کہ جولائی سے اب تک ہم کچھ

آگے بڑھے یا پیچھے گئے ہیں؟

شاہ صاحب جواب میں کہنے لگے جولائی سے اب تک میں سمجھتا ہوں کہ ہم جہاں تھے وہیں ہیں۔ سیاسی نقطہ نظر سے بھٹو صاحب اور قومی اتحاد کے درمیان جو مذاکرات ہو رہے تھے، اگر یہ سمجھوتہ کامیابی سے تکمیل تک پہنچ جاتا تو اس کے نتیجے میں الیکشن ہوتے، اس صورت سے ہم ابھی وہیں ہیں جہاں تھے، شاہ صاحب نے مزید وضاحت کی کہ 7 مارچ کے بعد بھٹو صاحب کو ہٹانے کی جدوجہد قوم نے دو باتوں کے لیے کی تھی۔ کہ قوم کہتی تھی۔ کہ بھٹو صاحب نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ بھٹو صاحب اور ان کی جعلی اسمبلی اگر راستے سے ہٹ جائے تو اس بات کا امکان تھا کہ ایسی اسمبلی آئے جو نظامِ مصطفیٰ نافذ کردے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تحریک نظامِ مصطفیٰ کے لیے تھی۔ جس سے اسلامی تشخص ابھر کر سامنے آیا، قوم نے اپنی منزل متعین کی۔ 4 جولائی کے بعد یا تو یہ ہوتا کہ فوری طور پر انتخابات کرا دیئے جاتے، لیکن وہ ملتوی کر دیئے گئے اب کم از کم ملک میں نظامِ مصطفیٰ تو نافذ ہونا چاہیے کہ جن لوگوں نے نظامِ مصطفیٰ کے لیے قربانیاں دیں ان شہیدوں کی روحیں خوش ہو جاتیں، نہ ہی نظامِ مصطفیٰ نافذ ہوا اور نہ ہی انتخابات ہوئے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ ہم 4 جولائی کو جہاں تھے۔ وہی ہیں۔"

پھر میرا سوال تھا "احتساب کے سلسلے میں کہا جا رہا ہے کہ یہ سست رفتار ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ احتساب اور انتخاب ایک ساتھ ہو سکتے ہیں؟"

میرا ذاتی نقطہ نظر یہ ہے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ احتساب ابھی شروع ہی نہیں ہوا اس لیے سست رفتاری کا ذکر تو تب ہو کہ احتساب شروع ہو چکا ہو۔ اس وقت تک بھٹو صاحب کے خلاف نجی استغاثے چل رہے ہیں۔ جہاں تک حکومت کی جانب سے احتساب کا تعلق ہے۔ وہ مجھے تو بظاہر شروع ہوتا معلوم نہیں ہوتا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ احتساب اور انتخاب ایک ساتھ ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اگر احتساب ہوتا تو صبر ہو سکتا تھا، لیکن ابھی احتساب شروع نہیں ہوا اس لیے انتخابات کی تیاریاں شروع ہونی چاہئیں۔ اب جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ بھٹو صاحب کے خلاف جو کچھ مواد ہے۔ مثلاً ملک توڑنے کے سلسلے میں اقربا نوازی اور بدعنوانی تو کہا جاتا ہے کہ عنقریب اس سلسلے میں مقدمات آرہے ہیں۔

قریباً چھ ماہ کا طویل عرصہ گزر چکا ہے لیکن اس سلسلے میں ابھی تک کوئی پیش رفت نہیں ہوئی اور چونکہ سیاسی سرگرمیوں پر پابندیاں ہیں۔ اس لیے جمود طاری ہے۔ جو جمہوریت کے لیے خوش آئند علامت نہیں ہے۔ اگر جمہوری عمل کی آزادی ہو تو کارکن متحرک ہوتے ہیں۔ سیاسی تربیت پاتے ہیں۔ ہماری مجلس شوریٰ میں 25 ارکان اور مرکزی مجلس عاملہ میں 32 نیچے سے بتدریج منتخب ہو کر آتے ہیں۔ لیکن اس سال ہم الیکشن نہیں کروا سکے۔ اپریل میں ہونے تھے۔ اس وقت پوری قیادت جیل میں تھی جولائی میں ہم حفاظتی حراست میں تھے، اب مارشل لاء ضابطے کی وجہ سے الیکشن نہیں ہو سکتا۔ جماعتوں میں بھی اگر جمہوری عمل جاری نہیں رہے گا تو ہم آگے چل کر الیکشن میں کیا کام کرسکیں گے؟ عام جلسوں اور رائے عامہ کو بیدار رکھنے کی اجازت نہ دی جائے تو جمود پیدا ہو جاتا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ فوری طور پر سیاسی سرگرمیوں سے پابندیاں ہٹائی جائیں۔ سیاسی جماعتیں جمہوری دور میں بھی اس سلسلے سے دوچار تھیں اب مارشل لاء میں بھی یہی ہے، بھٹو صاحب کے دورِ حکومت میں بھی دفعہ 144 تھی، جلسوں پر پابندی تھی۔ لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی ممانعت تھی اور آج بھی وہی ہے۔

میں نے اس سے قبل بھی کہا ہے کہ چند افراد کی خاطر کروڑوں رائے دہندگان کو رائے دہی کے حق سے محروم نہیں کیا جانا چاہیے۔ جن حضرات کو حکومت ان کے گوشواروں کی وجہ سے، خراب شہرت کی وجہ سے اور واضح الزامات کی وجہ سے نااہل قرار دینا چاہتی ہے۔ انہیں نااہل قرار دے تاکہ وہ انتخابات میں حصہ نہ لے سکیں۔ پھر چاہے وہ عدالت عالیہ میں اپنا کیس لڑیں۔ اس طرح انتخابات کا اہتمام کیا جاسکتا ہے، ووٹروں کی فہرست جس پر ہر سال آئین کے تحت نظرثانی ہونی چاہیے کہ جن رائے دہندگان کا انتقال ہو گیا ہے۔ یا جو مزید افراد رائے دینے کے قابل ہوں۔ ان کا اندراج ہو لیکن ایسا نہیں ہو رہا ہے۔ احتساب کا عمل اب جب بھی ختم ہوگا پھر نظرثانی میں بھی وقت لگے گا، حلقہ بندیوں میں بھی وقت صرف ہوگا۔ اس کا پی این اے نے مطالبہ کیا ہے۔ یہ کام ابھی سے شروع ہو سکتا ہے۔ اور شروع ہو جانا چاہیے احتساب اس سلسلے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے پھر بھی یہ سلسلہ شروع کیوں نہیں ہو رہا ہے۔ اب جب کہ عبوری حکومت نے اقلیتوں کے لیے

علیحدہ حق انتخاب تسلیم کرلیا ہے کہ وہ اب اپنے نمائندے بالغ رائے دہی کی بنیاد پر براہ راست منتخب کرسکیں گے میں نہیں سوچ سکتا کہ کیا وجہ ہے کہ ہم قبائلی علاقوں میں براہ راست نمائندگی کا حق کیوں نہیں دیتے یہ ان کا آئینی اور اخلاقی حق ہے۔ نام نہاد ملکوں کی بجائے قبائلی عوام کو براہ راست یہ حق ملنا چاہیے۔

اس کے بعد میرا سوال تھا" اصولی طور پر کیا آپ ایک غیر نمائندہ اور غیر سیاسی حکومت کے ہاتھوں سیاستدانوں کے احتساب کو درست سمجھتے ہیں۔ اور کیا اس کے اثرات دیرپا ہوں گے؟"

ان کا جواب تھا: احتساب کے عمل کا جہاں تک تعلق ہے۔ غیر جانبدار حکومت ہی اس کو بہتر طریقے سے کرسکتی ہے۔ مارشل لاء کی عبوری حکومت کے متعلق میں کم از کم کہتا ہوں کہ وہ اس کام کو بہتر طور پر کرسکتی ہے۔ اور یہ حق اس کو بہر حال دیا جاسکتا ہے۔ یہ ذاتی طور پر میری رائے ہے۔ جہاں تک سیاستدانوں کے ہاتھوں احتساب کا تعلق ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ملک کی 30 سالہ تاریخ میں ایسا کبھی نہ ہوسکا۔ بھٹو صاحب نے 69-1970ء میں بے شمار تقاریر اس سلسلے میں کیں، مختلف مواقع پر صدر ایوب کے احتساب کا وعدہ کیا تحریری طور پر ان کی وہ تقاریر اب بھی موجود ہیں۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ چھوٹے موٹے افسروں کا احتساب کیا، لیکن بڑے لوگوں کا احتساب نہیں کیا۔"

شاہ صاحب سے میں دریافت کررہا تھا" کیا ایسا امکان ہے کہ انتخابات کی تاریخ مقرر کروانے کے لیے پیپلز پارٹی سمیت تمام سیاسی جماعتیں کوئی مشترکہ لائحہ عمل اختیار کریں؟"

ان کا جواب تھا: "پیپلز پارٹی نے ساڑھے پانچ سالہ دور حکومت میں جو روایت قائم کی، ضمنی انتخابات میں دھاندلیاں کیں، 7 مارچ کے انتخابات میں جو کچھ کیا اس کا اعتراف خود بھٹو صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ میں نے دھاندلی نہیں کی لیکن میرے وزیروں نے اور لوگوں نے کی ہوگی، اس صورت حال میں جب کہ پوری قوم 7 مارچ کو دوبارہ الیکشن کے مطالبے پر کھڑی ہوگئی تھی۔ میں نہیں سمجھتا کہ پیپلز پارٹی کس منہ سے انتخابات کا مطالبہ کرے گی۔ اور اسے تعاون کے لیے بنیاد کس طرح فراہم ہوسکے گی۔ اس لیے ذاتی طور پر اس امکان کو مسترد کرتا ہوں۔ پیپلز پارٹی سے تعاون کا سوال کس طرح پیدا

نہیں ہوتا۔ الیکشن کا عمل جمہوری عمل ہے۔ بھٹو صاحب کے ساڑھے پانچ سالہ دور میں جمہوری عمل کو جس طرح تباہ کیا گیا اس کی مثال پاکستان کی 30 سالہ تاریخ میں نہیں ملتی۔"

"آپ کے سرحد کے دورے سے جمعیت علمائے پاکستان کی تنظیم کو کس حد تک فائدہ پہنچا ہے؟"

"جمعیت علمائے پاکستان سرحد میں تنظیمی اعتبار سے موجود تھی۔ لیکن اتنی فعال نہیں تھی۔ جتنی کہ ہونی چاہیے۔ سب سے بڑی وجہ یہ تھی۔ کہ ہمیں وہاں تنظیمی کام کو آگے بڑھانے کے لیے کارکنوں سے رابطے کے مواقع نہیں دیئے گئے۔ بھٹو صاحب کے دور میں سرحد کے دورے کے لیے میں دو مرتبہ پشاور ائیر پورٹ پہنچا تو مجھے ائیر پورٹ سے گرفتار کر کے مختلف مقامات پر گھما پھرا کر حسن ابدال اور اسلام آباد لا کر چھوڑ دیا گیا۔ تیسری مرتبہ میں ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے تنظیمی دورے پر جارہا تھا۔ تو اسلام آباد ائیر پورٹ پر روک دیا گیا۔ اس طرح ہم سرحد میں تنظیمی اعتبار سے منظم نہ ہوسکے۔ اب ہمیں موقع ملا ہے۔ ہم وہاں تنظیمی کام کررہے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز جمعیت اس صوبے میں مستقبل قریب میں ایک منظم جماعت کی حیثیت سے ابھرے گی اہم شخصیات میں بعض روحانی پیشوا، بعض مقتدر علمائے کرام، مشائخ عظام اور وہاں کی دو مقامی تنظیمیں، سوات اور دیر کی جمعیت علمائے حق، ہزارہ ڈویژن کی جمعیت علمائے اہل سنت دونوں نے جمعیت علمائے پاکستان سے الحاق کا اعلان کیا ہے۔ یہ وہاں کی بااثر مقامی تنظیمیں ہیں۔ ان دونوں کا ہم سے الحاق بڑی کامیابی ہے۔"

بیورو کریسی نے اپنے جال میں پھنسا کر بھٹو صاحب کو مجبور کیا:

مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ

جمعیت علمائے پاکستان کی واضح پالیسی ہے کہ اقتدار کی خاطر کسی قسم کی سازش یا چور دروازے کو اختیار کرنے کی پالیسی کو ہم نے کبھی نہیں اپنایا

جمعیت علمائے پاکستان کی منزل اقتدار نہیں نظام مصطفیٰ ہے

نام نہاد قومی اتحاد سے بھی ہمیں اصولی اختلاف ہے

جب سیاسی سرگرمیوں کی اجازت نہ دی جائے وہ زیر زمین اپنا مقام پیدا کرتی ہیں

مخلص سیاسی جماعتیں یقیناً یہ چاہیں گی کہ ملک میں دوبارہ مارشل لاء نہ لگے

افغانستان ہمارا پڑوسی ہی نہیں بلکہ برادر مسلمان ملک ہے

نیشنل پریس ٹرسٹ کو توڑ دیا جائے۔ اور صحافیوں میں اس کے حصص تقسیم کر دیئے جائیں

نامور صحافی اور روزنامہ جنگ کے موجودہ گروپ ایڈیٹر محمود شام کا جولائی 1978ء میں لیا گیا دوسرا خصوصی انٹرویو

"ہم غیر رسمی بات چیت کے لیے پہنچے تو مولانا نماز عصر کی ادائیگی کے لیے مسجد میں تشریف لے جا رہے تھے۔ واپس آئے تو ہماری گفتگو کا موضوع تھا کہ مارشل لاء کے تحت مجوزہ وفاقی کابینہ کے قیام سے کیا ملکی مسائل کے حل میں کچھ مدد ملے گی۔"

مولانا کا فرمانا تھا: میرے خیال میں کچھ بھی مدد نہیں ملے گی، کیونکہ فرق کچھ بھی نہیں ہے۔ پہلے نام مشیر تھا۔ اب وزیر نام ہوگا۔ جو نام نہاد مشیر رکھے گئے تھے، ان کا عوام سے کوئی واسطہ نہیں تھا، جن میں سے ایک سے متعلق نااہلی کے ٹریبونل کے سامنے این ایس

سی کے سابق چیئرمین اور مینجنگ ڈائریکٹر جناب اے ڈی احمد نے بتایا کہ اس وقت چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے مشیر جہاز رانی کی ذاتی کمپنی کو بغیر بین الاقوامی ٹینڈر طلب کیے، گیہوں لانے کا ٹھیکہ دے دیا گیا ہے۔ اور مسلسل چار ماہ سے کام جاری ہے۔ مارشل لاء انتظامیہ کے مشیر جب اتنے بدعنوان ہوں۔ اور این ایس سی کے جہازوں کے موجود ہوتے ہوئے اس طرح کسی پرائیویٹ کمپنی کو ٹھیکہ دینا یہ تو ابتدا ہوئی پھر آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ ہم تو اس سے پہلے اس لیے پیپلز پارٹی کی مذمت کرتے تھے کہ بھٹو کے وزیر مشیر لوٹ رہے ہیں۔ اب مارشل لاء انتظامیہ کے مشیر بھی سابقہ انتظامیہ سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے، کہ نااہلی کے ٹربیونل میں جب ایک ذمہ دار افسر نے حلف اٹھا کر جو بیان دیا، کیا اس سلسلے میں کوئی تحقیقات ہوئی، کیا اس سلسلے میں کوئی اقدامات کیے گئے۔

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے دوسرے جو مشیر مقرر کر رکھے ہیں، ان کے بارے میں بھی طرح طرح کی باتیں مشہور ہیں۔ حمید ڈی حبیب نے مشیر بننے سے یہ فائدہ اٹھایا کہ ان کے بھائی بیرونی ممالک میں اپنے بینک حبیب بینک اے جی زیورچ کی بڑے پیمانے پر توسیع کر رہے ہیں۔ جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ ان کے عزیز رشتہ دار مشیر ہیں، مارشل لاء انتظامیہ سے خصوصی تعلق ہے، اس لیے وہ خصوصی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس نام کے استعمال سے حبیب بینک اوورسیز کی ساکھ کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ یہ تو مشیروں کے احوال تھے۔ اب دیکھئے وزیر کس قسم کے آتے ہیں۔"

"یہ تو ہوئی کابینہ کی بات۔ اب موضوع چھڑا مارشل لاء کی سالگرہ کا کہ 5 جولائی کو فوجی حکومت کا ایک سال ختم ہو رہا ہے، آپ اس کا مختصر جائزہ کن الفاظ میں لیں گے؟"

مولانا کہنے لگے: جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مارشل لاء انتظامیہ نے ملک کو خانہ جنگی سے بچا لیا یہ صحیح ہے۔ ہم اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ ورنہ یہ ملک سال گذشتہ 4 جولائی کو خانہ جنگی کے دہانے پر کھڑا تھا کہ مارشل لاء نے اسے بچا لیا۔ لیکن جہاں تک اس

بات کا تعلق ہے کہ مارشل لاء انتظامیہ ملک کو خانہ جنگی سے بچا کر جمہوری عمل تک لائی یا نہیں، اس اعتبار سے مارشل لاء انتظامیہ اپنے وعدے پورے کرنے میں ناکام رہی اور اب جنرل صاحب کی تقریر کا تجزیہ کیا جائے تو میں یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوں کہ اب غیر معینہ مدت تک جمہوریت کی بحالی کا انتظار کرنا ہوگا۔"

اب زیر بحث تھا، پاکستان قومی اتحاد کہ پاکستان قومی اتحاد سے جمعیت علمائے پاکستان کی وابستگی جاری رہنے کے امکانات کس قدر ہیں؟

جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ نے بتایا کہ چھ جولائی کو مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہو رہا ہے۔ اس میں ہم انشاء اللہ العزیز اس سلسلے میں حتمی اور قطعی فیصلہ کر رہے ہیں۔

مولانا نے کہا میں ایک وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ جمعیت علمائے پاکستان کے متعلق غلط فہمی یہ ہے کہ ہم اقتدار کی خاطر کسی جماعت کے ساتھ منسلک ہونا چاہتے ہیں۔ جمعیت علمائے پاکستان کی واضح پالیسی شروع سے رہی ہے کہ اقتدار کی خاطر کسی قسم کی سازش یا چور دروازے کو اختیار کرنے کی پالیسی کو ہم نے کبھی نہیں اپنایا۔ یہ بات ریکارڈ پر ہے۔ اور اس کے گواہ بھی موجود ہیں کہ بھٹو صاحب نے خان قیوم کی معرفت جمعیت علمائے پاکستان کو سندھ میں مخلوط وزارت کی پیشکش کی۔ اخبارات میں اس کا چرچا بھی ہوا۔ خان صاحب نے مجھ سے اس سلسلے میں خاص طور پر ملاقات کی، پھر ہمارے ڈپٹی پارلیمانی لیڈر علامہ مصطفیٰ الازہری سے بھی ملے، لیکن ہم نے اس پیشکش کو مسترد کر دیا۔ مرکز میں بھی ایسی پیشکش کی جا رہی تھی، لیکن ہم اصولوں پر کسی قسم کے سمجھوتے کے قائل نہیں ہیں۔ جمعیت علمائے پاکستان کی منزل اقتدار نہیں، اس کی منزل ملک میں نظام مصطفیٰ کا قیام ہے اور ہر وہ جماعت جو عملی طور پر اس سلسلے میں مخلص ہو ہماری اس سے مفاہمت رہے گی۔ لیکن ہم کسی جماعت کے ساتھ منسلک نہیں ہیں۔ اصولوں کی بالادستی کی وجہ سے یو ڈی ایف کی جماعتوں سے ہمارے اختلافات ہیں۔ اصولوں پر ہی پی این اے سے پہلے اختلاف ہوا تھا اور ہم نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ کو بھی یاد ہوگا اور قارئین کو بھی یاد ہوگا کہ یو ڈی ایف انتخابات کی قائل نہیں تھی۔ لیکن ہم انتخابات کے قائل تھے۔ اور ہم نے انتخابات میں حصہ بھی لیا تھا۔ اب نام نہاد قومی اتحاد جو یو ڈی ایف کی جماعتوں کا مجموعہ ہے۔ اس سے بھی ہمیں اصولی

اختلاف ہے کہ دو تین جماعتیں قومی اتحاد کے دستور کو دن کے اجالے میں پامال کر کے زبردستی عہدوں پر مسلط ہو کر اپنی اجارہ داری قائم کر کے، پیرتسمہ پا بن کر اتحاد کی جماعتوں کے کندھوں پر سوار ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ اصولی اختلاف تھا، ہم کہتے تھے کہ پی این اے کا وہ دستور جو 10 جنوری 1977ء کو بنا۔ اس کے آرٹیکل 13 میں یہ بات موجود ہے کہ دستور میں کوئی ترمیم نہیں کی جائے گی۔ اگر ہو گی تو متفقہ۔ 29 دسمبر 1977ء کو اس اصول کو توڑا اور کہا کہ ترمیم کثرت رائے سے ہوگی، یہیں سے ہمارا اختلاف ہوا۔ جب تک وہ اصولوں کا احترام کرتے رہے اس وقت تک ہم ان کے ساتھ رہے، جب انہوں نے اصولوں کو توڑا ہم نے انہیں چھوڑ دیا۔ جمعیت علمائے پاکستان اپنی آزاد اور خود مختارانہ پالیسی پر عمل پیرا رہے گی۔"

میں پوچھ رہا تھا: مستقبل میں آپ پاکستان کی سیاست کا کیا تصور ذہن میں رکھتے ہیں؟

مولانا فرما رہے تھے: یہ دراصل جمہوری عمل پر منحصر ہے۔ جتنی جلد سیاسی سرگرمیوں پر سے پابندی اٹھتی ہے، اتنی ہی جلد سیاسی جماعتیں رائے عامہ کو بیدار کرنے میں اور منظم کرنے میں کامیاب ہو سکتی ہیں۔ ملک کا سیاسی مستقبل اسی پر منحصر ہے کہ رائے عامہ بیدار ہو۔ لیکن جنرل صاحب کی تقریر سے بہت سے ان سیاستدانوں کو مایوسی ہوئی جو توقع کر رہے تھے کہ کافی عرصے سے موجود پابندیاں ختم ہو جائیں گی۔ کم از کم سیاسی سرگرمیوں کی اجازت دے دی گئی۔ خیال تھا۔ جنرل صاحب 25 جون کو تقریر میں پابندیاں ختم کرنے کا اعلان فرمائیں گے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اور کسی بھی زاویہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ بات ملک کے مستقبل کے لیے خوش آئند نہیں ہے۔ ظاہر ہے جب سیاسی سرگرمیوں کی اجازت نہ دی جائے وہ زیر زمین اپنا مقام پیدا کرتی ہیں، اور کسی چیز کا زیر زمین چلے جانا ملک کے جمہوری مستقبل کے لیے خطرناک ہوتا ہے۔"

میں نے پوچھا کہ بعض سیاست دانوں کے بارے میں جنرل صاحب نے ایسی باتیں کہی ہیں جن سے سیاستدان ناقابل اعتبار عنصر بن کر ابھرے ہیں؟

مولانا کا کہنا تھا: یہ بات ان سیاستدانوں کے لیے بڑی شرمناک ہے۔ جن کا

تذکرہ جنرل صاحب نے فرمایا اور یہ اطلاع قوم کے لیے بھی بڑی افسوسناک ہے۔ اس قسم کے چاپلوس سیاستدان، چاپلوس مشیر، وزیر اور بعض سیاسی یتیم جو بھٹو صاحب کے گرد بھی جمع ہو گئے تھے۔ آج قریباً انہیں سے ملتے جلتے لوگ جنرل صاحب کے گرد بھی جمع ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔"

میں کہہ رہا تھا: مولانا صاحب: انتخابات جلد کروانے کا مطالبہ تو آپ کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اس مطالبے کے لیے کوئی حتمی تاریخ بھی آپ کے ذہن میں ہے۔ اس مطالبے کو تسلیم کروانے کے لیے آپ کوئی دباؤ ڈالنا چاہیں گے یا اس مشترکہ مطالبے کے لیے آپ ہم خیال جماعتوں سے کوئی تعاون کریں گے؟"

مولانا کا جواب تھا: جہاں تک انتخابات کا تعلق ہے۔ اسی سلسلے میں جمعیت علمائے پاکستان کی یہ حتمی رائے ہے کہ جنرل صاحب اس وعدے پر برسر اقتدار آئے تھے کہ وہ ملک کو جمہوریت دیں گے۔ اور بارہا اپنی تقاریر میں انہوں نے اس کا اعادہ بھی کیا۔ ایک دفعہ انتہائی پرجوش انداز میں یہ بھی کہا کہ پاکستان کی مومن افواج اپنے اس وعدے کو پورا کرنے کی پابند ہیں۔ ہمیں یہ توقع ہے کہ ہر مرد مومن کی حیثیت سے اپنے اس وعدے کو یقیناً پورا فرمائیں گے۔ لیکن صورت حال کچھ ایسی ہے کہ بظاہر اس کے آثار نظر نہیں آتے۔ 13 اکتوبر 1977ء کو جنرل صاحب نے تمام جماعتوں کے سربراہوں کو ملاقات کے لیے بلایا تو اس میں پوری وضاحت کے ساتھ ان اسباب وعلل پر روشنی ڈالی جن کی وجہ سے انتخابات ملتوی کیے گئے۔ انہوں نے کہا کہ اب جداگانہ طرز پر انتخابات ہوں گے۔ اس لیے انتخابی فہرستوں کی تیاری کا حکم جاری کر رہا ہوں۔ محاسبے کا عمل بھی جاری رہے گا اور تیاری بھی جاری رہے گی۔ لیکن افسوس ہے آج 9 ماہ گزر چکے ہیں مئی جون، جولائی وہ اہم مہینے ہیں جن میں اساتذہ سے فہرستوں کی تیاری کا کام لیا جا سکتا ہے۔ وہ بھی ضائع ہو چکے ہیں۔ اب ایک نیا شوشہ چھوڑا گیا ہے۔ جس کا نام ہے۔ بلدیاتی اداروں کے انتخابات۔ ظاہر ہے کہ جنرل صاحب اگر اپنی سابقہ تقاریر کو ملاحظہ فرمائیں تو ان کو خود محسوس ہوگا کہ ان کے مشیر، بیوروکریٹ، ٹیکنوکریٹ جان بوجھ کر ان کو بدنام کرنے کی مہم چلا رہے ہیں۔ ان کو اپنے وعدے سے منحرف کروا رہے ہیں۔ میں ان کو یاد دلانا چاہتا

ہوں کہ جنرل صاحب صرف اسی وعدے پر برسر اقتدار آئے تھے کہ وہ ملک میں قومی اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات کروائیں گے۔ ان کا 90 روزہ آپریشن بھی صرف اسی لیے تھا اور افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ اس 90 روزہ آپریشن سے منحرف کرانے میں بعض سیاست دانوں کا ہی ہاتھ ہے۔ جنہوں نے ہاتھ جوڑ کر جنرل صاحب سے کہا کہ الیکشن ملتوی کردیجیے۔ جنرل صاحب نے 13اکتوبر کو ملاقات میں انتخابات کے ملتوی کرانے کے اسباب بتاتے ہوئے خود کہا تھا کہ پاکستان قومی اتحاد کی یو ڈی ایف کی جماعتوں کے سربراہوں نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ جنرل صاحب الیکشن ملتوی کردیجیے اس طرح کے سیاستدانوں کو صرف اپنی ذات سے دلچسپی ہے۔ ممکن ہے۔ وہ اب بھی جنرل صاحب کو اس قسم کے مشورے دے رہے ہوں۔ لیکن یہ تو جنرل صاحب کے خود سوچنے کی بات ہے کہ وہ ملک کو کس طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ آیا وہ بے یقینی، عدم اعتماد کی فضا کو ختم کر کے اس ملک کی باگ دوڑ اس ملک کے منتخب نمائندوں کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ملک میں جمہوری عمل جاری رہے یا پھر وہ اس بے یقینی بے چینی اور عدم اعتماد کی فضا کو جاری رکھ کر قوم کو ایک ایسے مقام پر لاکر کھڑا کرنا چاہتے ہیں کہ جہاں خود کشی کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہو میں سمجھتا ہوں کہ جنرل صاحب ایک زیرک، معاملہ فہم اور محب وطن جنرل کی حیثیت سے جتنا جلد اس بات کو طے کرادیں اتنا ہی بہتر ہے کہ کسی لاگ لپیٹ کے بغیر ان نوکری اور ملازمتوں کے طلب گار وزیروں، مشیروں اور سیاسی یتیموں کے مشورے سے صرف نظر کرتے ہوئے فوری اور عملی اقدامات کریں۔ ہنگامی بنیادوں پر الیکشن کمیشن سے کام لے کر اسی سال اکتوبر میں انتخابات کروادیں۔"

میرے سوال کے دوسرے حصے کا جواب دیتے ہوئے مولانا فرمانے لگے: میں سمجھتا ہوں کہ اگر انتخابات میں غیر ضروری تاخیر ہوتی ہے۔ تو سیاسی جماعتوں کو اس پر غور کرنا ہوگا کہ ملک میں جمہوری عمل کو کس طرح واپس لایا جاسکتا ہے۔ لیکن کیا اقدامات اور کیا طریق کار اختیار کرنا ہے۔ یہ بات ابھی قبل از وقت ہے۔ انتخابات کو ملتوی کرانے کے سلسلے میں بعض بے اصول خوشامدی سیاستدانوں کی جانب سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ انتخاب کے نتیجہ میں اگر مستحکم حکومت وجود میں نہ آئی تو کیا ہوگا۔ میں اس سلسلے میں ان

لوگوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا انتخابات سے پہلے کسی مستحکم حکومت کی ضمانت دی جاسکتی ہے۔ کیا صرف مستحکم حکومت کے ذریعے ہی ملک چلایا جاسکتا ہے۔ پھر مستحکم حکومت کا مطلب بھی تو بتایا جائے۔ برطانیہ میں لیبر پارٹی صرف ایک ووٹ کی اکثریت سے حکومت کررہی ہے۔ کیا وہ مستحکم حکومت نہیں ہے۔ مخلص قسم کے سیاستدان یقیناً اس بات کی کوشش کرسکتے ہیں کہ وہ انتخابات سے قبل ملک کو مستحکم حکومت دیں جس کا طریق کار یہ ہوگا کہ پانچ چھ جماعتیں انتخابی اتحاد کریں گی۔ الیکشن کے نتیجے میں کوئی ایک پارٹی اکثریت نہ لاسکے تو بھی الیکشن کے بعد اور حکومت کے قیام سے پہلے اتنا وقت (کم از کم ایک ماہ) ہوتا ہے کہ سیاسی جماعتیں نشستوں کی بنیاد پر اتحاد قائم کریں۔ مخلص سیاسی جماعتیں یقیناً یہ چاہیں گی کہ ملک میں دوبارہ مارشل لاء نہ لگے۔ قطع نظر اس بات کے کہ کیا ہوتا ہے۔ کیا نہیں ہوتا انتخابات سے گریز کرنے کے لیے یہ شوشہ چھوڑا جارہا ہے کہ اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ اس طرح سے انتخاب سے گریز کے لیے سیاسی پارٹیوں کی کثرت کا مسئلہ بھی غیر ضروری طور پر زیر بحث لایا جارہا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ صرف اس لیے کہ زیادہ سیاسی پارٹیوں کی موجودگی میں بیورو کریسی اور فوج کو زیادہ دن تک انتخابات ملتوی کرنے کا موقع نہیں مل سکتا بار بار ذکر اس لیے کرتے ہیں کہ سیاسی پارٹیوں کی کثرت ہی کی وجہ سے انتخاب کا مطالبہ زور پکڑ رہا ہے۔ اگر سیاسی جماعتوں کی کثرت کو ختم کردیا جائے تو دو ایک پارٹیاں رہ جائیں گی۔ اس طرح ایک پارٹی پر قبضہ کر کے دوسری کو باآسانی ختم کیا جاسکتا ہے۔ کسی بھی ملک میں کسی سیاسی پارٹی کو قانون کے ذریعے ختم کرنا غیر جمہوری فعل ہے۔ برطانیہ میں لبرل 100 سال میں صرف ایک مرتبہ برسر اقتدار آئی ہے۔ پارلیمنٹ میں ہمیشہ اس کو معمولی اقلیت حاصل رہی ہے۔ لیکن کیا اسے قانون کے ذریعے ختم کیا گیا؟

اب بات اپنے پڑوسی ملک افغانستان کے بارے میں کہ افغانستان کے حالیہ واقعات کیا پاکستان کی خارجہ پالیسی پر اثر انداز ہوں گے؟

مولانا نے کہا کہ یہ مسئلہ انتہائی اہم ہے۔ افغانستان ہمارا پڑوسی ہی نہیں بلکہ برادر مسلمان ملک ہے جس سے ہمارے خونی اور روحانی رشتے ہیں۔ ہمیں بڑے ٹھنڈے

دل سے وہاں کے حالات پر نظر رکھنی چاہیے اور وہاں کی موجودہ حکومت کو اگر ہماری مدد کی ضرورت ہو ہمیں اس سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ عالمی سطح پر اس خطے کے لیے جس قسم کے ردو بدل کی تجاویز ہو رہی ہیں۔ جغرافیائی حدود کے بدلنے کی کوششیں کی جارہی ہیں، ہمیں اس سلسلے میں انتہائی محتاط رہتے ہوئے اور برادر اسلامی ممالک کو اپنے دفاع اور عالم اسلام کے دفاع کے سلسلے میں مشترکہ تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ ہمارا محکمہ خارجہ ایک سفید ہاتھی ہے۔ اور قومی خزانے پر غیر ضروری بوجھ۔ بعض اوقات وزارت خارجہ کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ یتیم خانہ ہے۔ سفارت خانوں کی یورپ اور امریکہ میں جو کارکردگی پہلے تھی۔ وہ اب بھی ہے۔ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد خیال تھا کہ کچھ تبدیلی آئے گی لیکن افسوس یہ سب کچھ نہ ہوا۔ حال ہی میں سنا تھا کہ جنرل صاحب سفراء کی پریس کانفرنس بلا رہے ہیں۔ لیکن تسلسل سے یہ کانفرنس ملتوی ہو رہی ہے۔ معلوم نہیں کیوں۔ حالانکہ یہ بہت ضروری ہے۔ توقع تھی۔ کہ کانفرنسوں کے ذریعے سے شاید جنرل صاحب مزید عملی اقدامات کرنا چاہتے ہوں۔ مگر وہ بھی سرخ فیتے کی نذر ہوگئے آر سی ڈی کے ذریعے ترکی اور ایران سے ہمارے روابط جتنے گہرے اور مضبوط ہونے چاہئیں میں سمجھتا ہوں کہ اب تک نہیں ہوئے۔ اس خطے میں جو نئی تبدیلیاں آئی ہیں۔ اس کے بعد اور ضروری ہوگیا ہے کہ آر سی ڈی کو فعال اور مضبوط بنایا جائے اور مشترکہ دفاعی اقدامات کے سلسلے میں مزید قدم اٹھائے جائیں۔"

آخر میں ہم بات چیت کر رہے تھے۔ آزادی صحافت اور نیشنل پریس ٹرسٹ کے صحافیوں کی برطرفی کے سلسلے میں، میں پوچھنا چاہ رہا تھا کہ آزادی صحافت، بعض اخبارات و رسائل پر پابندی کے خاتمے، نیشنل پریس ٹرسٹ سے برطرف ہونے والے صحافیوں کی بحالی کے لیے چلنے والی صحافیوں کی تحریک پر آپ کا کیا موقف ہے؟

انہوں نے کہا: جہاں تک نیشنل پریس ٹرسٹ کا تعلق ہے۔ ہماری شروع سے رائے یہی رہی ہے کہ اس کو توڑ دیا جائے۔ اور صحافیوں میں اس کے حصص تقسیم کر دیئے جائیں۔ ہمیں توقع تھی کہ بھٹو صاحب جن کے منشور میں یہ بات تھی (ہمارے منشور میں تو تھی۔ ہی) اقتدار میں آتے ہی ایسا کریں گے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اور ایک

غلط رسم جس کی بنیاد صدر ایوب نے ڈالی تھی، بیوروکریسی نے اپنے جال میں پھنسا کر بھٹو صاحب کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے پر مجبور کیا۔ اب بھی نیشنل پریس ٹرسٹ کے معاملات کو جس طرح چلایا جا رہا ہے۔ وہ قابل اطمینان نہیں ہے۔ اس میں انتہائی موثر تبدیلی کی ضرورت ہے۔ اس کو عوام اور صحافیوں کا مشترکہ ادارہ بنانا چاہیے۔ اس کے حصص فروخت کر دیئے جائیں جہاں تک صحافیوں کے ساتھ زیادتی کا تعلق ہے، ان کی برطرفی کا سوال ہے۔ جب بھٹو صاحب کے دور میں بھی ان پر زیادتی ہوئی تو ہم نے اس وقت بھی مذمت کی اور اب جن صحافیوں کے ساتھ ناانصافی اور زیادتی ہو رہی ہے۔ ہم اس کی بھی مذمت کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ اصولی ہے۔ ہم آزادی صحافت پر یقین رکھتے ہیں۔ قلم کے تقدس کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ اس لیے ہم ہمیشہ کی طرح اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے، حقوق کی بحالی کے لیے صحافیوں کی جدوجہد میں صحافیوں کے ساتھ ہیں۔"

سیرت النبی ﷺ کا عنوان انتہائی جامع بھی ہے۔ نرالا بھی اور پیارا بھی

سوانح پر کتابیں حضور اکرم ﷺ سے زیادہ کسی کی زندگی پر نہیں لکھی گئیں

رسول اکرم ﷺ صحابہ کو غلام آزاد کرنے کی خصوصیت سے تلقین فرماتے تھے

رسول اللہ ﷺ کے روشن کردار نے حقوق انسانی، مساوات، اور شاہ و گدا میں برابری کے تصور کو عملی شکل دی

رسول اللہ ﷺ خود مدینے سے چل کر 800 میل کا سفر کر کے تبوک پہنچے۔ لیکن نہ ہنگامی حالت کا اعلان آیا نہ شہری آزادیاں سلب کی گئیں، نہ گرفتاریاں ہوئیں

ابوبکر صدیقؓ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے جا چکے اب ہم پر ذمہ داری آ چکی ہے کہ ان کے مبارک مشن کو جاری رکھیں

رسول اللہ ﷺ نے اپنے زمانے میں ویلفیئر سٹیٹ کی بنیاد ڈال دی تھی

رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع بیان فرمایا۔ یہ حقوق انسانی کا چارٹر ہے

اسلام کا نظام شوریٰ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اسلام میں ملوکیت و شہنشاہیت نہیں، ڈکٹیٹر شپ بھی نہیں ہے

مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ

معروف صحافی اور شاعر محمود شام کا "معیار" کے لیے لیا گیا انٹرویو

معیار: آپ نے سیرت النبی ﷺ کے جلوسوں میں حضور اکرم ﷺ کے نظام

حکومت کو موضوع بنایا۔ اس سلسلے میں آپ کی مستند معلومات کا ذریعہ کیا ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: سیرت النبی ﷺ کا عنوان انتہائی جامع بھی ہے۔ نرالا بھی اور پیارا بھی۔ اس کے سلسلے میں اپنی معلومات کے مطابق یہ عرض کر سکتا ہوں کہ پوری دنیا میں کسی بڑے سے بڑے بانی مذہب پر جو کتابیں بھی لکھی گئیں، سوانح پر جتنی کتابیں لکھی گئیں حضور اکرم ﷺ سے زیادہ کسی کی زندگی پر نہیں لکھی گئیں۔ جامع اور مکمل سیرت موجود ہے۔ زندگی کے ایک ایک لمحے کا عکس ہے۔ جو صحابہ کرام ﷡ نے قرطاس پر منتقل کر دیا۔ وہ کتابیں جو اس سلسلے میں میرے زیر مطالعہ رہتی ہیں۔ ان میں ایک تو قرآن مجید و فرقان حمید میں پاکیزہ سیرت کا بیان ہے۔ جس میں رحمت اللعالمین کے عنوان سے، صاحب خلق عظیم کے عنوان سے، رؤف رحیم کے عنوان سے نظام حکومت، طرز معاشرت جو رسول اللہ کا قرآن میں بیان کیا گیا۔ پھر سیرت نبوی کے سلسلے میں احادیث مبارکہ بھی موجود ہیں۔ سیرت کی کتابوں میں مواہب اللدنیہ، شفائے قاضی عیاض اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی مدارج النبوۃ، مولانا نقی علی خان صاحب بریلوی کی سرور القلوب، قاضی سلمان صاحب منصور پوری کی رحمت اللعالمین مولانا پروفیسر نور بخش صاحب کی سیرت رسول عربی ﷺ یہ مآخذ رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مائیکل۔ ایچ۔ ہارٹ کی کتاب ''The Hundred'' جس میں تاریخ انسانیت میں سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والی ایک سو شخصیتوں کو اثر و رسوخ کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔ اس غیر مسلم مصنف نے محمد ﷺ کو سرفہرست رکھا ہے۔ یہ بھی ہمارے عظیم نبی کی عظمت کا اعتراف ہے۔ اس کتاب میں ماوزے تنگ بھی ہیں کارل مارکس بھی۔ صحابہ کرام میں سے دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق ؓ ہیں۔ اس کتاب کو بھی اپنی تقریروں کا عنوان بناتا ہوں۔ اصل میں جب موازنہ کرتا ہوں، تقابلی مطالعہ کرتا ہوں۔ تو بہت سی چیزیں سامنے آتی ہیں۔ حسین ہیکل کی کتاب عربی میں ہے۔ جو مجھے ملی نہیں تھی۔ انگریزی ترجمہ بھی امریکہ سے ملا۔ یہ کتابیں ہیں۔ جن کے حوالے سے سیرت النبی ﷺ کے محبوب موضوع نظام حکومت کے مختلف پہلو بیان کرتا ہوں۔

معیار: آپ نے رسول اکرم ﷺ کے نظام حکومت کا تفصیلی مطالعہ کیا ہے۔

اس کا کون سا پہلو سب سے زیادہ متاثر کرتا ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اس کا سب سے زیادہ متاثر کرنے والا پہلو یہ ہے کہ عدل اور اس کے تمام تقاضوں کو بروئے کار لایا گیا۔ مظلوم خواہ وہ جانور ہو خواہ غلام، خواہ کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتا ہو حضور ﷺ اس کی حمایت اور شرف آدمیت کا احترام کرتے تھے۔ یہ تین ایسی چیزیں ہیں۔ جو بہت نمایاں ہیں۔ اس سلسلہ میں دل چاہتا ہے۔ ایک واقعہ بیان کردوں کہ رسول اکرم ﷺ ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے دیکھا کہ ایک اونٹ کی کمر چھلی ہوئی ہے۔ آپ نے فوراً ہی کہا کہ اس کا مالک کون ہے اور اس سے کہا کہ دیکھو کمر چھلی ہوئی ہے۔ اس کے باوجود تم نے اس پر بوجھ لاد دیا ہے۔ یہ ظلم ہے۔ یہ تمہاری سواری کا جانور ہے۔ تمہارا سامان ادھر سے ادھر لے جاتا ہے۔ بے زبان مخلوق ہے۔ اس پر رحم کرو۔ اسے کچھ دن آرام دو۔ اس طرح سے صحابہ کو غلام آزاد کرنے کی خصوصیت سے تلقین فرماتے تھے۔ اس کا اجر و ثواب بیان کرتے تھے۔ انہوں نے غلاموں کی جس طرح سرپرستی کی اور طبقاتی فرق کو جس طرح سے ختم کیا، اس سلسلے میں خود عملی نمونہ بھی پیش فرمایا کہ اتنی عظیم المرتبت ہستی ہونے کے باوجود خود بازار سے سودا لاتے تھے، اپنی جوتی خود گانٹھتے تھے۔ اور راہ چلتے لوگ اگر کسی امداد کے خواہاں ہوتے، تو ان کی مدد فرماتے تھے۔ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں مشہور روایت ہے۔ بنی مخزوم عرب کا ایک بہت بااثر قبیلہ تھا، اس کی خاتون جس کا نام بھی اتفاق سے فاطمہ تھا اس نے چوری کرلی۔ چوری کا الزام ثابت ہوا تو ارشاد فرمایا کہ سفارشیں پہنچی ہیں۔ لیکن قانون الٰہی کے نفاذ میں عدل سے مجھے کوئی روک نہیں سکتا۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ بااثر ہیں۔ بڑے خاندان سے ہیں۔ لیکن سزا نافذ ہو کر رہے گی۔ ایسا نہیں ہوگا کہ غریب چوری کرے تو سزا پائے۔ امیر چوری کرے تو بچ جائے۔ یہ نہیں ہونے دیا جائے گا اس پر مشہور فقرہ ہے۔ جو بخاری نے نقل کیا ہے۔ ''میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے، تو اسے بھی سزا دی جائے گی۔'' اور یہ بات اپنی جگہ پر احادیث کی متعدد کتابوں میں موجود ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے ہاں تحفے کے طور پر بہت سی چیزیں آتی تھیں یک وقت فدک سے چالیس چالیس اونٹوں پر کھانے پینے کا سامان لدا ہوا، کھجوریں، ستو وغیرہ

آتا تھا۔ جب تک آپ ﷺ نے اس کو مکمل طور پر تقسیم نہیں فرما دیتے تھے۔ اس وقت تک گھر تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ یہ احادیث کی کتابوں میں آیا ہے کہ وہ بار بار فرماتے تھے۔ کہ "بلال مجھے جلد آرام دو، جلد مستحقین تک پہنچا دو تا کہ میں آرام سے گھر میں جا کر سو سکوں"۔ اور یہ بات بھی بدر کے واقعے کے سلسلے میں سیرت ابن ہشام اور دوسری کتابوں میں منقول ہے کہ رسول اکرم ﷺ میدان جنگ میں صفوں کو خود ہی درست فرماتے تھے۔ صحابہ کچھ آگے پیچھے ہوتے تھے۔ ایک صحابی رسول ﷺ جن کا نام سواد انصاری تھا۔ کچھ آگے بڑھے ہوئے تھے۔ تیر کا لکڑی کا حصہ انہیں لگاتے ہوئے کہا۔ "استو (سیدھے ہو جاؤ)۔" "متاسک" (کھڑے ہو جاؤ)۔ "استو متاسک یا سواد" سیرت کی کتابوں میں یہ بات منقول ہے کہ یہ چھڑی پیٹ میں چبھ گئی۔ کہا آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی۔ میں آپ سے بدلہ لوں گا۔" آپ دیکھئے حالت جنگ میں بھی اسلام میں بنیادی حقوق معطل نہیں ہو جاتے فرد کی آزادی سلب نہیں کی جاتی، اظہار رائے پر کوئی قدغن نہیں لگائی جاتی۔ یہ بدر کا مشہور واقعہ ہے۔ اسلام کی پہلی جنگ تھی اور انتہائی نازک۔ مسلمانوں کے عقیدے کی بقاء کا فیصلہ کن معرکہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے یہ نہیں فرمایا کہ حالت جنگ میں بحیثیت سپریم کمانڈر یہ میرا حق ہے۔ نہ یہ کہا کہ تمہیں بولنے کا حق نہیں ہے۔ تم فوجی ہو۔" وہ اگرچہ اللہ کے رسول ﷺ تھے انہوں نے فوراً ہی کہا تمہیں بدلہ لینے کا حق ہے۔ اور فوراً اپنا پیٹ کھول دیا۔ ابن ہشام کہتے ہیں۔ جیسے ہی رسول اللہ ﷺ نے پیٹ کھولا تو صحابی لپٹ گئے اور بوسہ دیا اور کہا کہ "اے اللہ کے رسول ﷺ حالت جنگ میں ہوں۔ جی چاہتا تھا کہ مرنے سے پہلے آپ سے لپٹ لوں میری خوش قسمتی کہ مجھے موقع مل گیا اس سے آپ کے عدل، مساوات، شرف انسانی کے تحفظ اور اس کے حقوق کی تمام صورتیں کھلے طور پر واضح ہو جاتی ہیں۔ اور یہی واقعات ہیں۔ جو آگے چل کر خلفائے راشدین کے لیے نظام حکومت کی بنیاد بنتے چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہی عمل اور سیرت کا یہی روشن کردار تھا کہ جس نے حقوق انسانی، مساوات، اور شاہ و گدا میں برابری کے تصور کو عملی شکل دی۔ یہی پہلو ہے۔ جس کے سبب ہم اس نظام حکومت کے متعلق بڑے فخر سے اپنے ماضی کو بیان کر سکتے ہیں۔ اگرچہ ہم حال پر شرمندہ ہیں کہ آج دنیا کی بہت

سی جمہوری حکومتیں بھی جمہوریت کے دعوے کے باوجود "اعلان جنگ ہوتے ہی ہنگامی حالت کا اعلان ضرور کر دیتی ہیں۔ جہاں جمہوریت نہیں رہتی ہے۔ وہاں تو ہنگامی حالت ہمیشہ ہی رہتی ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی مدنی زندگی کے شب و روز ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں بڑی بڑی جنگیں، بدر، خندق، فتح مکہ، حنین اور تبوک یہ بڑے بڑے معرکے اور مہمات تھیں۔ چھوٹے چھوٹے غزوات بھی جاری رہے ٹکڑیوں میں مسلمان مدینے کے آس پاس تحفظ کے لیے جاتے تھے۔ کافر شب خون مارتے تھے۔ کوئی دن بھی ایسا نہیں گذرتا تھا۔ جس میں مسلمان اپنے دفاع کے سلسلے میں معروف نظر نہ آتے ہوں۔ لیکن حیرت ہے کہ بنیادی حقوق کبھی معطل نہیں ہوئے۔ شہری آزادیاں بحال رہیں۔ آزادیٔ تحریر و تقریر میسر رہی۔ آزادیٔ رائے سلب نہیں کی گئی۔ جبر، تشدد، اذیت اور صفائی کا موقع دیئے بغیر کسی پر سزا کے نفاذ کی ایک بھی مثال نہیں دی جا سکتی۔ اس دور کی یہ بھی خصوصیت تھی۔ کہ اس وقت دنیا کی ایک بڑی سپر پاور رومن ایمپائر کو تبوک میں پہنچ کر چیلنج کیا۔ تبوک حجاز و شام کی سرحد پر واقع ہے۔ اس وقت دوسری پاور کسریٰ تھا۔ یہی دو سپر پاور تھیں باقی سب علاقے ان کے باجگذار تھے۔ سپر پاور سے اعلان جنگ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ خود مدینے سے چل کر 800 میل کا سفر کر کے تبوک پہنچے۔ سفر بھی طویل تھا۔ لیکن نہ ہنگامی حالت کا اعلان آیا۔ نہ شہری آزادی سلب کی گئیں نہ گرفتاریاں ہوئیں۔ مدینے میں منافق بھی تھے جو رسول اکرم ﷺ کے پیچھے نماز بھی پڑھتے تھے جنگ میں بھی شریک ہوتے لیکن بیچ میں سے نکل کر چلے آتے تھے۔ اس زمانے میں کسی کو صوبہ بدر کیا گیا نہ شہر بدر اور نہ ہی زباں بندی کی گئی حالانکہ پورا ملک مسلسل حالت جنگ میں ہی رہا۔ یہ ہے۔ وہ نظام حکومت جس کی عملی تصویر رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے پیش کی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ مائیکل ایچ ہارٹ، کارلائل اور سر ولیم میور یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ حقوق انسانی کا سب سے بڑا محافظ عرب کے صحراؤں سے اٹھنے والا نبی امی ﷺ تھا۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ خلافت راشدہ، ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمانؓ اور علی مرتضیٰؓ کے دور میں داخلی فتنے بھی تھے۔ یہودی باشندے رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی تھے، بعد میں بدعہدی کے سبب مدینے سے نکالے گئے۔ ان کے علاوہ بھی اور منافقین کی بہت بڑی جماعت تھی۔

پیچھے نمازیں بھی پڑھتے تھے۔ تو مسجد بھی اپنی بنالی تھی۔ پہلے خلیفہ راشد حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے۔ انہی داخلی فتنوں کا شکار تھے کہ مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کا لشکر جرار تھا۔ دوسرا داخلی فتنہ یہ تھا کہ بعض لوگوں نے زکوۃ دینے سے انکار کردیا۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کا غم تازہ تازہ تھا۔ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایسے عالم میں قوم کتنی بددل ہوگی۔ مایوسی کس درجے کی ہوگی مایوسی کا اندازہ اس بات سے لگا لیجیے کہ عمرؓ بن الخطاب کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اگر کسی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ مر گئے تو اسے میں جان سے ماردوں گا ابو بکر صدیقؓ نے انہیں تسلی دی اور بتایا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے جاچکے ہیں۔ اور اب ہم پر ذمہ داری آچکی ہے کہ ان کے مبارک مشن کو جاری رکھیں۔ یہ سن کر وہ ہوش میں آئے۔ ورنہ وہ انتہائی وارفتگی کے عالم میں تھے۔ پورا عہد صدیقؓ ان داخلی فتنوں کی سرکوبی میں گزر گیا۔ اس کے ساتھ یہ ملحوظ رہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جہاں جہاں ایران کی طرف روم کی طرف لشکر بھیجے تھے۔ وہ بدستور بھیجے جاتے رہیں گے۔ جن جن لوگوں نے اسلام اور مسلمانوں کو چیلنج دیئے ہیں۔ ان کا مقابلہ کیا جائے گا۔ داخلی فتنوں کا مقابلہ کیا۔ خارجی فتنوں کا بھی مقابلہ کیا۔ ایمرجنسی نافذ نہیں کی۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔

معیار: حضور اکرم ﷺ کی حکومت کے آغاز کے وقت عملداری میں کتنا رقبہ تھا اور وفات کے بعد کتنا رقبہ ہوگیا تھا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: وفات کے وقت تو رقبہ 9 لاکھ مربع میل تھا۔ ابتدا تو صرف مدینہ منورہ شہر تھا۔ پھر آہستہ آہستہ مدینہ منورہ سے یمن کی طرف مملکت اسلامی کی سرحد بڑھی۔ پھر بحر ہند تک۔ اس کے بعد خیبر تک، مکہ معظمہ تک، طائف تک، پھر ایسٹرن پراونس جو نجد کہلاتا ہے۔ سعودی عرب، ربع الخیالی، تبوک تھا۔ بحیرہ احمر کا پورا ساحلی علاقہ۔

معیار: فرد اور حکومت کے مابین رشتوں کی نوعیت کیا تھی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: فرد اور حکومت کے مابین رشتوں کی نوعیت راعی اور رعایا کی نہیں تھی، باپ اور اولاد کی تھی اور جس طرح رات کو باپ اور ماں اٹھ کر

گھر میں اپنے بچوں کو دیکھا کرتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ خود رسول اللہ بھی رات کو گشت فرماتے تھے۔ یہی معمول ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اپنایا۔ جس طرح ایک باپ اپنے بچوں کو دیکھنے نکلتا ہے رسول اللہ نے اپنے زمانے میں ویلفیئر سٹیٹ کی بنیاد ڈال دی تھی۔ جو کچھ بھی ہے۔ وہ رعایا کا ہے۔ اور مسلمانوں کا حاکم فقط اللہ تعالیٰ کے سامنے نہیں رعایا کے سامنے بھی جوابدہ ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ صرف اللہ کے سامنے جوابدہ ہے۔ یہ غلط ہے۔ اللہ کے سامنے تو جوابدہ ہے۔ ہی، لیکن رعایا کے سامنے بھی ہے۔

معیار: فرد کی آزادیاں کس حد تک تھیں اور کس حد تک نہیں تھیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: فرد کی آزادیاں نہ ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آج کے دور میں فرد کو جو نقل وحرکت کی آزادی ہے، اظہار کی آزادی ہے، نجی زندگی کا تحفظ ہے، چار دیواری کا تحفظ، چادر کا تحفظ۔ قرآن مجید اور فرقان حمید کی روشنی میں بھی اس سلسلے میں حوالے دیئے جاسکتے ہیں۔ جیسے 18ویں پارے میں سورہ نور میں ہے کہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہ ہوں۔ اور اسی طرح سے بہت سے حقوق جن کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں بیان فرمایا یہ خطبہ تو حقوق انسانی کا چارٹر ہے۔ فرد کی آزادی تب ہی متاثر ہوتی تھی۔ جب یہ بات عدالت کے ذریعے ثابت کردی جائے کہ اس نے ریاست کے خلاف سازش کی ہے۔ یا لوٹ مار، آبرو ریزی، اغوا، اخلاقی جرائم وغیرہ کا ارتکاب کیا ہے۔ مگر وہ آزادی بھی ایگزیکٹو آرڈر سے سلب نہیں ہوتی تھی اور مکمل طور پر اس کی آزادی کے تحفظ کی ضمانت فراہم کرتی تھیں۔ عدلیہ اتنی طاقت ور تھی۔ کہ جس کی نظیر آج روئے زمین پر دنیا کے کسی ملک میں نہیں ہے۔ آج دنیا میں ہر ملک کے دستور میں سربراہ مملکت کو استثناء حاصل ہے کہ وہ عدالت میں حاضری وغیرہ نہ دے لیکن اسلام میں خلیفۃ المسلمین کو بھی استثناء حاصل نہیں ہے۔ فرد کی آزادی کا جہاں تک تعلق ہے۔ وہ بالکل محفوظ تھی اور قرآن وحدیث کی روشنی میں، سنت نبوی کے عمل نمونے سے ایسی پیش بندیاں کردی گئی تھیں کہ آسانی کے ساتھ ان آزادیوں پر حقوق پر ڈاکہ نہیں ڈالا جاسکتا تھا۔ انتہا یہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ یہ فرمایا کہ غلط راہ پر

چلوں تو کیا کرو گے۔ بہت سے حاضرین نے کھڑے ہو کر کہا کہ آپ ایسا چلے تو آپ کا سر قلم کردیں گے۔ آپ نے اس پر یہ نہیں فرمایا کہ انہیں پکڑ لیا جائے۔ سزا دی جائے بلکہ یہ فرمایا کہ الحمد للہ ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو مجھے غلط راہ پر چلنے سے منع کرتے ہیں۔ فرد کو یہ آزادی تھی۔ کہ وہ بڑے سے بڑے فرد کا احتساب کرسکتا تھا۔ احتساب کی قوت کو اتنا منظم کردیا گیا کہ کسی کے حقوق پامال کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ اس سلسلے میں آزادی کا اتنا احترام تھا کہ اگر کوئی بھی شکایت گورنر، اس کے خاندان، اس کے عملے کے متعلق ملتی تھی۔ تو خواہ رعایا مسلم ہو یا غیر مسلم اس کی آزادی کا تحفظ کیا جاتا تھا اور اس کی پرواہ کیے بغیر کہ گورنر ہے۔ یا گورنر کا بیٹا سرعام سزا نافذ ہوتی تھی۔ کوڑے لگا دیئے جاتے تھے۔ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں حضرت عمرؓ کا بڑا تاریخی فقرہ نقل کیا ہے۔ جس میں آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا (خطاب تھا۔ گورنروں، سفراء اور معززین سے) کیا تم نے لوگوں کو اپنا غلام سمجھ رکھا ہے ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا ہے؟ تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا۔ فرد کی آزادی کا عہد رسول ﷺ اور خلافت راشدہؓ میں کیا عالم تھا۔ اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

معیار: حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں مشاورت کا اہتمام کیا تھا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: حضور اکرم ﷺ انصار مدینہ، مہاجرین کے اور چیدہ چیدہ صحابہ کرام سے مشورہ فرماتے تھے۔ اور بارہا ایسا بھی ہوا کہ مسجد نبوی میں اعلان ہوا، لوگوں کو بلا لیا گیا، اور اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ فلاں فلاں معاملے کے سلسلے میں مشورہ کرنا ہے۔ لوگ اپنے رویئے کا اظہار فرماتے تھے۔ بہر حال جہاں تک مشورے کا تعلق ہے۔ اسلام کا نظام شوریٰ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ تقویٰ، نیکی، خدا ترسی، پرہیز گاری یہ وہ اعلیٰ صلاحیتیں تھیں جن کی بنا پر شوریٰ کے اراکین کا انتخاب کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے رسول مشورے کے محتاج نہیں تھے۔ لیکن یہ بتانے کے لیے اور امت کی تعلیم کے لیے باہمی مشورے کا اہتمام کیا گیا کہ اسلام میں ملوکیت و شہنشاہیت نہیں، ڈکٹیٹر شپ بھی نہیں ہے۔ باہمی مشورے سے کار حکومت چلایا جاتا ہے۔ عہد خلافت راشدہ میں ابوبکر صدیقؓ خود منتخب خلیفہ تھے۔ منتخب خلیفہ نے شوریٰ نامزد کی۔ ان کی شوریٰ کے اہم رکن مدینہ منورہ کے انصار

کے سربراہ اور حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دیگر جلیل القدر صحابہ تھے۔ جن میں جیورسٹ تھے، تو عبد اللہ ابنؓ مسعود جیسے قرآن مجید فرقان حمید کے حافظ اور کاتب وحی حضرت کعبؓ، حضرت زیدؓ غرض اس قسم کے جلیل القدر صحابہ پر مشتمل پوری ٹیم تھی۔ جو اہم معاملات میں مشورے دیتی تھی۔ وہ خود بھی منتخب خلیفہ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتخاب بحیثیت خلیفہ ہوا۔ ثقیفہ بنی ساعدہ پنچایت گھر تھا۔ قبائل رہتے تھے۔ بڑا ہال تھا۔ بیٹھ جاتے تھے۔ آپس میں باتیں کیا کرتے تھے۔ رشتے وغیرہ بھی ہوتے تھے۔ پہلے سے سلسلہ چلا آرہا تھا۔ اس میں انصار و مہاجر وصال کے بعد جمع ہوئے یہاں حضرت ابوبکرؓ کا نام حضرت عمرؓ نے تجویز کیا اس کی تائید بہت سے لوگوں نے کی پھر ثقیفہ بنی ساعدہ میں انصار و مہاجرین نے مل کر ابوبکرؓ پر اتفاق کیا پھر مسجد نبوی میں آ کر دوبارہ اس کا اعلان کیا کہ وہاں ایسا کیا گیا ہے۔ حاضرین مسجد نے اس کی توثیق کی۔ ابوبکر صدیق کا انتخاب باقاعدہ تھا۔ جس میں ہاتھ اٹھا کر تائید کی گئی۔ اپنی رائے کا اظہار کیا گیا۔ اس سے تھوڑی مختلف صورت حال حضرت عمرؓ کی خلافت کے آغاز پر ہوئی۔ ایک الیکٹورل کالج تھا۔ اس نے حضرت عمرؓ کا نام تجویز کیا۔ پھر مسجد نبوی میں عوام نے اس کی توثیق کی۔ یہی صورت حال حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ہوئی۔ بہر حال یہ بات اپنی جگہ ثابت ہے کہ سب سے پہلے 1400 سال قبل اسلام نے انتخاب کی بنیاد رکھی۔ اب ظاہر ہے کہ اس وقت پریس نہیں تھا کہ بیلٹ پیپر چھپ سکتے ٹین کی بہتات نہیں تھی۔ کہ ڈبے بنوائے جاتے، بیلٹ بکس بنوائے جاتے اور کاغذ کے کارخانے نہیں تھے۔ لیکن ہمیں یہ بتا دیا گیا کہ انتخاب ہونا چاہیے۔ انتخاب سے کوئی شخص آتا ہے۔ تو واقعی مسلمانوں کا امیر ہے۔ بغیر انتخاب سے آتا ہے۔ تو اپنے وقت کا یزید ہے۔
شہری حقوق کا تحفظ، فرد کی آزادی کا تحفظ خلفائے راشدین کو اتنا عزیز تھا کہ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں مدینہ منورہ میں فسادیوں کی جماعتیں آرہی تھیں۔ جو سازش کر رہی تھیں، آپ کے قتل کا پروگرام بنا رہی تھیں اس قسم کی اطلاعات بھی مل رہی تھیں اور آخر میں انہوں نے آپ کے مکان کو گھیر بھی لیا تھا۔ لیکن اس سارے عرصے میں عثمان غنیؓ نے احتیاطی نظر بندی کا کوئی قانون نافذ نہ کیا۔ عثمان غنیؓ نے شبے کی بنیاد پر کسی کو گرفتار نہیں کیا اور نہ ہی خلیفہ راشد حضرت عثمان غنیؓ نے ان کی مدینہ بدری کے احکامات دیئے۔ حضرت علی

کرم اللہ وجہ کے زمانے میں بھی یہی بات رہی۔ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد آپ کے سامنے داخلی اور خارجی دونوں فتنے تھے۔ داخلی فتنہ خارجیوں کا تھا اور دوسری طرف مختلف مقامات سے بغاوت کی خبریں آ رہی تھیں۔ لیکن یہ جاننے کے باوجود کہ آپ کے قتل کے لیے ایک منظم سازش تیار ہے۔ اور قاتلوں کی جماعت ہو چکی ہے۔ کسی کی آزادی سلب نہیں کی گئی۔ بنیادی حقوق معطل نہیں کیے گئے۔ ابوبکر صدیقؓ سے لے کر علی مرتضیٰؓ تک خلافت راشدہ کا جو سنہری دور ہے۔ ایسا دور ہے کہ ہم آج بھی اس پر سر فخر سے بلند کر سکتے ہیں۔ اسلام کا نظام حکومت جسے نظام مصطفیٰ ﷺ بھی کہتے ہیں۔ اس کا پورا عکس اس دور میں ملتا ہے۔ اس کے بعد عمر بن عبد العزیزؓ کی خلافت آتی ہے۔ وہ اموی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ خلافت راشدہؓ اور آپ کی خلافت کے درمیان پورے 60 سال کا عرصہ تھا۔ اس عرصے میں جو بدعنوانیاں ہوئیں لوٹ مار مچی ہوئی تھی۔ آپ نے خلیفہ منتخب ہوتے ہی فوری طور پر اس کا ازالہ کر دیا اور حقداروں تک ان کا حق پہنچایا مظلوموں کی دادرسی کی۔ ظالموں سے بدلے لیے راشی اور بدعنوان افسر گورنروں کے عمال حکومت سے احتساب فرمایا۔ ایک مہینہ گزرنے نہیں پایا تھا کہ پھر خلافت راشدہ کی یاد تازہ ہو گئی یہ بھی دیکھا کہ زکوۃ لینے والا کوئی نہیں زکوۃ دینے والے موجود ہیں۔

معیار: حضور اکرم ﷺ نے مختلف قبائل کے درمیان یک جہتی کے لیے کیا طریق کار اختیار کیا تھا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: حضور اکرم ﷺ نے مختلف قبائل کے درمیان شادی، بیاہ اور رشتے کیے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ کسی قبیلے کو کسی قبیلے پر فوقیت نہیں اور غلے اور مویشیوں کی فراوانی کے سبب جو احساس برتری تھا۔ اس کو ختم فرما کر خود بھی اور تربیت یافتہ صحابہ کرام کی ان قبائل میں رشتے داریاں فرما کر آپس میں شیر و شکر کر دیا۔ قبائل میں برابری کا احساس پیدا کیا۔ برابری کا احساس اس سبب بھی تھا کہ نظام حکومت اور فوج میں سب شریک تھے۔ فوج میں کسی ایک قبیلہ کو یا کسی ایک علاقے کو برتری حاصل نہیں تھی۔ اس کا خاص طور پر خیال رکھا گیا کہ کسی کو کسی پر برتری کا احساس نہ ہونے پائے۔ اس نظام حکومت کی سب سے بڑی خوبی یہ بھی تھی۔ کہ لڑنے والے جہاد فی سبیل اللہ میں

مصروف رہتے تھے۔ ایمان اور تقویٰ والے مجاہدین کی جماعت مستقل طور پر سرحدوں کے دفاع میں مصروف رہتی اور جہاد کے لیے متحرک رہتی تھی۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے ملک سے باہر فتوحات تو کیں لیکن ملک کے معاملات میں مداخلت نہیں کی۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ کی شہادت، حضرت عثمانؓ کی شہادت اور حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد خلاء پیدا ہونا چاہیے تھا۔ فوج بڑا مضبوط عنصر تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان کا کام یہ نہیں ہے۔ خالد بن ولیدؓ سپہ سالار تھے۔ ان کو کبھی خیال نہ آیا کہ قبضہ کر لو۔ مسجد میں خلیفۃ المسلمین کو شہید کر دیا گیا خلا پیدا ہو گیا۔ نائب صدر کوئی نہیں۔ سپیکر کوئی نہیں بہت طاقتور جرنیل تھے۔ لیکن اسلام میں فوجی راج کا کوئی تصور ہی نہیں تھا اور نہ ہے۔ "اسلام کے عظیم المرتبت، جرنیلوں کی فہرست دیکھیے خالد بن ولیدؓ فاتح شام، عمر بن العاصؓ فاتح فلسطین یہ اور دوسرے تمام عظیم المرتبت جرنیل سمجھتے تھے کہ ہمارا کام مدینہ منورہ کی سول حکومت سے احکامات لینا ہے۔ احکامات دینا نہیں ہے۔ اسلام کے نظام حکومت سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ یہاں فوج کے کچھ فرائض ہیں۔ سول انتظامیہ کے فرائض ہیں۔ ایگزیکٹو کے فرائض ہیں۔ اس وقت عدلیہ بھی تھی۔ کوتوال شہر بھی تھا۔ گورنر بھی تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے (ظاہری) زمانے میں ہی ایک حکومتی نظام کی بنیاد رکھ دی تھی۔ لیکن اس میں انتظامیہ، عدلیہ، اور شوریٰ سب اپنے اپنے کام کرتے تھے۔ کوئی کسی کے کام میں مداخلت نہیں کرتا تھا۔

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ

"روزنامہ جنگ" کی سوالیاتی ٹیم کے سامنے

انٹرویو: سہیل وڑائچ۔ عمران یعقوب خان

76 سالہ مولانا شاہ احمد نورانی پاکستان کی سیاست میں گزشتہ تیس برس سے سرگرم ہیں۔ اس دوران انہوں نے بہت نشیب وفراز دیکھے۔ کبھی جیل کی سلاخوں کے پیچھے رہے تو کبھی منتخب اسمبلی اور سینٹ میں ان کی آواز کی بازگشت سنائی دیتی رہی۔ جمعیت علمائے پاکستان (ن) کے سربراہ کی حیثیت سے انہوں نے اپنی اصولی سیاست، علم اور تدبر سے مخالفین سے بھی لوہا منوایا۔ وہ کسی عبوری یا غیر نمائندہ حکومت میں شامل نہیں ہوئے۔ ان کے اصولی موقف کی وجہ سے ان کی جماعت کو نقصان بھی پہنچتا رہا۔ ان کے کئی قریبی ساتھی ان کا ساتھ چھوڑتے رہے۔ لیکن وہ ہمیشہ اپنے اصولوں پر ڈٹے رہے۔ مولانا نورانی کے مذہبی وسیاسی خیالات جاننے اور ان کے ذاتی حالات سے آگہی حاصل کرنے کے لیے ان سے لاہور اور کراچی میں تین نشستیں ہوئیں، جن میں انہوں نے کھل کر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور اپنے ناپسند تحفظات اور اپنے موقف کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ آیئے مولانا نورانی سے ہونے والی گفتگو کی تفصیلات پڑھیں اور ان کی شخصیت کی پرتیں کھولیں۔

جنگ: اسلامی نقطہ نظر سے فوج کا سیاست میں کیا کردار ہے؟ کیا اسلامی حکومت میں سپہ سالار سب سے طاقتور آدمی نہیں ہوتا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: نہیں، اسلامی نقطہ نظر سے فوج کا سیاست میں کوئی کردار نہیں ہونا چاہیے۔ میں اس سلسلے میں چند باتیں عرض کروں گا۔ مجھے جنرل اطہر اور چند دوسرے دوستوں کے ساتھ جنرل ضیاء الحق سے ملنے کا موقع ملا تھا۔ ہمیں جنرل ضیاء

الحق نے بلوایا تھا۔ اس وقت کے وزیرِ داخلہ محمود ہارون اور کے ایم عارف بھی موجود تھے۔ ضیاء الحق کہنے لگے کہ فوج کا کردار یہ ہے، وہ ہے۔ میں نے کہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد منتخب ہوئے تھے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔ حضرت عمر پر مسجد میں حملہ ہوا اور وہ شہید ہوئے۔ آپ تین روز تک شدید زخمی رہے۔ اس وقت عساکر اسلام کے فاتح جرنیل عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ ان میں سے کوئی اقتدار کے لیے نہیں آیا۔ فوج نے ٹیک اوور نہیں کیا۔ یہ ایران مصر اور یمن کے فاتح جرنیل تھے۔ دوسری بات یہ کہ پورے خلافت راشدہ کے دور میں فوج جنگ کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں سول انتظامیہ سے ہدایات لیتی رہی۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر کے کمانڈر انچیف تھے۔ ایڈمنسٹریشن کا حکم ملا کہ کمان ابو عبید رضی اللہ عنہ کے سپرد کریں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کمان حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی اور خود ایک سپاہی کی حیثیت سے زندگی کی آخری سانس تک لڑتے رہے۔ حضرت عمرو بن العاص سے معلوم ہوا کہ حاکمیت اعلیٰ سول ایڈمنسٹریشن کے پاس ہے۔ وہ عوام کی منتخب ہے۔ اسلامی تاریخ میں کبھی فوجی بغاوت نہیں ہوئی۔ دراصل خلافت راشدہ کا دور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ "میرے بعد خلفائے راشدین تمہارے لیے سرچشمہ ہدایت ہوں گے۔" اسلام کی تاریخ میں کہیں بھی فوج نے اقتدار پر قبضہ نہیں کیا۔ بلکہ اسلام میں فوج، سول حکومت کے احکام کی پابند ہے۔

جنگ: 1973ء کے جس آئین پر آپ نے دستخط کیے، وہ اسلامی نظام کے حوالے سے آپ کے لیے قابل اطمینان تھا، پھر آپ نے 1977ء میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک کیوں چلائی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اس کی وجہ یہ تھی کہ بھٹو صاحب کے بارے میں ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ وہ ملک میں اسلامی نظام نافذ نہیں کریں گے۔ دستور میں بہ امر مجبوری اسلام کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا تھا۔ بہ امر مجبوری یہ بھی طے ہو گیا کہ 10 سال میں تمام قوانین کو کتاب و سنت کے مطابق ڈھالا جائے گا۔ دباؤ میں آ کے مجبوراً یہ تمام باتیں

قبول کر لی گئیں۔ پھر اسی دوران مطالبے کے باوجود انہوں نے اسلامی نظام نافذ نہیں کیا۔ وہ عملی طور پر اسلام کو نافذ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ دوسری بات یہ تھی کہ ہم لوگ یہ سوچتے تھے۔ کہ اگر منصفانہ انتخابات ہو گئے اور زیادہ بہتر اور مضبوط قیادت اور اسلام کی صحیح طور پر نمائندگی کرنے والے نمائندے قومی اسمبلی میں پہنچیں گے تو عملی طور پر اسلام نافذ ہو جائے گا۔ بھٹو نے ہماری تحریک کو دھاندلی اور دھوکے بازی سے روکا۔

جنگ: اس کے بدلے میں جو حکومت لے کر آئے اس نے ملک کو جمہوریت سے مزید دور کر دیا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: بالکل، جنرل ضیاء نے نہ صرف ملک کو جمہوریت سے دور کیا بلکہ اسلام سے بھی دور کر دیا۔

جنگ: تو پھر آپ مانیں کہ 1977ء میں آپ کا تحریک چلانا ایک غلطی تھی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جنرل ضیاء کو ہم تو نہیں لائے تھے، وہ تو خود ہی آ گئے تھے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ وہ کسی کے بلانے پر آئے تھے، یہ غلط ہے۔ وہ تو خود ہی آئے تھے، انہیں مسلح افواج کی سپورٹ تھی، لہٰذا وہ آ گئے۔ جب فوجی حکمران اقتدار پر قبضہ کرتے ہیں تو کب کسی سے پوچھ کر آتے ہیں؟

جنگ: آپ سمجھتے ہیں کہ تحریک کا جو نتیجہ بنا تھا وہ غلط تھا، کیونکہ اس کے نتیجے میں بالآخر ملک میں مارشل لاء لگ گیا۔

مولانا شاہ احمد نورانی: تحریک کا جو نتیجہ بنا تھا، اس کے نتیجے میں تو بھٹو صاحب کو انتخابات میں اپنی دھاندلی کو تسلیم کرنا پڑا اور اسمبلیاں توڑنا پڑیں۔ ہماری طرف سے بھی کچھ لوگوں نے کہا جو معاہدہ ہو رہا ہے اس کی آئینی ضمانت ہونی چاہیے، یہ گارنٹی سپریم کورٹ دے سکتی ہے۔ اس پر ان سے گفتگو کرنے کے لیے دو روز کی مہلت بھی لی تھی مگر بھٹو صاحب بھی اس کو ٹال رہے تھے۔ کیوں کہ وہ مذاکرات کو چھوڑ کر مشرق وسطیٰ کے دورے پر چلے گئے تھے۔ 5 جولائی کی رات تقریباً ساڑھے بارہ بجے سردار شیر باز مزاری، سردار عبدالقیوم اور مفتی محمود میٹنگ کر رہے تھے۔ میٹنگ کے دوران ہی پتا چلا کہ مارشل لاء نافذ ہو گیا ہے اور جنرل ضیاء الحق آ گئے اور آتے ہی اعلان کیا کہ میں نظام مصطفیٰ

ﷺ نافذ کروں گا۔ اس یقین دہانی پر ہم سب مطمئن ہو گئے۔ جنرل صاحب نے پیپلز پارٹی کی مخالفت کا بھرپور فائدہ اٹھایا، لیکن ان کے اقدامات سے اسلام اور مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا۔

جنگ: اس وقت کی قومی اتحاد کی سیاسی قیادت کا فیصلہ بھی تو غلط تھا۔ اس فیصلے کے نتائج گیارہ سال تک بھگتنا پڑے۔ اس قیادت کے فیصلوں نے مارشل لاء کا راستہ ہموار کیا۔

مولانا شاہ احمد نورانی: نہیں میرے خیال میں اس وقت مارشل لاء لگانا ضروری نہ تھا۔

جنگ: ہماری اطلاع کے مطابق قومی اتحاد کے تمام راہنماؤں کو معلوم تھا کہ مارشل لاء لگنے والا ہے، اس کے باوجود سیاسی قیادت نے کوئی موثر قدم کیوں نہیں اٹھایا تھا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: سب لوگوں کو تو نہیں کچھ لوگوں کو معلوم تو تھا، لیکن میرا ذاتی خیال تھا کہ فوج نہیں آئے گی۔ میں جیل میں تھا۔ میرا کسی ایسے شخص سے ملنا جلنا نہیں تھا، جو مجھے اس قسم کی اطلاعات پہنچاتا۔ میں گوشہ نشینی کی زندگی گزار رہا تھا۔ میں آج یا ماضی میں کبھی کسی حکومتی عہدے دار کے دروازے پر نہیں گیا۔ یہ خدانخواستہ فخر کی بات نہیں ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں آج تک کبھی کسی حکمران یعنی صدر یا گورنر کے پاس اپنی خواہش پر نہیں گیا۔ صرف ایک مرتبہ یحییٰ خان سے ملنے گیا تھا۔ اس وقت میں جمعیت علمائے پاکستان کا پارلیمانی لیڈر تھا۔ میں ان دنوں سابق مشرقی پاکستان کے حالات کی وجہ سے بہت پریشان تھا اور میرے ذہن پر ایک شدید بوجھ سا تھا، تب میں صدر سے ملنے راولپنڈی گیا تھا۔ میں نے ان سے یہ بات کی کہ آپ اسمبلی کا اجلاس ملتوی نہ کریں، اس کے نتائج اچھے نہیں نکلیں گے۔ میں مشرقی پاکستان کا دورہ کر کے آیا ہوں اور اگر یہ اجلاس ملتوی کیا گیا تو وہ لوگ بھڑک جائیں گے اور اس سے حالات خراب ہو جائیں گے۔ یحییٰ خان کہنے لگے کہ بھٹو صاحب اکثریتی پارٹی کے راہنما ہیں۔ میں نے کہا کہ اکثریتی اقلیتی پارٹی کی بات نہ کریں۔ جس پارٹی کی قومی اسمبلی میں اکثریت ہے وہ اکثریتی پارٹی ہے۔ اس طرح تو اور لوگ بھی ہیں۔ ہماری پارٹی کے آٹھ ممبر ہیں۔ مفتی محمود صاحب کے

سات ممبر ہیں، جماعت اسلامی کے بھی چار ممبر ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے آزاد ارکان بھی ہیں۔ اور اگر مغربی پاکستان کے کچھ لوگ یہ مطالبہ کر بھی رہے ہوں تو آپ کو تو اکثریتی پارٹی کو دیکھنا چاہیے۔ اس اکثریتی پارٹی (عوامی لیگ) نے تو اجلاس ملتوی کرنے کا مطالبہ نہیں کیا ہے۔ میں اس مسئلے پر بات کرنے صدر یحییٰ خان کے پاس گیا تھا۔ اس کے بعد میں آج تک کسی سربراہ حکومت کے پاس نہیں گیا۔ ہاں میں ایک مرتبہ صدر فاروق خان لغاری سے ملنے گیا تھا۔ فاروق لغاری جب آکسفورڈ یونیورسٹی میں پڑھتے تھے، میری ان سے اس وقت سے شناسائی ہے۔ میں خود بھی آکسفورڈ جاتا رہتا تھا۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کی مسلم اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن، عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے کراتی رہتی تھی۔ ان جلسوں میں تقریر کرنے کے لیے مجھے اور افریقہ کے ایک عالم کو بلایا جاتا تھا۔ جب میں وہاں تقریر کرنے جاتا تو فاروق لغاری مجھے اپنے ہاں آنے کی دعوت دیتے تھے، لہٰذا ہماری ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ بعد میں انہوں نے پیپلز پارٹی میں شمولیت اختیار کر لی۔ پھر وہ سینیٹ کے رکن منتخب ہوئے، میں بھی ان دنوں سینٹ کا رکن تھا۔ جب وہ ملک کے صدر بنے تو میں ایک مرتبہ ان سے ملنے گیا تھا۔

جنگ: آپ کے خیال میں مسئلہ کشمیر جنگ سے حل ہوگا یا اس مسئلے کے حل کے اور بھی طریقے موجود ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: مسئلہ کشمیر کے ضمن میں بنیادی بات یہ ہے کہ 1948ء میں خود بھارت اقوام متحدہ میں گیا۔ اقوام متحدہ کی قرارداد کے مطابق کشمیر میں استصواب رائے ہونا تھا اور اس کے لیے کمشنر کا تقرر ہونا تھا۔ بھارت اور پاکستان دونوں کی فوجوں نے کشمیر خالی کرنا تھا اور وہاں اقوام متحدہ کی فوج تعینات ہونی تھی۔ اس کے بعد وہاں انتخابات کے نتائج کے تحت کشمیریوں کی رائے کا احترام کرتے ہوئے کشمیر کو اس ملک کے حوالے کر دینا تھا جس سے الحاق کا وہ فیصلہ کرتے۔ لیکن بھارت نے اس قرارداد پر عمل نہیں کیا۔ اس کے بعد انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ چوں کہ پاکستان سیٹو، سینٹو اور بغداد پیکٹ کا رکن ہو گیا ہے، لہٰذا حالات بدل گئے ہیں اور اقوام متحدہ کی قرارداد پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے بعد مسئلہ کشمیر سرد خانے میں چلا گیا۔ صدر ایوب کے زمانے میں مسئلہ کشمیر کو

کچھ اہمیت حاصل ہوئی، مگر اس کا نتیجہ بھی کچھ نہ نکلا۔ میرا خیال ہے کہ 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں کشمیر کے لوگوں نے ہمارا ساتھ نہیں دیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ یہاں اقوام متحدہ کی نگرانی میں استصواب ہو ہی جائے گا۔ پھر پاکستان سے کچھ لوگ بھی بھجوائے گئے۔ بعد ازاں بھارت نے کشمیر کے اسٹیٹس کو تبدیل کیا اور وہاں وزیر اعظم کے عہدے کو ختم کر دیا گیا۔ الیکشن میں دھاندلی ہونے لگی۔ مزے کی بات یہ ہے کہ بھارت کے اپنے انتخابات میں دھاندلی نہیں ہوتی تھی، لیکن مقبوضہ کشمیر میں شیخ عبداللہ کی پارٹی کو کامیاب کرانے کے لیے ہر جتن کیا جانے لگا۔ تب کشمیر کے لوگ ہندوستان سے مایوس ہو گئے اور آخر کار بھارتی مظالم سے تنگ آ کر 1989ء میں انہوں نے ہتھیار اٹھا لیے۔ دوسری بات یہ کہ بھارت کشمیر کے ساتھ نو آبادیات جیسا سلوک کرتا تھا۔ جب کشمیریوں نے ہتھیار اٹھا لیے تو آزاد کشمیر سے بھی ان کو حمایت ملنی شروع ہوئی۔ پاکستان کی حکومت نے بھی کشمیریوں کی اخلاقی مدد میں خاطر خواہ اضافہ کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلے پر جنگ ہونی چاہیے اور کشمیر کو کسی بھی طور پر ہندوستان کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑنا چاہیے۔

جنگ: کیا ہم جنگ میں کامیاب ہو کر کشمیر آزاد کروا لیں گے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ہم نے خود کامیابی کا موقع ضائع کیا۔ بھارت ہمیشہ موقع سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ ہم مشرقی پاکستان میں مکتی باہنی سے نمٹنے میں مصروف تھے، بھارت نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور وہ مشرقی پاکستان میں گھس آیا جب کہ 1962ء میں چین کے ساتھ بھارت کا تصادم ہو رہا تھا تو ہم نے کینیڈی صاحب کے کہنے پر موقع ضائع کر دیا۔ وہ مسئلہ کشمیر حل کرنے کا بہترین موقع تھا۔ ہم نے امریکہ کا کہنا مانا اور کشمیر میں کچھ کرنے کا موقع کھو دیا۔

جنگ: کیا پاکستان کا موجودہ آئین اسلامی ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: 1973ء کا آئین اپنی ساخت اور فریم ورک کے لحاظ سے اسلامی ہے۔ اس آئین میں کسی قسم کی ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر اسی آئین پر عمل کر لیا جائے تو یہ عین اسلام کے مطابق ہوگا۔ بنیادی بات یہ ہے کہ تمام قوانین کو کتاب و سنت کے سانچے میں ڈھال دیا جائے۔ اس وقت ہمارے پینل کوڈ کو تبدیل

کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے ہاں ابھی تک برٹش پینل کوڈ اور انڈین پینل کوڈ چل رہا ہے۔ اس میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ اس پر کام ہو رہا تھا بلکہ مکمل ہو چکا ہے۔ "اسلامی نظریاتی کونسل" کے قیام کا مقصد بھی یہی تھا کہ یہ کونسل تمام قوانین کو کتاب و سنت کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے سفارشات پیش کرے گی۔ مزید یہ کہ مستقبل میں ہونے والی قانون سازی کو بھی اسلام کے مطابق بنانے کے لیے پارلیمنٹ کے مشاورتی ادارے کے طور پر کام کرے۔ اس کی تمام رپورٹیں تیار ہیں، جس کے مطابق تمام کے تمام قوانین خواہ وہ دیوانی ہوں یا عدالتی، اسلامی سانچے میں ڈھالے جا چکے ہیں، لیکن وہ سرد خانے میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کو قومی اسمبلی میں پیش کیا جانا تھا مگر ایسا نہ ہو سکا۔

جنگ: کیا آپ پارلیمانی نظام کو اسلامی سمجھتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اسلام نے پارلیمانی یا صدارتی نظام پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ جو نظام کسی ملک کے لیے مناسب ہو وہ اختیار کیا جا سکتا ہے، مگر وہاں شوریٰ یعنی مشورہ ہو اور یہ شوریٰ الیکشن کے ذریعے منتخب ہو گی۔

جنگ: جنرل ضیاء کو علامتی سزا نہیں ملنی چاہیے، جس طرح برطانیہ میں کرام ویل کو دی گئی تھی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: بالکل ملنی چاہیے، برطانیہ میں علامتی سزا دی گئی، لیکن وہاں پارلیمنٹ اور بادشاہت کی بالادستی تھی۔ وہاں پارلیمنٹ کامیاب ہوئی، لیکن اس کے لیے بڑی قربانیاں دینا پڑیں اور لندن کی سڑکوں پر بہت خون بہا۔ یہاں بھی پارلیمنٹ کی بالادستی کے لیے قربانی دینا پڑے گی۔ یہاں اگر فوج نے زیادتیاں کی ہیں تو سیاست دانوں نے بھی بے پناہ زیادتیاں کی ہیں۔ ہمارے سیاست دانوں نے ملک اور اسلام کی بالادستی کے لیے کام ہی نہیں کیا۔

جنگ: بھٹو کی پھانسی پر آپ کا کیا ردعمل ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: میں نے اس وقت بھی کہا تھا، اب پھر کہتا ہوں کہ بھٹو کی پھانسی کا فیصلہ غلط تھا۔ میں نے اس وقت بھی یہ بات کہی تھی اور شاید میری واحد آواز تھی جو بھٹو کی پھانسی کے خلاف بلند ہوئی تھی۔ باقی سب لوگ تو ضیاء الحق کے

ساتھ تھے۔

جنگ: آپ کی نظر میں بھٹو کی پھانسی کیوں غلط تھی؟ کیا وہ واقعی قیمتی آدمی تھے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: قیمتی اس اعتبار سے تھے۔ کہ وہ پاکستانی تھے۔ اور کسی شخص کو خواہ مخواہ گناہ کے الزام میں شک میں پھانسی دینا درست نہیں ہے۔ یہ درست ہے کہ ان سے بہت غلطیاں سرزد ہوئیں۔ ان میں غصہ بہت تھا اور وہ پورے ملک کو جاگیردارانہ طور پر چلانا چاہتے تھے۔ "ہٹا دو، فکس کر دو، مار دو" یہ ان کا اسٹائل تھا۔ لیکن وہ ایک سیاسی اور قومی راہنما تھے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ملک کے لیے ان کی بہت خدمات تھیں۔ 1973ء کا آئین بنانا، قادیانیوں کا مسئلہ طے کرنا، ایٹمی پروگرام شروع کرنا، اسلام کو سرکاری مذہب قرار دینا پھر اس کا ساتھ دینا۔ یہ سب بھٹو صاحب کے کارنامے تھے۔ ہیوی کمپلیکس، ٹیکسلا اور ایروناٹیکل کمپلیکس، کامرہ دفاعی پیداوار کے حوالے سے بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ سب بھٹو کے کارنامے ہی ہیں۔ مجھے یہ باتیں اس لیے یاد ہیں کہ میں ان دنوں پارلیمنٹ کی دفاعی کمیٹی کا رکن تھا اور ان اداروں کے قیام کے سلسلے میں بھٹو نے بہت کام کیا تھا۔

جنگ: قومی اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے آپ کی کارکردگی کیسی رہی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: میں یہ سمجھتا ہوں کہ مرحوم ذوالفقار علی بھٹو سیکولر قوتوں کے نمائندے اور سوشلسٹ تھے۔ ملک کی تمام سیکولر اور سوشلسٹ قوتیں ان کے گرد اکٹھی ہو گئی تھیں، جن میں جے اے رحیم اور شیخ رشید وغیرہ تھے۔ جن سے ہمارے قومی اسمبلی کے اندر معرکے بھی ہوئے۔ ہم نے شیخ رشید کو چیلنج کیا تھا کہ سوشلزم اس ملک کے دستور میں شامل نہیں ہوگا۔ وہ بے چارے زندہ ہیں، اللہ ان کو صحت دے۔ اس وقت کوئی کفر اور اسلام کا جھگڑا نہیں تھا۔ لیکن ہم نے کہا کہ نہیں یہ ریاست اسلام کے نام پر وجود میں آئی ہے اور اسلام اس ملک کا سرکاری مذہب ہوگا۔ شیخ رشید کی مخالفت کے باوجود میں نے جو ترمیم پیش کی بھٹو صاحب نے اسے تسلیم کیا کہ مولانا ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ بھئی اس بچے کا ایک نام رکھو، پاکستان ایک ملک ہے اس کا نام رکھو "اسلامی

جمہوریہ پاکستان" اس بچے کا مذہب اسلام ہے، اور وہ مان گئے۔ یحییٰ بختیار نے بھی اس مسئلہ پر ہماری حمایت کی۔ ہماری دستور کے سلسلے میں ایک خصوصی میٹنگ ہوئی تھی اور بعد میں ہم نے اس پر دستخط بھی کیے اور یہ میٹنگ 6 روز تک چلتی رہی۔ اس میں، میں، شیر باز مزاری، مفتی محمود سمیت اپوزیشن کے چار رہنما تھے۔ اور حکومت کی طرف سے جے اے رحیم، شیخ رشید، عبدالحفیظ پیرزادہ اور یحییٰ بختیار صاحب (اٹارنی جنرل) تھے، الحمد للہ انہوں نے ہماری سب باتیں مان لیں۔ اسی طرح سے بعد میں قادیانیوں کا مسئلہ آیا۔ الیکشن میں قادیانیوں سے پیپلز پارٹی کو بہت سپورٹ ملی تھی۔ وہ تو انہیں اقلیت قرار دینے کو تیار نہیں تھے، لیکن جب میں نے قرارداد پیش کی تو الحمد للہ ان کو ماننا پڑا۔ اس پر بحث چلی۔ پیپلز پارٹی والے کہنے لگے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ لیکن میں نے بھٹو صاحب سے کہا کہ آپ وزیراعظم ہیں، اس ملک کے سربراہ ہیں، اگر کوئی دوسرا شخص کھڑا ہو جائے کہ جی میں بھی وزیراعظم ہوں تو ظاہر ہے کہ میں یہ کہوں گا کہ پاگل ہے یا غدار ہے، اس پر مقدمہ چلاؤ، تو ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا مسئلہ ہے۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں، کوئی رسول نہیں۔ مگر ایک شخص اٹھ کر کہتا ہے میں نبی ہوں الحمد للہ بھٹو صاحب نے اس سے اتفاق کیا۔ اس مسئلے پر عبدالحفیظ پیرزادہ اور یحییٰ بختیار دونوں ہمارے بہت بڑے سپورٹر تھے۔ چنانچہ اس پر ہمارا معاہدہ ہوا، جس کو بڑی شہرت ملی۔

جنگ: اس وقت قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد کو قومی اسمبلی میں موقع دیا گیا تھا کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ موقع ان کی صفائی کے لیے کافی تھا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جی مرزا ناصر احمد کو اس لیے موقع دیا گیا تھا، کیونکہ قومی اسمبلی کے اسپیکر صاحب زادہ فاروق علی نے مجھ سے کہا کہ تم نے کیا مصیبت کھڑی کر دی۔ اسمبلی میں جب بجٹ منظور ہوا تو اس کے بعد میری تحریک پیش ہو گئی کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔ صاحب زادہ فاروق علی کہنے لگے کہ پارلیمنٹ کی نہیں، یہ تو دارالعلوم یا دینی مدرسے کی بحث ہے کہ مولویوں نے فتویٰ دے دیا کہ فلاں کافر ہے تو بس ٹھیک ہے۔ آپ اس مسئلے کو اسمبلی میں کیوں لانا چاہتے ہیں؟ پھر انہوں نے بتایا کہ مرزا ناصر اور لاہوریوں کے گروپ کے ٹیلی گرام آگئے ہیں کہ انہیں بھی موقع دیا جائے۔ میں

نے کہا کہ بالکل دینا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیسے ہوگا، پھر تو پارلیمنٹ میں مناظرہ ہو جائے گا؟ میں نے کہا کہ آپ کے پاس رولز موجود ہیں۔ اس میں "پارلیمنٹ ان کیمرا" آپ بلا لیجئے کوئی گڑ بڑ نہیں ہوگی۔ صرف اراکین کی موجودگی میں بحث کرا لی جائے۔ اس وقت ساری بحث کے نکات یحییٰ بختیار صاحب نے تیار کیے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے بہت محنت کی۔ رات کے دو دو، تین تین بجے تک انہوں نے قادیانیوں سے پوچھے جانے والے سوالات تیار کیے۔ ہم ان کو بتاتے تھے۔ کہ قادیانیوں کے یہ عقائد ہیں اور پھر وہ اس سے سوال تیار کرتے تھے۔ اسمبلی میں بھی ہم سب کی طرف سے وہی بات کرتے تھے۔ اور سوال کرتے تھے۔ اور مرزا ناصر جواب دیتا تھا۔ ہم رات کو نکات یحییٰ صاحب کو لکھ کر دے دیتے تھے۔ ہمارے ساتھ ظفر احمد انصاری بھی تھے۔ اور عبدالحفیظ پیرزادہ بھی۔ پھر یحییٰ خان ان کی چھان پھٹک کرتے کہ یہ سوال مناسب رہے گا یا نہیں۔ ہمیں یہ ثابت کرنا تھا کہ ربوہ دراصل ریاست کے اندر ایک مرزائی ریاست ہے۔ ہم نے سیاسی پوائنٹ بھی بہت لیے۔ مثلاً پاکستان میں جب پاسپورٹ بنوائیں تو اس پر یہ مہر لگتی ہے کہ سوائے اسرائیل کے تمام ممالک کے لیے کارآمد ہے۔ لیکن یہ قادیانی اسرائیل کیسے جاتے ہیں؟ ان کا تل ابیب میں ہیڈ کوارٹر ہے اور یہودیوں نے انہیں اجازت دی ہوئی ہے۔ اس کے ثبوت کے طور پر ہم نے "الفضل" کے سارے پرچے اور ڈاک کے پتے جمع کر لیے اور یحییٰ بختیار کو دیئے۔ جب انہوں نے مرزا ناصر سے پوچھنا شروع کیا کہ تل ابیب اور اسرائیل کی حکومت سے آپ کا کیا تعلق ہے، آپ کا وہاں دفتر ہے تو وہ ان تمام باتوں سے انکار کر گیا، تو پھر یحییٰ بختیار صاحب نے وہ تمام رسالے اور پتے جو ہم نے ان کو دیئے تھے، پیش کئے تو اسے ماننا پڑا کہ ہاں وہاں کچھ لوگ اپنے طور پر کام کر رہے ہیں۔ مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ قادیانیوں کے یہودیوں کے ساتھ خصوصی تعلقات ہیں اور یہودیوں نے ان کو پناہ دے رکھی ہے، جو وہاں کے بسنے والے ہیں۔ مقامی عرب باشندوں کو تو وہ مار مار کر نکال رہے ہیں، لیکن قادیانیوں کو وہاں آباد کیا جا رہا ہے۔ کئی سو کی تعداد میں قادیانیوں کو انہوں نے وہاں بسایا ہے، جنہوں نے وہاں عمارتیں حاصل کر رکھی ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف سازش کرنے کے لیے یہودی ان کو استعمال کر رہے ہیں۔ ہم نے بھی

ایک پہلو بتایا کہ جب پاکستان بن گیا تو انہوں نے ربوہ الگ جگہ لی ہے اور پنجاب کے پہلے گورنر، سر فرانسس موڈی نے ان کو ایک آنے گز پر وہ ساری زمین دی، جو کئی سو ایکڑ زمین ہے۔ سر ظفر اللہ خان اس وقت وزیر خارجہ تھے۔ اس پوزیشن کا انہوں نے فائدہ اٹھایا۔ ہم نے یہ ساری چیزیں اسمبلی میں ثبوت کے طور پر پیش کیں۔ بھٹو صاحب بھی مان گئے اور پیپلز پارٹی نے ہماری مدد کی۔ اس وقت سیکولر قوتیں اکٹھی ہوگئی تھیں، چنانچہ ہم نے اسمبلی میں جاتے ہی محاذ بنا لیا۔ تمام دینی جماعتوں کو ساتھ ملا کر مولانا مفتی محمود، پروفیسر عبدالغفور اور میں یعنی جمعیت علمائے پاکستان، جمعیت علمائے اسلام، جماعت اسلامی تینوں جماعتیں متحد ہوگئیں۔ آزاد ارکان سے سردار شیر باز مزاری اور الٰہی بخش سومرو کے والد مولا بخش سومرو مرحوم یہ سب بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ہم نے 32 ارکان کے دستخط سے قرارداد پیش کی کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔

جنگ: آپ نے زندگی کے 54 سال پاکستان میں گزارے، سب سے زیادہ دکھ کس بات پر محسوس کیا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: سب سے زیادہ دکھ مشرقی پاکستان کے سانحے کا ہوا تھا۔ میں اس وقت وہیں تھا اور قومی اسمبلی کا رکن تھا۔ ہمیں اس وقت یحییٰ خان نے اپنے ساتھ میٹنگ کے لیے بلایا تھا، اس میٹنگ میں ولی خان اور مفتی محمود بھی تھے۔ اس زمانہ میں ہمیں دھمکیاں بھی دی گئیں کہ اگر آپ گئے تو ٹانگیں توڑ دیں گے، لیکن ہم لوگ نہیں مانے اور مشرقی پاکستان چلے گئے۔ اس زمانے میں حالات کافی خراب تھے، جنہیں دیکھ کر دکھ بھی ہوتا تھا، پھر ہمیں واپس بھیج دیا گیا، اجلاس ملتوی ہوگیا۔ اس کے بعد پھر ہمیں یحییٰ خان نے ہنگامی طور پر بلوایا اور خصوصی طیارے میں بٹھا کر براستہ کولمبو مشرقی پاکستان پہنچا دیا گیا۔ اس وقت وہاں لوگ ایک دوسرے کے جانی دشمن بنے ہوئے تھے۔ ظاہر ہے وہ حالات بہت تکلیف دہ تھے۔ اور بہت گہرا صدمہ تھا۔ کسی اور بات پر اتنا دکھ نہیں ہوا۔

جنگ: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اب پاکستان کے حالات ٹھیک ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: موجودہ حالات پر بھی دکھ ہوتا ہے، لیکن اس وقت زیادہ دکھ ہوا تھا۔ مشرقی پاکستان کے سانحے کے بعد اب یہ دوسرا موقع ہے۔ روز بروز

حالات تکلیف دہ اور خطرناک ہوتے جا رہے ہیں۔ پھر بھی اتنا دکھ محسوس نہیں کرتا، جتنا اس وقت محسوس کیا تھا۔ آج لاجسٹک سہولتوں کے نام پر امریکہ کو ہوائی اڈے دیئے گئے ہیں۔ اس سے ہماری ایٹمی قوت خطرے میں ہے۔ بھارت میں بی جے پی کی حکومت ہے، ان کے بارے میں کوئی بات نہیں کرتا کہ وہاں ایٹمی قوت انتہا پسندوں کے ہاتھ لگنے کا ڈر ہے۔ وہاں کسی بھی وقت ایٹمی قوت پر انتہا پسندوں کا قبضہ ہو سکتا ہے۔ بی جے پی والے کٹر ہندو ہیں، لیکن پاکستان کے بارے میں سب لوگ بات کرتے ہیں اور یہاں کے خالص مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ پاکستان واحد اسلامی ایٹمی ملک ہے۔ آج کی کافر دنیا اس کی ایٹمی طاقت کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ ہندو کے پاس انہیں ایٹم بم گوارہ ہے، لیکن مسلمانوں کے پاس گوارہ نہیں۔ اگر ایٹم بم یہودی کے پاس ہو تو وہ یہودی بم نہیں ہوگا، اگر ہندو کے پاس ہوگا تو وہ ہندو بم نہیں ہوگا، لیکن اگر مسلمان کے پاس ایٹم بم ہوگا تو اس کو وہ اسلامی بم کہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ لوگ مسلمانوں کی ایٹمی طاقت ختم کرنے کے لیے ایک منظم طریقے سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ اگرچہ اس کے اثرات بظاہر سامنے نہیں آئے، لیکن آگے چل کر سامنے آ سکتے ہیں۔

جنگ: آپ کو پاکستان میں ہجرت کیے ہوئے 54 سال ہو گئے۔ آپ پاکستان میں کس بات پر سب سے زیادہ اطمینان محسوس کرتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: سب سے زیادہ اطمینان اس وقت ہوا جب ہم نے 1973ء کا متفقہ آئین بنایا۔ پاکستان بننے کے بعد سیکولر قوتیں اکٹھی ہو رہی تھیں، اس لیے خدشہ تھا کہ یہ لوگ پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ نہ بنا دیں۔ اس طرح جو جدوجہد برصغیر کے مسلمانوں نے کی تھی، اس پر پانی پھر جاتا۔ مجھے اس لیے سب سے زیادہ خوشی آئین بننے پر ہوئی۔ 1956ء کے آئین میں ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان تو تھا لیکن اس پر عملی مظاہرہ نہیں کیا گیا۔ بعد میں یہاں سوشل ازم کے نعرے لگنا شروع ہوئے، پھر بھاشانی صاحب میدان میں آ گئے اور سوشلسٹ عناصر پر مشتمل لادینی قوتوں نے بھی جدوجہد شروع کر دی۔ تب ہم نے سوچا کہ یہاں کچھ کرنا چاہیے۔ خاموش نہیں بیٹھنا چاہیے۔ پھر ہم نے 1970ء میں قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا اور 1973ء میں آئین مکمل کیا۔ سب سے خوشی کی بات

یہ تھی کہ اس آئین میں اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب قرار پایا اور قادیانی فتنے کا سدباب کیا گیا۔ آزادی کے بعد سے قادیانی اس ملک کو اپنی اسٹیٹ بنانے کے لیے مصروف ہو گئے تھے۔ وہ ایک اقلیت ہوتے ہوئے بھی ملک پر قابض ہونا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے ایک منظم پروگرام کے تحت اپنے لوگوں کو مختلف محکموں میں بھرتی کروانا شروع کر دیا تھا تاکہ ان کے ذریعے ملک پر قبضہ کر سکیں۔ اس آئین نے ان کا بھی راستہ روکا، قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے اور اسلام سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔ یہ بات باقاعدہ آئین میں لکھی گئی۔

جنگ: آپ سمجھتے ہیں کہ 1973ء کا آئین بنانا بہت بڑا کارنامہ تھا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: سب سے بڑا اطمینان ہی اس بات کا ہوا کہ اسلام اس ملک کا سرکاری مذہب قرار پایا یعنی سیکولر قوتوں کا راستہ رک گیا۔

جنگ: آپ کی طرف سے طالبان کی حمایت کچھ ناقابل فہم تھی کیوں کہ اسلام کا جو تصور طالبان پیش کرتے رہے، شاید آپ اس سے اتفاق نہیں کرتے اور نہ ہی وہ پاک و ہند کے بریلوی سواد اعظم کی تشریحات پر پورا اترتے تھے۔ اس حوالے سے آپ کیا فرمائیں گے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: پاکستان میں جو نظام چل رہا ہے، وہ بھی اسلام کے مطابق نہیں ہے، یعنی یہاں جس طرح سے بے حیائی اور بے پردگی ٹیلی ویژن پر ہے، یورپ کے ٹیلی ویژن میں اور یہاں کے ٹیلی ویژن میں بظاہر تو کوئی فرق نہیں ہے اور جہاں تک یہ بات ہے کہ طالبان کا نظام اسلام کے مطابق نہیں تھا تو پاکستان کا نظام بھی اسلام کے مطابق نہیں ہے۔

جنگ: مثلاً طالبان کی کون سی باتیں غلط تھیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: مثلاً یہ کہ انہوں نے زبردستی داڑھی رکھنے کا حکم دے دیا۔ اسلام میں اس بارے میں کوئی زبردستی کا حکم نہیں ہے۔ ہاں ایسا ماحول پیدا کیا جائے، جیسا حضور ﷺ نے مدینہ کی اسلامی ریاست میں پیدا فرمایا تھا کہ لوگ خود بخود اس پر عمل پیرا ہوئے اور بعض چیزیں اور بھی ہو سکتی ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ

اسلام سے خارج ہو گئے تھے۔ انہوں نے بہت سی اسلامی قدروں کو اپنایا اور نافذ کیا۔

جنگ: بعض افراد کہتے ہیں کہ افغانستان پہلی دیوبندی ریاست تھی اور سوادِ اعظم بریلوی مسلک کے راہنما کی حیثیت سے آپ کی طرف سے ان کی حمایت کچھ ناقابل فہم تھی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: میں سمجھتا ہوں کہ طالبان نے دیوبندی ریاست بنائی۔ حالانکہ افغانستان مسلمانوں کی ریاست تھی۔ طالبان کبھی نہیں کہتے کہ وہ دیوبندی ہیں۔ ان کے ہاں باقاعدہ فاتحہ خوانی اور ختم شریف ہوتے ہیں، وہ باقاعدہ مزاروں پر جاتے تھے۔ صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی کے پیروکار ہیں۔ وہ دیوبندی نہیں تھے، ایسے ہی چند دیوبندی مولویوں کو دیکھ کر زبردستی ان کو کہا گیا ہے کہ وہ دیوبندی ہیں۔

جنگ: پاکستان میں تو لوگوں کا عام خیال بھی ہے کہ طالبان دیوبندی مدرسوں کے پڑھے ہوئے ہیں اور دیوبندی ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جہاں تک دیوبندی مدرسوں میں پڑھنے کی بات ہے تو دیوبندی اور بریلوی مکتبہ فکر میں جو اختلافات ہیں، وہ سب اردو میں ہیں اور طالبان نہ اردو جانتے ہیں نہ اردو کی کتابیں پڑھتے ہیں ان کا ایسی کتابوں سے کوئی تعلق نہیں۔ ایسی اختلافی کتابیں اردو زبان میں ہیں مثلاً دیوبند کے بعض علماء سے بریلوی علماء کو اختلاف ہے اور جن عبارتوں پر اختلاف ہے، وہ سب اردو میں ہیں۔

جنگ: کیا آپ بھی دارالعلوم دیوبند کے بارے میں یہی سمجھتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ناواقف لوگ یہی سمجھتے ہیں، میں نہیں سمجھتا۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ انگریزوں نے اس مدرسے کو قائم کیا اور اس سے اختلاف پیدا ہوئے۔ لیکن بہر حال ہم ان کو برداشت کر رہے ہیں اور قومی مفاد میں ان کے ساتھ ایسے ہی چلتے ہیں جیسے دوسرے مذاہب کے ساتھ۔ اس وقت اسلام کا اجتماعی مفاد یہی ہے۔ پاکستان میں اسلامی ریاست کے قیام کا مفاد ہمارے پیش نظر ہے اور اس کے لیے مل جل کر جدوجہد کرنا ہوگی۔

جنگ: کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ بریلوی حضرات صوفیاء کے پیروکار ہیں اور امن پر یقین رکھتے ہیں، اسی لیے بریلوی، جہاد میں متحرک نہیں ہیں؟ مولانا فضل الرحمٰن اور قاضی حسین احمد دونوں سے بات ہوئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ بریلوی مکتب فکر کے لوگ جہاد میں کم ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: علمائے بریلی نے انگریز کے خلاف جہاد کیا تھا۔ مولانا فضل حق خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے انگریز کے خلاف فتویٰ جہاد دیا، جہاد کیا اور کالے پانی کی سزا بھی قبول کی۔ اسی طرح علامہ مدراسی اور مولانا شاہ عنایت کاکوروی رحمتہ اللہ علیہ کو پھانسی دی گئی انگریزوں کے خلاف جہاد کیا۔ ہم نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا۔ جب انگریزوں کی حکومت مستحکم ہوگئی تو تحریک خلافت کے پلیٹ فارم پر تمام علمائے اہلسنّت موجود تھے۔ اور جہاد کے فتوے بھی موجود تھے۔

جنگ: کشمیر اور افغانستان میں بریلوی مکتب فکر کے جہادیوں کی تعداد کم ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ہاں (طنزیہ انداز میں) اب آیئے کشمیر کے سلسلے میں ہم نے تو یہ فتویٰ نہیں دیا تھا کہ کشمیر میں جہاد نہیں ہے؟ اور یہ حرام کی موت ہے؟

جنگ: تو پھر کس نے یہ فتویٰ دیا تھا؟ وضاحت کریں۔

مولانا شاہ احمد نورانی: جنہوں نے آپ سے یہ کہا ہے، آپ انہی سے پوچھئے کہ مولانا مودودی صاحب کا فتویٰ کیا تھا؟ اب تو کشمیر اور افغانستان میں فتوے کے خلاف سب کچھ ہو رہا ہے (قہقہہ) ہم نے تو کشمیر میں پہلے دن جہاد کیا۔ علامہ ابو الحسنات صاحب قادری، یہیں لاہور سے کشمیر تشریف لے گئے اور یہاں سے ہر دوسرے تیسرے ہفتے وہاں جنگی سامان لے کر جاتے، مجاہدین کی مدد کرتے اور بھرتی کرتے تھے۔ دو لاکھ قبائلی کشمیر گئے وہ سنی ہی تھے۔ بریلوی تھے۔ ان کی قیادت پیر آف مانکی شریف، پیر آف زکوڑی شریف نے کی تھی۔ پیر کرم شاہ صاحب کے والد ماجد (مولانا پیر محمد شاہؒ)، علامہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ، علامہ عبدالحامد بدایونی اور پیر فضل شاہ صاحب، یہ سب نہ صرف مریدین کو بھرتی کر کے جہاد کے لیے بھجواتے بلکہ خود بھی جہاد پر جاتے تھے۔ ایک بھی دیوبندی مجاہد

کشمیر نہیں گیا بعد میں کشمیر میں خود جہاد نہیں ہوا۔ پھر یہ انتظار ہوتا رہا کہ اب مسئلہ حل ہو گا۔ اس کے بعد کشمیری مجاہدین نے خود جہاد شروع کر دیا اور یہاں کی کئی تنظیمیں اس میں لگ گئیں۔ پھر اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے اس میں کوئی زیادہ دلچسپی نہیں لی اور ہم یہ سمجھتے رہے کہ ٹھیک ہے چل رہا ہے، چلیے دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے، لیکن بعد میں سنی جہاد کونسل بنی اور اس نے جہاد میں حصہ لیا، لیکن یہ زیادہ نمایاں نہیں تھا۔ ہم نے کشمیری ذرائع کو زیادہ استعمال نہیں کیا اور اسی طرح سے ملک گیر سطح پر چندہ بھی حاصل نہیں کیا۔

جنگ: یعنی ....؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جہاد کشمیر کے لیے ملک گیر سطح پر چندہ اکٹھا کرنا، لوگوں سے پیسے اکٹھے کرنا اور کہنا کہ آؤ بھئی جہاد فنڈ میں پیسے دو، یہ کام ہم نے نہیں کیا۔ اس لیے زیادہ شہرت بھی نہیں ہوئی۔ ہم مقامی طور پر کام کرتے رہتے تھے۔ اور اب بھی کرتے ہیں۔ کشمیر کی فرنٹ لائن پر ہم جاتے ہیں، میں خود پچھلے سال بھی گیا تھا اور مقبوضہ کشمیر میں مولانا عتیق الرحمٰن بھی، جو اسمبلی کے رکن ہیں، وہ ہماری جمعیت علمائے جموں و کشمیر کے صدر بھی ہیں۔

جنگ: آپ کے مخالفین کہتے ہیں کہ افغانستان کے جہاد میں آپ کا کوئی کردار نہیں رہا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: آپ ان سے پوچھیے کہ سید احمد گیلانی، مولانا نبی محمدی اور صبغت اللہ مجددی جہاد کی فرنٹ لائن پر تھے، یہ کون لوگ ہیں؟ یہ سب ہمارے مکتب فکر کے لوگ ہیں۔ یہ افغانستان کے رہنے والے تھے۔ اور ہم ان کی مدد کر رہے تھے۔ سید احمد گیلانی تو بغداد شریف کے پیر صاحب ہیں اور یہ خاندان ڈیڑھ سو سال پہلے وہاں جا کر آباد ہو گیا تھا۔ یہ بھی درود و سلام پڑھنے والے لوگ ہیں۔ افغانستان کے جہاد میں ہمارا ان جماعتوں سے رابطہ رہتا تھا۔ ہم نے کوئی الگ جماعت نہیں بنائی بلکہ جن کے متعلق ہمیں معلوم تھا کہ یہ اچھے اور دیانت دار لوگ ہیں اور کام کر رہے ہیں، ان ہی کی ہم مدد کرتے تھے۔ اور وہ اس بات کے شاہد ہیں

جنگ: کیا افغانستان جہاد کے بارے میں آپ کے کوئی تحفظات تھے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: نہیں تحفظات نہیں تھے۔ بلکہ جان بوجھ کر ہمیں الگ رکھنے کی کوشش کی گئی۔ کیوں کہ اس زمانے میں آپ کو معلوم ہے کہ ضیاء الحق صاحب سے ہماری کچھ کھٹ پٹ رہی تھی۔ تو جن جماعتوں کی کھٹ پٹ نہیں تھی، ان کو مالی امداد ملتی تھی اور ان کو کیمپوں میں جانے کی اجازت تھی۔ اب آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ (قہقہہ)

جنگ: کیا آپ کو کیمپوں میں جانے سے روکا گیا تھا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: نہیں کیمپوں میں جانے کی اجازت ہی نہیں تھی کیوں کہ کیمپوں کے تو ٹھیکے دے دیئے گئے تھے۔ (قہقہہ)

جنگ: موجودہ فوجی حکومت کی پالیسیوں سے اختلاف کے باوجود آپ میں اپوزیشن کا سا سخت رویہ نہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ ہمارے علماء اور اکابر نے تحریک پاکستان میں قائداعظم کے ہراول دستے کے طور پر کام کیا، اس لیے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی بھی تحریک ملک میں چلے تو ایسا نہ ہو کہ اس سے ملک کو نقصان پہنچے۔ ہم ہمیشہ ایسی چیزوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ میرا ہمیشہ یہ موقف رہا ہے کہ سیاسی حکومت کے خلاف تحریک چلنی چاہیے، لیکن فوجی حکومت پر دباؤ ڈالنے کی پالیسی رکھے۔ اس معاملے پر ہم نے اجلاسوں میں بھی بات کی۔ میں نے کہا کہ دیکھئے الجزائر سے اور مصر سے سبق سیکھیے، تیونس سے سبق لیجیے، اردن اور ترکی سے بھی سبق لیجیے۔ فوج ہماری تحریک کو کچل دے گی تو یہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔ اس کو چلاتے رہیے اور فوجی حکومت پر دباؤ ڈالئے۔ میں نے ان کی مثال دی کہ دیکھئے جب فوجی حکومت آئی تھی تو ہم نے کہا کہ قانون میں ترمیم مت کرو ورنہ ہم ہڑتال کر دیں گے۔ حکومت نے ہماری بات تسلیم کر لی۔ پھر ہم نے کہا کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔ میں نے صدر سے کہا کہ آپ کی فوج ایک نظریاتی فوج ہے، جس کا ماٹو ہے ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ جب کہ قادیانی جہاد سے انکار کرتے ہیں۔ پھر وہ سمجھ گئے۔ میں نے سیاسی راہنماؤں سے بھی کہا کہ آپ فوج پر دباؤ ڈالتے رہیے کہ تم مجاہدوں کی فوج ہو، تم اسلام کے قلعے کے محافظ ہو، تمہیں یہ کرنا چاہیے، لیکن تصادم کی شکل

نہ ہو، ورنہ الجزائر وغیرہ کی مثال سامنے رکھیں۔ کیونکہ ہمارے ملک میں امریکہ کی مداخلت سو فیصد ہے۔ میں نے کہا کہ بنگلہ دیش کی مثال لیں کہ جب عوام اور فوج کا تضاد ہوا تو بھارت کو موقع مل گیا۔ یہ ساری باتیں سامنے ہیں، ان پر غور کرلیں اور انہوں نے میری رائے کو تسلیم کیا۔

جنگ: مولانا! مولانا مودودی اور جاوید غامدی کی رائے ہے کہ پرائیویٹ جہاد خلاف اسلام ہے۔ اسلامی جہاد تب ہی ہوسکتا ہے، جب ریاست اس کا اعلان کرے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ظاہر ہے کشمیر میں ریاست تو جہاد کا اعلان نہیں کرے گی۔ لیکن کشمیر پر بھارتی فوج قابض ہے، اقوام متحدہ نے اس کو متنازع علاقہ قرار دیا ہے، جنوری 1948ء کی قرارداد بھی یہی ہے۔ وہاں پر قابض فوج اس کو چھوڑنا نہیں چاہتی، ظلم وستم ہو رہا ہے۔ اب جو مسلمان ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں، یہ جہاد ہے، اس میں کسی فتوے کی ضرورت نہیں ہے۔ اجتماعی طور پر علماء اگر کہہ دیں کہ یہ جہاد ہے تو پھر فتوے کی ضرورت نہیں، فتویٰ تو دے ہی دیا ناں۔ فتوے کی بنیاد پر تو جہاد ہوگا، لیکن مزید چھان بین کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے وطن عزیز کا دفاع کرنا اور اس کو غیر ملکی فوجوں سے آزاد کرانا جہاد ہے۔

جنگ: مولانا فضل الرحمٰن تو کہتے ہیں کہ کشمیر میں زمین پر قبضے کی جنگ ہے۔ اس کو جہاد نہیں کہا جا سکتا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: یہ ان کا اپنا نقطہ نظر ہے۔ میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ کشمیر میں زمین پر قبضے کی جنگ نہیں ہے۔ کشمیری مسلمان 82 فیصد ہیں اور 82 فیصد اپنی آزادی کے لیے غاصب قوتوں سے لڑ رہے ہیں۔ یہ تو جہاد ہے۔

جنگ: تو پھر مولانا فضل الرحمٰن ایسا کیوں کہتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے اور علمائے بریلی نے سب سے پہلے جہاد شروع کیا۔ اتنے بنیادی مسئلے پر آپ کا اختلاف ہے، پھر بھی آپ اکٹھے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ہماری طرف سے تو 1947ء کے دسمبر میں مولانا سید ابوالحسنات صاحب، علامہ بدایونی صاحب اور مفتی محمد صاحب داد صاحب سمیت

تمام علماء مشائخ کے دستخطوں سے یہ فتویٰ جاری ہوا تھا کہ یہ جہاد ہے۔

جنگ: لیکن علمائے دیوبند کیوں نہیں مانتے؟ وہ تو اپنی دیوبندی کانفرنس میں بھی اس مسئلے پر نہیں بولے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: وہ تو بولے ہی نہیں اور ان کے ہاں تو کشمیر کے لیے دعا بھی نہیں ہوتی۔ بھارت سے لوگ آتے ہیں، رائے ونڈ کے تبلیغی جماعت کے اجتماع میں نہ کشمیر، نہ افغانستان اور نہ ہی فلسطین کے متعلق کوئی بات ہوتی ہے۔ حالانکہ فلسطین کا مسئلہ تو صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں ساری دنیا کے لیے بڑا حساس ہے۔

جنگ: رائے ونڈ کے اجتماع میں ان کے حق میں دعا کیوں نہیں کروائی گئی؟ آپ کی نظر میں اس کی کیا وجہ ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اس لیے کہ وہ علماء بھارت سے آتے ہیں۔

جنگ: لیکن دعا مانگنے والے عوام تو پاکستانی ہوتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جی ہاں! اب یہ تو عوام کو خود سمجھنا چاہیے۔ کہ وہ کن علماء کی اقتداء کر رہے ہیں۔

جنگ: دعا میں فلسطین یا کشمیر کا ذکر نہ کرنے میں کیا مصلحت ہوسکتی ہے، میں سمجھنا چاہتا ہوں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ایسے لوگوں کی دعا قبول ہی نہیں ہوتی۔ جن کی دعاؤں میں کافروں کی بربادی نہ ہو، وہ دعا جس میں مجاہدین کی فتح ونصرت کے لیے دعا نہ ہو، قبول نہیں ہوتی۔ تبلیغی جماعت کے اکثر رہنما بھارت میں رہتے ہیں، اسی مصلحت کی وجہ سے دعا نہیں کرائی گئی۔

جنگ: کیا بھارت کے رہنے والے بریلوی علماء بھی یہ مصلحت اختیار کرتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جی نہیں وہ تو مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کے حقوق کی بات کرتے ہیں۔ وہاں بریلی، بدایوں اور لکھنؤ میں علماء تقریریں کرتے ہیں کہ کشمیر میں ظلم ہو رہا ہے۔ تحقیقات ہونی چاہیے اور بعض تو انسانی حقوق کی تنظیموں کے رکن ہیں۔

ہندوستان کے ہزاروں سنی نوجوان کشمیر کے اندر جا کر شریک جہاد ہیں۔

جنگ: تو کیا بھارت میں دیوبند کے علماء اور بریلی کے علماء کے کشمیر کے حوالے سے نقطۂ نظر میں فرق ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جی ہاں، وہاں بھی فرق ہے اور یہاں بھی بعض جگہ پر فرق ہے۔ لیکن ہم پھر بھی دیوبند والوں کو ساتھ لے کر چلتے ہیں اور چلنا چاہیے۔ ملک کے اندر اور باہر کئی مشترکہ مقاصد ہیں!

جنگ: مولانا! آپ پر بھی کچھ الزامات ہیں۔ ایک الزام یہ ہے کہ آپ کے کتب فکر نے تو ہمیشہ مولانا مودودی کے خیالات سے اختلاف کیا اور آپ ہمیشہ تقریروں میں مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کو برا بھلا کہتے تھے۔ اب آپ جماعت اسلامی کے ساتھ چل رہے ہیں۔ آپ کی فکر میں فرق کیوں آیا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: مولانا مودودی سے اختلاف اب بھی موجود ہے۔ (زور دیتے ہوئے) مولانا مودودی کی تحریروں اور باتوں سے اختلاف اب بھی موجود ہے۔ لیکن چند مسائل ایسے ہیں جن میں ہم نے اشتراک عمل کیا ہے، ان میں نمبر ایک پاکستان میں لادینی عناصر قوتوں کے خلاف اتحاد، نمبر دو پاکستان کے بدترین دشمن بھارت، امریکہ، برطانیہ یعنی صیہونی اور صلیبی قوتوں کے خلاف ہم آہنگی اور نمبر 3 اندرونی دشمن، مثلاً قادیانی اور ختم نبوت کے منکرین کے خلاف اشتراک عمل۔ ان مسائل پر ہمارا اور ان کا اشتراک ہے۔ باقی باتوں میں نہیں ہے۔

جنگ: اگر آپ اس جدوجہد میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو کس کی بات مانی جائے گی۔ آپ کی یا جماعت اسلامی کی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ظاہر ہے اب تک دلائل سے ہم اپنی بہت سی باتیں منواتے رہتے ہیں اور آئندہ بھی منوائیں گے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے کوئی بڑا اختلاف پیدا نہیں ہوگا۔

جنگ: اسی طرح مکتبہ دیوبند کے ساتھ 70ء اور 80ء کی دہائی تک آپ کا بہت زیادہ اختلاف تھا پھر آپ نے جے۔ یو آئی سے اتحاد کر لیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: بالکل کر لیا اور یہ بتانے کے لیے کہ کیا ہمارا یہ اتحاد سیکولر قوتوں کے لیے چیلنج ہے کہ جب بھی ضرورت پڑے گی دین کو بچانے کے لیے تو ہم متحد ہو سکتے ہیں۔ ہمارے اختلافات اپنی جگہ پر ہیں۔

جنگ: کیا اس اتحاد کا کوئی فائدہ بھی ہوا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اس اتحاد کا فائدہ یہ ہوا کہ کم از کم دینی جماعتوں کا ایک مشترکہ پلیٹ فارم بن گیا اور لادینی عناصر جو متحد ہو کر ملک کو سیکولر بنانے کی جدوجہد کر رہے تھے۔ ان کو احساس ہو گیا کہ یہ بھی ایک قوت ہیں۔ اگر ہم انفرادی حیثیت میں رہتے تو اس سے ان پر زیادہ دباؤ نہیں پڑ سکتا تھا۔ جب ہم متحد ہوئے اور ہم نے دباؤ ڈالا تو مضبوط ترین منتخب وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کو بھی ہماری بات ماننا پڑی۔ آج بھی یہ نہیں ہے کہ ہم نے کبھی کہا ہو کہ مولانا مودودی صاحب حق پر تھے۔ کبھی نہیں کہا، البتہ قاضی حسین احمد صاحب سے برابر ملنا جلنا ہے۔ آنا جانا بھی ہے۔ وہ ایک اعتدالی ذہن کے آدمی ہیں۔

جنگ: جماعت اسلامی نے آپ کی کچھ باتیں مانی ہیں یا آپ نے ان کی باتیں مانی ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: وہ ہمارے ہاں آتے ہیں، ہم ان کے ہاں جاتے ہیں، نہ ہم نے ان پر اپنی کوئی بات مسلط کی اور نہ ہی انہوں نے کی۔ اس پر بات ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ ملکی مسائل پر بات ہوتی ہے اور یہ کہ کس طرح سے مل کر اسلام کے تحفظ کی ذمہ داری کو پورا کریں اور اسلام دشمن عناصر کا مقابلہ کریں۔

جنگ: آپ کے خیال میں اسلامی دنیا کے مفاد ہمیں پاکستان کے مقابلے میں زیادہ عزیز ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جی، بالکل۔ جب ہم کہتے ہیں کہ پاکستان اسلام کا قلعہ ہے تو مفادات کس کے عزیز ہوئے؟ ظاہر ہے اسلام کے، جب اسلام کے مفادات عزیز ہوں گے تو پھر اس کے قلعے کی حفاظت بھی ہوگی۔ قائداعظم اور علامہ اقبال اسی نظریے کے تو علم بردار تھے۔

جنگ: مولانا یہ فرمائیں کہ کیا پاکستان میں جہاد جائز ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: حکومت سے نہیں، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اپنی حکومت سے کیسے جہاد ہو سکتا ہے۔

جنگ: افغانستان میں بھی تو حکومت کے خلاف جہاد ہوا تھا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: وہاں روسی فوجیں قابض ہو گئی تھیں اور ببرک کارمل کو لے کر آئی تھیں۔ پاکستان میں تو ایسی بات ہی نہیں ہے۔ یہاں تو الحمد للہ ہماری اپنی حکومت ہے اور اپنی فوج ہے اور انہوں نے غلطی ضرور کی ہے کہ امریکہ کو لاجسٹک سہولتیں دی ہیں۔ اس کی وجہ سے جہاد نہیں ہوگا۔ صرف یہ ہے کہ ان کو ختم کروایا جائے۔

جنگ: مولانا جہاد بڑا مقبول ہے۔ دینی جماعتیں بڑے بڑے جلسے کرتی ہیں لیکن انہیں ووٹ نہیں ملتے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: میں صرف ایک سوال کروں گا۔ آپ ماشاء اللہ سینئر صحافی ہیں اور باخبر انسان ہیں۔ کیا آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ واقعی انتخابات منصفانہ ہوتے ہیں؟

جنگ: کچھ منصفانہ ہوتے ہیں کچھ نہیں ہوتے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: پاکستان کا الیکشن کمیشن کبھی بھی آزاد نہیں رہا۔ اس نے تھوڑی بہت آزادی کے ساتھ صرف 1970ء میں کام کیا تھا۔ اس وقت آپ ووٹوں کا تناسب دیکھ لیں کہ جے یو پی کے 15 لاکھ ووٹ تھے۔ اس کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ نتائج تبدیل کئے گئے۔ میں ایک چھوٹی سی مثال پیش کرتا ہوں کہ ایم کیو ایم کے نمائندے نے ملیر کراچی سے ایک لاکھ 32 ہزار ووٹ لیے۔ میں نے سندھ کے الیکشن کمیشن سے پوچھا کہ صبح 8 بجے پولنگ شروع ہوئی۔ شام کو 6 بجے ختم ہو گئی۔ پھر آپ نے ایک گھنٹہ اور دیا۔ 7 بجے ختم ہوئی۔ درمیان میں ایک گھنٹے کا وقفہ بھی ہوا تو کیا 9 گھنٹے میں ایک لاکھ 32 ہزار ووٹ پڑ سکتے ہیں۔ آپ ہی بتایئے۔ پھر یہ کہ ان ایک لاکھ 32 ہزار ووٹوں کا نتیجہ رات ایک بجے اناؤنس کر دیا۔ اس کے مقابلہ میں میرے حلقے میں 47 ہزار ووٹ تھے۔ فاروق ستار کے مقابلے میں اسی سیٹ پر جہاں سے میں 2 مرتبہ جیت چکا تھا۔ فاروق ستار

کے 51 ہزار ووٹ تھے۔ لیکن ہمارا نتیجہ آیا دوسرے دن صبح 8 بجے۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کراچی میں ایک حلقے کا نتیجہ جہاں ووٹ بھی ایک لاکھ 32 ہزار پڑے، رات کو اناؤنس ہو گیا اور میرا دوسرے دن ہوا۔ الیکشن کمیشن کے پاس میری اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔

جنگ: مولانا ایک نقطہ نظر یہ بھی ہے کہ ہمیں کشمیر میں اپنے وسائل جھونکنے کی بجائے معیشت کو بہتر کرنا چاہیے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: معیشت کا انحصار کشمیر پر ہے۔

جنگ: وہ کیسے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اگر بھارت کا کشمیر پر قبضہ ہو جاتا ہے تو جو ہمارے پاس تین دریا رہ گئے ہیں۔ ان سے بھی محروم ہو جائیں گے۔ صدر ایوب نے سندھ طاس معاہدے میں تین دریا تو ان کو دیئے تھے۔ باقی جو رہ گئے ہیں۔ وہ بھی ختم ہو جائیں گے۔ قائداعظم نے صحیح فرمایا تھا کہ کشمیر پاکستان کی معیشت اور دفاع کی شہ رگ ہے۔ پھر پاکستان کا عالم یہ ہوگا کہ یہ بنجر ہو جائے گا۔ خدانخواستہ لوگ ایک دوسرے کو کھائیں گے اور مریں گے۔

جنگ: مولانا! 20 سال تک ہم نے جو افغان پالیسی اپنائی، کیا وہ درست تھی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: وہ درست فیصلہ تھا۔ افغانستان کے بعد پاکستان کا نمبر تھا کیوں کہ روس کو گرم پانی تک پہنچنا تھا۔

جنگ: لیکن پھر جو نتائج نکلے اور انارکی پھیلی وہ؟

مولانا شاہ احمد نورانی: انارکی کی وجہ یہ ہے کہ جو کام ہمیں بعد میں کرنا چاہیے تھا وہ ہم نہیں کر سکے۔

جنگ: مثلاً کیا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: تعمیر نو کا کام افغانستان سے جیسے ہی روسی فوجیں گئی تھیں، اس وقت جہادی قوتیں ہمارے زیر اثر تھیں۔ ہم نے ان پر بھی کام نہیں کیا اور اپنے مسائل میں الجھ گئے۔ جنرل محمد ضیاء الحق صاحب اور پھر دوسری حکومتیں ایسا کرتی

رہیں۔

جنگ: آپ کس کی غلطی سمجھتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اس میں ہماری غلطی بھی ہے اور جو قوتیں معاونت کر رہی تھیں ہمیں انہیں مجبور کرنا چاہیے تھا۔

جنگ: لیکن یہ جرنیل تو غیر ملکی امداد کھاتے رہے اور میزائل بیچتے رہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: اسی سے تو بڑا نقصان ہوا اور انہوں نے توجہ بھی نہیں دی۔

جنگ: کیا آپ ضیاء الحق کو بڑا مجرم سمجھتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: نہیں، ضیاء الحق صاحب نے افغانستان کے لیے جو فیصلہ کیا تھا وہ پاکستان کے مفاد میں تھا اور اگر ہم وہاں مداخلت نہ کرتے تو پھر نمبر ہمارا تھا اور ہمیں کم از کم بلوچستان سے محروم ہونا پڑتا لیکن ہم نے روس کا راستہ وہیں روک دیا اور یہ بات صحیح تھی۔ حالانکہ پاکستان کے اندر بے دین عناصر تو ایک آدمی کے استقبال کی تیاریاں کر رہے تھے!

جنگ: لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح ہم نے افغانستان کو مس ہینڈل کیا اور وہاں انارکی پھیل گئی۔ کشمیر میں بھی ایسا ہی ہوگا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: نہیں کشمیر میں ایسا نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ مقبوضہ کشمیر میں جتنی جہادی تنظیمیں کام کر رہی ہیں وہ صرف کشمیر کے لیے ہی کام کر رہی ہیں لیکن افغانستان میں بعض تنظیمیں ایسی بھی تھیں جن کے لیے بیرونی امداد بھی آتی تھی۔ اس نے مسئلہ خراب کیا۔ کشمیر میں کوئی بیرونی امداد نہیں ہے۔ یہ سب لوگ ہم سے اور آپ سے چندہ لیتے ہیں۔ اور اپنے جذبۂ جہاد سے نبرد آزما ہیں۔

جنگ: دینی مدارس کو جہاد کی نرسریاں کہا جا رہا ہے۔ آپ کیا کہتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جہاں تک دینی مدارس کا تعلق ہے تو صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید خواہ کسی مدرسے میں پڑھایا جائے یا کسی کالج میں وہاں جہاد کی تعلیم تو ملے گی۔ اصل میں صیہونی اور صلیبی طاقتیں قرآن مجید فرقان حمید

پر حملہ کرنا چاہتی ہیں۔ لیکن قرآن مجید کا نام نہیں لیتے بلکہ جہادی قوتوں اور دینی مدارس کا نام لیتے ہیں۔ اصل میں ان کے ہاں کوئی مذہبی مدرسہ نہیں ہے۔ آپ کسی چرچ میں دیکھ لیں وہ انجیل نہیں پڑھاتے اور کسی بھی چرچ کے ساتھ مکتب نہیں ہے۔ بس سکولوں میں ایک صفحہ پڑھا دیا۔ مسجد کے ساتھ مکتب اور مدرسہ سب سے پہلے حضور ﷺ نے قائم کیا۔ یہاں جو صورت ہے وہ بالکل مختلف ہے۔ کسی مدرسے، سکول یا کالج میں جب آپ قرآن مجید کی تعلیم دیں گے تو جہاد کی تعلیم تو آپ دے رہے ہیں، کیوں کہ اس میں تو بار بار آتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔

جنگ: آپ صلیبی جنگ کی بات کرتے ہیں لیکن مسلمانوں کے پاس تو کوئی سائنس داں ہی نہیں ہے۔ سوئی سے لے کر ٹینک تک سب کچھ ہم باہر سے لیتے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم باہر سے چیزیں لیں اور ان ہی سے لڑیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: باہر سے چیزیں لینے کا مطلب یہ ہے کہ آپ جس ملک سے کوئی چیز لیتے ہیں اس کے ساتھ بارٹر سسٹم ہے کہ جبھی آپ ہم سے یہ لے رہے ہیں تو اس کے بدلے ہمیں یہ دے دیں اور یا پھر لین دین ہے۔ امریکہ ٹیکسٹائل کی مصنوعات لیتا ہے اور کچھ ہم اس سے لیتے ہیں۔ اسی طرح چین ہے تو یہ سلسلہ تو چلتا رہتا ہے اور جن سے لڑائی ہوتی ہے، اس وقت ان سے تعلقات ختم کر دیتے ہیں اور پھر جب لڑائی بند ہوتی ہے تو دوبارہ تعلقات جوڑ لیتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ 55 مسلم ممالک ایسے ہیں جن میں سوئی بھی تیار نہیں ہوتی لیکن ایک ملک ایسا بھی ہے جو ایٹمی قوت بھی ہے۔ پاکستان میں بے شمار ترقی ہو جاتی صنعتی اور سائنسی میدان میں بہت آگے بڑھ جاتا لیکن سیاست دانوں کی لوٹ کھسوٹ نا اہلی اور جمہوری عمل کا جاری نہ رہنا بھی نقصان کا باعث بنا۔ لیکن الحمد للہ کہ تمام تر رکاوٹوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایٹمی قوت بنا دیا اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوا۔ یہاں الحمد للہ اعلیٰ سائنس دان موجود ہیں۔ یہاں میں ایک حدیث بیان کر دوں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگو علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے۔ اب آپ اس سے اندازہ لگا لیں کہ اللہ کے محبوب ﷺ کی نظر کہاں تک تھی۔ حکمت مومن کی گم شدہ میراث ہے۔ جہاں سے بھی ہو سکے حاصل کرو۔

جنگ: اسلامی ممالک مجموعی طور پر زوال کا شکار کیوں ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اس کی ایک بہت سیدھی سادی اور آسان وجہ ہے اسلامی ممالک میں وہاں کے عوام کو نمائندگی کا حق نہیں ہے، وہ اپنے جذبات کا اظہار نہیں کر سکتے۔ انہیں اپنی مرضی کے مطابق اپنے نمائندے منتخب کرنے کا حق نہیں دیا جاتا۔ صرف ایک ملک ایسا ہے، جہاں میں سمجھتا ہوں کہ عوام اپنی مرضی سے نمائندے منتخب کرتے آرہے ہیں، وہ ملک ہے ملائیشیا۔ ترکی میں بھی فوج کی مرضی کے مطابق نمائندے آتے ہیں۔ اگر اس کی مرضی کے خلاف آئیں تو بعد میں فوج انہیں باہر نکال دیتی ہے۔ انڈونیشیا میں بھی کبھی آزادانہ اور منصفانہ انتخابات نہیں ہوئے۔

جنگ: پاکستان میں فرقہ پرستی نے ملک کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: آپ درست فرما رہے ہیں۔ یہ بہت ہی خطرناک بات ہے۔ فرقہ پرست تنظیموں میں دہشت گردی کا عنصر شامل ہو گیا ہے۔ پہلے بھی فرقہ واریت تو تھی، لیکن یہ سب کچھ زبانی کلامی ہوتا تھا اور مناظروں کی حد تک تھا، بعد میں تو باقاعدہ مسلح گروپ بن گئے تھے۔ یہ اسلام کی خدمت نہیں بلکہ بہت بڑا گناہ ہے۔ ان کو ہم فاسد، فاسق، گمراہ اور دہشت گرد تو کہہ سکتے ہیں، لیکن کافر نہیں۔ لیکن ایک بات قابل غور ہے کہ یہ تمام فرقے اپنی جگہ پر موجود ہیں اور ان میں سے بعض فرقے مسلح بھی ہو گئے ہیں۔ اس کے باوجود ان فرقوں کے درمیان تصادم گروہوں کی شکل میں کبھی نہیں ہوتا، جیسا کہ شمالی آئرلینڈ میں رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں میں آج ذوبستہ تصادم بھی ہو رہا ہے۔ پاکستان میں شیعہ، سنی اپنے اپنے محلے میں پڑوسی کی حیثیت سے بڑے آرام سے رہ رہے ہیں۔ اس دہشت گردی کو دبانا اور ختم کرنا اصل کام ہے۔ ہم نے 1994ء میں "ملی یکجہتی کونسل" اس غرض سے بنائی تھی۔ ہم نے اس سلسلے میں پورے ملک کے دورے کیے۔ میں خود بھی مختلف مقامات پر گیا، اس ضمن میں تمام جماعتوں نے مکمل تعاون کیا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم ان تمام جماعتوں کو ایک چھتری کے نیچے بٹھانے میں کامیاب ہو گئے اور ملی یکجہتی کونسل بن گئی۔ دشمن اپنی سازش میں کامیاب نہیں ہوئے، البتہ دہشت گردی کے

افسوس ناک واقعات ضرور ہوئے اور حکومت اس دہشت گردی کو روکنے میں ناکام رہی۔ یہ حکومت کا فرض تھا کہ وہ دہشت گردی کو پکڑتی اور ان کے نیٹ ورک کو توڑتی۔

جنگ: مولانا آپ اپنے والد سے زیادہ متاثر ہیں یا والدہ سے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: والد سے۔

جنگ: اس کی کیا وجہ ہے؟ بچے تو عموماً اپنی والدہ سے متاثر ہوتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جی ہاں۔ بچے تو عام طور پر والدہ سے متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن میں والد سے متاثر تھا، اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ والد صاحب ایک عالم دین تھے۔ انہوں نے دینی تعلیم حاصل کی تھی اور مبلغ تھے۔ ویسے تو دینی تعلیم والدہ نے بھی حاصل کی تھی۔ وہ بچیوں کو قرآن شریف بھی پڑھاتی تھیں، لیکن میں والد صاحب سے متاثر تھا، کیونکہ انہوں نے کافی جدوجہد کی تھی۔ اور مجھے اپنے بہت قریب رکھا تھا۔

جنگ: کیا وجہ ہے، اپنے بھائیوں میں سے صرف آپ ہی تبلیغ دین اور مذہبی سرگرمیوں کی طرف راغب ہوئے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اصل میں والد صاحب بھی یہی چاہتے تھے۔ کہ کم از کم ایک بیٹا تو ہو، جو اس لائن پر چلے۔ مجھے خاص طور پر تاکید کرتے تھے۔ کہ قرآن حفظ کرو اور عالم بنو۔ ویسے تو بڑے بھائی نے بھی قرآن حفظ کیا۔ دینی علوم پڑھے، عالم بنے، لیکن ان کو شوق نہیں تھا۔ انہوں نے علی گڑھ یونیورسٹی اور کراچی میں تعلیم حاصل کی تھی، لیکن ان کو کاروبار کا شوق تھا، اس لیے وہ کاروبار کی طرف چلے گئے۔ جب ہم یہاں آئے تو وہ 25 سال کے تھے۔ انہوں نے یہاں آتے ہی کپڑے کا کاروبار شروع کر دیا تھا۔

جنگ: آپ نے کراچی میں تعلیم حاصل کی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: نہیں۔ میں میرٹھ سے پڑھ کر آیا تھا۔ درس نظامی میں وقت کے بلند پایہ اساتذہ سے تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہو گیا تھا اور وہاں ہی گریجویشن کر لی تھی۔ اس کے بعد یہاں آ کر کوئی تعلیم حاصل نہیں کی۔

جنگ: اس کے بعد لندن وغیرہ سے کوئی تعلیم حاصل نہیں کی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: نہیں، البتہ یہاں کراچی سے 10 ماہ کا

فرانسیسی زبان کا کورس کیا تھا۔ باقی ساری تعلیم وہیں میرٹھ سے حاصل کی تھی۔

جنگ: آپ نے انگریزی کہاں سے سیکھی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: میرٹھ سے۔

جنگ: آپ کا انگریزی کا لہجہ بہت اچھا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: بس گزارہ ہو جاتا ہے۔ دراصل تبلیغ کے سلسلے میں والد صاحب تاکید فرماتے تھے۔ کہ جتنی زبانیں سیکھ سکو، سیکھ لو۔

جنگ: آپ نے کتنی زبانیں سیکھیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: بس یہی عربی، فارسی فرانسیسی، زبان سیکھی ہے۔ انگریزی میں تقریر کر لیتا ہوں۔ سواحلی بھی تھوڑی بول لیتا ہوں۔ اب پریکٹس کم ہو گئی ہے۔ پہلے افریقہ کے دورے کرتا رہتا تھا، تو اچھی خاصی بول لیتا تھا۔ میری عربی تقاریر کو بہت سے عرب اور افریقی ممالک میں پسند کیا گیا۔

جنگ: افریقہ میں کہاں تبلیغ کیا کرتے تھے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: زیادہ تر کینیا، تنزانیہ، نیروبی، ممباسہ، دارالسلام، موزمبیق اور یوگنڈا وغیرہ میں، یعنی مشرقی افریقہ میں زیادہ تبلیغ کیا کرتا تھا۔ ساؤتھ افریقہ میں مجھے زیادہ سنا گیا۔

جنگ: تبلیغ کے لیے کیا طریقہ اختیار کرتے تھے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: بس تقریر کرتے تھے۔ اور وہاں کے دانشوروں کے سوالات کے جواب دیتے تھے۔

جنگ: تقریر سننے کے لیے غیر مسلم بھی آتے تھے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جی ہاں۔ سب غیر مسلم ہوتے تھے۔ بعض ممالک میں تو ہم لوگ گاڑیاں اور لاؤڈ سپیکر لے کر گاؤں میں چلے جاتے تھے۔ کسی بھی جگہ تقریر شروع کر دیتے تھے۔ 100 یا 200 آدمی جمع ہو جاتے تھے۔ میں جب قرآن سناتا تو لوگ چلتے چلتے رک جاتے تھے۔

جنگ: پاکستان میں تبلیغ کا جو طریقہ ہے، اس کے بارے میں آپ کیا کہتے

ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: وہاں اس سے مختلف ہے۔ پاکستان میں تو جلسے کا انتظام کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے برعکس غیر مسلموں کو تبلیغ کا طریقہ مختلف ہوتا ہے۔ اس میں اسلام کی حقانیت اور خوبیاں بیان کی جاتی ہیں۔ جب کہ پاکستان میں پہلے سے کلمہ پڑھنے والے مسلمانوں کو کلمہ پڑھاتے ہیں۔ مجھے حیرت اور افسوس ہوتا ہے کہ ان تبلیغی جماعت کے مبلغین کے عظیم الشان اجتماعات میں امت مسلمہ کے سلگتے ہوئے مسائل پر کبھی کوئی گفتگو نہیں ہوتی، کوئی بحث اور کوئی تجزیہ نہیں ہوتا۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ لوگ امت مسلمہ کے مسائل سے بالکل بے خبر ہیں۔ بس یہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھ لو، روزہ رکھ لو، حج کر لو، صدقہ خیرات کر دو، بس ٹھیک ہے۔ پاکستان میں تبلیغی جماعت کے طریق کار سے میں بالکل اتفاق نہیں کرتا۔ ان بیچاروں نے خدا معلوم کس اسلام کا پرچار شروع کر رکھا ہے۔

جنگ: کیوں؟ آخر وہ اچھا کام کرتے ہیں؟ کیا تبلیغ کے طریقہ کار میں فرق ہے؟ ذرا وضاحت فرمائیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی: ایک تو وہ کلمہ کو تاکید کرتے ہیں کہ دوبارہ کلمہ پڑھوا دوسرا یہ کہ وہ لوگوں سے کہتے ہیں کہ اپنا گھر بار چھوڑو، 40 دن کا چلہ 6 ماہ کا چلہ اور ایک سال کا چلہ لگاؤ۔ کیا کوئی جہاد کے علاوہ بھی گھر بار چھوڑ کر جا سکتا ہے۔ مثلاً ایک ڈاکٹر ہے، وہ خدمت خلق کرتا ہے۔ ہم اس کو چلے پر بھیج دیں گے۔ پھر کسی کیمپ کے بیمار مسلمانوں کے علاج معالجہ کے لیے کون کام کرے گا۔ اس طرح سے ہم نے اس کی ڈیوٹی تو چھڑوا دی۔ اس کی اصل تبلیغ اس کی ڈاکٹری اور خدمت خلق ہے۔ اسی طرح ایک پروفیسر ہے۔ اس کی اصل تبلیغ تعلیم دینا ہے۔ مگر وہ دربدر بستر اٹھائے پھرتے ہیں۔

جنگ: آپ کو پان کھانے کا شوق کب سے ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: بچپن میں جب بھی کوئی گھر آتا تو اس کو کھانے کے بعد پان کھلاتے اور خود بھی کھاتے، ورنہ یہ لوگ کہتے تھے۔ کہ ان کے گھر گئے، چائے تو پلا دی، لیکن پان نہیں کھلایا۔ (قہقہہ) بس وہیں سے عادت ہو گئی۔ والد صاحب بھی پان کھاتے تھے۔ والدہ صاحبہ بھی اور بڑی بہن بھی کھاتی تھیں۔ البتہ بھائی نہیں کھاتے

تھے۔ انہیں کسی نے پان کھلا دیا تو کھا لیا ورنہ نہیں کھاتے تھے۔

جنگ: آپ کون سی کتابیں شوق سے پڑھتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اردو میں سیاست اور حالات حاضرہ پر جو کتابیں آتی ہیں، پڑھتا رہتا ہوں، ویسے تقریریں وغیرہ بھی کرنی پڑتی ہیں۔ سیاسی تقریر تو ہوتی ہے، لیکن بعض اوقات اس میں مذہبی رنگ بھی آ جاتا ہے تو مذہبی و دینی کتب، حدیث اور تفسیر سے متعلق مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ اور خالص مذہبی اجتماعات میں دینی اور اعتقادی تقریریں کرتا ہوں۔

جنگ: کیا باہر سے کتابیں منگواتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جی بالکل منگواتا ہوں۔ میرے سالے ڈاکٹر محمد رضوان الحق مدینہ شریف میں رہتے ہیں۔ ایک یونیورسٹی کے سکالر ہیں۔ وہ اکثر کتابیں بھیجتے رہتے ہیں۔ انہوں نے امریکہ سے ایم بی بی ایس کیا ہے۔ کوئی بھی کتاب جو تفسیر یا سیرت طیبہ پر چھپ کر آئے، وہ آتے جاتے حاجیوں کے ہاتھ بھیجتے رہتے ہیں۔

جنگ: آپ کے تفریحی مشاغل کیا ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جوانی کے زمانے میں فٹ بال کھیلا کرتا تھا۔

جنگ: فلمیں دیکھتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: نہیں، بالکل نہیں دیکھیں۔

جنگ: کیوں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: موقع نہیں ملا۔ کچھ ماحول نہیں تھا۔ میں نے پوری زندگی میں کوئی فلم نہیں دیکھی، البتہ ٹی وی پر کوئی اچھا پروگرام ہو تو دیکھتا ہوں یا خبریں سنتا ہوں۔

جنگ: موسیقی کے شوقین ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: البتہ قوالی سنتا ہوں۔ مجھے قوالی سننا اچھا لگتا ہے۔

جنگ: مولانا! کیا تصویر بنانا اور دیکھنا جائز نہیں ہے۔ بعض علماء اس سلسلہ میں

بہت سخت ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: میں سمجھتا ہوں کہ تصویر بنانے میں کوئی حرج نہیں اور جب بنانا جائز ہے تو دیکھنا بھی جائز ہے۔ پاسپورٹ اور شناختی کارڈ پر بھی تو تصویر چاہیے۔

جنگ: پردے کا جو تصور برصغیر میں رائج ہے، یعنی برقعے وغیرہ۔ اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اس میں کچھ چیزیں ہیں، جن کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی نہیں ہیں، لیکن یہ کہ جسم کا ڈھکنا سر پر اوڑھنا اور زینت نہ کرنا۔ یہ اسلامی تعلیمات کے زمرے میں آتا ہے۔

جنگ: برقعے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: برقعے سے جسم ڈھک جاتا ہے۔ ہماری یہاں پشاور اور پنجاب کے علاقوں میں جو چادر اوڑھی جاتی ہے۔ اس سے جسم ڈھک جاتا ہے۔ شریعت کا حکم بھی یہی ہے۔ بس اسے ایک برقعے کی شکل دے دی گئی۔ ایک صاحب سے میری اس موضوع پر بات ہو رہی تھی۔ وہ عیسائی تھے۔ اور بڑے لوگوں یعنی پادری وغیرہ میں سے تھے۔ ان کے ساتھ دو تین اور لوگ تھے۔ وہ بھی عیسائی تھے۔ ان سے میں نے یہ پوچھا کہ عیسائی Nuns کے لباس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے، یہ کیسا ہے؟ میں نے کہا، آپ مسلمان عورتوں کے پردے کو ٹینٹ کہتے ہیں اور نن کے لباس کو کیا کہیں گے۔ وہ جواب نہیں دے پائے اور خاموش ہو گئے۔ میں نے ان سے یہ پوچھا کہ نن کا لباس بھی تو ٹینٹ نما ہی ہے۔ اصل میں عفت و عصمت یعنی جنس لطیف، عورت جنس لطیف ہے، اس لیے اسے زیادہ سے زیادہ مستور رکھنا چاہیے۔ ویسے عورت کے معنی بھی ستر کے ہیں۔ اس کو پوشیدہ رکھا جائے، مگر اب ہمارے ہاں تو فیشن شو بھی ہونے لگے ہیں۔ اور عورتیں شمع انجمن بنتی جا رہی ہیں۔

جنگ: مولانا آپ نے شادی سے پہلے اپنی اہلیہ کو دیکھا تھا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جی ہاں، دیکھا تھا۔

جنگ: کیا آپ کو اس حوالے سے خصوصی موقع فراہم کیا گیا تھا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: نہیں، اصل میں وہ دس بارہ سال کی تھیں، جب ہم نے مدینہ پاک میں ان کے ہاں جانا شروع کیا تھا۔ وہ بھی ہمارے سامنے اپنے ابو سے ملنے آتی تھیں۔

جنگ: کیا وہ آپ سے چھوٹی ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جی ہاں، ہماری عمر میں گیارہ سال کا فرق ہے۔

جنگ: شریعت میں شادی سے پہلے اپنی بیوی کو دیکھنے کی اجازت ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: بالکل ہے۔

جنگ: شریعت میں محبت کی اجازت ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: نہیں محبت کی اجازت نہیں ہے، وہ خطرناک ہوتی ہے۔ حدود و قیود اگر توڑ دی جائیں تو آدمی آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ سارے یورپ کے اخبارات میں یہ روز چھپتا ہے کہ یہ کتاب بکنے کے لیے ہے، یہ فلاں نسل کا بل ڈاگ ہے۔ اس کا فلاں حسب نسب ہے۔ یہ گھوڑا بکنے کے لیے ہے۔ یہ عربی نسل کا ہے، اسپینش نسل کا ہے وغیرہ۔ کتے گھوڑے کی پوری نسل کا پتا ہوتا ہے، اس پر تحقیق کی جاتی ہے، لیکن انسان کی نسل کا کوئی پتہ نہیں ہوتا۔ یہ جستجو کی جاتی ہے بس۔ "میری تیری مرضی" ہی کافی ہوتی ہے۔ وہاں Surnme استعمال ہوتا ہے، والد کے نام کوئی نہیں لیتا نہ جاننے کی کوشش کی جاتی ہے۔ آج 50 سے 60 فیصد لوگوں کو اپنے باپ کا پتا ہی نہیں۔ الحمدللہ ہمارے یہاں نسل کا تحفظ ہے اور ماں باپ کی اہمیت ہے۔

جنگ: کیا ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کی ضرورت ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: آپ غور کریں کہ اگر ہم اسلامی نظام معیشت پر عمل کریں، سودی لین دین کو ختم کریں اور قرض حسنہ کو رواج دیں تو نفرتیں ختم ہو جائیں گی اور ایک دوسرے کے لیے ہمدردی پیدا ہوگی۔ سودی معیشت ختم ہونے کے بعد بہت سے ایسے مسائل ہیں، جو خود بہ خود ختم ہو جائیں گے۔

جنگ: یہاں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو آپ کی رائے کی مخالفت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں غیر سودی معیشت کی کوئی زندہ مثال نہیں ہے۔ ایسے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: دنیا میں سوشلسٹ نظام میں سودی معیشت نہیں تھی۔ آج بھی چین کی معیشت میں سود نہیں ہے۔ روس نے جتنے بھی قرضے دیے، بغیر سود کے دیے۔ حالانکہ یہ ملک اسلامی نہیں ہیں۔ یہ لعنت مغربی دنیا کے سرمایہ داروں کی ہے۔

جنگ: امریکہ کے ماہرین کہتے ہیں کہ روس اقتصادی وجوہات ہی سے ختم ہوا۔

مولانا شاہ احمد نورانی: نہیں، روس کو تو افغانستان نے ختم کیا ہے۔ مسلمانوں نے ختم کیا۔ آج دنیائے کفر اس بات کا اعتراف کرنے سے گھبراتی ہے۔ بہر حال وہ 70 سال تک تو چلا۔ بس اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔ جب ہم خیال کرتے ہیں تو دل مطمئن ہو جاتا ہے کہ پچھلی صدی میں روس ختم ہوا تھا اور اس صدی کے پہلے سال کے ستمبر میں امریکہ کی معیشت تباہ ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا غرور توڑ دیا کہ ان کی ڈیفنس منسٹری اور پینٹا گون تباہ ہو گیا۔ اور اب وہ مسلمان ممالک پر ایک دہشت گرد بن کر ظلم ڈھا رہا ہے۔

جنگ: آپ اہلسنت و جماعت، بریلوی مکتبہ فکر کے مسلمانوں کے قائد ہیں اور یہ اکثریت میں ہیں۔ ان کی اکثریت بڑی صلح پسند، امن پسند اور دینی کلچر پر یقین کرنے والے ہیں، لیکن آپ جو باتیں کر رہے ہیں، وہ بہت جارحانہ ہیں۔ اس تضاد کی کیا وجہ ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: آپ بالکل بجا فرما رہے ہیں۔ ہم بریلوی کبھی بھی غیر ضروری طور پر اپنے جذبات کا اظہار نہیں کرتے لیکن جب بھی موقع آتا ہے ہم منافقانہ نہیں جارحانہ انداز اختیار کرتے ہیں۔ جیسے برصغیر میں انگریزوں کے خلاف امام فضل حق خیر آبادی نے جدوجہد کی اور جہاد کا فتویٰ دیا۔ اس کے بعد حالات کچھ ایسے آگئے کہ برملا جدوجہد نہیں ہو سکتی تھی، اس لیے خاموش ہو گئے۔ پھر بعد میں ایک موقع آیا تو تحریک

خلافت میں اہلسنت کے تمام علماء موجود تھے۔ دوسری بات یہ کہ ہمارے ہاں جو خانقاہی نظام ہے علامہ اقبال نے اسے جھنجھوڑا ہے کہ

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

اس وجہ سے کہ کبھی ہماری خانقاہیں عقابوں کا نشیمن تھیں۔

جنگ: کیا اب یہ خانقاہیں عقابوں کا نشیمن نہیں ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: بالکل نہیں ہیں۔ اب تو یہ ختم شریف کر لیا اور فاتحہ پڑھ لیا اور حلوہ کھا لیا۔ مریدوں سے نذرانے وصول کر لیے۔ قوالیاں کرا لیں۔ ڈھول بجا لیے۔ اور دربار سجا لیے۔ پہلے تو ہر خانقاہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا علمی اور روحانی مرکز تھی۔ مبلغین تیار ہوتے تھے، مجاہدین تیار ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مریدین نے شہاب الدین غوری کے ساتھ مل کر دہلی میں جہاد کیا تھا۔ محمود غزنوی کے ساتھ خانقاہوں کے تربیت یافتہ مجاہدین اور مریدین جہاد میں حصہ لیتے تھے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کے ساتھ مل کر ان کے مریدین نے پنجاب کے ہندوؤں کے خلاف جہاد میں حصہ لیا تھا۔ یعنی اس زمانے میں ہندوؤں کے خلاف قلمی جہاد بھی تھا، لسانی جہاد بھی تھا اور تلوار کے ساتھ بھی جہاد تھا۔ اب تو خانقاہ کا وہ کردار نہیں رہا۔ اب انہوں نے اپنا کردار ختم کر دیا ہے۔ الا ماشاء اللہ کوئی ایک دو درگاہیں ایسی ہیں جہاں دینی اور روحانی تربیت کا بڑا اچھا انتظام ہے۔ جہاں دین کی باتیں بھی ہوتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ جہاد کی تلقین بھی ہوتی ہے لیکن 70 فیصد خانقاہیں ناکارہ ہو چکی ہیں۔ اس لیے علامہ اقبال کو یہ کہنا پڑا:

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

جنگ: مولانا آپ خوش کب ہوتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: سبحان اللہ، میں ہر وقت خوش ہی رہتا ہوں۔

جنگ: اور ناراض کس بات پر ہوتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ناراض بہت کم ہوتا ہوں، الحمد للہ زیادہ تر

خوش ہی رہتا ہوں، غصہ بہت ہی کم آتا ہے۔ البتہ کبھی کبھی بدنظمی کی وجہ سے غصہ آ جاتا ہے۔ کارکنوں کو بھی ڈانٹ دیتا ہوں کہ تم نے غلط کام کیوں کیا، اپنے ساتھی علماء پر بھی تنقید کر دیتا ہوں، لیکن یہ صرف ڈانٹ ڈپٹ ہی ہوتی ہے، خدانخواستہ غصے میں گالی گلوچ کبھی نہیں کرتا۔

جنگ: زمانہ طالب علمی میں آپ کا پسندیدہ مضمون کون سا تھا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: زمانہ طالب علمی میں حدیث شریف میرا پسندیدہ مضمون تھا اور میں حدیث کا بہت زیادہ مطالعہ کرتا تھا کیونکہ اس میں سیرت طیبہ کے مختلف پہلو اجاگر ہوتے ہیں۔ اور میرے استاد گرامی مولانا سید غلام جیلانی (میرٹھی) اس موضوع پر خصوصیت سے توجہ دلاتے تھے۔

جنگ: کیا بچپن میں والد صاحب سے ڈانٹ پڑتی تھی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جی ہاں، والد صاحب بہت ڈانٹتے تھے۔ بلکہ ایک دفعہ مجھے ان سے مار بھی پڑی تھی۔ ہم میرٹھ میں تھے۔ رات کو ہم ایک میلے میں چلے گئے۔ میرے دو تین بھائی میرے ساتھ تھے۔ والد صاحب کسی کام کے سلسلے میں شہر سے باہر تھے۔ ہم نے سوچا کہ والد صاحب تو گھر پر ہیں نہیں، لہٰذا کیوں نہ موقعہ سے فائدہ اٹھایا جائے۔ ہم والدہ سے اجازت لے کر میلے میں چلے گئے اور رات تقریباً دو بجے وہاں سے واپس آئے۔ ہمارے والد صاحب رات گیارہ بجے گھر واپس آ چکے تھے، جب ہم صبح سو کر اٹھے تو ہمیں خوب ڈانٹ پڑی اور مار بھی پڑی۔

جنگ: آپ نے کبھی اپنے بیٹوں کو مارا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اویس اور انس کو کبھی کبھار چھوٹی موٹی بات پر چانٹا مار دیتا تھا۔ اگر وہ کبھی آپس میں لڑ پڑتے یا کسی اور بچے سے جھگڑا کرتے تو تھوڑی بہت پٹائی کر دیتا تھا۔ کبھی ڈنڈے یا کسی اور چیز سے نہیں مارا جیسا کہ بہت سے لوگ اپنے بچوں کو مارتے ہیں۔

جنگ: آپ دو کمرے کے ایک گھر میں رہ رہے ہیں جو مسجد کا حجرہ ہے۔ کیا آپ کو امیر ہونے کا شوق نہیں ہے؟ پاکستان کی فضا تو اس شوق سے مالا مال ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: الحمد للہ، امیر ہوں، میں دل کا بڑا امیر ہوں۔

جنگ: یہ چھوٹا سا فلیٹ ہے۔ آپ کا اس گھر میں گزارا کیسے ہوتا ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ہم لوگ ہندوستان سے آئے تھے۔ تو وہاں بہت کچھ چھوڑا تھا۔ وہاں ہمارے آباؤ اجداد کے بڑے بڑے مکانات تھے۔ لیکن یہاں آکر ہمیں کچھ نہیں ملا۔ اور نہ ہی ہم ان چیزوں کے لیے بھاگے۔

جنگ: آپ نے پاکستان ہجرت کرنے کے بعد کچھ لینے کی کوشش کی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: نہیں کوئی خاص کوشش نہیں کی۔

جنگ: کیوں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: والد صاحب، شاہ عبدالعلیم صدیقی اس تگ و دو کے خلاف تھے۔ کبھی کسی سے کچھ لینے نہیں دیتے تھے۔ وہ کہتے تھے۔ یہ ہندوؤں اور سکھوں کی چھوڑی ہوئی جگہ ہے، ہم یہ نہیں لیں گے۔ وہ کہتے تھے۔ جو اپنا ہے اچھا ہے۔ (قہقہہ لگاتے ہوئے) وہ کہتے تھے۔ کہ اپنا کماؤ اور کھاؤ۔ اور اتنا ہی کھاؤ جتنا کماؤ۔ ادھر ادھر نہ جاؤ۔

جنگ: آپ محسوس کرتے ہیں کہ آپ کے والد نے غلط فیصلہ کیا اور آپ کو مشکلوں میں ڈال دیا۔

مولانا شاہ احمد نورانی: نہیں، انہوں نے بہت اچھا کیا تھا۔ اور آج ہم مطمئن ہیں۔

جنگ: آپ کے بچے تو کہتے ہوں گے کہ آپ نے ہمارے ساتھ بہت زیادتی کی اور ہمیں اس چھوٹے سے گھر میں قید کر رکھا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جی ہاں، بچے بے چارے (ہنستے ہوئے) آخر اسی کمرے میں سو جاتے تھے۔ اب تو وہ بڑے ہو گئے ہیں۔ بچیوں کی ماشاء اللہ شادیاں ہو گئی ہیں۔

جنگ: پھر بھی تو کبھی شکایت کرتے ہوں گے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: جی ہاں، دبے ہوئے لفظوں میں شکایت

کرتے ہیں۔ وہ بھی اردگرد کے بچوں کو دیکھ کر۔

جنگ: کیا شکایت کرتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: کہتے ہیں کہ ابو کوئی بڑا مکان کوئی بڑی دکان، کوئی کھلی جگہ لے لیں۔ ویسے میں نے جگہ تو لی ہے لیکن اس کو بنانا اب کافی مشکل ہے۔

جنگ: کتنی جگہ لی ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: بس یہی کوئی ڈھائی سو گز۔ (تقریباً دس مرلے) دعا فرمائیں کہ بن جائے۔

جنگ: مولانا آپ نے زندگی میں کوئی کاروبار نہیں کیا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: پہلے کاروبار کرتا تھا۔ اب نہیں کرتا۔

جنگ: کیا کاروبار کرتے تھے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: قیمتی پتھروں کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتا تھا مگر اس کاروبار کے لیے بہت سرمائے کی ضرورت ہے۔ مختلف ممالک میں اس کی مانگ ہے۔

جنگ: پتھر کہاں سے خریدتے تھے۔ اور کہاں فروخت کرتے تھے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: یہاں بازاروں سے لے کر یہیں بیچ دیتا تھا۔ اس کی تراش خراش کرا لیتا تھا۔

جنگ: آپ کو پتھروں کی پہچان ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: یہ فن والد صاحب سے سیکھا ہے۔ وہ بھی کاروبار کرتے تھے۔ وہ مبلغ تھے۔ تبلیغ بھی کیا کرتے تھے۔ ساتھ ساتھ یہ کاروبار بھی کرتے تھے۔ قیمتی پتھروں کی پڑیاں ان کے پاس ہوا کرتی تھیں، اچھے پیسے مل جایا کرتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے خرچے نکلتے رہتے تھے۔ اب میں عمر کے اس حصے میں پہنچ گیا ہوں کہ کوئی کام اور بھاگ دوڑ نہیں کر سکتا۔ اس لیے اب یہ کاروبار چھوڑ دیا ہے۔

جنگ: تو پھر آپ کی گزر اوقات کیسے ہوتی ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: کبھی کبھی کوئی اچھا تحفہ آ جاتا ہے، جسے بیچ دیتا ہوں۔ بچے ہیں۔ ماشاء اللہ دو بیٹیاں ہیں۔ بیٹیوں کی شادیاں ہوگئی ہیں۔ مجھے ہوس زر نے کبھی پریشان نہیں کیا!

جنگ: کیا آپ کے بچے آپ کی مالی امداد کرتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: الحمد للہ، گزارا ہو جاتا ہے اور ویسے بھی میں کوشش کر رہا ہوں کہ کچھ پیسے ہو جائیں تو ایک مکان لے لوں۔ اب ہمارے اردگرد یہاں کھانے پینے کی دکانیں کھل گئی ہیں۔ دھواں وغیرہ آتا ہے۔ پیچھے سناروں کی دکانیں ہیں۔ وہ سونے کی صفائی وغیرہ کرتے ہیں تو تیزاب وغیرہ کی بدبو بھی آتی ہے۔ بیوی کو پہلے کوئی شکایت نہیں تھی۔ اب دو تین سال سے دمے کی شکایت ہے۔ اب سوچ رہا ہوں کہ یہاں سے منتقل ہو جاؤں۔ یہ مکان اور یہ عمارت پہلے پارسیوں کی تھی۔ پھر پارسیوں نے اس کو سامنے رہائش پذیر غلام محمد میمن سیٹھ کو بیچ دیا تھا۔ دو تین سال سے وہ یہاں مسجد تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ نقشے کی منظوری کے لیے انہوں نے درخواست دے دی ہے۔ ایک سال تک مسجد تعمیر ہو جائے گی اور ہم کہیں اور منتقل ہو جائیں گے۔

جنگ: آپ کا بنک بیلنس کتنا ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: بس دعا کیجئے کہ اللہ اس میں برکت عطا فرمائے۔ تھوڑا بہت ہے۔

جنگ: آپ کی بیوی کے والدین حیات ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: میری بیوی سعودی عرب کی شہریت رکھتی ہیں۔ ان کے والدین کی مدینہ منورہ میں کافی جائیداد تھی۔ والد صاحب کا انتقال ہو چکا ہے۔ والدہ حیات ہیں۔ ان کی جائیداد میں سے حصہ ملتا ہے تو الحمد للہ گزارا ہو جاتا ہے۔ مدینہ منورہ میں میرے سالے بھی کافی اچھا کام کرتے ہیں اور کچھ نہ کچھ بھیجتے رہتے ہیں۔ الحمد للہ گزارا ہو جاتا ہے۔ بڑھاپا عزت اور آرام سے گزر رہا ہے۔

جنگ: آپ اپنی زندگی سے مطمئن ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: بالکل مطمئن ہوں۔ دونوں بیٹیوں کی شادی

کر دی ہے اور وہ خوش ہیں۔ ایک کے شوہر یہیں کراچی کے ہیں لیکن ملازمت دبئی میں اسامہ بن لادن کے والد کی کمپنی میں کرتے ہیں اور دوسری بیٹی کے شوہر یہیں کراچی میں اپنا کاروبار کرتے ہیں۔

جنگ: اور بیٹے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ایک بیٹا "انس میاں" آج کل یہیں کراچی میں ہیں۔ یہ بغداد کی یونیورسٹی میں عالم کا کورس کر رہے تھے۔ وہاں تین سال پہلے کلنٹن صاحب کے دور میں زبردست بم باری شروع ہوگئی تو والدہ صاحبہ نے کہا کہ اس کو بلا لو، لہٰذا ہم نے بلا لیا۔ اس کے بعد میں نے اس کی درخواستیں وغیرہ اور جگہیں بھیجیں تاکہ یہ عربی، حدیث اور تفسیر وغیرہ پڑھ لیں۔ لیبیا سے داخلے کے سلسلے میں جواب آ گیا۔ ہم نے ان کو تیار کر دیا اور وہاں بھیج دیا۔ اب موجودہ حالات میں خطرہ ہے کہ دہشت گردی کی وجہ سے عراق، شام اور لیبیا پر بھی حملہ ہوگا لہٰذا یہ کچھ دنوں کے لیے آ گئے ہیں۔

جنگ: سب سے مشہور یونیورسٹی تو جامعہ الازہر قاہرہ ہے، وہاں کیوں نہیں بھیجا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: وہاں بھی درخواست بھیجی تھی۔ وہاں سے بھی جواب آیا لیکن بعد میں لیبیا کا پروگرام بن چکا تھا، ٹکٹ کا بھی انتظام ہو چکا تھا، لہٰذا ان کو وہاں بھیج دیا۔ اب وہ واپس آ گیا ہے۔ ایک سال باقی رہ گیا ہے۔ بہر حال یہ تو چلتا رہتا ہے زندگی میں۔ وہ اپنے طور پر آگے بڑھیں گے۔

جنگ: آپ کی بہنیں اور بھائی وغیرہ کیا کرتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: بڑی بہن ڈاکٹر فریدہ صدیقی ہیں۔ پہلے ان کا یہاں کراچی میں ایک کالج تھا۔ اب انہوں نے وہاں ایک ویمن اسلامک یونیورسٹی بنائی ہے۔ وہاں مستورات کے لیے حفظ قرآن، عالمہ اور دیگر دینی تعلیم وغیرہ کے کورسز ہوتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں وہ "قومی کمیشن برائے خواتین" کی رکن منتخب ہوئی ہیں۔ سماجی کارکن ہیں۔ بہت اچھی مقررہ اور مبلغہ ہیں۔ کراچی یونیورسٹی کی سنڈیکیٹ کی رکن کے علاوہ سینٹرل زکوٰۃ کونسل کی بھی رکن ہیں۔ چھوٹی بہن ڈاکٹر عزیزہ صدیقی ہیں۔ انہوں نے فاطمہ

جناح میڈیکل کالج لاہور سے ایم بی بی ایس کیا ہے۔ ایم بی بی ایس کرنے کے بعد سرکاری ملازمت کرلی۔ وہ "جناح پوسٹ گریجویٹ سینٹر" میں گائناکالوجسٹ تھیں۔ اب وہ ریٹائر ہو گئی ہیں۔ ان کی عمر کوئی ستر برس ہوگی۔ تیسری بہن مجھ سے بڑی تھیں اور ناظم آباد میں رہتی تھیں۔ وہ مولانا فضل الرحمٰن انصاری کی اہلیہ تھیں۔ دو سال پہلے 103 سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔ وہ آخری وقت تک صحت مند رہیں۔

جنگ: مولانا آپ کے گھر میں عربی بولی جاتی ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: صرف میں اور میری بیوی آپس میں عربی گفتگو کرتے ہیں۔ البتہ بچے مجھ سے اور اپنی والدہ سے اردو میں گفتگو کرتے ہیں۔ اور کبھی کبھی عربی میں بھی۔ اب میری بیوی بھی اچھی طرح اردو بول لیتی ہیں لیکن میں شروع ہی سے ان سے عربی میں گفتگو کرتا ہوں۔

جنگ: لگتا ہے آپ نے گھر پر کم توجہ دی ہے۔ کیا گھر پر زیادہ توجہ نہیں دینی چاہیے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جی ہاں، ایسا ہی ہے، اس کی ایک وجہ ہے کہ مالی ذرائع کم ہیں اور کراچی جیسے مہنگے شہر میں گھر پر توجہ دینے کے لیے مالی وسائل کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ پہلے ہزاروں کی بات ہوتی تھی۔ اب لاکھوں کروڑوں کی بات ہوتی ہے۔ بہرحال مالی وسائل ہوں تو آدمی گھر پر توجہ دیتا ہے اور اگر نہ ہوں تو پھر قناعت کرتا ہے کہ چلو اللہ کا شکر ہے اتنا تو ہے۔

جنگ: صرف مالی وسائل کم تھے۔ یا آپ نے وقت بھی کم دیا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: وقت تو دیتا ہوں۔ بچوں کے ساتھ بیٹھ کر ان سے باتیں کرتا ہوں، سمجھاتا رہتا ہوں اور مختلف امور پر بات چیت بھی کرتا ہوں۔ ماشاء اللہ بچوں نے اچھی تعلیم حاصل کی ہے۔ میرے بچوں میں سے کوئی جاہل نہیں رہا، سب بچے ماشاء اللہ گریجویٹ ہیں۔ (اور دینی تعلیم سے بھی آراستہ ہیں)

جنگ: جب پاکستان بنا اور آپ لوگ پاکستان آئے تو اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اس وقت میں 22 سال کا تھا۔ والد صاحب بھی یہیں آئے تھے۔ یہاں پیچھے جیکب لائن کی بیرکس تھیں۔ بھارت سے آنے والے لوگوں کو یہاں ٹھہرایا جاتا تھا۔ ہم بھی دو ماہ تک یہاں رہے۔ ہمارا یہ گھر پارسیوں کی جگہ خالی تھی۔ اس وقت ہم نے یہ فلیٹ 35 روپے ماہانہ کرائے پر لے لیا تھا جو اب 250 روپے ماہانہ ہے۔

جنگ: بہن بھائی بھی سب یہاں پر رہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جی یہیں پر رہے۔ یہیں سب کی شادی ہوئی۔

جنگ: اب آپ کے بھائی کہاں ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: میرے تین بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ بڑے بھائی لندن میں رہتے تھے۔ انہوں نے یہیں شادی کی تھی 5 سال پہلے ان کا لندن میں انتقال ہو گیا تھا۔ وہ بھی عالم تھے۔ لیکن کاروبار کرتے تھے۔ ہمارے ان کی فیملی سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ ان کی ایک بیٹی کی شادی وہیں لندن میں ہوئی۔ وہ وہیں رہتی ہیں اور ایک بیٹی ساؤتھ افریقہ میں رہتی ہیں۔ ان کی چھ بیٹیاں ہیں۔ تین لندن میں رہتی ہیں۔ ایک جنوبی افریقہ میں، ایک بیٹی اسلام آباد اور دو یہاں کراچی میں رہتی ہیں۔ ان کا ایک بیٹا ہے۔ وہ یہاں راولپنڈی میں ٹریولنگ ایجنسی کا کام کرتا ہے اور پنڈی میں ہی مستقل مقیم ہے۔ میرے بھائی بھی ہر تین چار سال بعد آتے رہتے تھے۔ یہاں وہ دو چار مہینے والدہ کے پاس گزارتے اور پھر واپس چلے جاتے۔ میرے ایک بھائی حامد ربانی ایروناٹیکل انجینئر ہیں۔ دوسرے شاہ محمد جیلانی تھے، پھر حماد سبحانی۔ دونوں مجھ سے چھوٹے ہیں ایک سعودی عرب میں رہتے ہیں۔

جنگ: آپ کی شادی سعودی عرب میں کس طرح ہوگئی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: دراصل والد صاحب سعودی عرب جاتے رہتے تھے۔ ان کی رہائش مدینہ منورہ میں تھی۔ ان کا انتقال بھی وہیں ہوا۔ اور زندگی کے آخری ایام میں انہوں نے وہیں گزارے تھے۔ وہاں ان کی مولانا ضیاء الدین صاحب سے

گہری دوستی اور محبت تھی۔ میں بھی والد صاحب کے ساتھ سعودیہ جاتا رہتا تھا تو میرے والد صاحب نے مولانا ضیاء الدین سے میری بات کر دی۔

جنگ: آپ کے سسرال والے پاکستانی ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جی حضرت مولانا ضیاء الدین قادری رضوی اصل میں سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ وہ تقریباً 20 سال کی عمر میں سعودی عرب چلے گئے تھے۔ انہوں نے شادی بھی وہیں کی۔ ان کا گھر اہل علم وفضل کا مرکز تھا۔ ان کا انتقال 111 سال کی عمر میں ہوا، اس عرصے میں وہ واپس نہیں آئے۔ ان کی خواہش تھی کہ موت آئے تو مدینہ میں۔ ان کی آرزو پوری ہوئی۔ وہ جنت البقیع میں آرام فرمائیں۔

جنگ: کیا آپ صرف دینی کتابیں ہی پڑھتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: نہیں! ابھی حال ہی میں انگریزی کی ایک کتاب Roots پڑھی ہے۔ اس کا ایک کردار ہیرو اپنے بچپن کا واقعہ لکھتا ہے کہ میں اپنی دادی کے پاس رہتا تھا۔ دادی جو زبان بولتی تھیں ہمیں وہ سمجھ نہیں آتی تھی، ہم انگریزی میں بات کرتے تھے۔ جب میں بڑا ہوا تو میری دادی کا انتقال ہو گیا، لیکن وہ بات مجھے یاد ہی رہی کہ دادی کیا پڑھتی تھیں؟ وہ کیسی زبان بولتی تھیں؟ ہم کچھ سمجھ نہیں پاتے تھے؟ میں نے کچھ لوگوں کو اپنی جوانی میں وہ زبان بولتے سنا تو پوچھا کہ آپ کون سی زبان میں بات کر رہے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ ہم مسلمان ہیں اور ہماری زبان عربی ہے۔ اس پر مجھے شبہ ہوا کہ ہماری دادی بھی یہی زبان بولتی تھیں۔ میں نے ریٹائرمنٹ کے بعد ویسٹ کوسٹ افریقہ کا رخ کیا اور نائجیریا، گنی، گھانا وغیرہ گیا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ بچے مسجدوں میں قرآن پڑھ رہے تھے۔ جب میں نے انہیں پڑھتے ہوئے دیکھا تو مجھے اندازہ ہوا کہ دادی بھی وہی کچھ پڑھا کرتی تھیں۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ ہم مسلمان ہیں۔

جنگ: آپ کتنے غیر مسلموں کو مسلمان کر چکے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: کوئی زیادہ نہیں، یہی کوئی پانچ سو کے قریب ہوں گے۔ ویسے میں ان کا ریکارڈ اپنے پاس رکھتا ہوں، چوں کہ ایک سرٹیفکیٹ بھی جاری کرنا ہوتا ہے۔ البتہ میرے والد صاحب نے بہت زیادہ لوگوں کو مسلمان بنایا۔ انہوں نے

دنیا بھر میں 60 ہزار سے زیادہ لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ انڈونیشیا، ملائیشیا اور دوسرے بہت سے ممالک کے لوگ میرے والد صاحب کے ہاتھوں مسلمان ہوئے۔

جنگ: جہیز کی رسم کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ہمارے ہاں جہیز کی رسم بہت غلط روش پر چل پڑی ہے۔ کچھ لوگ بڑی پابندی سے اس رسم کو پورا کرواتے ہیں جو بڑی غلط بات ہے۔ اصل میں یہ تو خوش دلی کی بات ہوتی ہے، لیکن یہاں تو جہیز میں گاڑیاں اور موٹریں اور نہ جانے کیا کیا ڈیمانڈ کر دی جاتی ہے۔

جنگ: کیا عورت کے لیے صرف نظر کا پردہ کافی نہیں ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: نہیں، نظر کا پردہ تو کچھ نہیں ہوتا۔ اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ باقاعدہ پردہ ضروری ہے۔

جنگ: کھانے میں کیا پسند ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: کھانے میں ماش اور چنے کی دال بہت پسند ہے۔ میں گوشت شروع ہی سے بہت کم کھاتا ہوں۔ بائی پاس ہونے کے بعد بالکل ہی چھوڑ دیا ہے، البتہ مچھلی یا مرغی کا گوشت کھا لیتا ہوں۔

جنگ: علم نجوم کے حوالے سے آپ کا ستارہ کون سا ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: مجھے نہیں معلوم۔ میں نے کبھی ایسی چیزوں میں دلچسپی نہیں لی۔

جنگ: بیگم صاحبہ سے کبھی کبھار جھگڑا تو ہو جاتا ہو گا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: بالکل ہوتا ہے۔

جنگ: کس بات پر ہوتا ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: آپس کے معاملات اور گھر کے انتظامی معاملات پر کبھی کبھار اختلاف رائے ہو جاتا ہے، لیکن وہ تھوڑی دیر کے لیے ہوتا ہے۔ درد سر نہیں بنتا!

جنگ: پھر صلح کون کراتا ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ہم خود ہی صلح کر لیتے ہیں۔

جنگ: صلح میں پہل کون کرتا ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: کبھی وہ کبھی میں، لیکن ہمارا جھگڑا زیادہ دیر تک نہیں چلتا، بس گھنٹے دو گھنٹے بعد ہی صلح ہو جاتی ہے۔

جنگ: بیگم صاحبہ آپ سے فرمائشیں تو کرتی ہوں گی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: زیادہ نہیں، کبھی باہر جاؤں تو کہہ دیتی ہیں کہ فلاں پرفیوم یا عطر لے آنا، میں کہتا ہوں کہ اچھا لے آؤں گا اور میں وہ چیز لے آتا ہوں۔

جنگ: حسن کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: سبحان اللہ، "اللہ جمیل ویحب الجمال" حسن تو بہر حال ایک فطری ذوق کی چیز ہے۔ صاحب ذوق ہی حسن پرست ہوتے ہیں۔ لیکن حسن کو کبھی حقیقت کا روپ نہیں دھارنا چاہیے، یہ مجازی ہی رہے تو اچھا ہے۔

جنگ: کیا کبھی زندگی میں خوف محسوس کیا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جب ہم ہندوستان میں تھے۔ اور 1947ء میں پاکستان بنا تو وہاں مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا تھا۔ دہلی میں مسلمانوں کی نعشیں بکھری پڑی تھیں اور چاروں طرف سے ہندوؤں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہندو "ہنومان کی جے ہو" کے نعروں کے ساتھ مسلمانوں کے محلوں پر حملے کر دیتے تھے۔ اس زمانے میں حقیقتاً خوف آتا تھا۔

جنگ: آپ روتے بھی ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ہاں، کبھی کبھار رو لیتا ہوں۔ رات کی تنہائیوں میں دعا مانگتے ہوئے بھی رونا آ جاتا ہے۔ پھر والدہ صاحبہ اور والد صاحب کے انتقال پر رویا تھا۔ میرا خیال ہے انسان کو رونا بھی چاہیے۔ دل صاف ہو جاتا ہے۔

جنگ: آپ تہجد کے لیے اٹھتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: کبھی کبھی۔ رمضان شریف میں پابندی سے

تہجد پڑھتا ہوں۔

جنگ: آپ کو کون سی خوشبو پسند ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: گلاب اور حنا کے عطر بہت پسند ہیں۔ گرمیوں میں عطر گلاب اور سردیوں میں عطر حنا استعمال کرتا ہوں۔

جنگ: آپ کا پسندیدہ رنگ کون سا ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: کتھئی، مجھے ٹیالا رنگ پسند ہے، یہی وجہ ہے کہ میرا صافہ بھی اسی رنگ کا ہے۔ اگر یہ صافہ سفید رنگ کا ہو تو ہر ہفتے بدلنا پڑے۔ ٹیالے رنگ کا صافہ تین چار ہفتے نکال لیتا ہے۔ اس رنگ پر مٹی کا کوئی خاص اثر نہیں ہوتا۔ ہم مسافر لوگ جبہ و دستار کی ناز برداریاں بھی نہیں کر سکتے۔

جنگ: کیا صوبوں کو مزید خودمختاری ملنی چاہیے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ہمارے آئین میں صوبوں کو خودمختاری دی گئی ہے وہ بھارت سے زیادہ ہے۔ میں بھی 1973ء کا آئین بنانے والی کمیٹی کا رکن تھا۔ پارلیمنٹ کی اس کمیٹی میں 25 افراد تھے۔ ہم دنیا بھر کے آئین کو زیر بحث لاتے رہتے۔ میرا خیال ہے کہ ہم نے اس آئین میں اپنے صوبوں کو بھارت سے زیادہ خودمختاری دی ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس پر عمل نہیں ہو رہا۔ جب ملک میں بار بار مارشل لاء لگایا جاتا ہے تو وہ وحدانی طرز حکومت یا صدارتی طرز حکومت اختیار کر جاتا ہے اور صوبوں کو پھر شکایات کا موقع مل جاتا ہے۔ جو آتا ہے وہ اپنی بات چلاتا ہے۔ آئین منہ دیکھتے رہ جاتا ہے۔

جنگ: زندگی میں کبھی کسی چیز کی کمی محسوس کرتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: میری والدہ کا حال ہی میں انتقال ہوا، ان کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ اس سے پہلے والد صاحب کی کمی محسوس کرتا تھا۔

جنگ: کبھی کسی بات پر ندامت محسوس کی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: بعض غلطیوں اور کاموں پر ندامت محسوس کرتا ہوں۔ مگر میرا اللہ کریم میری غلطیوں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔

جنگ: آپ مصلحتاً جھوٹ بولتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ہے، میں جھوٹ نہیں بولتا اور کوشش کرتا ہوں کہ مصلحتاً بھی جھوٹ نہ بولوں۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے گھر کوئی مجھ سے ملنے کے لیے آتا ہے، اگر میں مطالعہ یا کسی اور کام میں مصروف ہوں یا لیٹا ہوا ہوں تو میرے بچے مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ابا ان سے کہہ دیں کہ آپ گھر پر نہیں ہیں؟ میں نے بچوں کو بھی بچپن سے یہ عادت ڈالی ہے کہ جھوٹ نہیں بولنا۔ اگر کبھی غلطی سے جھوٹ بول دیا ہو تو کچھ یاد نہیں ورنہ مصلحتاً جھوٹ نہیں بولتا۔

جنگ: کوئی خواب جو سچ ہوا ہو؟

مولانا شاہ احمد نورانی: میں نے کوئی ایسا خواب نہیں دیکھا، اگر دیکھتا ہوں تو بھول جاتا ہوں۔

جنگ: آپ تقدیر پر یقین رکھتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ہاں رکھتا ہوں۔

جنگ: کبھی آپ کی بیگم صاحبہ نے کہا کہ یہ سیاست وغیرہ چھوڑ دیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جی ہاں، وہ کہتی ہیں کہ آپ اتنی زیادہ بھاگ دوڑ اور مسلسل سفر کر کے تھک جاتے ہیں۔ اب آپ ضعیف ہو گئے ہیں، اب ریٹائرمنٹ لے لیں اور آرام کریں۔

جنگ: جمعیت علمائے پاکستان میں کوئی سیکنڈ لائن قیادت کیوں نہیں آسکی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: میں نے کچھ تیار کرنے کی کوشش کی لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ سب لوگ تتر بتر ہو گئے۔ میں برملا اس کا اعتراف کرتا ہوں۔ یہ ہماری غلطی ہے کہ ہم کوئی ایسا انتخاب نہیں کر سکے۔ یہ واقعی ہماری کوتاہی ہے کہ ہم سیکنڈ لیڈرشپ تیار نہیں کر سکے۔ پہلے ہمیں توقع تھی کہ یہ سب ہو جائے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔ میرے اردگرد بہت اچھے لوگ ہیں۔ مگر سیکنڈ لائن لیڈرشپ تیار نہیں ہو سکی۔ بڑی بڑی صلاحیتوں والے ساتھی بکھر کر قیادت کے صحراؤں میں بھٹک رہے ہیں۔

جنگ: ؟

مولانا شاہ احمد نورانی: میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت پاکستان بڑے نازک دوراہے پر کھڑا ہے۔ ایسے میں موجودہ حکومت کو بہت سوچ کر قدم اٹھانا چاہیے۔ ستمبر میں جنرل پرویز مشرف نے مجھے بلایا تھا، وہاں کچھ اور جرنیل بھی موجود تھے۔ ان کی موجودگی میں میں نے جنرل پرویز مشرف سے عرض کیا تھا کہ جناب، ابھی امریکہ نے افغانستان پر بمباری شروع نہیں کی، مگر آپ نے امریکہ سے بہت کچھ طے کر لیا ہے۔ میں بھی پاکستان کی پوری تاریخ سے متعلق رہا ہوں۔ میں نے پاکستان بنتے ہوئے دیکھا۔ پاکستان بنا ہوا دیکھا اور پھر اسے ٹوٹتے ہوئے بھی دیکھا ہے میں نے وہ وقت بھی دیکھا ہے جب کراچی میں بر نس روڈ پر جناح مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھانے جایا کرتا تھا، اس زمانے میں بسیں کم ہوا کرتی تھیں اور لوگ زیادہ تر پیدل ہی مسجد جایا کرتے تھے۔ اس وقت سینٹرل سیکرٹیریٹ یہیں کراچی میں تھا۔ یہ 1949-50ء کی بات ہے میں اس وقت دیکھتا تھا کہ ملک کے سینٹرل سیکریٹریٹ کے دفاتر میں کرسی ہے تو میز نہیں ہے اور اگر میز ہے تو کرسی نہیں ہے۔ میں نے اس سکرٹریٹ میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کو زمین پر بیٹھ کر کام کرتے ہوئے دیکھا۔ میں نے ان سے کہا کہ جنرل صاحب، ہم نے بار بار امریکہ اور یہود و نصاریٰ کی ہم نوائی کا تجربہ کیا۔ یہ ہمارے کسی کام کے نہیں، ان پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ اب آپ کہتے ہیں کہ یہ ہے، وہ ہے۔ اچھے ہیں اعلیٰ ہیں۔ دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ امریکہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ اسلام کی ساڑھے چودہ سو سالہ تاریخ یہود و نصاریٰ کی بدعہدی دشمنی، مسلمانوں کی نسل کشی سے بھری پڑی ہے۔ بہر حال آپ نے جو بھی اقدام کیا ہے، وہ شائد درست ہو گا۔ لیکن مجھے امید نہیں ہے کہ یہ کامیابی سے چل سکے گا۔ آپ کے اقدام سے پاکستان سنگین مسائل میں گھر جائے گا۔ مسلمان کمزور ہو جائیں گے اور ایک دن آئے گا آپ خود بے بس ہو جائیں گے۔ اور اب مجھے افسوس ہے کہ حالات ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ پاکستان میں غیر ملکی فوجی آ گئے ہیں۔ ہمارے کئی اڈوں پر امریکہ کے جہازوں نے قبضہ کر لیا ہے اور امام خمینی نے امریکہ کے لیے بڑا سچ فقرہ کہا تھا کہ "یہ شیطان بزرگ ہے اور یہ اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے۔" یہ مسلمانوں کی نسل کشی کر رہا ہے۔ عراق میں یہ کام دکھا چکا ہے۔ اب افغانستان میں وہی کام کر رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ پاکستان کا نمبر ضرور آئے گا۔

وہ مسلمانوں کو آزمانا چاہتے ہیں کہ ان کی غیرت وحمیت مر چکی ہے یا بیدار ہے

ہم نے سب سے پہلے رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد کی روشنی میں قومی اسمبلی کے لیے قرارداد مرتب کی ۳۰ جون کو اسمبلی میں پیش کی جس پر ۳۷ ارکان کے دستخط تھے

مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ

ماہنامہ "ضیائے حرم" میں چھپنے والا انٹرویو

ملاقات:۔ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت شروع ہوئی تو اُس وقت میں سکول میں پڑھتا تھا شاید نویں یا دسویں میں۔ مجھے یاد ہے تحریک شروع ہونے کے بعد میرا دھیان کتابوں کے بجائے تحریک کی طرف ہو گیا تھا۔ ان دنوں مسجد وزیر خان اور دہلی دروازے کے باہر میدان میں تقریباً ہر روز جلسے ہوتے تھے۔ اکابر دھواں دھار تقریریں کرتے اور بعد میں زور وشور سے جلوس نکالے جاتے ان جلسے جلوسوں میں شرکت میرا معمول بن گیا تھا۔ لاہور کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی تحریک زوروں پر تھی۔ اخبارات سے معلوم ہوتا تھا جیسے پورا ملک مرزائیوں کو اقلیت قرار دلانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی کا نام پہلے پہل میں نے اسی زمانے میں سنا۔ وہ کراچی میں تحریک کے لیے بڑی سرگرمیوں سے کام کر رہے تھے۔ پھر بعد میں جب منیر رپورٹ شائع ہوئی تو اس میں بھی ان کا نام نظر سے گزرا۔

اس کے بعد ایک عرصہ گزر گیا نورانی میاں کا نام کبھی سننے میں نہ آیا۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات سے کچھ عرصہ قبل وہ اچانک ایک بار پھر اخبارات کے ذریعے سامنے آئے اور الیکشن کے بعد تو دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف چھا گئے۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۸ء تک وہ کہاں

رہے؟ میرے اس سوال کے جواب میں نورانی میاں نے بتایا کہ اس دوران وہ تبلیغی مشن کے سلسلے میں ملک سے باہر رہے۔ یورپ، امریکہ اور افریقہ وغیرہ کے ملکوں میں شاید ہی کوئی مقام ایسا ہوگا جہاں وہ نہ پہنچے ہوں اور اسلام کی دعوت نہ پہنچائی ہو۔ بعض مقامات پر قادیانیوں سے ان کی مڈبھیڑ بھی ہوئی۔ مثلاً نیروبی، دارالسلام، ماریشس اور لاطینی امریکہ میں سرینام، برٹش، گیانا اور ٹرینی ڈاڈ میں انہوں نے بڑے کامیاب مناظرے کیے اور وہاں مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ ان مناظروں کے نتیجے میں تقریباً چھ سو سے زیادہ مرزائیوں نے توبہ کی اور از سرِ نو حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

اس دوران انہوں نے قادیانیت سے متعلق انگریزی زبان میں ایک عظیم کتاب بھی لکھی جس میں ایک سو سے زیادہ آیات قرآنی اور تین سو سے زیادہ احادیث نبوی سے آنحضرت ﷺ کو آخری نبی ثابت کیا۔ نورانی میاں کی تبلیغی زندگی پر نظر ڈالیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا انہوں نے تمام عمر مرزائیت کے رد میں گزاری ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا ان کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی بھی بیرونی ممالک میں یہی اہم فریضہ سر انجام دیتے رہے۔

مجھے یاد ہے پاکستان آنے کے بعد ۱۹۶۹ء میں انہوں نے سب سے پہلا بیان قادیانیوں ہی کے بارے میں جاری کیا تھا۔ انہوں نے یحییٰ خان کو مخاطب کرتے ہوئے صاف کہا تھا کہ تمہارا قادیانی مشیر ایم ایم احمد پاکستان کی معیشت کو تباہ کر رہا ہے جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان تک ہمارے ہاتھوں سے نکل سکتا ہے۔ افسوس شاہ احمد نورانی کی یہ آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی اور بعد میں ہم نے دیکھا کہ شیخ مجیب نے معاشی بے انصافی کا نعرہ لگا کر مشرقی پاکستان کے مسلمانوں میں تعصب کا بیج بویا اور بنگالی یہ تک کہنے لگے کہ مشرقی پاکستان کی تمام تر آمدنی مغربی پاکستان کی ڈیویلپمنٹ پر خرچ ہو رہی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مشرقی پاکستان کو الگ کرنے کے لیے شیخ مجیب الرحمٰن کو کچھ "پاسبان" یہاں کے صنم خانوں سے بھی مل گئے تھے۔ لیکن نورانی میاں کے بروقت انتباہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قدرت نے ۱۹۶۸ء میں انہیں وطن اسی لیے واپس بھجوایا تھا کہ وہ اہل وطن کو آنے والے عظیم خطرہ سے آگاہ کریں۔

نورانی میاں جن دنوں قومی اسمبلی میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دلانے کے لیے دن رات جدوجہد کر رہے تھے۔ میں کئی بار اسلام آباد میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب بھی اُن سے ملاقات ہوئی انہوں نے بڑی محبت سے ضروری حالات و واقعات بتائے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس فتنہ کی ہلاکت آفرینی سے پوری طرح آگاہ ہیں اور اپنی تمام تر صلاحیتیں اس کے لیے وقف کیے ہوئے ہیں۔ آپ کو شاید یہ سن کر حیرت ہو کہ تحریک ختم نبوت کے دوران قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کے اجلاسوں میں پوری ذمہ داری سے شرکت کرنے کے علاوہ انہوں نے تقریباً ڈیڑھ سو شہروں، قصبوں اور دیہات میں عام جلسوں سے خطاب بھی کیا۔ واقعی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

۷ ستمبر کو قومی اسمبلی کا تاریخ ساز فیصلہ ہوا، تو میں نے نورانی میاں کی خدمت میں مبارکباد کا پیغام بھیجا۔ ادھر ادارہ ضیائے حرم نے فیصلہ کیا کہ تحریک ختم نبوت میں جن علمائے اہلسنّت اور مشائخ عظام نے قابل ذکر کارنامے سر انجام دیے ہیں ان کی جدوجہد پر مشتمل ایک خصوصی نمبر ترتیب دیا جائے نیز اس نمبر کے لیے نورانی میاں کا انٹرویو بھی حاصل کیا جائے۔

چند روز کے بعد رمضان شریف کا مبارک مہینہ آ گیا، اس مہینے میں نورانی کیا تھے؟

"میرے تاثرات" نورانی میاں بولے: "یہی تھے۔ کہ مرزائیوں نے مسلمانوں کو چیلنج کیا ہے وہ مسلمانوں کو آزمانا چاہتے ہیں کہ ان کی غیرت وحمیت مر چکی ہے یا بیدار ہے۔"

عرض کیا۔

"اس واقعہ کے چند روز بعد جب وزیر اعظم بھٹو نے یہ تقریر کی تھی کہ قادیانیوں کا مسئلہ قومی اسمبلی کے ذریعے حل ہوگا تو اس کے بعد اسمبلی کی سطح پر اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے آپ نے کیا اقدامات کیے؟"

فرمایا: "اس سال اپریل میں، میں ورلڈ اسلامک مشن کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن گیا۔ ان دنوں مکہ معظمہ میں رابطہ عالم اسلامی کا اجلاس ہو رہا تھا۔ ورلڈ اسلامک مشن کانفرنس کی وجہ سے میں اس وقت مکہ معظمہ نہیں جا سکا۔ لندن سے فارغ ہو کر میں مکہ

معظمہ حاضر ہوا۔ حاضری کا ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ وہاں سے رابطہ عالم اسلامی کی وہ قرارداد حاصل کروں جو انہوں نے قادیانیوں کے بارے میں متفقہ طور پر منظور کی تھی۔

۲۶ مئی کو یہ قرارداد لے کر پاکستان پہنچا تو قادیانیوں کا مسئلہ شروع ہو چکا تھا۔

ہم نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد کی روشنی میں قومی اسمبلی کے لیے قرارداد مرتب کی جس میں حزب اختلاف کی تمام جماعتوں کا مشورہ شامل تھا یہی قرارداد ہم نے ۳۰ جون کو اسمبلی میں پیش کی جس پر ۳۷ ارکان کے دستخط تھے۔

دوسرا کام اسمبلی میں ہم نے یہ کیا کہ قادیانیت سے متعلقہ جس قدر لٹریچر بھی دستیاب ہو سکا وہ ہم نے اسمبلی کے ممبروں میں تقسیم کیا، اس کے علاوہ ہم نے ممبروں سے ذاتی رابطے بھی قائم کیے اور ختم نبوت کے مسئلے پر انہیں آگاہ کیا۔"

"کیا اسمبلی میں ایسے لوگ بھی موجود تھے۔ جو امت کے اس متفقہ مسئلے کے بارے میں مداہنت سے کام لیتے ہوں؟"

"لیتے تھے۔ لیکن جن لوگوں کے بارے میں ہمیں یقین تھا کہ وہ قادیانی لابی سے متاثر ہیں یا ربوہ کے زیر اثر ہیں، ان سے ہم نے رابطہ قائم نہیں کیا۔ کوشش بھی کی کہ جن کا تعلق مرزائیت سے نہیں ہے ان کو ختم نبوت کی اہمیت سمجھا دی جائے۔ قادیانی بھی اس دوران میں اپنا کام کرتے رہے اور مسلمان ممبروں کے ذہن میں شکوک وشبہات پیدا کرتے رہے۔ چنانچہ ایک رکن اسمبلی نے مجھ سے کہا کہ مرزا ناصر کہتا ہے کہ جب کوئی مسلمان فنا فی الرسول کے جذبے سے سرشار ہو کر مقام صدیقیت پر فائز ہو جاتا ہے تو اس کے لیے نبوت کی کھڑکی کھل جاتی ہے میں نے یہ بات سن کر اس ممبر سے کہا کہ مرزا ناصر کا یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ جب مسلمان مسلسل عبادت سے فنا فی اللہ کا درجہ حاصل کر لے تو اس کے لیے الوہیت کی کھڑکی کھل جاتی ہے یہ جواب اس کی سمجھ میں آ گیا۔"

عرض کیا: "لگے ہاتھوں ان مردان کار کے نام بھی بتا دیجئے جنہوں نے قومی اسمبلی میں آپ سے بھرپور تعاون کیا؟"

"ہاں لکھیے" نورانی میاں بولے۔ "علامہ عبدالمصطفےٰ ازہری، مولانا محمد ذاکر، مولانا محمد علی، پروفیسر غفور احمد، مولانا مفتی محمود، سردار شیر باز خان مزاری، مخدوم نور محمد ہاشمی

اور صاحبزادہ احمد رضا قصوری......

اور مولانا غلام غوث ہزاروی؟ قریب بیٹھے ہوئے ایک صاحب خواہ مخواہ درمیان میں بول پڑے۔ جواب میں نورانی میاں نے بتایا کہ ہزاروی اور ان کے ساتھی مولانا عبدالحکیم نے تو ۳۰ جون والی قرارداد پر دستخط تک نہیں کیے۔

میں سوچنے لگا آخر یہ کیسے لوگ ہیں جو مذہبی رہنما بنتے ہوئے بھی دین کے ایسے اہم اور بنیادی مسئلہ پر علماء سے اتفاق نہیں کرتے اور مصلحتوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسے علماء تقریباً ہر دور میں موجود رہے ہیں۔

نورانی میاں نے دوسری گلوری منہ میں رکھ لی تھی اور اب اسے مزے سے چبا رہے تھے۔ میں نے پوچھا۔

"کیا آپ اسمبلی کی قرارداد سے پوری طرح مطمئن ہیں۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ حکومت اس قرارداد پر ٹھیک ٹھیک سے عمل کرے گی؟"

نورانی میاں نے نہایت پرسکون اور ٹھنڈے لہجے میں جواب دیا۔

"قرارداد سے ہم متفق ہیں اور متفق کیوں نہ ہوں اسے مرتب ہی ہم نے کیا تھا۔ رہی یہ بات کہ حکومت اس پر عمل کرے گی تو میرا دوٹوک جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں کرے گی۔

واقعات بتا رہے ہیں کہ مرزائی کلیدی اسامیوں پر برقرار ہیں۔ ربوہ کو تحصیل Declare نہیں کیا گیا۔ حتیٰ کہ اُن علماء کو بھی ابھی تک رہا نہیں کیا گیا جن کی رہائی کا حکومت نے وعدہ کیا تھا۔ یہ سب کچھ آپ کے سامنے ہے۔ حکمران اپنے دستور کی دھجیاں خود بکھیر رہے ہیں۔ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں، بات بڑھ جائے گی۔

"آخر ان واقعات پر عمل کرانے کے لیے آپ کوئی قدم بھی اٹھائیں گے یا نہیں؟"

"پھر وہی بات" نورانی میاں بولے۔" میں نے کہا ہے کہ ملک گیر پیمانے پر جدوجہد صرف آئین میں ترمیم کے لیے ہی کی جاتی ہے، وہ جدوجہد ہو چکی، اب مزید کسی تحریک کی ضرورت نہیں، حکومت نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دے دیا ہے۔ ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے اور مرزائیوں کو کلیدی اسامیوں سے ہٹانے کے مطالبات بھی تسلیم کر لیے ہیں۔

اب مسئلہ آئینی نہیں بلکہ انتظامی ہے۔ اس کے لیے احتجاج ہونا چاہیے۔ ہم اسمبلی

کے اندر احتجاج کریں گے۔ آپ اسمبلی سے باہر پورے ملک میں احتجاج کیجیے۔ جلسوں میں
احتجاجی قراردادیں منظور کروا کر حکومت کو بھیجیے۔ حکومت کو آج نہیں تو کل انتظامی سطح پر ان
مسائل کو حل کرنا پڑے گا۔

نورانی میاں ہمارے ملک میں خاصے اعتدال پسند سیاست دان سمجھے جاتے ہیں۔
ہمارے ملک میں جہاں ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے دن رات "کم بچے خوشحال گھرانہ" کے
گیت گائے جاتے ہیں دیکھا جائے تو اچھا خاصا قحط الرجال ہے۔ آدمیوں کی بھیڑ میں
انسان خال خال نظر آتے ہیں۔ ایسے میں ملک کے اکثر لوگ نورانی میاں سے بڑی امیدیں
وابستہ کیے ہوئے ہیں۔ لوگ چاہتے ہیں کہ یہ ملک جس نظریے کی حکمرانی کے لیے وجود میں
آیا تھا وہ نظریہ یہاں جاری وساری ہو۔ نورانی میاں کا مقصد بھی چونکہ ملک میں نظام مصطفیٰ
کا نفاذ ہے۔ اس لیے لوگوں کی ان کے ساتھ محبت بالکل فطری بات ہے۔ دوسری طرف
نورانی میاں منحنی منی حزب اختلاف کے بھی رہنما ہیں۔ جسے اکثریتی پارٹی بھی جب چاہتی
ہے ہاتھ کھڑے کروا کر شکست کے خطرے سے دوچار کر دیتی ہے۔ اسمبلی میں جہاں بندوں
کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے۔ حزب اقتدار کثیر ہونے کے باوجود حزب اختلاف سے
خائف رہتی ہے۔ شاید اس لیے کہ یہ قلیل ہونے کے باوجود مقاصد جلیلہ رکھتی ہے۔

انسانی طبائع میں جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ زینت چمن ہو یا نہ ہو بہر حال اس
کی رنگا رنگی سے انکار ممکن نہیں۔ ۷ ستمبر کو جب یہ تاریخی فیصلہ سامنے آیا تو اس میں وزیر اعظم
نے فرمایا تھا کہ ممکن ہے اس فیصلے سے بعض لوگ خوش نہ ہوں مگر رفتہ رفتہ وہ بھی اس فیصلے
سے خوش ہو جائیں گے۔ اس سے بعض لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ تاریخی فیصلہ اگرچہ
آئین کا حصہ بن گیا ہے مگر اس پر عمل درآمد کبھی نہیں ہوگا۔ یہ بالکل ایسا ہی فیصلہ ہے، جیسے
ہمارے آئین میں موجود ہے کہ ملک میں جمہوریت ہوگی، مگر ہر جگہ دفعہ ۱۴۴ نافذ ہے،
بنیادی انسانی حقوق معطل ہیں وغیرہ۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ حکمران جب چاہتے ہیں،
اپوزیشن کو بے وقوف بنا لیتے ہیں۔ میں نے سوچا کیوں نہ نورانی میاں سے یہ بات پوچھ لی
جائے، دیکھیں وہ کیا جواب دیتے ہیں، چنانچہ ڈرتے ڈرتے عرض کیا۔

"کیا اس دفعہ بھی اسمبلی میں آپ دھوکہ تو نہیں کھا گئے۔ کسی بات کو آئین کا حصہ

بنا دینے سے عوام کو کیا حاصل۔ عوام تو معاشرتی زندگی میں اس کا نفاذ چاہتے ہیں؟"

"ٹھیک ہے" نورانی میاں نے فرمایا۔ "آئین پر عمل درآمد نہایت ضروری ہے۔
لیکن یہ بات غلط ہے کہ ہم نے اسمبلی میں کبھی دھوکہ کھایا۔ قادیانی مسئلے میں ہم اللہ کے فضل
سے کامیاب رہے ہیں۔ ہماری جدوجہد سے فیصلہ آئین کا حصہ بن چکا ہے، اب کوئی اس پر
عمل نہیں کرتا تو یہ اس کی اپنی بدبختی ہے۔ حزب اختلاف دھوکہ اس وقت کھاتی جب ہم بھٹو
صاحب کے ساتھ مذاکرات کرتے اور وہ ہمیں ٹرخانے کے لیے یہ کہہ دیتے کہ اچھا ہم
قادیانیوں کو اقلیت قرار دے دیں گے اور ہم ان کی بات مان کر مطمئن ہو جاتے۔ ظاہر ہے
یہ صورت نہیں ہوئی۔ بلکہ ہم نے سخت جدوجہد کے بعد اسمبلی میں اس مسئلہ کو حل کرایا ہے جو
الحمدللہ آج دستور کا حصہ ہے۔

میں نے پوچھا۔

"اس فیصلے کے بعد ملکی اور عالمی سطح پر اس کے اثرات کیا ہوں گے؟"

نورانی میاں نے کہا:

"قادیانی ملک کے وفادار نہیں، ان کی ہمدردیاں آج بھی اسی ملک کے ساتھ ہیں
جہاں ان کا "قادیان" ہے۔ وہ ہمیشہ اکھنڈ بھارت کے علمبردار رہے ہیں۔ اس فیصلے سے
ملک کی سالمیت کا تحفظ ہو گیا ہے، اب وہ ہمارے ملک کے خلاف کوئی سازش نہیں کر سکیں
گے۔ جہاں تک عالمی سطح پر اس کے اثرات کا تعلق ہے تو قادیانی اخبار اور رسائل بھی چیخنے
لگے ہیں کہ اب وہ دنیا میں تبلیغ کس طرح کر سکیں گے؟ قادیانیوں نے دنیا بھر میں مشہور کر
رکھا تھا کہ پاکستان میں احمدیوں کی اکثریت ہے، اب یہ لوگ وہاں تبلیغ کرنے جائیں گے تو
ان سے کہا جائے گا۔ پاکستان کے مسلمانوں نے تو تمہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے تم یقیناً
ہمیں اسلام کی نہیں، بلکہ کسی اور مذہب کی دعوت دے رہے ہو۔"

عرض کیا:

"کیا وجہ ہے کہ قادیانی بیرونی ممالک میں جا کر مرزائیت کی تبلیغ کرتے ہیں مگر
مسلمان مبلغوں کو وہاں جا کر تبلیغ اسلام کی توفیق نہیں ہوتی؟"

"نہیں، یہ بات نہیں" نورانی میاں نے بے ساختگی کے انداز میں کہا: ہم بیرونی

ممالک میں اسلام کی تبلیغ سے غافل نہیں ہیں۔ ہم نے ہمیشہ یہ کام نہایت مستعدی سے انجام دیا ہے۔ اب لندن میں ورلڈ اسلامک مشن بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کا ایک جامع پروگرام بنا رہا ہے۔ عنقریب پاکستان سے ایک سہ رکنی وفد وہاں جائے گا۔ جس کے لیے حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی، پروفیسر شاہ فرید الحق اور میرا نام تجویز ہوا ہے۔ لندن سے علامہ ارشد القادری بھی ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔ ہم یورپ، افریقہ اور امریکہ کے ہر مقام پر جائیں گے اور لوگوں کو قادیانیوں کی حقیقت سے آگاہ کریں گے۔ اس کے علاوہ جو لوگ ان کی تبلیغ کی وجہ سے اُن کے دام میں پھنس گئے ہیں انہیں بھی صحیح اسلام کی طرف بلائیں گے۔"

وقت کافی گزر چکا تھا۔ دو مسجدوں سے عشاء کی اذانوں کی آوازیں آنے لگی تھیں۔ نورانی میاں نے ساڑھے آٹھ بجے کے جہاز سے کراچی واپس جانا تھا۔ گھڑی دیکھی تو پونے سات ہو چکے تھے۔ اس لیے میں نے آخری سوال پوچھا۔

"مولانا! بعض لوگ اس تاریخی فیصلے کا سہرا بھٹو صاحب کے سر باندھ رہے ہیں، آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟"

نورانی میاں قدرے توقف سے بولے۔

"بعض لوگوں کی فطرت میں خوشامد کا عنصر شامل ہوتا ہے ایسے لوگ مادّی مفادات کی خاطر ہر دور میں چڑھتے سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ اور دونوں نہادوں کی ساری سوچ اسی مقصد کے لیے وقف ہوتی ہے کہ جب اور جس طرح بھی موقع ملے دم ہلاتے ہوئے "اونچی سرکار" تک پہنچ جائیں اور خوشامد کر کے اپنے دنیاوی مقاصد حاصل کریں۔ رہا کریڈٹ کا معاملہ تو وہ سراسر عوام کو جاتا ہے اور بالخصوص علماء اور طلباء کو جنہوں نے تند و تیز ہوا میں بھی ختم نبوت کا دیا بجھنے نہیں دیا، جو لوگ اب قادیانی فیصلے کا کریڈٹ بھٹو صاحب کو دے رہے ہیں، وہ پاکستان بنانے کا کریڈٹ غالباً ماؤنٹ بیٹن کو دیتے ہوں گے کیونکہ ماؤنٹ بیٹن بھی کہا کرتا تھا کہ پاکستان میرے دستخطوں سے وجود میں آیا ہے۔ آیئے ذرا دیکھیں تحریک کے دوران حکومت کا کردار کیا رہا:

☆ اقلیت کا مطالبہ کرنے والوں پر گولیاں چلائیں۔

☆ ہزاروں علماء کو جیلوں میں بند کیا۔
☆ قومی اسمبلی کے اندر آنسو گیس شیل پھینکے۔
☆ اخبارات میں ختم نبوت کا لفظ تک لکھنے پر پابندی لگائی۔
☆ ہر شہر میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کی تاکہ عوام ختم نبوت سے متعلق اپنے جذبات کا اظہار نہ کر سکیں۔
☆ مسجدوں میں لاؤڈ سپیکروں پر پابندی لگا دی تاکہ وہاں بھی کوئی جلسہ وغیرہ نہ کر سکے۔
☆ تحریک ختم نبوت کی حمایت کرنے والے اخبارات کے ڈیکلریشن تک منسوخ کر دیئے۔

اب آپ ہی بتایئے کہ اگر قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا کریڈٹ حکومت کو جاتا ہے تو ان مظالم کا کریڈٹ کس کو جاتا ہے؟ اصل میں اس قسم کی باتیں اب خوشامدیوں کی طرف سے کہی جا رہی ہیں۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ اس پوری تحریک میں پیپلز پارٹی نے من حیث الجماعت کوئی حصہ نہیں لیا حتیٰ کہ جن صوبوں میں ان کی اکثریت ہے وہاں بھی اسمبلیوں میں وہ کوئی قرارداد پاس نہیں کرا سکے۔ کریڈٹ کی بات ہوئی ہے تو یہ لطیفہ بھی سن لیجئے کہ ۷ ستمبر کو بھٹو صاحب نے جب اسمبلی میں تقریر کی تو مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب کہنے لگے۔

"اس مسئلے کے حل کا سہرا بھٹو صاحب کے سر بندھتا ہے" یہ سن کر میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"سبحان اللہ! سہروں کو شرک و بدعت کہنے والے بھی آج سہرے باندھنے لگے ہیں۔"

نورانی میاں بڑے اچھے موڈ میں تھے۔ جی بھی چاہتا تھا کہ ابھی ان سے باتیں ہوتی رہیں مگر ان کے جہاز کا وقت قریب تھا اور انہیں ایئر پورٹ پہنچنے کے لیے تیاری بھی کرنی تھی مجبوراً انٹرویو کا یہ سلسلہ ختم کرنا پڑا۔

میں ان سے اجازت لے کر باہر سڑک پر آیا، ہر طرف گھپ اندھیرا تھا ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ میں نے دیکھا سڑک کے کنارے ایک شخص ننھا سا ایک چراغ روشن کر رہا ہے، راہگیروں کے لیے، میں نے کہا اس دور میں ابھی ایسے لوگ موجود ہیں جو دوسروں کے فائدے کے لیے راستے میں روشنی کرتے ہیں۔ پھر تصور میں اندھیرے اور روشنی کا یہ کینوس پھیلتا چلا گیا۔ یوں محسوس ہوا جیسے سارے ملک میں اندھیرا ہو اور نورانی میاں اندھیرے سے نبرد آزما۔

اس وقت ساری دنیا میں مسلمان' قادیانیوں کا تعاقب کر رہے ہیں

سعودی عرب' انڈونیشیا اور ملائیشیا وغیرہ میں بھی قادیانی غیر مسلم قرار دیئے جا رہے ہیں

گیارہ سال کی عمر میں میرٹھ میں قرآن حکیم حفظ کر لیا

قادیانیت گزشتہ صدی کا منحوس فتنہ ہے امت پر اس کے خلاف جہاد واجب ہے

تحریک ختم نبوت 1974ء کے محرک اول قومی اسمبلی میں
سابق قائدِ حزب اختلاف' نامور سیاست دان' عالم دین اور شیخ طریقت
قائد اہلسنت حضرت

مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی

کا "سوئے حجاز" کے لیے ایک تہلکہ خیز انٹرویو

انٹرویو پینل: ملک محبوب الرسول قادری' محمد تنویر قریشی' ملک محمد فاروق اعوان

سفیر اسلام قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی کا نام ساری دنیا میں ایک عظیم روحانی پیشوا' جید عالم دین' بالغ نظر محب وطن سیاست دان اور صاحب بصیرت مبلغ اسلام کے طور پر جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ وہ توکل و استغناء' سادگی' متانت' اخلاص اور للّٰہیت کا پیکر ہیں۔ انہوں نے علمی' روحانی' تحقیقی' سیاسی' سماجی اور تبلیغی محاذوں پر گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ مرزائیوں کو پاکستان پارلیمنٹ میں غیر مسلم اقلیت قرار دلوانا مولانا نورانی کا عظیم کارنامہ ہے۔

مولانا نورانی اپنے والد گرامی' خلیفہ اعلیٰ حضرت بریلوی' سفیر اسلام حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح وارث اور حقیقی جانشین ہیں جنہوں نے جنوبی

امریکہ میں قادیانیوں کے خلاف 1935ء میں جہاد کیا تھا اور پھر ان کے بعد مولانا نورانی نے 1965ء میں سرینام جنوبی امریکہ میں طویل عرصہ قیام کر کے اس انڈین فتنہ کی سرکوبی کے لئے موثر جدوجہد فرمائی کئی مرتبہ مناظروں تک نوبت آئی آپ کو فتح اور شیطان کو شکست نصیب ہوئی اور پھر مولانا نورانی کے نام ہی سے قادیانی گرو گھبرانے لگے تحریک ختم نبوت کے دوران علمائے اہلسنت کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے مشہور دانشور پروفیسر شاہ فرید الحق نے بالکل درست کہا تھا کہ ”مولانا شاہ احمد نورانی' مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری' مولانا سید محمد علی رضوی اور اس ضعیفی اور علالت میں مولانا ذاکر صاحب نے جو کردار ادا کیا وہ تاریخ کے اوراق میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ بقول مولانا نورانی کے کہ انہوں نے تین ماہ کے دوران تقریباً پنجاب کے علاقہ میں چالیس ہزار میل کا دورہ کیا۔ رات رات بھر دورے کرتے رہے' تقریریں کیں۔ مسلمان اہل سنت کو حقائق سے روشناس کرایا اور پھر اسمبلی کی کمیٹی اور رہبر کمیٹی میں فرائض انجام دیے۔ سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا ان کے محضر نامہ کے جواب کی تیاری کی۔ مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری' مولانا محمد علی رضوی اور مولانا ذاکر نے سوالات اور جوابی سوالات تیار کیے۔ مسلسل مہینوں اجلاس میں شرکت کے لئے اسلام آباد میں مقیم رہے۔“

1978ء میں آپ نے کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) میں ”اسلام عہد جدید کے چیلنج کو قبول کرتا ہے“ کے عنوان سے مدلل و مفصل خطاب کیا تو کیپ ٹاؤن کے میئر نے آپ کو بھی ”سفیر اسلام“ کا خطاب پیش کیا۔

قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ کے طور پر گذشتہ تین سال سے وطن عزیز میں نفاذ نظام مصطفےٰ ﷺ اور تحفظ مقام مصطفیٰ ﷺ کے لئے برسر پیکار ہیں۔ اللہ کرے ان کی قیادت میں ہم اس دھرتی پر اللہ کے مقدس نظام کی بہار دیکھ سکیں۔ تحریک ختم نبوت کے حوالے سے مولانا شاہ احمد نورانی کا انٹرویو پیش نظر ہے۔

(محبوب قادری)

سوال: ابتدائی تعلیم کہاں حاصل کی؟

جواب: اپنے آبائی شہر میرٹھ میں۔ وہیں قرآن کریم حفظ کیا اس وقت میری

عمر گیارہ سال تھی وہیں درس نظامی پڑھا ہمارے استاد محترم حضرت استاذ العلماء مولانا غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ تھے جب میری دستار بندی ہوئی اور مجھے دستار فضیلت عطا کی گئی تو اس تقریب میں حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی' حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی' حضرت والد ماجد سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی اور میرے استاد گرامی حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) جیسے مقتدر اور جید حضرات شریک تھے۔

سوال: قادیانیات کے رد میں کام کرنے کا احساس کیسے بیدار ہوا اور آپ نے اس سلسلہ میں کیا جدوجہد فرمائی۔

جواب: قادیانیت پچھلی صدی کا منحوس فتنہ ہے جس نے اسلام کے نام پر مسلمانوں کو کافر بنانے کا کام سنبھال رکھا ہے مرزا قادیانی 1908ء میں مرا اور پچھلی صدی کا وہ سب سے بڑا فتنہ پرور شخص تھا اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بے ادبیاں' گستاخیاں کیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کا عقیدہ وہ نہیں جو ایک مسلمان کا ہونا چاہیے۔ اس نے خدا کا وجود اس انداز سے بیان کیا جیسے ہندوؤں وغیرہ کا تصور ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کا بارہا انکار کیا اس نے درجنوں دعوے کیے وہ ایک مخبوط الحواس اور فاتر العقل شخص تھا۔ وہ کہتا تھا کہ ”میں ہی محمد اور میں ہی احمد ہوں۔“ لیکن اس کو بے وقوف' احمق' جاہل اور بے عقل لوگوں نے اپنا سب کچھ مان لیا بلکہ جو کچھ وہ بکتا گیا وہ مانتے گئے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ فتنہ ہندوستان میں انگریزوں نے برپا کیا ان کا پیسہ اور پلاننگ تھی یہ انگریز کا خودکاشتہ پودا ہے اور مرزا خود ملکہ برطانیہ کے گن گاتا تھا۔ میرے حضرت والد ماجد خلیفہ اعلیٰ حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی صدیقی (رحمۃ اللہ علیہ) چونکہ ایک مبلغ و مصلح تھے انہوں نے ساری زندگی خدمت دین میں گزاری۔ جنوبی امریکہ میں انہوں نے مرزائیت کے خلاف عملی جہاد کیا تبلیغ دین کے لئے سب سے پہلے 1935ء میں وہ سرینام (جنوبی امریکہ) گئے ان کے ہاتھ پر الحمدللہ ایک لاکھ افراد نے اسلام قبول کیا۔

ختم نبوت کا عقیدہ مسلمانوں کے درمیان ایک متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے اور سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ختم نبوت کا منکر کافر اور مرتد ہے اس امت میں فتنہ ارتد اور فتنہ انکار ختم

نبوت کو بیخ و بن سے اکھاڑنے والے سب سے پہلے اور سچے عاشق رسول حضور ختمی مرتبت ﷺ کے پہلے خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے انہوں نے ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھ کر فتنہ ارتد اور فتنہ انکار ختم نبوت کی سرکوبی کی۔ مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں ہزاروں صحابہ کرام شریک ہوئے جن میں سینکڑوں حفاظ و قرآن بھی تھے اور بالآخر مسیلمہ کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ برصغیر میں جھوٹی قادیان کے خلاف بھی علماء حق نے کفرو ارتداد کے فتاویٰ جاری کیئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی' حضرت اقدس پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی' مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور دیگر تمام مکاتب فکر کے اکابر علماء نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر کی علماء حق نے مناظرے اور مباہلے کے چیلنج دیئے اور قبول کیئے یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی محض ایک چھوٹی سی تعداد کو اپنا ہم نوا بنانے میں کامیاب ہو سکا اور امت مسلمہ کا سواد اعظم اس فتنے میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہا تو چونکہ میرے والد گرامی کا موضوع رد قادیانیت و مرزائیت تھا ایک حوالے سے تو یہ موضوع مجھے ورثہ میں ملا اور پھر اس موضوع کا مطالعہ انسان کے ضمیر کو جھنجوڑتا ہے انسان سوتے سے جاگتا ہے اسے احساس ہوتا ہے کہ اے مصطفیٰ ﷺ کے غلام اٹھ اور جاگ تیرے ہوتے ہوئے تیرے نبی ﷺ کے گستاخ کیسے جرأت و جسارت کے ساتھ دندنا رہے ہیں۔ یہ قادیانی سیاہ بخت اللہ کے پیارے محبوب ﷺ کی محبت ختم کر کے ہندوستان کے جھوٹے نبی کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

ایسے میں ہر صاحب ایمان کا فرض ہے کہ وہ اٹھ کھڑا ہو اور میدان میں کود پڑے۔ اس فتنہ کی سرکوبی ہر بڑے فریضے سے اہم فریضہ ہے۔ یہ ایسا زہر ہے جو گڑ کی شکل میں کھلانے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔

ایسے حالات میں بہت ضروری ہے کہ فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے موثر اقدام اٹھائے جائیں۔ میں نے عرض کیا کہ مرزا قادیانی 1908ء میں مرا۔ وہ اپنی موت مرا۔ اس کی موت بدترین قسم کی موت تھی وہ ہیضہ میں مبتلا تھا اور علماء عصر کے چیلنج کا مقابلہ نہ کرسکا۔ سانپ مرگیا لیکن لکیر ابھی باقی ہے۔

اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے سب سے پہلے ہمارے بزرگوں اعلیٰ حضرت مولانا شاہ

احمد رضا خان بریلوی' حضرت اقدس پیر مہر علی شاہ گولڑوی' امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری جیسے بزرگوں نے ابتدائی ایام میں مرزائیت کا محاسبہ کیا اور بعد میں اور لوگ بھی اس قافلہ میں شامل ہوتے چلے گئے۔

تو میں نے عرض کیا کہ میرے والد گرامی حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ نے سرینام (جنوبی امریکہ) میں اس فتنہ کے خلاف جہاد کیا اور پھر میں بھی کچھ عرصہ وہاں رہ کر خدمت کرتا رہا۔ قادیانی پاکستان میں ربوہ کو "منی اسرائیل" بنانا چاہتے تھے۔ اس سلسلہ میں ہم نے بھی پلاننگ کی اور ہر موڑ پر اس فتنے کا تدارک کیا۔ 1952ء کی تحریک ختم نبوت کراچی میں حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر جید علماء کرام کے ساتھ شریک رہا۔ پاکستان آنے کے بعد سب سے پہلا بیان قادیانیت کے خلاف جاری کیا اور میرا عقیدہ ہے کہ اس بے دین ٹولے کے خلاف کام کرتے رہنا ہی ایمان کا تقاضا ہے پھر 30 جون 1974ء کو قومی اسمبلی کے فلور پر یہ تاریخی قرارداد بھی اللہ تعالیٰ نے اس گناہ گار کو پیش کرنے کی سعادت بخشی۔ اس قرارداد پر حزب اختلاف کے 22 ارکان نے دستخط کیے بعد میں یہ تعداد بڑھتی گئی حتیٰ کہ 37 ہوگئی۔

قسمت کی بات ہوتی ہے اللہ تعالیٰ جس سے چاہئے کام لے لے اور جس کو چاہے محروم کرے عبدالوالی خان جیسے افراد نے بلاتردد صرف ہمارے کہنے پر فوراً دستخط کر دیئے غوث بخش بزنجو نے کوئی اعتراض نہ کیا اور بلاتامل دستخط کر دیئے لیکن جمعیت علماء اسلام کے مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبدالحکیم بار بار کہنے کے باوجود یہ سعادت حاصل نہ کرسکے۔

بہر حال 30 جون 1974ء کی اسی قرارداد کے نتیجے میں تحریک ختم نبوت چلی جو اس قدر کامیاب ہوئی کہ بالآخر پارلیمنٹ نے بھی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

سوال: 1953ء کی تحریک ختم نبوت کیسے شروع ہوئی؟

جواب: مرزا قادیانی کی کتابوں اور جعلی نبوت کا ایک مقصد مسلمان کے سینے سے جذبہ جہاد کو ختم کرنا بھی تھا۔ وہ خدا کی نہیں بلکہ انگریز کی خوشنودی کے لئے جدوجہد

کرتا رہا۔ پاکستان بننے کے بعد منکرین جہاد نے فوج میں بھرتی ہونا شروع کر دیا اور ایک سازش کے تحت ملک کی کلیدی آسامیوں پر پہنچ گئے وہ ملک کو قادیانی اسٹیٹ بنانا چاہتے ہیں اسی غرض سے انہوں نے فوج اور دیگر محکموں میں اثر رسوخ بڑھانا شروع کر دیا ہے لیکن وہ اس راز کو زیادہ دیر تک چھپا نہ سکے بلکہ مرزا بشیر الدین محمود کے نام نہاد بیٹے اور جانشین نے کہا کہ ہم بلوچستان میں منظم کام کرنا چاہتے ہیں۔ ہم یہاں مرزائی حکومت قائم کریں گے بس پھر مسلمان الرٹ ہو گئے اور ان کے خواب مٹی میں ملا دیئے چوہدری سر ظفر اللہ ڈسکہ کا قادیانی تھا ملک کا وزیر خارجہ بن بیٹھا۔ اس کو انگریزوں نے سازش کر کے وزیر خارجہ بنوایا پھر اس نے وزارت خارجہ میں قادیانی بھرتی کرنے شروع کیے اور اپنے اثر و رسوخ سے قادیانیوں کو ملک کے دیگر محکموں میں بھرتی کروایا۔ اس نے عقیدہ ختم نبوت کے خلاف کھلم کھلا تقریریں کیں۔ عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف زہر اگلا۔ 1952ء میں جہانگیر پارک کراچی میں اس نے ہرزہ سرائی کی اور مسلمان نوجوانوں کے احتجاج پر پولیس نے لاٹھی چارج کیا آنسو گیس پھینکی اور یہاں سے 1953ء کی تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا جس کی قیادت حضرت مولانا ابوالحسنات سید احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمائی ہزاروں کفن بردار نوجوان جانیں قربان کرنے کے لئے سڑکوں پر نکل آئے۔ جیلیں بھر گئیں اور جیلوں میں مزید جگہ نہ رہی۔ حکومت وقت نے بے بسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مارشل لاء نافذ کیا۔ اسی زمانے میں ایک عدالت نے مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا محمد خلیل احمد قادری (فرزند حضرت مولانا ابوالحسنات قادری علیہ الرحمۃ) اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو سزائے موت سنائی۔ ملک گیر احتجاج کے پیش نظر اس پر عمل درآمد نہ ہو سکا ان کی سزائے موت ملتوی ہوتی گئی حکومت مارشل لاء لگا کر مظاہروں کی روک تھام میں کامیاب ہوگئی اس تحریک میں کئی سو نوجوانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا پولیس اور فوج کی گولیوں کا نشانہ بنے اور پھر ملک میں حکومت تبدیل ہوگئی اور کچھ عرصہ کے لئے قادیانیت دب گئی۔ مطالبہ تو مسلمانوں کا یہ تھا کہ امت کے جسم میں قادیانیت ایک زہریلا پھوڑا ہے ناسور ہے اس کو کاٹو۔ لیکن یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا گیا۔ قوت اور طاقت سے سوچوں پر کب پہرے بٹھائے جا سکتے ہیں؟ یہی ہوا کہ پھر دوبارہ 1974ء میں تحریک چلی اور اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

سوال: جمعیت علماء پاکستان کب اور کیسے معرض وجود میں آئی؟ اور آپ کب سے صدر کے عہدہ پر فائز ہیں؟

جواب: 1970ء میں قومی اسمبلی کے انتخابات کا اعلان ہو گیا۔ JUP کے بزرگوں جو زیادہ تر علماء اور مشائخ پر مشتمل تھے مراقبوں اور ختم شریف وغیرہ میں معروفیت زیادہ رکھتے تھے ان کو وقت نے جھنجھوڑا۔ انہیں احساس ہوا کہ متاع کارواں لٹ رہا ہے۔ مراقبے سے بیدار ہوئے۔ خانقاہوں سے باہر آئے پاکستان بننے کے 23 سال بعد یہ خیال آیا۔ 70ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں سنی کانفرنس کر کے فیصلہ کیا کہ ہمیں سیاست میں حصہ لینا ہے۔

مراقبہ طویل تھا جبکہ ہمارے بزرگ تو اس وقت سے بہت پہلے بلکہ پاکستان بننے سے بہت پہلے پاکستان کی قیادت کر چکے تھے ان خانقاہ نشینوں کے لئے رسم شبیری ادا کرنے کا وقت آگیا تھا سو انہوں نے اعلان کر دیا۔ شب و روز مزارات پر آہ وزاریاں کرنے والے بوسے دینے والے، سربسجود ہونے والے لوگ پیروں کو نوٹ تو دیتے تھے لیکن ووٹ سے انکاری ہو گئے انہوں نے ووٹ بھٹو کو دیا سوشلزم کو دیا۔ JUP نے قومی اسمبلی کی 48 سیٹوں پر اپنے نمائندے کھڑے کئے اور صرف 7 سیٹیں میسر آئیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ ضعیف العمری، نقاہت، بیماری اور پیرانہ سالی کے باوجود بڑی انتھک محنت فرماتے رہے چاروں طرف سے پیر سیال پیر لجپال کی آوازیں آتی تھیں لیکن بڑے اہم مقامات پر سرگودھا، لاہور، گوجرانوالہ، گجرات، بھلوال، ملکوال، میانوالی، بھکر میں نعرے تو لجپال لجپال، پیر سیال پیر سیال کے لگتے تھے۔ نوٹ پیر صاحب پر نچھاور ہوتے تھے اور ووٹ بھٹو کو دیتے تھے۔ یہ منافق مریدوں کی آوازیں تھیں یقیناً پیر صاحب بہت مایوس ہو گئے جمعیت العلماء پاکستان کو سرگودھا میں کوئی سیٹ نہ مل سکی جو کامیاب ہوئے وہ جھنگ، شورکوٹ، حیدر آباد، کراچی، مظفر گڑھ اور دیگر علاقوں سے تھے۔ قومی اسمبلی کے سات ممبروں میں سے تین حکومت میں شامل ہو گئے اور جو چار بچے ان میں بندہ فقیر شاہ احمد نورانی، مولانا محمد ذاکر (چنیوٹ)، علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری (کراچی) اور مولانا سید محمد علی رضوی (حیدر آباد سندھ جو علامہ سید محمود احمد رضوی کے ماموں تھے) بھی

پارلیمانی پارٹی تھی۔ جس نے قادیانیت اور سوشلزم کا مقابلہ کیا۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی بیماری کے اور نام نہاد وڈیروں (مریدین) کی بے وفائی سے مایوسی کے سبب مستعفی ہو گئے مجھے صدر بنا دیا گیا تب سے اب تک جمعیت العلماء پاکستان کے صدر کی ذمہ داری ادا کر رہا ہوں۔

سوال: 1953ء کے بعد جو 1974ء میں ایک بار پھر عظیم الشان تحریک تحفظ ختم نبوت برپا ہوئی اس کے کون سے اسباب تھے جن کے نتیجے میں مسلمانوں میں اتنا جوش و جذبہ پیدا ہوا اور پورے ملک کے مسلمان تحریک تحفظ ختم نبوت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے؟

جواب: ایمان ایک ایسی قوت ہے جس کی بے شمار برکات ہیں اور تحفظ ختم نبوت خالصتاً ایمانیات کا مسئلہ ہے جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ قادیانیوں نے ربوہ کو اسرائیل کی طرز پر اپنا مرکز و مستقر بنا لیا تھا وہاں کے تمام سرکاری ادارے بھی اس کے تابع تھے اور یہ دراصل ریاست کے اندر ایک خود مختار ریاست تھی جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ملی ریاستی مفادات کے خلاف سرگرم عمل تھی۔ مئی 1974ء میں کچھ طلبہ جو اپنے مطالعاتی اور تفریحی دورے پر تھے دوران سفر ایک ٹرین میں ربوہ کے اسٹیشن پر رکے تو ربوہ کے غنڈوں نے ان پر ہلہ بول دیا مارا پیٹا اور ختم نبوت مردہ باد کے نعرے لگائے یہ قادیانیوں کی جانب سے ملت اسلامیہ پاکستان کی دینی حمیت اور جذبہ عشق مصطفیٰ ﷺ کی ایمانی قوت کو پرکھنے کے لئے ایک ٹیسٹ کیس تھا اگر اس موقع پر غلامانِ مصطفیٰ ﷺ جذبہ عشق مصطفیٰ ﷺ سے سرشار ہو کر اٹھ کھڑے نہ ہوتے تو قادیانیوں کے حوصلے اور بلند ہو جاتے اور اسٹیبلیشمنٹ میں موجود اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ملک کے اقتدار اعلیٰ پر قبضے کی تدبیریں بھی کر سکتے تھے جو ان کا اصل ہدف تھا لیکن الحمد للہ علی احسانہ! ان کا یہ خواب ناتمام رہا بلکہ "عدو شرے برانگیز درا اخیرے دراں باشد" کے مصداق یہ سازش ان کے لئے پیام اجل ثابت ہوئی اور یہ دراصل خاتم الانبیاء ﷺ کا معجزہ تھا اور ہمیں یہ دعا قبولیت کے پیکر میں ڈھلتی ہوئی نظر آئی کہ "اے اللہ تو ان (باطل پرستوں) کے مکر و فریب ہی میں ان کی تباہی و بربادی کے اسباب مقدر فرما۔"

ہم نے تحریک کو دو محاذوں پر منظم کیا۔ ایک پارلیمنٹ کے اندر اور دوسرا پارلیمنٹ سے باہر۔ بیرونی محاذ پر کام کرنے کے لئے تمام مکاتب فکر کے اتفاق رائے اور اجماع سے

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت تشکیل دی گئی جس نے ملک بھر میں مسلمانوں کو منظم کیا اور ایسی فضا پیدا ہوئی کہ حکومت کے لئے اس مسئلے کو نظر انداز کرنا ممکن نہ رہا۔ مولانا محمد یوسف بنوری اس مجلس عمل کے صدر اور علامہ سید محمود احمد رضوی ناظم اعلیٰ تھے اور جس طرح 1953ء کی تحریک میں اس خانوادے کا قائدانہ کردار تھا اسی طرح 1974ء کی تحریک میں بھی انہوں نے اسی روایت کو قائم رکھا علامہ سیّد ابوالحسنات قادری' علامہ سیّد محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے تایا زاد بھائی مولانا سیّد محمد خلیل قادری تھے۔ پارلیمنٹ کے اندر 1974ء کے بجٹ اجلاس کے فوراً بعد میں نے قادیانیوں کو کافر و مرتد قرار دینے کے لئے قرارداد پیش کی اسمبلی کے اندر جو دیگر علماء کرام تھے یعنی مفتی محمود صاحب' علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری صاحب مولانا سیّد محمد علی رضوی صاحب' مولانا عبدالحق صاحب اور پروفیسر غفور احمد صاحب وغیرہم اس کے مؤیدین میں سے تھے۔

اگرچہ پاکستان کی پچھلی اسمبلیوں میں بھی علماء ارکان رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت مجھے نصیب فرمائی اور مجھے یقین کامل ہے کہ بارگاہ شفیع المذنبین ﷺ میں میرے لیے یہی سب سے بڑا وسیلہ شفاعت و نجات ہوگا۔ اس دوران حتمی قادیان کے خلیفہ نے پیش کش کی کہ وہ اسمبلی میں پیش ہو کر اپنا موقف پیش کرنا چاہتے ہیں ہم نے خوش آمدید کہا قادیانی اور لاہوری دونوں گروپوں کے سربراہان آئے۔ پوری قومی اسمبلی کو ایک خصوصی کمیٹی کی شکل دے دی گئی اس کے In Camera اجلاس شروع ہوئے جن میں صرف ارکان کو شرکت کی اجازت تھی طریقہ کار کے مطابق ہم یعنی تمام علماء کرام اپنے سوالات تحریری شکل میں یحییٰ بختیار صاحب اٹارنی جنرل آف پاکستان کو دیتے تھے اور وہ قواعد و ضوابط کے مطابق وہ سوالات پوچھتے' ان کا اس مسئلے میں کردار بلاشبہ بہت جاندار تھا ان سوالات کے نتیجے میں مرزا غلام احمد قادیانی اور قادیانیت کا دجل و فریب کھل کر ارکان اسمبلی کے سامنے آ گیا اور سب کی غیرت ایمانی جاگ اٹھی اور اب ان کے سامنے دو راستے تھے یا تو مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے کو تسلیم کر کے خود کو اور پوری امت مسلمہ کو غیر مسلم تسلیم کریں اور یا انکار ختم نبوت اور جھوٹے ادعاء نبوت کے سبب مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کو نبی ماننے والے قادیانی گروپ اور مجدد ماننے والے لاہوری گروپ کو کافر و مرتد قرار دیں۔ اس طرح الحمد للہ!

پاکستان میں یہ معجزہ خاتم الانبیاء ﷺ ہم عاجز و ناکارہ غلامان مصطفی ﷺ کی مساعی اور پوری ملت اسلامیہ پاکستان کی تائید و حمایت اور پارلیمنٹ کے اندر اور باہر تمام مکاتب فکر کے علماء کی بھرپور جدوجہد کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوا اور 7 ستمبر 1974ء کو قادیانیوں کو کافر و مرتد قرار دینے کی قرارداد اتفاق رائے سے منظور کی گئی۔ اس مہم میں علماء اراکین کے علاوہ بعض دیگر ارکان مثلاً معطل اسمبلی کے اسپیکر جناب الٰہی بخش سومرو کے والد حاجی مولا بخش سومرو کا کردار بڑا موثر اور مجاہدانہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر سے نوازے۔

سوال: آپ کی نظر میں امتناع قادیانیت کی آئینی ترمیم کی منظوری کے بعد پاکستان کے آئینی و قانونی ڈھانچے پر بین الاقوامی سطح پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟

جواب: چونکہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے ہم مسلمان کی تعریف آئین میں شامل کرا چکے تھے یہ مسئلہ تحفظ ختم نبوت کے لئے ہماری آئینی و قانونی نظام کی خشت اول تھی پھر قادیانیوں کو کافر و مرتد قرار دینے کی آئینی ترمیم سے اس کی تکمیل ہو گئی۔ بعدازاں پاسپورٹ اور شناختی کارڈ کے فارم میں مسلمان کے لئے ختم نبوت کے اقرار اور مرزائیوں کے قادیانی لاہوری گروپ سے برأت کا حلفیہ بیان لازمی قرار دیا گیا اس طرح ناموں کے اشتباہ سے جو قادیانی ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے مسلم ہونے کا دعویٰ کرتے تھے بلکہ مکر و فریب سے مسلمانوں میں شامل ہو جاتے تھے اس کا سدباب ہو گیا بعد میں جنرل ضیاء الحق کے دور حکومت میں جداگانہ انتخاب کی طرف پیش رفت ہوئی جو شروع ہی سے ہمارے مقاصد و اہداف میں شامل تھا اور قادیانیوں کے ناموں کا اندراج غیر مسلموں کی فہرستوں میں کرانا لازمی قرار پایا۔ سعودی عرب، ملائیشیا، انڈونیشیا اور دیگر مسلم ممالک کی حکومتوں نے قادیانیوں کو غیر مسلم کا درجہ دینا شروع کیا حتیٰ کہ جنوبی افریقہ کی غیر مسلم عدالت نے بھی اس کی توثیق کی کہ قادیانی مسلم نہیں ہیں۔ قادیانیوں پر مسجد کے نام سے اپنی عبادت گاہ بنانے پر پابندی عائد کر دی گئی صدر اور وزیراعظم کے حلف نامے میں ختم نبوت کا اقرار لازمی قرار پایا۔ ابھی بہت سے اہداف ہیں جن کا حصول باقی ہے اور الحمدللہ! اس کے ضمن میں ہمارا جہاد جاری ہے اور ہم اپنے دینی اہداف کے حصول تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

(ماہنامہ "سوئے حجاز" لاہور۔ جنوری، فروری 2001ء)

محترمہ بے نظیر بھٹو اور میاں نواز شریف کو آزمایا جا چکا ہے

کراچی کے حالات ہر محب وطن پاکستان کے لیے چیلنج ہے

سندھ میں ایم کیو ایم اور جئے سندھ جیسی تنظیموں کو کھلم کھلا ہتھیاروں سے مضبوط کیا گیا

لاقانونیت، بدامنی کی وجہ سے سندھ میں بیروزگاری ہے

صوبہ سندھ دو لسانی یونٹوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ جو ملک کی بہت بڑی بدقسمتی ہے

حکمرانو! اسلام دشمنی چھوڑ دو ورنہ چھٹی ہو جائیگی' نورانی

روزنامہ "خبریں" کو دیا گیا انٹرویو

انٹرویو:۔ حامد حبیب

خبریں: مولانا ملی یکجہتی کونسل کی طرف سے ہڑتال کیلئے 30 دسمبر کو کال دی گئی ہے۔ جبکہ دینی جماعتوں کے رہنما یہ کہتے ہیں کہ وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کی حکومت غیر ملکی ایجنڈے پر کام کر رہی ہے۔ حکومتی اقدامات بڑی جلدی میں ہو رہے ہیں' اس کے باوجود تحریک کی کال میں تاخیر کیوں؟

شاہ احمد نورانی: سب سے پہلے میں "خبریں" کا مشکور ہوں۔ کہ آپ انٹرویو کیلئے آئے جہاں تک سوال کا تعلق ہے تو یہ ٹھیک کہا آپ نے کہ موجودہ حکومت بیرونی

ایجنڈے پر تیزی سے عمل ہو رہا ہے۔ جہاں تک ملی یکجہتی کونسل کی تحریک کا سوال ہے تو بات اصل میں یہ ہے کہ ملی یکجہتی کونسل نے 30 دسمبر کو ملک گیر ہڑتال کی کال دی ہے۔ اس سے قبل 22 دسمبر کو راولپنڈی کے تاریخی لیاقت باغ میں بڑا جلسہ عام بھی ہوگا۔ لیاقت باغ کے جلسے سے پہلے ملک بھر کے شہروں میں بھی احتجاجی جلسے وجلوس ہوں گے۔ ظاہر ہے۔ ملک گیر ہڑتال اور جلسے کیلئے بھرپور تیاری کی ضرورت ہے۔ یہ بھی تو دیکھیں کہ ابھی ملی یکجہتی کونسل کے قیام کو صرف آٹھ ماہ ہوئے ہیں۔ یہ 24 مارچ کو قائم ہوئی تھی وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں گزشتہ دنوں ہونے والا اجلاس ملی یکجہتی کونسل کا آٹھواں اجلاس تھا۔ ابھی اس کا تنظیمی ڈھانچہ بھی مکمل نہیں ہوا لیکن بیرونی اشاروں پر سیاست کرنے والے ابھی سے گھبرائے ہوئے ہیں۔ کونسل کا صوبائی وضلعی تنظیمی ڈھانچہ انشاء اللہ دسمبر کے دوسرے ہفتے تک مکمل ہو جائے گا اس دوران لیاقت باغ کے جلسے اور ملک گیر ہڑتال کیلئے بھی تاجر برادری علماء وکلاء ودیگر طبقات اور مختلف سیاسی ودینی جماعتوں سے رابطے کیلئے بھی ہم نے اتنا وقت لیا ہے چار ہفتوں کا وقت ہی تو ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ حکومت دینی قوتوں کے خلاف تیزی سے اقدامات کر رہی ہے۔ اس لئے دینی قوتوں کو بھی تیزی سے اقدامات کرنے چاہئیں میں سمجھتا ہوں۔ ملی یکجہتی کونسل کی طرف سے جو کال آئی ہے۔ جو اقدامات ہم آئندہ کرنے والے ہیں۔ اس سے پہلے بہرحال حکومت کو اصلاح کی مہلت بھی دی جا رہی ہے۔ ہماری کال ایک طرح کی وارننگ ہے کہ حکومت دینی قوتوں کو کریش کرنے کے اقدامات سے باز رہے۔ اس کے باوجود 30 دسمبر کو ملک گیر ہڑتال ہر حال میں ہوگی اس کے بعد دینی جماعتوں کی مزاحمت کی تحریک میں مزید شدت آ جائے گی میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس عرصے میں شاید یہ حکمران نوشتہ دیوار پڑھ لیں اور ملک واسلام دشمن پالیسیاں چھوڑ دیں ورنہ دینی جماعتوں کی کال پر قوم ان کے خلاف اٹھ کھڑی ہوگی حکومت مذہبی جماعتوں کو تر نوالہ نہ سمجھے۔ حکومت کے اسلام دشمن اقدامات کی دینی قوتیں اور عوام بھرپور مزاحمت کریں گے۔

خبریں: دینی قوتوں کے خلاف دنیا میں آنے والی تازہ لہر اور پاکستان میں دینی جماعتوں کے اتحاد کو آپ کس نظر سے دیکھ رہے ہیں؟

شاہ احمد نورانی: دنیا میں ہم نے تقریباً ایک سو سے زائد مساجد اور دینی مدرسے بنائے ہیں۔ آسٹریلیا' کینیڈا' برطانیہ' جرمنی سمیت دیگر یورپی ممالک میں بھی دینی مدرسے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ یورپ کے تقریباً تمام ممالک میں قائم کئے گئے یہ دینی مدرسے پروگرام کے مطابق سیکولر کورسز کے ساتھ دینی تعلیمات بھی دے رہے ہیں۔ یورپ کی بعض مساجد پر حملے بھی ہوئے ہیں۔ مساجد پر پتھراؤ کیا گیا جرمنی کی دو مساجد کو آگ لگانے کی کوشش کی گئی اور ایک سٹیٹ میں مسجد کو آگ لگا کر اسے شہید کر دیا گیا گزشتہ تین چار سال سے امت مسلمہ کے خلاف یہودی اور عیسائی حلقوں کا ردعمل زیادہ شدید ہو گیا ہے۔ جب یورپ میں ایسا کوئی واقعہ پیش ہوتا تھا تو ہم احتجاج کرتے تھے۔ پاکستان میں جو کچھ ہو رہا تھا اور ہو رہا ہے۔ اس سے ہمیں اندیشہ تھا کہ کہیں اس طرح یورپ کی تمام مساجد کو ہی ختم نہ کر دیا جائے ان اندیشوں کو ہی مدنظر رکھتے ہوئے پاکستان میں ملی یکجہتی کونسل سب دینی قوتوں کی مشترکہ جدوجہد کے نتیجے میں قائم ہوئی تاکہ فرقہ واریت ختم کی جا سکے مساجد' امام بارگاہوں' خانقاہوں' زیارات ومزارات کا تقدس برقرار رکھا جا سکے' مذہب میں دہشت گردی نہ آئے' رواداری کے فروغ اور امریکی نیو ورلڈ آرڈر کا متحد ہو کر مقابلہ کرنے کیلئے ملی یکجہتی کونسل کا پلیٹ فارم بنایا گیا سب دینی جماعتوں کے اتحاد کا نتیجہ دیکھیں کہ اب ملک میں تشدد کے واقعات ختم ہو چکے ہیں' عبادت گاہوں کا تقدس بحال ہوا ہے اور مذہبی جماعتوں کا ضابطہ اخلاق تیار کرنا بھی میرے نزدیک بڑا کام ہے۔ اس پر آہستہ آہستہ عملدرآمد بھی ہو رہا ہے۔ مذہبی جماعتیں پاکستان میں سب لوگوں سے زیادہ امن کی خواہشمند ہیں۔ قیام امن کیلئے ہی دینی قوتیں متحد ہوئی ہیں۔ اور انہوں نے ملی یکجہتی کونسل سے اپنے کام کا آغاز کر دیا ہے۔ دوسری طرف وزیر داخلہ جنرل (ر) نصیر اللہ بابر نے مصری سفارتخانے میں جو تباہی ہوئی اس کی آڑ لیکر جس طرح سے دشنام طرازی کی' دینی مدرسوں اور علماء کے خلاف جو زبان استعمال کی وہ انتہائی قابل مذمت ہے۔ مصری سفارتخانے میں جو کچھ ہوا وہ ہمارے نزدیک گھناؤنا جرم ہے۔ اس کے مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ لیکن حالات وواقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ مصری سفارتخانے میں تخریب کاری کے واقعہ میں کوئی بھی دینی جماعت یا اسلامی یونیورسٹی کسی طرح ملوث نہیں تھی وزیر داخلہ جس زبان

میں بات کررہے ہیں۔ وہ زبان تو وزیر داخلہ کی ہے۔ لیکن بات کسی اور کی ہے۔ اصل میں نصیر اللہ بابر وہی کرنا چاہتے ہیں۔ جو امریکا کروانا چاہتا ہے۔ لیکن اب دینی جماعتیں متحد ہو گئی ہیں۔ ہم حکمرانوں کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیں گے دینی قوتوں کا اتحاد دیکھ کر نوشتہ دیوار پڑھ لیا جائے اس لئے بھی میں موجودہ حکمرانوں کو کہوں گا کہ انہیں امریکا کیلئے پاکستان میں حسنی مبارک کا کردار ادا نہیں کرنا چاہئے۔

خبریں: مولانا شاہ احمد نورانی صاحب پہلے دور اقتدار میں محترمہ بے نظیر بھٹو انتظامی طور پر ناکام ہوئی پھر نواز شریف بھی کامیاب نہ ہوسکے اب پھر پیپلز پارٹی کی حکومت عوام کی توقعات پر پورا نہیں اتر رہی۔ قوم اس صورتحال سے انتہائی پریشان ہے۔ کیا اسی نظام میں حکومت کی تبدیلی سے کوئی مثبت تبدیلی آسکے گی؟

شاہ احمد نورانی: قوم نے محترمہ بے نظیر بھٹو کو بھی دیکھ لیا ہے اور انہیں دوسری مرتبہ حکومت کرنے کا موقع دیا ہے اور میاں نواز شریف کو بھی آزمایا جا چکا ہے۔ عوام سمجھتے تھے۔ کہ یہ دونوں اقتدار میں آکر ماضی کی غلطیوں کا کفارہ ادا کریں گے لیکن ایسا نہیں ہوا موجودہ صورتحال اور ان حکمرانوں کی غلطیوں سے پیدا ہونے والی صورتحال اور موجودہ خلا کو میرے خیال میں کوئی تیسری پارٹی نیک اور باکردار قیادت ہی پر کرسکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ جلد یا بدیر پاکستان کے عوام اس بات کو بخوبی سمجھ لیں گے ملک کی موجودہ دونوں ہی بڑی سیاسی جماعتوں نے انہیں مایوس کیا ہے۔

بہرحال یہ قوم کی بدقسمتی ہے کہ ملک میں جو بھی لوگ اقتدار میں آتے ہیں۔ وہ یہ سمجھ کر آتے ہیں کہ آئندہ انہیں اقتدار نہیں ملے گا اس لئے اقتدار سے جتنا ہوسکے فائدہ اٹھا لیں۔ یہ سمجھ لیں کہ وہ ''بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے'' والی بات کرتے ہیں' اس سے ملک کو نقصان ہوتا ہے۔ عوام کو آکسفورڈ' کیمبرج' ہارورڈ اور ایچی سن سے فارغ التحصیل برسر اقتدار لوگوں سے بڑی توقعات وابستہ تھیں مگر ان سب نے اس قوم کو بہت ہی مایوس کیا۔ ان حالات میں میں سمجھتا ہوں۔ کہ تبدیلی ضرور آئے گی۔ اب لوگوں کی سوچ بدل رہی ہے۔ دینی جماعتیں اگر متحد ہو کر میدان میں آتی ہیں۔ تو یقیناً ملک میں خوشگوار سیاسی تبدیلی آسکتی ہے۔

خبریں: ملک کے موجودہ حالات میں صدر کے کردار کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

شاہ احمد نورانی: صدر مملکت ''سمبل آف یونٹی'' یعنی ملک کے اتحاد کی علامت ہوتا ہے۔ صدر کے منصب کا پہلا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ وہ ملک کے لوگوں کیلئے مشفق باپ کی حیثیت برقرار رکھے۔ پاکستان کے آئین میں بھی اس کا یہی کردار ہے۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں آٹھویں ترمیم کے ذریعے تبدیلی لائی گئی۔ انہوں نے اپنے آپ کو بااختیار کرنے کیلئے آئین میں یہ تبدیلی کی تھی ورنہ 1973ء کے آئین میں صدر کا کردار کوئی خاص نہیں تھا۔ صدر فضل الٰہی کی طرح صرف دستاویزات پر دستخط کرنا ہی صدر کا قومی کردار متعین تھا۔ میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں۔ کہ پاکستان میں پارلیمانی نظام ہے۔ اس لئے صدر مملکت کو صرف ملک کا آئینی سربراہ ہی ہونا چاہئے۔

خبریں: پاکستان کا خوبصورت شہر کراچی جو روشنیوں کا شہر تھا' اس وقت بڑی خوفناک صورتحال پیش کررہا ہے۔ کراچی میں امن و امان کی خراب صورتحال کا ذمہ دار کون ہے؟ اس صورتحال کو کس طرح تبدیل کیا جاسکتا ہے؟

شاہ احمد نورانی: کراچی کے حالات کا جہاں تک تعلق ہے۔ یہ ہر محب وطن پاکستانی کیلئے چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ میرے خیال میں کراچی کے حالات کو خراب کرنے کی ذمہ داری جنرل محمد ضیاء الحق سے لے کر اب تک جو لوگ اقتدار میں رہے' ان سب پر آتی ہے۔ جنرل صاحب کے زمانے میں نسل پرست اور دہشت گرد تنظیم کی سرپرستی کی بنیاد ڈالی گئی۔ سندھ میں ایم کیو ایم اور جئے سندھ جیسی تنظیموں کو کھلم کھلا بغیر کسی خوف خدا کے ہتھیاروں اور مختلف ذرائع سے امداد دلوا کر مضبوط کیا گیا ایسا اس لئے ہوا تا کہ ملک کی سیاسی جماعتوں کے اثر کو کم کیا جاسکے۔ اس کام کے لئے علاقائی نسل پرست اور لسانی تنظیموں کو استعمال کیا گیا اس سلسلے میں صوبہ سندھ کے سابق وزیراعلیٰ سید غوث علی شاہ نے جنرل محمد ضیاء الحق کے دیانتدار کمیشن ایجنٹ کا کردار ادا کیا صوبے میں جہاں ایک طرف لسانیت وصوبائیت کی نفرتیں بڑھتی رہیں وہاں جیلوں سے ڈاکوؤں اور دہشت گردوں کو باہر نکالا گیا اس طرح سندھ دہشت گردی' قتل وغارت گری کی بھینٹ چڑھا اور کلاشنکوف کلچر عام ہو گیا۔ یہ خرابیاں مارشل لاء دور میں زیادہ ہوئیں تھیں بعد میں آنے والے حکمران اس پر قابو پاسکتے تھے۔ لیکن انہوں نے اس پر توجہ نہیں دی۔ اب صورتحال یہ ہے کہ لاقانونیت

بدامنی کی وجہ سے سندھ میں بیروزگاری ہے۔ کلاشنکوف کے آزادانہ استعمال سے صوبہ مجرموں کی آماجگاہ بن گیا ہے۔ سیاست میں کلاشنکوف داخل ہوگئی ہے۔ صوبہ سندھ دو لسانی یونٹوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ جو کہ ملک کی بہت بڑی بدقسمتی ہے۔ یہ سارے جرائم جنرل صاحب اور ان کے ساتھیوں کے ہی پیدا کردہ ہیں۔ ایسا کر کے انہوں نے ملک کی جڑیں کھوکھلی کردی ہیں۔

کراچی پاکستان کی اقتصادیات کے حوالے سے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ پاکستان کا سب سے زیادہ پڑھا لکھا شہر کراچی چار سال سے بلدیاتی انتخابات کے حق سے محروم ہے۔ بنیادی ضروریات اور مختلف سماجی معاشرتی ضروریات سے محروم ہے۔ ظاہر ہے۔ اس صورتحال میں فسادات نہیں ہوں گے۔ تو اور کیا ہوگا۔ اب تو کراچی کے شہریوں کے ساتھ رینجرز اور پولیس وہ انسانیت سوز سلوک کرتی ہے۔ جس سے انسانیت بھی شرماتی ہے۔ رینجرز شہریوں سے یہودی پولیس سے بھی بدتر سلوک کر رہی ہے۔ آٹھ آٹھ گھنٹے شہریوں کو میدان میں کھڑا رکھا جاتا ہے، نوجوانوں کو عقوبت خانوں میں رکھا جا رہا ہے، مردوں کی غیر موجودگی میں پولیس اور رینجرز والے گھروں میں گھس جاتے ہیں۔ خواتین سے توہین آمیز رویہ اختیار کیا جاتا ہے۔ گھروں میں لوٹ مار کی جاتی ہے، پولیس کراچی والوں کیلئے تو "مکتی باہنی" بنی ہوئی ہے۔ ایسے میں حالات ٹھیک کیسے ہوں؟ ان کی کارروائیوں کا ردعمل جتنا بھی شدید ہو وہ کم ہے۔ پولیس تھانوں اور رینجرز پر حملے بلا جواز نہیں ہیں۔ یہ "تنگ آمد بجنگ آمد" والی بات ہے۔ دو دو تین تین لاکھ کی بستیوں کو محصور کرلیا جاتا ہے۔ بے گناہ لوگوں کو پکڑ کر لے جاتے ہیں۔ اور 15 ہزار سے 25 ہزار روپے رشوت وصول کرنے کے بعد چھوڑ دیا جاتا ہے۔ پولیس کی اوپر کی آمدن کا یہ بڑا ذریعہ بن گیا ہے۔ ان حالات میں خیر کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے؟

خبریں: کراچی کے معاملے میں حکومت ایم کیو ایم مذاکرات کے بارے میں آپ کیا کہنا چاہیں گے؟

شاہ احمد نورانی: ایم کیو ایم مذاکرات کو ابھی ناکام تو قرار نہیں دیا جاسکتا لیکن افسوس ہے۔ وہ کامیاب کیوں نہیں ہوئے؟ ہماری دعا ہے کہ یہ مذاکرات

کامیاب ہوں۔ اور کراچی کے شہری امن و سکون کی نیند سو سکیں، اس شہر کی ویرانی ختم ہو۔ بہرحال حکومت اور مذاکراتی ٹیم پر یہ منحصر ہے۔ اللہ کرے یہ مذاکرات کامیاب ہوں۔ ویسے دونوں کے طرز عمل سے اندازہ ہوتا ہے کہ حکومت اور ایم کیو ایم دونوں ہی وقت لے رہے ہیں۔ ان کے مقاصد ہی دراصل کچھ اور ہیں۔ اگر خلوص کے ساتھ پاکستان کے بہترین مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ دونوں بیٹھ کر مثبت انداز میں بات چیت کریں تو مسئلہ کراچی کے سلسلے میں صرف چوبیس گھنٹے کے اندر سب کچھ طے ہوسکتا ہے۔

خبریں: حکومت کی طرف سے اپوزیشن رہنماؤں اور کارکنوں کیخلاف کی جانے والی کارروائیوں خاص طور پر ہائی کورٹ میں ہنگامہ آرائی کے الزام میں مسلم لیگی خواتین اور مردوں کو سزا دلوانے کے اقدام کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

شاہ احمد نورانی: محترمہ کی حکومت نے جس طرح حزب اختلاف کے لوگوں کو گرفتار کر کے سزا دلوائی ہے۔ لاٹھی چارج اور آنسو گیس کا بے دریغ استعمال کیا ہے۔ اس حکومتی طرز عمل سے عدلیہ کا وقار بری طرح مجروح ہوا ہے۔ حکومت کا یہ اقدام انتہائی شرمناک ہے۔ یہ بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی بدترین مثال ہے۔ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ ہم اس کی پر زور مذمت کرتے ہیں۔ مسلم لیگی خواتین کے ساتھ حکومت جس طرح سلوک کر رہی ہے۔ وہ بھی قابل مذمت ہے اور جس طرح سیاسی طور پر گرفتار خواتین کو ان کے اپنے شہروں کی بجائے دیگر شہروں کی جیلوں میں رکھ کر تنگ کیا جا رہا ہے' یہ بھی مجرمانہ فعل ہے۔ اول تو ان خواتین کو گرفتار کرنے کا جواز ہی نہیں' اگر ان خواتین نے قانون کی کوئی خلاف ورزی کی بھی ہو تو پھر ان پر مقدمہ ان کے ہی شہر میں رکھ کر چلایا جانا چاہیئے ملزموں کو ان کے شہر میں رکھ کر تمام سہولیات اور صفائی پیش کرنے کے مواقع فراہم کرنا بھی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ جو کہ موجودہ حکومت پوری نہیں کر رہی ہے۔ حکومت کھلم کھلا دستور کی خلاف ورزی کر رہی ہے۔ پاکستان کے دستور کی بنیاد ہی اسلام ہے۔ دستور میں وضاحت وہ ہی ہے کہ اسلام ملک کا سرکاری مذہب ہوگا۔ اس لئے اسلام کا دفاع کرنا بھی حکومت وقت کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ محترمہ کی حکومت اسلام کا نہیں امریکا کا دفاع کر رہی ہے۔ موجودہ حکمران خود آئین کی خلاف ورزی کر کے لوگوں کو دستور پر

پابندی کا مشورہ دیتے ہیں۔ حکومت امریکا مغرب اور مغربی تہذیب و ثقافت کے دفاع اور فروغ کیلئے کام کر رہی ہے۔ دستور پاکستان میں کہیں نہیں لکھا کہ اسلام لبرل ہے۔ لبرل اسلام کا ذکر قرآن و سنت میں بھی کہیں نہیں ہے تو پھر لبرل اسلام کی اصطلاح کہاں سے آ گئی ہے۔ محترمہ فرماتی ہیں کہ میں لبرل مسلمان ہوں، جب قرآن اور آئین میں ایسا نہیں ہے تو پھر یہ کون سا لبرل اسلام ہے۔ اس لئے میں کہوں گا پہلے خود آئین کی پابندی کریں پھر لوگوں سے اس پر عمل کرنے کیلئے کہیں۔ حکومت ٹیلی ویژن اور سرکاری الیکٹرونک میڈیا کے ذریعے بے حیائی، فحاشی و عریانی، مغربی تہذیب کو تیزی سے فروغ دے رہی ہے۔ دستور پاکستان میں صاف لکھا ہے کہ حکومت اسلامی معاشرے کے قیام اور اسلامی قدروں کے فروغ کیلئے کام کرے گی، نیکی پھیلائے گی اور برائی کو مٹانے کیلئے کام کرے گی لیکن یہاں ایسا نہیں ہو رہا۔

خبریں: موجودہ حالات میں پاک فوج کے کردار کے متعلق آپ کیا کہیں گے؟

شاہ احمد نورانی: (مسکراتے ہوئے) فوج مقدس ادارہ ہے۔ اس پر پوری قوم کو اعتماد ہے۔ انشاء اللہ ہمارا یہ ادارہ اپنے قومی کردار کو مجروح نہیں ہونے دے گا اور قوم کے اعتماد پر پورا اترے گا۔

خبریں: پیپلز پارٹی دعویٰ کرتی ہے کہ جمہوریت کے لئے اس نے بڑی قربانی دی ہے۔ آپ کی پارٹی نے اس سلسلہ میں کیا کارنامہ انجام دیا؟

شاہ احمد نورانی: پیپلز پارٹی کا یہ دعویٰ تو درست ہے کہ اس نے جمہوریت کے لئے قربانی دی ہے۔ لیکن اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ کسی اور نے اس سلسلہ میں کچھ نہیں کیا تو یہ سرے سے ہی غلط ہے اور حقائق سے نابلد ہونا ہے۔ جو لوگ گیارہ سالہ مارشل لاء کے شاہد ہیں۔ اس ملک کے عوام کی اکثریت یہ جانتی ہے کہ جمعیت العلماء پاکستان نے بھی کسی سے کم قربانی نہیں دی۔ جمعیت کے بہت سے کارکن مارشل لاء کے زمانے میں گرفتار ہوئے۔ انہوں نے قید و بند اور نظر بندی کی صعوبتیں برداشت کیں۔ مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی میانوالی جیل میں بند رہے۔ میں بھی نظر بند رہا۔ میں نے بھی قربانی دی ہے۔ ہم نے مارشل لاء سے بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی قسم کا تعاون نہیں کیا۔ مارشل لاء

والوں نے متعدد بار ہمیں وزارتوں کی پیش کش کی لیکن ہر بار ہم نے وزارتوں کی پیش کش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ ہم سمجھتے ہیں یہ بھی ہماری بہت بڑی جمہوری خدمت ہے۔ برخلاف اس کے بہت سی جماعتوں نے جن میں جماعت اسلامی پیش پیش ہے، مذہبی جماعت کا لیبل لگا کر ایک بڑا گھناؤنا کردار مارشل لاء کے دور میں ادا کیا۔ پی این اے کو توڑا۔ جنرل ضیاء الحق کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے چار وزارتیں قبول کیں اور ان کی حکومت میں شامل ہوئے۔ اس کے علاوہ پاکستان جمہوری پارٹی اور مسلم لیگ نے بھی مارشل لاء حکومت سے تعاون کیا مگر اس سلسلے میں جمعیت العلماء پاکستان کا کردار بے داغ رہا۔

خبریں: آپ پر یہ الزام ہے کہ آئی جے آئی سے اتحاد نہ کر کے پیپلز پارٹی کو کامیاب کرایا گیا اور خاص طور سے پنجاب میں۔

شاہ احمد نورانی: ہم پر جو لوگ یہ الزام عائد کرتے ہیں۔ وہ حقائق سے نابلد ہیں۔ دراصل دیکھنا یہ ہے کہ آئی جے آئی کس قسم کا معجون مرکب ہے۔ آئی جے آئی میں اصل کردار میاں نواز شریف کا ہے۔ وہی آج کل آئی جے آئی کے صدر بھی ہیں۔ وہی آئی جے آئی کے ترجمان رہے ہیں۔ میاں نواز شریف کے متعلق کون نہیں جانتا کہ میاں نواز شریف کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ مارشل لاء کے پروردہ ہیں۔ مارشل لاء کے زیر سایہ پروان چڑھے، مارشل لاء کے زیر اہتمام انہوں نے بے شمار مالی اور ذاتی فوائد حاصل کئے جنرل ضیاء الحق صاحب کی خوشنودی کے لئے انہوں نے وہ کچھ کیا جو ایک شریف آدمی کو کرنا نہیں چاہیے تھا۔ نواز شریف مارشل لاء کے بوٹوں کو چاٹتے رہے ہیں۔ اسی طرح مارشل لاء کے دیگر کرتا دھرتاؤں نے خصوصاً جنرل فضل حق نے جو پچھلے آٹھ سال تک صوبہ سرحد کے گورنر رہے ہیں۔ کیا کچھ نہیں کیا۔ ان کے بعد پھر جماعت اسلامی ہے۔ جس کا کردار عوام کے سامنے ہے اور اس کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی ایسے اتحاد میں جہاں نواز شریف، فضل حق اور جماعت اسلامی موجود ہوں۔ ہمارے شامل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر ہم ان سے اتحاد کرتے تو ہم سے بڑا کوئی بے وقوف ہی نہیں تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو مارشل لاء کے پروردہ رہے ہیں۔ اگر ان سے ہمیں تعاون ہی کرنا تھا تو شروع میں ہی ان کے سرپرست اور مربی ضیاء الحق سے تعاون کر لیتے۔ جب ہم نے ضیاء صاحب سے

ہی تعاون نہیں کیا تو ان کے پروردہ لوگوں سے ہمیں تعاون کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ آئی جے آئی میں شامل نہ ہونے کا جمعیت العلماء پاکستان کا موقف صحیح تھا۔ یہ لوگ مارشل لاء کی بیساکھی بنے رہے۔ جماعت اسلامی، فضل حق اور نواز شریف کے ٹولہ میں شمولیت ہمارے بے داغ ماضی کو داغدار بنا دیتی۔

خبریں: پاکستان عوامی اتحاد بنا اور پھر ٹوٹ گیا ایسا کیوں ہوا؟ کیا یہ آپ کی پارٹی کے خلاف سازش تھی یا آپ نے پیپلز پارٹی کو کامیاب کروانے کے لئے آئی جے آئی کے خلاف یہ قدم اٹھایا تھا؟

شاہ احمد نورانی: پاکستان عوامی اتحاد اور اسلامی جمہوری اتحاد تقریباً ایک ہی زمانے میں بنے ہیں۔ اسلامی جمہوری اتحاد نہ تو اسلامی تھا اور نہ جمہوری تھا اور نہ ہی پیپلز پارٹی کے خلاف تھا۔ یہ درحقیقت جنرل ضیاء الحق کے پروردہ لوگوں کا ایک ٹولہ تھا۔ یہ مارشل لاء کی باقیات تھی بلکہ مارشل لاء کی تعویات تھی۔ ہم نے پاکستان عوامی اتحاد جو بنایا تھا۔ اس میں ائیر مارشل اصغر خان کی پارٹی، پاکستان مسلم لیگ اور جمعیت العلماء پاکستان شامل تھیں۔ پاکستان مسلم لیگ وہ تھی جس میں پیر صاحب پگارا اور محمد خان جونیجو شامل تھے۔ تحریک استقلال کے سربراہ ائیر مارشل اصغر خان کا کردار پاکستان کی تاریخ میں ہمیشہ بے داغ رہا ہے۔ انہوں نے بڑی جرات کے ساتھ جمہوریت کے لئے بے پناہ قربانیاں دی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ ہم نے جو اتحاد بنایا تھا۔ وہ مثبت قدم تھا۔ یہ ان دونوں پر مشتمل تھا۔ جنہوں نے جمہوریت کیلئے بے پناہ قربانیاں دی تھیں۔ پیپلز پارٹی میاں نواز شریف کی ریشہ دوانیوں کے سبب کامیابی حاصل کر چکی ہے۔ اگر جماعت اسلامی، نواز شریف اور جنرل فضل حق میدان میں نہ ہوتے تو یقین جانئے ہم پیپلز پارٹی سے بھرپور مقابلہ کرتے اور آئی جے آئی سے بہتر پوزیشن بنا لیتے لیکن نام نہاد اسلامی جمہوری اتحاد نے پیپلز پارٹی کی کامیابی کے لئے راستہ ہموار کیا۔ ہم نے چونکہ اتحاد ذرا دیر سے بنایا تھا اور اس میں بھی محمد خان جونیجو صاحب آئی جے آئی میں جا کر شامل ہو گئے اس لئے ہمارا اتحاد موثر انداز میں اپنا پیغام عوام تک نہ پہنچا سکا ہماری ناکامی کی اصل وجہ یہ بھی ہے۔ پیپلز پارٹی کو اسلامی جمہوری اتحاد سے بہت بڑا فائدہ پہنچا۔ ظاہر ہے ضیاء الحق کے ماننے والے اور چاہنے والے سب ایک

جگہ اکٹھا ہو گئے تھے۔ اسلامی جمہوری اتحاد کی شکل میں لہٰذا پیپلز پارٹی کا ان سے مقابلہ کرنا بہت آسان ہو گیا۔ اگر ہم لوگ بیچ میں رہتے تو پیپلز پارٹی اتنی اکثریت حاصل نہیں کر سکتی تھی جو اس نے اب حاصل کر لی ہے۔

خبریں: سندھ میں قتل عام ہو رہا ہے۔ پاکستان میں ترقیاتی اور سماجی کاموں کے بجائے ذاتی اقتدار کی کشمکش ہو رہی ہے۔ آپ خاموش تماشائی ہیں۔ کیوں؟

شاہ احمد نورانی: الحمد اللہ ہم خاموش تماشائی نہیں ہیں۔ ہمارا کام برابر جاری ہے۔ قومی اسمبلی میں اگرچہ جمعیت العلماء پاکستان کا بہت مختصر سا گروپ ہے۔ صرف تین ممبران ہیں۔ مگر وہ بھی بہت موثر ہیں۔ مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی اس گروپ کے قائد ہیں۔ اور بڑا موثر حزب اختلاف کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ میجر جنرل (ریٹائرڈ) حافظ محمد حسین انصاری صاحب ہیں۔ یہ سب جمہوریت کی خدمت کر رہے ہیں، جگہ جگہ جلسے منعقد کر رہے ہیں۔ سندھ کے مخصوص حالات میں ہم کوئی موثر کردار ادا کرنے کے لئے اس لئے اہل نہیں ہیں کہ ہم یہاں الیکشن میں ناکام ہوئے ہیں۔ جو پارٹیاں یہاں کامیاب ہوئی ہیں۔ اور اقتدار میں ہیں۔ وہی زیادہ موثر کردار ادا کر سکتی ہیں۔ اس کے باوجود ہم جو کردار ادا کر سکتے تھے۔ وہ ہم کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں دو اہم جلسے جو جمعیت العلماء پاکستان کی جانب سے منعقد کیے گئے تھے۔ انہیں درہم برہم کیا گیا ان پر فائرنگ کی گئی۔ ان جلسوں میں دہشت گردی پھیلائی گئی۔ عوام پر تشدد کیا گیا اس میں ایک نسل پرست دہشت گرد لسانی تنظیم جس کا صدر مقام کراچی میں ہے ملوث تھی۔ اس نے ہمارے ایک کارکن ثناء اللہ کو شہید کیا، مجمع پر گولیاں برسائیں، ہمارے دائیں بائیں آس پاس سے گولیاں گزرتی رہیں۔ یہ سب ایم کیو ایم کے مسلح دہشت گرد کر رہے تھے۔

خبریں: ایسی صورتحال میں سندھ میں کس طرح امن قائم ہو سکتا ہے۔ آپ کی اس بارے میں کیا تجاویز ہیں؟

شاہ احمد نورانی: سندھ میں امن وامان کے قیام کی ذمہ داری بہرحال ان لوگوں کی ہے۔ جو اقتدار میں ہیں۔ یا شریک اقتدار ہیں۔ بظاہر گو یہ لوگ آپس میں ایک

دوسرے کے حلیف ہیں۔ لیکن بباطن ایک دوسرے کے حریف ہیں۔ سندھ میں امن وامان کی ذمہ داری ایم کیو ایم اور پیپلز پارٹی پر عائد ہوتی ہے۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ دونوں برسرِ پیکار ہیں۔ اس سے پیشتر جنرل محمد ضیاء الحق لسانی گروہی اور دہشت گرد تنظیموں کی سرپرستی کرتے رہے، انہیں بے پناہ ہتھیاروں سے مسلح کیا ان کے دور میں سندھ میں سید غوث علی شاہ کی حکومت کے دوران دہشت گردوں کے مسلح دستے پورے صوبہ میں دندناتے پھرتے تھے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ آج بھی شریک اقتدار ہو کر یہ سلسلہ جاری ہے۔ آپ کو یہ جان کر یقیناً حیرت ہوگی کہ غنڈہ ٹیکس وصول کرنے والوں کو ڈاکہ زنی کرنے والوں کو اور سیاسی جلسے درہم برہم کرنے والوں کو بہت سی ایجنسیوں اور عوام کی جانب سے رپورٹوں اور ایف آئی آر درج کئے جانے کے باوجود آج تک گرفتار نہیں کیا گیا۔ اس صورتحال کا علاج بظاہر بڑا آسان ہے۔ اگر حکومت کرنا چاہے تو بغیر کسی امتیاز کے خواہ وہ کوئی بھی ہو دیہی ہو یا شہری ہو اگر اس کے پاس ناجائز اسلحہ ملے تو اسے قانون کے مطابق سزا دی جائے حکومت اگر واقعی امن قائم کرنا چاہتی ہے تو بلا تفریق تمام ناجائز اسلحہ ضبط کرلے ظاہر ہے کہ جب تمام ناجائز اسلحہ ضبط کرلیا جائے گا تو تشدد کے واقعات بند ہو جائیں گے اور اس کے بڑے خوشگوار اثرات صوبہ پر پڑیں گے وہ دہشت گرد تنظیمیں جنہوں نے نفرت کے بیج بوئے ہیں۔ اور اسلحہ کی بنیاد پر قتل عام کررہی ہے۔ بے بس ہو جائیں گی ناجائز اسلحہ کی ضبطی کا کام پورے صوبہ میں ایک مقررہ دن پر کرفیو لگا کر کیا جاسکتا ہے۔ یہ کام فوج اور رینجرز کی مدد سے باآسانی کیا جاسکتا ہے۔ اگر صوبہ سندھ کو ناجائز اسلحہ سے پاک کردیا جائے تو پھر یہاں امن وامان قائم ہوسکتا ہے۔ اس سلسلے میں کسی رعایت کے بغیر سخت ترین اقدامات کئے جائیں۔ اسی صورت میں یہ صوبہ امن کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ صوبہ میں بھائی چارے اور خیر سگالی کا ماحول پیدا کرنے کے لئے محبِ وطن قومی سیاسی پارٹیوں کو جلسے کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ عوام تک پہنچ سکیں انہیں محبت اور امن کا پیغام دے سکیں مگر اب صورتحال یہ ہے کہ جمعیت العلماء پاکستان کے جلسوں کو نسل پرست، تشدد پسند، دہشت گرد تنظیم درہم برہم کردیتی ہے۔ اس لئے قانون میں تبدیلی کرنے کی ضرورت ہے۔ جلسوں میں دہشت گردی کرنے والوں کو گرفتار کرکے قانون کے مطابق سزا دی جائے ہر سیاسی

جماعت کا خواہ وہ انتخابات میں شکست کھا گئی ہو یہ حق ہے کہ وہ جلسے کرے اظہار رائے کرے اور عوام کو اپنے موقف سے آگاہ کرے اور لوگوں کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ مختلف رہنماؤں کو سنیں اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سی جماعتیں انتخابات میں ہار چکی ہیں۔ مگر انہوں نے عوام سے ووٹ لئے ہیں۔ مثلاً جمعیت العلماء پاکستان کو ہی لے لیجئے۔ اگرچہ بہت سی نشستیں ہاریں مگر الیکشن کمیشن کی رپورٹ کے مطابق اس جماعت نے 10 لاکھ ووٹ لئے ہیں۔ پیپلز پارٹی کے بعد ہمارا تیسرا نمبر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ملک کی ایک معتدل رائے عامہ اور ووٹر ہمارے ساتھ ہیں۔ ہمیں ان تک پہنچنے کا ان سے مخاطب ہونے کا اور ان کی خدمت کرنے کا حق حاصل ہے۔ اس طرح ہوسکتا ہے کہ اس وقت ہم حزب اختلاف ہیں۔ مگر آگے چل کر ہم حزب اقتدار میں آجائیں یہی جمہوری عمل ہے۔ ہر شخص کو ہر پارٹی کو عوام تک اپنی بات پہنچانے کا حق ہے اور اسی طرح عوام کو ان کی بات سننے کا حق حاصل ہے۔

خبریں: آپ نے بیشتر جلسوں میں فرمایا ہے کہ کھوکھراپار کے راستے آنے والے طے شدہ مہاجر ہیں۔ اگر ایسا ہے تو آپ مہاجر قومیت کو کیوں نہیں جانتے؟

شاہ احمد نورانی: میں نے کہا ہے کہ کھوکھراپار سے آنے والے طے شدہ مہاجر ہیں۔ وہ ہجرت کر کے ہندوستان سے آئے ہیں۔ دراصل ہندوستان سے لوگ مختلف راستوں اور مختلف ذریعوں سے بھی آئے ہیں۔ مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کے لٹے ہوئے قافلے آئے، وہ وہاں سے بالجبر نکالے گئے۔ لہٰذا مشرقی پنجاب سے آنے والے بھی مہاجر ہیں۔ اور کھوکھراپار سے آنے والے بھی مہاجر ہیں۔ اسی طرح سے بمبئی وغیرہ سے بحری جہازوں کے ذریعہ آنے والے بھی مہاجر ہیں۔ لیکن مہاجر کوئی قومیت نہیں ہے۔ جب ہجرت کی تو مہاجر تھے۔ جب ہجرت کے بعد کہیں مقیم ہوگئے اور واپسی کا کوئی ارادہ نہیں تو ہجرت ختم۔ اگر واپسی کا ارادہ ہے تو پھر کیمپوں میں رہنا چاہئے اور واپسی کا انتظار کرنا چاہیے۔ اسلام میں اگر قومیت کا تصور ہے، کوئی قومیت اگر تسلیم کی گئی ہے تو وہ مسلم قومیت ہے۔ مسلم قومیت ہی کی بنیاد پر پاکستان بنا ہے۔ مہاجر قومیت کے لئے ہم نے پاکستان نہیں بنایا' مسلم قومیت کے لئے پاکستان بنایا ہے۔ یہی مسلم قومیت دو قومی نظریہ کہلاتی ہے۔

ہندوستان میں ہم نے یہ کہا کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہندو ایک الگ قوم ہے۔ یہی دو قومی نظریہ تھا، یہی نظریہ پاکستان بنا۔ اسلام نے ہم کو اپنا تشخص دیا ہمارا تشخص مسلمان ہونا ہے۔ مسلم قومیت کی بنیاد پر ہندوستان کی تقسیم عمل میں آئی۔ آج اگر ہم مسلم قومیت سے دست بردار ہوجاتے ہیں۔ تو پھر ہندوستانی قومیت کیا بری تھی، پاکستان بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں۔ کہ پاکستان میں مسلمانوں کو قومیتوں میں جو تقسیم کرنے کی سازش کررہے ہیں۔ وہ مشہور برطانوی جاسوس "لارنس آف عربیہ" جس نے مسلمانوں کی متحدہ سلطنت عثمانیہ کے ٹکڑے کروادیے اور عربوں کو عراقی، مصری، شامی، فلسطینی میں تقسیم کردیا مسلمانوں کو عرب بنایا اور عرب بنانے کے بعد ترکوں سے الگ کیا پھر مسلمانوں کو مزید قوم یعنی عراقی قوم، شامی قوم اور حجازی قوم وغیرہ میں تقسیم کرایا لارنس آف عربیہ کا کردار ادا کررہے ہیں۔ امت مسلمہ رسول اللہ ﷺ کی قوم ہے۔ اس کو تقسیم کرنے والے قومی مجرم ہیں۔ بہت بڑا شرعی جرم ہے۔ شریعت اسلامیہ میں مسلمان روئے زمین کے رہنے والے ایک قوم ہیں۔ یہ قوم رسول ہاشمی ہے۔

خبریں: اگر مہاجروں کی اولاد اپنے آپ کو مہاجر نہ کہیں تو صوبائی سطح پر کیا کہیں؟ جبکہ پنجابی سندھی، بلوچی اور پٹھان اپنے اپنے صوبے سے پہچانے جاتے ہیں۔ نیز یہ کہ آپ نے مہاجروں کی اولادوں کو سندھی تسلیم کروانے کے لئے کوئی کوشش کی؟

شاہ احمد نورانی: اگر کوئی آدمی غلط بات کرتا ہے تو ہمیں اس کے نقش قدم پر نہیں چلنا چاہئے۔ اگر کوئی آدمی اپنے آپ کو پنجابی کہتا ہے تو یہ غلط ہے۔ لیکن اگر وہ یہ کہتا ہے کہ میں صوبہ پنجاب سے تعلق رکھتا ہوں۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تاہم اگر وہ کہتا ہے کہ پنجابی میری قومیت ہے تو یہ غلط ہے۔ قومیت تو اس کی مسلمان ہے۔ اسی طرح مختلف صوبوں کے رہنے والے لوگ ان صوبوں سے اپنا تعلق بتا سکتے ہیں۔ یہی صوبہ سندھ میں رہنے والے کرسکتے ہیں۔ ہمارا تشخص صرف مسلمان ہے۔ جس تاریخ کو ہم اپنا تشخص ختم کردیں گے اسی دن پاکستان کی بقا اور اس کا جواز باقی نہیں رہے گا۔ ہمارا تشخص یہی ہے۔ اسی کے لئے جمعیت العلماء پاکستان جدوجہد کررہی ہے۔ ہم صرف مسلم قومیت پر یقین رکھتے ہیں۔ اور اسی کے لئے جدوجہد کررہے ہیں۔ ہمیں کسی دوسرے کے

نقش قدم پر نہیں چلنا اگر صوبہ سرحد میں کوئی شخص اٹھ کر کہتا ہے کہ ہم پشتون قوم ہیں۔ اور سندھ میں کوئی آواز لگاتا ہے کہ ہم سندھی قوم ہیں۔ یا بلوچستان میں بلوچی قوم کا نعرہ بلند ہوتا ہے تو ان کی نقل میں ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے اس طرح ہمارا پھر کوئی نظریہ نہیں ہوگا۔ یہ تو پھر وہی ہوگا۔ کہ "چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی" ہمارا اپنا تشخص اسلام سے وابستہ ہے۔ مہاجر مہاجر کی اصطلاحیں اسلام دشمنوں نے گھڑلی ہیں۔ مسلمانوں کو تقسیم کرنے کی یہ ایک سازش ہے۔ اس سے پہلے مشرقی پاکستان میں بھی یہی ہوا وہاں بنگلہ دیش اور بنگالی قوم کا ایک نعرہ بلند ہوا۔ اس میں ہندو کی سازش کارفرما تھی۔ ہندو چاہتا تھا کہ دو قومی نظریہ کو جس کی بنیاد پر پاکستان بنا اس کو ختم کردیا جائے تاکہ پاکستان کے قیام کا جواز ہی باقی نہ رہے۔ بنگالی قوم بنائی پھر وہاں مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑایا اردو بولنے والوں کے متعلق کہا گیا کہ تم اردو بولتے ہو پنجابیوں سے کہا گیا کہ تم پنجابی بولتے ہو بنگالی ایک قوم ہیں۔ اردو بولنے والے ایک الگ قوم ہیں۔ اور پنجابی ایک علیحدہ قوم ہیں۔ اس طرح وہاں مسلمانوں کو قومیتوں میں بانٹا گیا اور بنگالی قومیت کا پرچار کیا گیا۔ بنگالی قوم بنائی گئی تو ظاہر ہے کہ قوم کے لئے زمین کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے ہم نے ہندوستان میں کہا کہ ہم مسلمان ایک الگ قوم ہیں۔ اور قوم کے لئے وطن کی ضرورت پیش آگئی۔ علیحدہ وطن کے مطالبہ کو ماننا پڑا اور ہندوستان کی تقسیم عمل میں آگئی اسی طرح انہوں نے کہا کہ بنگالی پاکستانیوں سے ایک الگ قوم ہیں۔ جب الگ قوم ہوئے تو ایک الگ وطن کی ضرورت پیش آئی۔ انہوں نے سونار بنگلہ دیش کا نعرہ لگایا۔ ہندوستان اس کو شہ دیتا رہا۔ اس کے جاسوس آتے رہے۔ اس طرح ہندوستان نے اپنے جاسوسوں اور مکتی باہنی کے ذریعہ پاکستان کی سالمیت کو پارہ پارہ کردیا مسلمانوں کو قومیتوں میں بانٹ کر بنگلہ دیش بنوادیا آج بھی اگر ہم قومیتوں میں تقسیم ہوگئے تو اسلام کے دشمن ہندوؤں یہودیوں اور نصرانیوں کی سازش کا شکار بن جائیں گے۔ پاکستان کے دشمن اس پاکستان کو بھی قومیتوں کے نام پر بانٹ کر خدانخواستہ اس کے لئے بھی ٹکڑے کردینا چاہتے ہیں۔ جس طرح انہوں نے مشرقی پاکستان کا ٹکڑا پاکستان سے الگ کردیا ہے۔

خبریں: اگر ایم کیو ایم آپ سے رابطہ کرے تو کیا آپ اس کا خیر مقدم کریں

گے؟

شاہ احمد نورانی: نہیں۔ ہم کوئی خیر مقدم نہیں کریں گے۔ ہمیں کسی لسانی، نسل پرست، دہشت گرد تنظیم سے رابطہ نہیں کرنا ہم ایسے رابطوں کو پسند نہیں کرتے۔

خبریں: آپ نے اس آئین پر دستخط کیے جس میں کوٹہ سسٹم کا نفاذ موجود تھا؟ کیوں؟

شاہ احمد نورانی: صرف کوٹہ سسٹم کی وجہ سے آئین کی تشکیل کو روکا نہیں جاسکتا اس لئے ہم نے اس پر دستخط کیے۔ جہاں تک کوٹہ سسٹم کا تعلق ہے، قومی اسمبلی کا ریکارڈ اس بات کا گواہ ہے کہ جمعیت العلماء پاکستان نے پرزور طریقہ سے کوٹہ سسٹم کی مخالفت کی تھی۔ یہ بات اسمبلی کے ریکارڈ پر موجود ہے۔ فروری، مارچ، اپریل 1973ء کی قومی اسمبلی کی بک اور مطبوعات جن میں میری تقریر بھی شامل ہے۔ اب بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ جس میں کوٹہ سسٹم کے نفاذ کی بھرپور مخالفت کی گئی تھی لیکن پیپلز پارٹی قومی اسمبلی میں اکثریت رکھتی تھی جبکہ جمعیت العلماء پاکستان کے قومی اسمبلی میں اس وقت صرف چار ممبران تھے۔ ظاہر ہے۔ اس تعداد کے ساتھ ہم اس وقت بھی کچھ کرسکتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں اس بات کی بھی وضاحت کردوں کہ ہم نے 1973ء کے دستور پر صرف اس لئے دستخط کیے کہ اس دستور میں اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب تسلیم کیا گیا۔ اس سے پیشتر 56ء اور 62ء اور اس کے بعد کے دساتیر میں اسلام کو ملک کا سرکاری مذہب نہیں مانا گیا تھا۔ الحمد للہ جمعیت العلماء پاکستان کی پانچ تجاویز اور مطالبے پر مرحوم ذوالفقار علی بھٹو نے ذاتی طور پر اس شق کو آئین میں شامل کیا یہ بات آئین کے ریکارڈ پر موجود ہے۔ ملک میں پہلی مرتبہ اسلام کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا اسی طرح اس دستور میں ہم نے مسلمان کی تعریف شامل کرائی کہ مسلمان کون ہوتا ہے۔ اس سے پہلے تمام دساتیر میں یہ تھا کہ ملک کا صدر مسلمان ہوگا۔ مسلمان کس کو کہتے ہیں۔ اس کی تعریف کیا ہے۔ یہ بات شامل نہیں تھی ہم نے باقاعدہ حلف کے ذریعے سے مسلمان کی تعریف متعین کرائی جو حلف نامہ صدر کو اٹھانا تھا۔ اس میں شامل کرایا کہ میں اللہ کی وحدانیت پر حضور پرنور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر قرآن مجید اور اس سے پہلے جو آسمانی کتابیں تھیں ان کے حق ہونے پر اور تمام فرشتوں پر

اور روز آخرت پر یقین رکھتا ہوں۔ اس قسم کی اہم باتوں کا اس میں ذکر تھا۔ جمعیت العلماء پاکستان نے اسی دستور میں قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون نہ بنانے کی ضمانت بھی حاصل کی اور یہ کہ تمام قوانین کو سات برس کے عرصے میں کتاب وسنت کے مطابق تبدیل کردیا جائے گا۔ یہ اہم باتیں ہم نے دستور میں منظور کرادیں اور یہ دستور اسلامی اس لحاظ سے ہوگیا کہ "state has to defend islam" یعنی جب اسلام ملک کا سرکاری مذہب ہوگیا اب سرکار کا فرض ہے کہ وہ اسلام کا دفاع کرتی رہے۔ یہ بہت بڑی کامیابی تھی پاکستان کی تاریخ میں پاکستان اسلام کے نام پر ہی وجود میں آیا تھا۔ اب وہ چیز بنیادی طور پر مان لی گئی لہٰذا اب آئندہ چل کر ہم کوٹہ سسٹم اور دیگر جو برائیاں ہیں۔ ان کے خلاف جدوجہد کرتے رہیں گے چونکہ بنیادی چند چیزیں دستور میں آگئی تھیں اس لئے ہم نے دستخط کردیئے تھے۔ صرف چار آدمی تھے۔ جنہوں نے اتنی باتیں اپنی منوالی تھیں 1973ء کا دستور منظور ہوا، کوٹہ سسٹم کی معیاد 1986ء تک تھی 83ء میں اسکو ختم ہوجانا چاہیے تھا۔ مگر جنرل محمد ضیاء الحق نے اس کی معیاد 93ء تک بڑھادی نومبر 1988ء میں عام انتخابات ہوئے۔ کراچی اور حیدرآباد کے حلقوں سے ایم کیو ایم کے چودہ ممبران منتخب ہوئے۔ ہم صرف چار قومی اسمبلی کے ممبران تھے۔ ایک پنجاب سے اور تین کراچی اور حیدرآباد سے۔ ہم چار تو چلئے کوٹہ سسٹم کے لئے کچھ نہ کرسکے یہ چودہ ایم این اے ہیں۔ جو کوٹہ سسٹم کے نام پر حقوق کے نام پر اور مہاجر قومیت کے نام پر منتخب ہوکر قومی اسمبلی میں گئے تھے۔ انہوں نے اسمبلی میں جانے سے پہلے پیپلز پارٹی سے ایک معاہدہ "معاہدہ کراچی" کے نام سے کیا۔ اس معاہدہ میں کوٹہ سسٹم کے مطالبہ سے دست بردار ہوگئے اور اس کو 93 تک مان لیا۔ قومی اسمبلی نے اس پر بحث ہی نہیں کی۔ باہر ہی باہر سے کوٹہ سسٹم سے دست بردار ہوگئے ہم ان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے کیا کیا، وہ کیوں دست بردار ہوئے وہ چودہ ممبران اپنا بھرپور کردار کیوں ادا نہ کرسکے، کیوں انہوں نے اپنی زبانوں پر تالے ڈال لیے، کیوں اپنے ہاتھ کٹوالیے۔

خبریں: آپ گلگت اور بلتستان صوبہ کے مخالف کیوں ہیں؟

شاہ احمد نورانی: گلگت اور بلتستان یہ آزاد کشمیر کا حصہ ہیں۔ گلگت اور

بلتستان تاریخی اعتبار سے ریاست کشمیر کا حصہ ہیں۔ جب کشمیر کے لوگوں نے ڈوگرہ مہاراجہ سے 1947ء میں آزادی حاصل کی تو گلگت اور بلتستان بھی آزاد ہوئے۔ چونکہ گلگت اور بلتستان آزاد کشمیر کا حصہ ہیں۔ تو اس لئے انہیں علیحدہ صوبہ نہیں بننا چاہئے اور نہ بننے دیا جانا چاہیے کشمیر کے ایک حصہ پر بھارت قابض ہے۔ جو مقبوضہ کشمیر کہلاتا ہے۔ اس طرح کشمیر پہلے ہی تقسیم ہو چکا ہے۔ اب اگر ہم گلگت اور بلتستان کو صوبہ بنادیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم کشمیر کو مزید تقسیم کررہے ہیں۔ گلگت اور بلتستان کو علیحدہ صوبہ بنانے کا مطالبہ بھی ایک بیرونی سازش ہے۔ اس سازش میں بعض عناصر جن میں یہودی اور بھارتی ایجنٹ بھی ہیں۔ اپنا کردار ادا کررہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ گلگت اور بلتستان کا اگر الگ صوبہ بن جائے جس کی سرحدیں روس سے ملی ہوئی ہیں۔ اور یہاں پر ایسے لوگ بہرحال اب بھی موجود ہیں۔ جو اپنے آپ کو اسماعیلی کہتے ہیں۔ اور یہ آغا خان کے پیروکار ہیں۔ یہ اسماعیلی مصر و شام اور ایران میں اپنی سلطنت کھو چکے ہیں۔ فاطمین کے نام سے یہ ان علاقوں پر حکومت کرتے رہے ہیں۔ ہزار سال سے اوپر ہوگئے کہ یہ اپنی حکومت کھو چکے ہیں۔ یہ کہیں نہ کہیں اپنی سلطنت بنانے کی فکر میں آج بھی ہیں۔ اگر گلگت اور بلتستان میں صوبہ بن جاتا ہے تو اسماعیلی سلطنت وجود میں آجائے گی اور پاکستان میں ایک اسرائیل بن جائے گا۔ بیرونی طاقتوں کا اڈہ ہوگا۔ سازشوں کا مرکز ہوگا۔ پاکستان کے قلب میں ایک ناسور بن جائے گا۔ اس لئے ہم اس کی شدومد سے مخالفت کررہے ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آغا خان کا گروہ اسلام اور مسلمانوں کا وفادار نہیں ہے۔

خبریں: دور حاضر میں ایران کا انقلاب سب سے زیادہ کامیاب رہا اس نے یہ ثابت کردیا کہ آج کے دور میں بھی اسلام کا احیاء ممکن ہے۔ جب آپ خود "سنی اسٹیٹ" کا نعرہ لگاتے ہیں۔ تو پھر ایرانی انقلاب کو شیعہ انقلاب کیوں کہتے ہیں؟

شاہ احمد نورانی: ایرانی انقلاب شیعہ انقلاب ہے، اسلامی انقلاب نہیں ہے شیعہ انقلاب ہے۔ شاہ ایران کے خلاف جمہوریت لانے کے لئے تھا۔ مگر لبادہ اسلام کا اوڑھا گیا۔ ایران کے دستور کو اگر آپ ملاحظہ فرمائیں تو اس میں صاف طریقہ سے لکھا گیا ہے کہ ملک کا دستور اثنا عشری شیعہ مذہب کے مطابق ہوگا۔ لہٰذا جب آئین میں واضح طور

پر لکھا ہوا ہے تو یہ اسلامی انقلاب تو نہ ہوا شیعہ انقلاب ہوا۔

خبریں: عراق ایران جنگ میں آپ نے عراق کی حمایت کیوں کی جبکہ عراق کی پشت پناہی سعودی عرب، کویت وغیرہ کررہے تھے۔ جن کی پشت پر امریکا ہے؟

شاہ احمد نورانی: یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ایران کی پشت پر اسرائیل تھا۔ اور ایران مسلسل اسرائیل سے ہتھیار خریدتا رہا۔ یہ بات بھی صحیح ہے کہ سعودی عرب، کویت اور مصر وغیرہ عراق کی مدد کرتے رہے۔ اب ان کی پشت پر امریکا رہا ہو یا نہ رہا ہو یہ بھی ہے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ ایران اس سے قبل متعدد بار عراق پر حملہ آور ہو چکا ہے۔ اب سے تین سو دو سو اور ڈیڑھ سو سال پہلے یہ حملے ہوتے رہے ہیں۔ عراق اور ایران کی جنگ ہوتی رہی اگر تاریخ کا آپ مطالعہ فرمائیں تو ایران کے صفوی خاندان نے عراق پر حملہ کیا اور مذہب کی بنیاد پر کیا بغداد شریف میں قتل عام کیا اور سیدنا غوث الاعظم حضرت عبدالقادر جیلانی ؓ کے مزار مبارک پر گھوڑے باندھے امام اعظم حضرت ابو حنیفہؓ کے مزار مبارک اور مسجد میں گھوڑے باندھے۔ مزار کی بے حرمتی کی۔ بعد میں ترکی کے سلطان نے لشکر بھیج کر صفویوں کو مارا ان کو بغداد سے نکالا اور ایران کی حدود میں دھکیل دیا۔ یہ جنگیں ہوتی رہی ہیں۔ موجودہ عراق ایران جنگ کا سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ آیت اللہ خمینی صاحب تیرہ برس چار ماہ تک حکومت عراق کے مہمان رہے۔ جب وہ شاہ کے خوف سے ایران سے جان بچا کر بھاگے تھے۔ اس وقت ان کے لئے اگر دنیا میں کوئی جائے پناہ تھی تو وہ صرف عراق کی سرزمین تھی۔ عراق کی حکومت اور صدر صدام حسین نے ان کی خصوصی دیکھ بھال کی۔ حکومت عراق ان کے کھانے پینے اور لنگر کے اخراجات برداشت کرتی رہی۔ وہی حکومت جس نے انہیں سوا تیرہ سال تک پناہ دیئے رکھی ایران میں حکومت حاصل کرنے کے بعد انہوں نے اسی حکومت کے خلاف سازش کرکے یہ منصوبہ بنایا کہ کربلا اور نجف اشرف کو عراق سے حاصل کیا جائے۔ یہ خالصتاً مذہبی معاملہ تھا۔ آیت اللہ خمینی کے دل میں بھی وہی آرزو مچل رہی تھی جو صفویوں کے دل میں تھی مگر وہ آرزو پوری نہ ہوسکی۔ ہم عراق کی حمایت اصولی طور پر کررہے ہیں۔ عراق ایران کے مقابلہ میں ہمیشہ مظلوم رہا ہے۔ اب تک جتنی بھی

جنگیں ہوئی ہیں۔ اس میں ایران نے پہل کی اور مذہبی بنیاد پر کی۔ حضرت غوث الاعظم اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مزار مبارک اور بغداد کو تباہ کرنے کی سازش کی۔ ہم عراق ایران جنگ کو اس نکتہ نظر سے دیکھتے ہیں۔

خبریں: حیدر آباد اور کراچی میں بڑی پیچیدہ اور پریشان کن صورتحال ہے۔ لیکن آپ زیادہ تر غیر ملکی دوروں پر رہے ہیں۔ آج تک آپ کسی کے گھر تعزیت کے لئے نہیں گئے جب کہ یہی لوگ آپ کے ووٹر ہیں۔

شاہ احمد نورانی: جمعیت العلمائے پاکستان کے نائب صدور بھی ہیں۔ سید شاہ فرید الحق صاحب بھی نائب صدر ہیں۔ اور پیر سید برکات احمد صاحب بھی ہیں۔ سیکرٹری جنرل مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب ہیں۔ جمعیت علمائے پاکستان کی صوبائی تنظیمیں بھی ہیں۔ جو سرحد، بلوچستان، پنجاب اور سندھ میں کام کر رہی ہیں۔ جمعیت العلمائے پاکستان کا صدر اگر تین یا چار ہفتوں کے تبلیغی دورے پر بیرون ملک چلا جائے اور اگر ٹوٹل کیا جائے تو سال میں زیادہ سے زیادہ ڈھائی ماہ بنتے ہیں۔ میں تین یا چار ہفتوں کے لئے گیا اور پھر آ گیا پھر کسی کانفرنس میں ہفتے دو ہفتے کے لئے چلا گیا اور پھر آ گیا۔ یہ میرا معمول ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ میں سال بھر کے لئے غائب ہو جاؤں میں تو یہیں رہتا ہوں، مسلسل رہتا ہوں، دراصل لوگ اس سلسلے میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں۔ میری عدم موجودگی میں ماشا اللہ جمعیت العلمائے پاکستان کی تنظیم موجود رہی ہے۔ اگر خدانخواستہ کوئی بات ہو جائے تو اس کے لئے نائب صدر شاہ فرید الحق صاحب اور صوبہ سندھ کی پوری تنظیم ہے۔ مثلاً طلبہ کالونی اور علی گڑھ کالونی میں حادثہ ہوا اس میں شاہ فرید الحق صاحب، صوفی ایاز خان نیازی، مرکزی جوائنٹ سیکرٹری جمعیت العلمائے پاکستان اور صوبہ سندھ کے تمام عہدے داروں نے بڑھ چڑھ کر ریلیف کے کاموں میں حصہ لیا اور وہ ریلیف کے کام برابر کرتے رہے ہیں۔ متاثرہ خاندانوں کی باوقار طریقے سے جو کچھ بھی ہوتا ہے۔ مدد کرتے رہتے ہیں۔ تعزیت کے سلسلے میں عرض ہے کہ اگر اس وقت میں موجود نہ ہوں۔ تو دوسرے حضرات تعزیت کرتے ہیں۔ کسی جماعت کا صدر ہونے کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ بس آدمی ملک میں بیٹھا رہے اور باہر بالکل نہ جائے۔

مثلاً ملک کا وزیراعظم ہے۔ وہ اندرون ملک بھی رہتا ہے اور بیرون ملک بھی دوروں پر جاتا ہے۔ میرے ساتھ بھی یہی صورتحال ہے۔ سال میں زیادہ سے زیادہ دو یا تین مہینوں کیلئے میں باہر جاتا ہوں۔ میرا یہ سفر کسی تفریح یا کاروباری نقطہ نظر سے نہیں ہوتا بلکہ میں تبلیغی مشن پہ جاتا ہوں۔ ہماری ایک تنظیم ورلڈ اسلامک مشن (الدعوئی الاسلامیہ العالیہ) ہے۔ یہ خالصتاً ایک تبلیغی ادارہ ہے۔ اس کی ذمہ داری بھی مجھ پر ہے۔ کروڑوں مسلمان جو بیرونی ممالک میں غیر مسلم حکومتوں کے تحت اقلیت کی صورت میں رہتے ہیں۔ ان کے مذہبی اصلاحی، تعلیمی مسائل ان کے حل کے لئے مشورہ دینا ان کے لئے مساجد بنوانا، مدارس کا کھلوانا ان کے تعلیم و تربیت کے نظام کو مربوط کرنا یہ سب کام ورلڈ اسلامک مشن کے ہیں۔ اور اسی سلسلے میں باہر جانا پڑتا ہے۔ میں صرف تبلیغی کام کے لئے باہر جاتا ہوں۔ باہر میرا کوئی مکان نہیں ہے۔ کراچی میں بھی نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ میں باہر جا کر کسی بنگلے میں ٹھہر جاؤں یا کسی خاص جگہ پر ٹھہرتا ہوں۔ بعض ملک ایسے ہیں۔ جہاں میں ایک ہفتے رہتا ہوں۔ بعض ملک ایسے ہیں۔ جہاں دو ہفتے لگ جاتے ہیں تبلیغی کام کیلئے تقاریر کیں، کام کو مربوط اور منظم کیا، مدارس مساجد اور اسلامی مشن کالج کے پروجیکٹس ہیں۔ انہیں سپروائز کیا، کچھ ہدایات دیں اور واپس آ گئے۔

خبریں: جماعت اسلامی آخری دنوں میں ضیاء کی مخالف ہو گئی تھی۔ دینی جماعت ہے۔ لیکن اس سے آپ کا اتحاد نہیں ہوتا جب کہ اصغر خان کی جماعت سیکولر پارٹی ہے۔ اس سے اتحاد کیونکر ہو گیا۔

شاہ احمد نورانی: جماعت اسلامی دینی جماعت نہیں ہے۔ اس نے صرف دین کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے۔ اسلام کو جماعت اسلامی نے بدنام و رسوا کیا ہے۔ آج جو ہم کراچی یونیورسٹی میں بلوہ، قتل اور غنڈہ گردی کا رونا رو رہے ہیں۔ اس کی ابتدا جماعت اسلامی نے کی اس کا بیج جماعت اسلامی نے بویا ہے۔ 1925ء کے بعد سے جماعت اسلامی کی ذیلی تنظیم اسلامی جمعیت طلبہ نے غنڈہ گردی، دھاندلی اور ہتھیاروں کے زور پر مختلف تعلیمی اداروں اور خاص طور سے جامعہ کراچی میں یونین کی نشستیں جیتی ہیں۔ آپ اخبارات کا ریکارڈ اٹھا کر دیکھ لیجئے جب سے اسلامی جمعیت طلبہ کراچی یونیورسٹی میں آئی

ہے۔ قتل کی مسلسل وارداتیں جامعہ میں ہوتی رہی ہیں۔ جنرل ضیاء الحق کے زمانے میں یہ وارداتیں بہت ہوئیں اور ان کے آخری دور میں رہی سہی کسر ایم کیو ایم نے پوری کردی ان کے علاوہ اور دہشت گرد تنظیمیں بھی ہیں۔ جو ہتھیاروں کی زبان میں بات کرتی ہیں۔ جن کی ضیاء الحق سرپرستی کرتے رہے۔ ان میں جئے سندھ بھی ہے، پی پی آئی بھی ہے۔ یہ سب نسل پرست دہشت گرد تنظیمیں ہیں۔ جن کی مارشل لاء نے پوری طرح سرپرستی کی ہے۔ جہاں تک ائیر مارشل اصغر خان صاحب کا تعلق ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ سیکولر ہیں۔ لیکن میں نے انہیں سیکولر نہیں پایا۔ وہ نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں۔ ایسی جماعت جو مکاری سے سیاست کے لئے اسلام کا نام استعمال کرے۔ اس سے وہ سیکولر جماعت بہتر ہے۔ جو سیاست کے لئے اسلام کا نام استعمال نہ کرے ایسی جماعت سے اتحاد کرنا بہتر ہے۔ اسی لئے ہم نے اصغر خان صاحب کی جماعت تحریک استقلال سے اتحاد کیا تھا۔

خبریں: 1970ء سے لے کر اب تک آپ کی جماعت میں کتنی بار انتخابات ہوئے ہیں۔ آپ کے آئین میں ایک شخص کتنی بار صدر بن سکتا ہے؟

شاہ احمد نورانی: جمعیت العلمائے پاکستان میں ہر تیسرے سال انتخابات ہوئے ہیں۔ 1973ء میں پہلا انتخاب ہوا اس میں میں صدر منتخب ہوا اس کے بعد تسلسل سے ہر تیسرے سال انتخاب ہو رہا ہے اور ہمارے آئین میں صدارت کے لئے کسی معیاد کی پابندی نہیں کی ہے۔

خبریں: جماعت اسلامی کی طرح پیر صاحب پگاڑا بھی جنرل ضیاء الحق کی غیر مشروط حمایت کرتے رہے ہیں۔ لیکن آپ پیر صاحب سے ملتے ہیں۔ جماعت اسلامی سے نہیں ایسا کیوں ہے؟

شاہ احمد نورانی: جہاں تک پیر صاحب کا تعلق ہے۔ انہوں نے اسلام کا لیبل اس طرح اپنے اوپر نہیں لگا رکھا ہے۔ جس طرح جماعت اسلامی نے اپنے اوپر چسپاں کیا ہوا ہے۔ پیر صاحب پگاڑا سے ہمارا دوسرا تعلق بھی ہے اور وہ روحانی تعلق ہے۔ پیر صاحب جنرل محمد ضیاء الحق کی حمایت اسلام کے حوالے سے نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اپنی ذات کے حوالے سے کرتے تھے۔

خبریں: بھارت نے پاکستان کے ایٹمی پروگرام پر بہت واویلہ مچا رکھا ہے۔ آپ کی نظر میں پاکستان کو ایٹمی دور اور جدید اسلحہ کی تیاری میں داخل ہونا چاہیئے یا نہیں؟

شاہ احمد نورانی: پاکستان کو اپنے ایٹمی پروگرام کے سلسلے میں کوئی معذرت خواہانہ رویہ اختیار نہیں کرنا چاہئے میں پوری دیانت داری کے ساتھ عرض کروں گا کہ جمعیت العلمائے پاکستان اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ ہم کو ایٹمی پروگرام پر عملدرآمد کرنا چاہیے اور ہر وہ ہتھیار بنانا چاہئے کہ جس سے ہم اپنے دشمن کو زیر کرسکیں۔ قرآن حکیم ہمیں یہی حکم دیتا ہے۔ قرآن مجید میں آیت مبارکہ ہے۔

واعدوالھم (تم اپنے دشمنوں (کافروں) کے لئے تیار کرکے رکھو) ما استطعتم من قوۃ (جتنی بھی قوت تمہاری استطاعت میں ہو)۔ لہٰذا قرآن مجید کے اس حکم کی روشنی میں دشمن کے مقابلے کے لئے تیاری بھرپور ہونا چاہیے۔ ہر وہ وسیلہ بروئے کار لانا چاہئے جس کے ذریعے ہم اپنے دشمنوں کے دلوں پر ہیبت بٹھا سکیں۔

ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم (تاکہ اللہ کے اور تمہارے دشمنوں کے دلوں میں تمہاری دھاک بیٹھی رہے)۔ اس لئے یہ بات بالکل واضح ہے اور اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ بات ہر پاکستانی غیور مسلمان کو پیش نظر رکھنی چاہئے کہ بھارت نے پاکستان کو مصنوعی طور پر تسلیم کیا ہے۔ مگر ذہنی فکری اور قلبی اعتبار سے کبھی تسلیم نہیں کیا ہے۔ پاکستان کے خلاف اس کی ریشہ دوانیاں روز اول سے جاری ہیں۔ اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں مزید تیزی آتی جارہی ہے۔ بھارت کی کوئی بھی حکومت کسی قیمت پر بھی پاکستان کی بقا نہیں چاہے۔ گی پاکستان سے متعلق ہندوستان کی ہندو حکومت کو جب تک یہ یقین نہ ہوجائے کہ پاکستان کے پاس ایٹم بم ہے۔ اس وقت تک وہ سازشیں کرتی رہے گی لیکن جس دن انہیں یہ معلوم ہوگیا کہ پاکستان کے پاس ایٹم بم ہے۔ اس کے بعد پھر انہیں پاکستان پر حملہ کرنے کی جرات نہ ہوگی ہندوستان جونا گڑھ کو ہڑپ کرچکا ہے۔ جس کا پاکستان سے باقاعدہ الحاق ہوچکا تھا۔ ہندوستان مقبوضہ کشمیر پر قابض ہے۔ جسے آئینی قانونی اور اخلاقی طور پر پاکستان کا حصہ ہونا چاہئے تھا۔ اس لئے کہ اسی فیصد کشمیری مسلمان ہیں۔ اس اعتبار سے بھی اسے پاکستان کا حصہ ہونا چاہیے۔ ہندوستان

نے مسلمانوں کی کئی سو سالہ اسلامی ریاست حیدر آباد دکن کو ختم کر دیا مانا ودر اور مانگروں کی
ریاستوں کو ہضم کر لیا اور مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنوادیا آج بھی ہندوستان کی پاکستان
دشمنی جاری ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں۔ کہ پاکستان کو ہر وہ ہتھیار بنانا چاہیے کہ جس سے
ہنود اور یہود کی سازش کو ناکام بنایا جاسکے ہمیں اس سلسلے میں معذرت خواہانہ رویہ اختیار نہیں کرنا
چاہئے۔ ہمیں کسی کے مشوروں کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم کیا بنائیں اور کیا نہ بنائیں۔ یہ ہماری
خودمختاری اور ہمارے اختیارات میں مداخلت ہے۔ کسی کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم سے پوچھے
کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ کیوں کر رہے ہیں۔

خبریں: افغانستان کے بارے میں پاکستان کی موجودہ پالیسی سے کیا آپ
اتفاق کرتے ہیں۔ آپ کی نظر میں اس مسئلے کا کیا حل ہے؟

شاہ احمد نورانی: افغانستان کے بارے میں حکومت پاکستان کی جو
موجودہ پالیسی ہے۔ وہ تقریباً وہی ہے۔ جو جنرل محمد ضیاء الحق کے دور سے چلی آرہی ہے۔
میں سمجھتا ہوں۔ کہ جینوا معاہدہ ایک بڑا اچھا معاہدہ ہے اور جینوا معاہدے کی روشنی میں ہمیں
افغانستان کے مسئلہ کا حل تلاش کرنے کی جدوجہد جاری رکھنا چاہئے اس معاہدے کے تحت
روسی فوجیں واپس چلی گئی ہیں۔ اب وہاں مسلمان آپس میں لڑ رہے ہیں۔ مسلمانوں کا ناحق
خون بہہ رہا ہے۔ اقوام متحدہ کی امن فوج وہاں موجود ہے۔ اس کے کچھ علاقائی دفاتر بھی
وہاں کھلے ہوئے ہیں۔ اس مسئلہ کا حل آسان ہے۔ اگر اس پر سنجیدگی سے عمل کیا جائے۔
افغانستان میں اقوام متحدہ کے ذریعے ہی امن فوج کو وسعت دی جائے۔ اس میں مسلم
ممالک کی فوج کو بھی شامل کیا جائے اور جنگ بندی کرائی جائے تاکہ مسلمانوں کا خون بہنا
بند ہوجائے۔ مسلم ممالک میں الجزائر' انڈونیشیا' لیبیا' ترکی' اردن اور سوڈان وغیرہ سے امن
فوج بلائی جائے اور اقوام متحدہ کے ذریعے اسے افغانستان بھیجا جائے۔ آرگنائزیشن آف
اسلامک کنٹریز کی تنظیم سے بھی اس کام میں مدد لی جائے۔ مسلم ممالک کی مشترکہ کونسل کے
ذریعے اقوام متحدہ کی نگرانی میں افغانستان میں انتخابات کرائے جائیں پھر جو بھی حکومت
برسر اقتدار آجائے وہی افغانستان میں کام شروع کر دے۔

خبریں: سیاچن پر بھارتی قبضے کی سب سے پہلے آپ نے نشاندہی کی تھی مگر

اس کا کریڈٹ پیپلز پارٹی لیتی ہے۔ یہ اس لئے تو نہیں کہ بعد میں اس مسئلہ پر آپ نے کوئی
توجہ نہیں دی؟

شاہ احمد نورانی: پیپلز پارٹی اگر اس کا کریڈٹ لیتی ہے تو مجھے کوئی
افسوس نہیں۔ کوئی بھی اس کا کریڈٹ لے میں نے تو بروقت مسئلہ کی نزاکت کی نشاندہی
کر کے اپنا فریضہ پورا کیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس معاملہ میں سابق صدر جنرل محمد ضیاء
الحق نے بڑی سنگین غلطی کی تھی اگر صحیح معنوں میں ملک میں منتخب حکومت ہوتی تو کمانڈر
انچیف اور کور کمانڈر کا کورٹ مارشل ہوتا بہر حال وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ انہوں نے
بہت بڑی غفلت برتی تھی پاکستان کی جغرافیائی حدود کی حفاظت کا انہوں نے حلف اٹھایا
تھا۔ میرے بیان کے بعد جب اس مسئلے پر تابڑ توڑ بیانات آئے اور لوگ ان کے پیچھے
پڑے تو انہوں نے جھنجلا کر بھارت کے ایک ہندو اخبار نویس سے کہا کہ سیاچن کیا ہے۔
وہاں تو گھاس بھی نہیں اگتی، نہ وہاں پانی ہے۔ نہ کوئی آئل فیلڈ ہے، صرف برف ہی برف
ہے۔ میں راجیو گاندھی سے پوچھوں گا کہ دہلی میں برف کیا بھاؤ بکتی ہے۔ ان باتوں کو
پاکستانی اخبارات نے بھی نقل کیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ ضیاء الحق صاحب نے اپنے حلف
کا بھی پاس نہیں کیا۔ وطن عزیز کی ایک ایک انچ زمین کی حفاظت ان کا اولین فریضہ تھا۔ ہم
نے بہر حال اس سلسلے میں پہلے بھی بیانات دیئے، جمعیت العلماء پاکستان نے قراردادیں
منظور کیں، جلسوں میں تقاریر کیں، اس مسئلے کو شدومد سے اٹھایا مگر چونکہ اس وقت اس مسئلے
پر مذاکرات ہو رہے ہیں۔ اس لئے اب ہم اس مسئلے پر کچھ زیادہ نہیں کہہ رہے ہیں۔ توقع
ہے کہ انشاء اللہ سیاچن کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

خبریں: حضرت صاحب یہ آخری سوال ہے، کیا یہ ممکن ہے کہ ایک دفعہ پھر
لسانی گروہی اور علاقائی فتنوں کے سدباب کے لئے قومی سیاسی جماعتوں بالخصوص اسلام
سے قریب تر جماعتوں سے مل کر متفقہ لائحہ عمل تیار کیا جائے۔ بعض لوگ یہ تاثر دیتے ہیں کہ
آپ اور آپ کی جماعت اس سے گریز کر رہے ہیں۔

شاہ احمد نورانی: ہم اس سے گریز نہیں کر رہے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ
ایسا ہو۔ بنیادی مسئلہ باہمی اعتماد کا ہے۔ اسلامی جماعتوں میں ایک جماعت اسلامی ہے۔ جو

اپنے کو اسلامی کہتی ہے۔ مگر وہ گیارہ سال تک جنرل محمد ضیاء الحق کی حاشیہ بردار رہی ہے، مارشل لاء حکومت کی بیساکھی بنی رہی، لہٰذا اس نام نہاد اسلامی جماعت کے علاوہ دیگر مذہبی جماعتوں سے ہماری بات چیت چل رہی ہے۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح ہمارا ایسا پروگرام بن جائے کہ بحالی امن کے لئے ہم مل جل کر اگر کچھ کر سکتے ہیں تو کریں۔ میں نے ابتداء عرض کیا تھا کہ بحالی امن کی اصل ذمہ داری پیپلز پارٹی پر ہے اور اس کی شریک اقتدار ایم کیو ایم پر عائد ہوتی ہے۔ قصبہ کالونی اور علی گڑھ کالونی کے سلسلے میں متعدد بار ایم کیو ایم کی جانب سے وہاں کے قتل عام پر بڑے لمبے چوڑے اجلاس ہوئے جمعیت العلماء پاکستان نے بھی اس قتل عام پر احتجاج کیا تھا۔ ہمارے کارکنوں نے رضا کارانہ طور پر وہاں کام کیا۔ مستحق افراد میں سامان وغیرہ تقسیم کیا خدمت خلق کے لئے جو ہماری تنظیم "خادم" ہے۔ اس نے متاثرہ خاندانوں کی بھرپور امداد کی خواتین کی جانب سے ڈاکٹر فریدہ احمد صاحبہ وہاں پہنچیں۔ لاکھوں روپیہ کا سامان انہوں نے بھی وہاں متاثرہ خاندانوں میں تقسیم کیا لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ایم کیو ایم پیپلز پارٹی کے ساتھ اقتدار میں شریک ہے۔ مگر قصبہ کالونی اور علی گڑھ کالونی میں ہونے والے بھیانک قتل عام کے سلسلہ میں اب وہ کوئی مطالبہ نہیں کرتی۔ جب وہ حکومت میں آتے ہیں۔ تو کم از کم تحقیقات تو کروائیں سینکڑوں بے گناہ افراد' مرد' عورتیں اور معصوم بچے چھ گھنٹے کے اندر اندر قتل کر دیئے گئے۔ عدالتی تحقیقات ہونا چاہیے، ایک کمیشن بیٹھنا چاہیئے جو اس خوفناک جرم کا ارتکاب کرنے والوں کو بے نقاب کرے، ان کی نشاندہی کرے کہ اصل مجرم کون ہیں۔ مگر اس مسئلہ پر بالکل خاموشی ہے۔ جو بہت حیرت انگیز ہے۔ کسی رہنما کو اگر صرف تین گھنٹے حبس بے جا میں رکھ دیا جائے تو اس کے لئے ہائی کورٹ کے جج سے تحقیقات کرانے کا مطالبہ ہوتا ہے۔ سینکڑوں مسلمان اورنگی میں دن دہاڑے قتل کر دیئے گئے جلا دیئے گئے، ان کے متعلق کوئی کمیشن تحقیقات کے لئے نہیں بٹھایا گیا، کوئی انکوائری آج تک نہیں ہوئی اس سلسلہ میں کیوں خاموشی اختیار کر لی گئی۔ ہماری سمجھ میں اس سوال کا جواب ابھی تک نہ آسکا ہو سکتا ہے کہ آنے والا وقت اس راز پر سے پردہ اٹھائے کہ اس خونی ڈرامہ کے اصل کردار کون تھے، اصل مجرم کون تھے؟

حضرت صاحب آپ کا بہت بہت شکریہ۔

پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی کھوٹے سکے کے دو رخ ہیں

اسلامی جمہوری محاذ کے مقاصد اس نظام کو متناسب نمائندگی کے ذریعے بدلنا ہے

صلیبی طاقتوں کا سرخیل امریکا ہے' ہمیں اس کا مقابلہ کرنے کے لئے متحد ہونا چاہیے

میں نے 1990ء کے انتخابات میں ایم کیو ایم کے امیدوار کے 25 ہزار ووٹوں کے مقابلے میں 38 ہزار ووٹ لئے

ملک خونی انقلاب کی طرف بڑھ رہا ہے' جنرل ضیاء نے سندھ میں علاقائی اور لسانی تنظیموں کی سرپرستی کی

1983ء میں جنرل ضیاء الحق صاحب نے ایم آر ڈی کو ختم کرنے کے لئے کارروائی کی

جے یو پی کو سب سے زیادہ نقصان مارشل لاء دور میں پہنچا

ہم سیاست کو عبادت سمجھتے ہیں اور اسی نظریئے پر کاربند رہتے ہیں

میرے نزدیک عورت کی حکمرانی غیر شرعی ہے۔ مگر غیر دستوری نہیں

قائداعظم' لیاقت علی خان اور سردار عبدالرب نشتر کے بعد سارا نظام بیورو کریسی اور فیوڈل لارڈز کے قبضے میں آ گیا

اسلامی جمہوری محاذ کے صدر

مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ

روزنامہ "پاکستان" کو دیا گیا انٹرویو

ملاقات: وقار ملک

سوال: آپ نے حال ہی میں مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ مل کر اسلامی

جمہوری محاذ کے نام سے ایک نیا اتحاد تشکیل دیا ہے۔ ماضی کا تجربہ شاہد ہے کہ وطن عزیز کو کبھی اتحادوں کی سیاست سے وہ کچھ حاصل نہ ہوسکا جس کی عوام توقع کرتے تھے۔ اس تناظر میں یہ اتحاد کیسے پائیدار اور موثر ثابت ہوسکتا ہے؟

جواب: ماضی میں جو بھی اتحاد بنے وہ کسی کو وقتی طور پر ہٹانے، لانے اور چہرے بدلنے کے لئے تشکیل پاتے رہے۔ ہمارا عرصے سے یہ موقف تھا کہ پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی کھوٹے سکے کے دو رخ ہیں۔ اسلامی جمہوری اتحاد نہ اسلامی ہے۔ نہ جمہوری' نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ اس طرح پیپلز پارٹی بھی پہلے اقرار کرچکی ہے کہ وہ ناکام ہوگئی ہے۔ آئی جے آئی کو لوگوں نے اسلام کے نام پر ووٹ دیئے مگر اسلام نہیں آیا اسلامی جمہوری محاذ کے مقاصد اس نظام کو متناسب نمائندگی کے ذریعے بدلنا ہے اور عالم اسلام کو نیو ورلڈ آرڈر سے جو خطرات درپیش ہیں۔ ان کا دینی قوتوں کو اکٹھے کرکے مقابلہ کرنا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ صلیبی طاقتیں عالم اسلام کو چیلنج کررہی ہیں۔ صلیبی طاقتوں کا سرخیل امریکا ہے۔ ہمیں اس کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک پلیٹ فارم پر متحد ہونا چاہئے۔ ہم کسی کے خلاف تحریک نہیں چلا رہے خاموشی سے اپنا کام کررہے ہیں۔ تاکہ جمہوری نظام ساتھ ساتھ چلتا رہے۔ جمعیت العلماء اسلام کے ساتھ ہم نے جو بنیادی بات طے کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے خلاف الیکشن نہیں لڑیں گی اس بارے میں ہم نے ملک کی دو سو سیٹوں پر سمجھوتہ کیا ہے۔ ورنہ اتحاد بنتے ہیں۔ اور سیٹوں کی تقسیم پر بکھر جاتے ہیں۔ اس اتحاد کی وجہ سے ہم اپنی قوتوں کو متحد کرنا چاہتے ہیں۔

سوال: اسلامی جمہوری محاذ کی دونوں جماعتوں کے قائدین کے اپنے اپنے حلقہ ہائے نیابت محفوظ نہیں۔ اس تناظر میں اسلامی جمہوری محاذ کا مستقبل کیا ہوگا؟

جواب: سیاست میں ہار جیت ہوتی رہتی ہے۔ اس ہار جیت کی دائمی حیثیت نہیں ہوتی ملک کے متعدد سیاست دان محمد خان جونیجو' پیر صاحب پگاڑا' اصغر خان' ولی خان' نوابزادہ نصر اللہ اور غلام مصطفیٰ جتوئی بھی عام انتخابات میں اپنے اپنے حلقہ ہائے نیابت سے ہار چکے ہیں۔ میں نے 1970ء کے انتخابات میں کراچی کے حلقے سے 26 ہزار ووٹ لے کر سابق وزیر مملکت برائے امور خارجہ زین نورانی کی ضمانت ضبط کروادی تھی اور اب بھی میں نے 1990ء کے انتخابات میں ایم کیو ایم کے امیدوار کے 25 ہزار ووٹوں کے مقابلے میں 38 ہزار ووٹ لئے لیکن میری جیت کے درمیان کلاشنکوف حائل رہی۔ وہاں پر ووٹنگ ہی نہیں ہوئی بلکہ الیکشن کے نام پر ڈرامہ ہوا تھا۔ اب بھی اگر منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کا انعقاد کرادیا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ صورتحال مختلف ہوگی۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں۔ کہ اسلامی جمہوری محاذ کا مستقبل بہت شاندار ہے۔ اس سے ملتی جلتی صورت حال مولانا فضل الرحمٰن کے حلقہ میں پیدا کی گئی۔ اس تناظر میں آپ محسوس کرسکتے ہیں کہ اسلامی جمہوری محاذ کے قائدین کا اپنے اپنے حلقوں میں کتنا اثر و رسوخ ہے۔

سوال: کیا آپ اس اتحاد میں جماعت اسلامی کو بھی دعوت دینا پسند کریں گے؟

جواب: مسکراتے ہوئے مجھے معلوم نہیں کہ جماعت اسلامی کی طلاق بائن ہوچکی ہے۔ یا نہیں اگر قاضی صاحب نے تین دفعہ علیحدگی علیحدگی کہہ دیا ہے تو پھر شرعاً طلاق ہوچکی ہے۔ بہرحال ہم نے جماعت اسلامی کے لئے اپنی دروازے بند نہیں کئے کیونکہ تمام مذہبی جماعتیں متحد ہوکر امریکی سازشوں کا مقابلہ کرسکتی ہیں۔

سوال: ایک جہاندیدہ سیاست دان کی حیثیت سے آپ تازہ ترین ملکی صورتحال کا تجزیہ کیسے کرنا پسند فرمائیں گے؟

جواب: میرے خیال میں تازہ ترین ملکی صورت حال بالخصوص سندھ کی صورتحال کو معمولی نہ سمجھا جائے۔ سندھ میں بغاوت پیدا ہوچکی ہے۔ مگر یہ حالات نئے نہیں ہیں۔ یہ ماضی کی پیداوار ہیں۔ 1983ء میں جب جنرل ضیاء الحق صاحب نے ایم آر ڈی کو ختم کرنے کے لئے کارروائی کی اس وقت بہت سے مقامات پر بے حد زیادتیاں ہوئیں میری اس زمانے میں ضیاء الحق سے ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات میں میرے ساتھ مولانا عبدالستار خان نیازی اور شاہ فرید الحق بھی موجود تھے۔ جبکہ ضیاء الحق صاحب کی معاونت کرنے والوں میں محمود اے ہارون اور صاحبزادہ یعقوب خان شامل تھے۔ میں نے انہیں بتایا کہ مختلف ایجنسیوں اور امن و امان کے ذمہ دار حضرات کی طرف سے زیادتیاں ہوئیں ہیں۔ اور بے گناہ افراد کو پکڑا جارہا ہے۔ چادر اور چار دیواری کا تقدس

پامال ہو چکا ہے۔ قرآن مجید میں خاص طور پر فرمایا گیا ہے کہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل مت ہوا کرو۔ مگر جنرل جب اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ پھر میں نے انہیں کہا کہ اگر آپ اس بات کو مناسب سمجھتے ہیں۔ تو انکوائری بٹھائیں جنرل صاحب نے کہا کہ پتہ نہیں یہ باتیں اور اطلاعات کیسی ہیں۔ لوگ ویسے بھی جھوٹے افسانے تراشتے رہتے ہیں۔ اسی زمانے میں کالا باغ میں تصادم ہوا' لوگوں کو اغوا کیا گیا' راولپنڈی میں بھی ایک دو واقعات ہوئے مگر حکومت کی ایجنسیاں دیکھتی رہیں۔ لوگ اغواء ہوتے رہے۔ دوسری طرف سندھ میں بھی لاوا پکتا رہا۔ چنانچہ 1988ء میں جنرل ضیاء الحق کی انتظامیہ نے سندھ آپریشن کیا اس کے لئے علاقائی اور لسانی تنظیموں کی سرپرستی کی گئی تاکہ قومی سطح کی جماعتوں کو ناکام بنایا جاسکے اور یہ سب کچھ تسلسل سے اب تک ہوتا رہا ہے۔ پھر عنان حکومت جام صادق صاحب کے سپرد کی گئی جس طرح ان کا دل چاہے۔ وہ سندھ میں کرتے پھریں۔ سب جانتے ہیں کہ جام صادق صاحب کو اپنی ذاتی نشست حاصل کرنے کے لئے کتنے پاپڑ بیلنے پڑے اور کس طرح انہوں نے اسمبلی میں ووٹنگ کروائی۔ ممبران اسمبلی کو اغواء کرکے بنکاک لے جایا گیا، اسمبلی کے اندر ان کو ڈرایا دھمکایا گیا اور نوبت یہاں تک آگئی کہ جام صادق علی کے زمانے میں حالات مزید سنگین ہوگئے وہ نمائندہ حکومت بھی نہیں تھی اس کے بعد مظفر شاہ صاحب آگئے چند ماہ پہلے تک یہ کہا جاتا رہا کہ سندھ میں حالات درست ہیں۔ اور جام صادق نے حالات قابو میں کرلئے ہیں۔ اور اب مظفر شاہ نے صاف جواب دے دیا ہے کہ حالات صوبائی انتظامیہ کے قابو میں نہیں ہیں، مجبوراً آرمی کو بلانا پڑا۔

سوال: مولانا آپ نے سندھ کی صورتحال کے بارے میں اپنے تجزیے میں بے نظیر بھٹو دور کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی کوئی خاص وجہ؟

جواب: ایسی کوئی بات نہیں بلکہ جہاں تک بے نظیر بھٹو دور کا تعلق ہے۔ ان سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ برسر اقتدار آنے کے بعد سندھ کے حالات ٹھیک کرلیں گے اس سلسلہ میں ایم کیو ایم کے ساتھ ان کے روابط بھی بنے مگر یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ پیپلز پارٹی ان کے خلاف ایکشن لینا چاہتی تھی اور ایم کیو ایم کے تعلقات اس وقت کے

وزیراعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف کے ساتھ تھے۔ اور انہوں نے اندر خانے انتخابی معاہدہ بھی کرلیا تھا۔ ظاہر ہے یہ معاہدہ صریحاً پیپلز پارٹی کے خلاف تھا۔ اس معاہدہ کے بعد شہر میں دہشت گردی بہت بڑھ گئی اور اندرون سندھ میں ڈاکوؤں کے خلاف بھی پیپلز پارٹی کی حکومت نے کارروائی کی لیکن جس آپریشن کلین اپ کی ضرورت تھی وہ نہ کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پیپلز پارٹی نے بھی ان پر کمزور ہاتھ ڈالا کشمیر کانفرنس میں جو بے نظیر صاحبہ نے اپنے دور میں بلائی تھی میں نے ان سے ملاقات کی اور کہا کہ سندھ میں جو کچھ آپ نے کیا ہے۔ وہ صحیح طریقے سے ہینڈل نہیں ہوسکا۔ سندھ میں ناجائز اسلحہ کی بھرمار ہے۔ کلاشنکوف کلچر پھیل رہا ہے۔ محترمہ نے جواب دیا یہ سب کچھ مجھے وراثت میں ملا ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ مگر آپ کی حکومت عوامی ہے۔ آپ سندھ کے حالات پر قابو پاسکتی ہیں۔ آپ کے پاس کام کرنے والی ایجنسیاں ہیں۔ ان کو پتہ ہے۔ یہ سب کچھ کہاں اور کیسے ہورہا ہے۔ بعض ایسی ایجنسیاں بھی موجود ہیں جو نہیں چاہتیں کہ پیپلز پارٹی کی حکومت کامیاب ہو بہرحال یہ انتظامیہ کا مسئلہ ہے، آپ کی اپنی حکومت ہے، قائم علی شاہ آپ ہی کا آدمی ہے۔ آپ قابو پاسکتی ہیں۔ میں نے کچھ تجاویز بھی دیں اور کہا کہ ناجائز اسلحہ ختم کیا جائے نارچر سیل بند کیے جائیں اور خاص طور پر راجستھان سیکٹر کے ساتھ سندھ کی سرحد کو مکمل طور پر بند کیا جائے جے یو پی 1986ء سے یہی مطالبات دہراتی چلی آرہی ہیں۔ میں اندرونی سندھ دورے کرتا رہتا ہوں۔ میں نے نوٹ کیا ہے کہ سندھ میں حالات کو پیپلز پارٹی بھی قابو نہ کرسکی مسئلہ یہ ہے کہ ایک طرف مسلسل بیرونی مداخلت جاری ہے اور دوسری طرف مقامی طور پر علاقائی تنظیموں کا تصادم ہوتا رہتا ہے۔ جئے سندھ اور ایم کیو ایم کے تصادم کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں دونوں تنظیمیں اپنی اپنی طاقت منوانا چاہتی ہیں۔ ایک کہتی ہے کہ کراچی ہمارا ہے، دوسری کہتی ہے کہ سندھ حیدر آباد ہمارا ہے۔ نسلی تعصب بڑھ گیا ہے۔ محترمہ بے نظیر بھٹو اس بارے اپنی ناکامی کے سلسلے میں کہتی ہیں کہ میں نے صوبوں کے ہائی کورٹس کے ججوں اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی سربراہی میں ایک کمیشن مقرر کیا مگر کسی نے اس کمیشن کے ساتھ تعاون نہیں کیا اس کے بعد محترمہ کی حکومت بھی رخصت ہوگئی اور جج صاحبان اپنی کارروائی شروع نہ کرسکے میرے خیال میں اس کمیشن کو کام کرنا

چاہئے تھا۔ تا کہ کراچی حیدر آباد اور دوسرے شہروں میں ہونے والے ہنگاموں کے حقائق عوام کے سامنے آتے مگر وہ نہ آسکے۔

سوال: آپ کے خیال میں حکومت نے حالات کی درستگی کے لئے جو آرمی آپریشن شروع کیا اس سے کیا اثرات مرتب ہوں۔گے؟

جواب: میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ قدم بہت دیر کے بعد اٹھایا گیا۔

بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے

پیپلز پارٹی کہتی ہے کہ ہم نے پہلے یہ ڈیمانڈ کی تھی۔ میں اس بحث میں نہیں پڑتا کہ پیپلز پارٹی نے کیا لکھا اور صدر صاحب نے کیا جواب دیا یا یہ کہ یہ ایکشن اور صدر صاحب نے کیا جواب دیا یا کہ یہ ایکشن 147 کے تحت ہورہا ہے اور 645 کے تحت ہونا چاہئے تھا۔ بات صرف اتنی ہے کہ جو کچھ بھی اب ہورہا ہے۔ اسے بہت پہلے ہوجانا چاہئے تھا اور اب اگر اس آپریشن کو موثر بنانا ہے تو ایکشن بلا تخصیص ہونا چاہئے۔ اگر آپریشن اندرون سندھ ہوا اور شہروں کو چھوڑ دیا گیا تو اس کا ردعمل سندھ میں بہت شدید ہوگا۔ اور ہوسکتا ہے کہ اندرون سندھ کے لوگ بھاگ کر راجستھان چلے جائیں جہاں بھارت ان کے لئے کیمپ کھول دے اور مشرقی پاکستان کے واقعات دہرائے جائیں آپریشن ایسا ہو کہ جو بھی مجرم ہو چاہے۔ کراچی و حیدر آباد کا ہو چاہے اندرون سندھ سے اسے بغیر کسی رعایت کے پکڑا جائے مگر عوام کے ذہنوں میں اس آپریشن کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہو گئے حال ہی میں ایم کیو ایم کی طلبہ ونگ کے جائنٹ سیکرٹری کا کیس ہوا آپ دیکھیں وہ کالج میں داخلہ لینے کے لئے آرہا ہے اور اس کے ساتھ دو ذاتی گارڈز اور تین پولیس والے تھے۔ ان سے ناجائز کلاشنکوف بھی برآمد ہوئی وہ گرفتار ہوا اور پھر چھوڑ دیا گیا میں نہیں جانتا کہ اس کو کس طرح چھوڑا گیا اس طرح سندھ میں بھی لوگ پکڑے جارہے ہیں۔ اور اگر اندرون سندھ پکڑے جانے والوں کو رہا نہ کیا گیا۔ اور کراچی و حیدر آباد میں رہا کیا گیا تو اس سے سندھ کے لوگوں کو اشتعال کا اندیشہ ہے۔ وہ یہ سمجھیں گے کہ یہ سارا آپریشن چونکہ اسلام آباد کروارہا ہے۔ اس کے لئے یہ ہمارے خلاف سازش ہورہی ہے۔ اس تناظر میں میں یہ سمجھتا ہوں۔ کہ ہندوستان بھی اس سے فائدہ اٹھانے کی بھرپور کوشش کرے گا۔ اگر یہ آپریشن بغیر

کسی امتیاز کے سیاسی مصلحتوں سے بالاتر ہو کے کیا گیا تو یہ کامیاب ہوگا۔ مگر سفارش ضرور ہوگی۔ اس لئے یہ ضروری ہوگیا ہے۔ کہ "بوگس" اور بے بس سندھ اسمبلی توڑ دی جائے۔ اس سے یہ ہوگا۔ کہ آپریشن سیاسی اثر سے آزاد ہوجائے گا اور اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوں گے۔

سوال: موجودہ صورت میں سندھ حکومت کا کیا کردار ہے؟

جواب: سندھ میں صوبائی حکومت کا کنٹرول کس کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا تعین تھوڑا مشکل کام ہے۔ اندرون سندھ ڈاکوؤں کی بے تاج حکمرانی ہے اور شہروں بشمول کراچی اور حیدر آباد پر نقاب پوش دہشت گرد حکمرانی کررہے ہیں۔ بموں کے دھماکے' ڈاکے' قتل' وغارت' اغوا برائے تاوان' کاروں کی چوری ان حالات میں آپ سمجھ سکتے ہیں کہ سندھ حکومت کا کردار کیا رہ گیا ہے۔

سوال: اس کی کیا وجہ ہے کہ جے یو پی کی وہ حیثیت برقرار نہیں رہی جو 1970ء میں تھی؟

جواب: جب انتخابات ہوئے ہمیں سات نشستیں ملیں جن میں غلام حیدر بھروانہ' صاحبزادہ نذیر سلطان اور ابراہیم برق والی تین نشستیں پیپلز پارٹی نے ہتھیا لیں اور ہمارے پاس چار نشستیں رہ گئیں مگر جے یو پی کو سب سے زیادہ نقصان مارشل لاء دور میں پہنچا۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم نے جب پی این اے کو توڑ کر حکومت میں شامل کیا تو نوابزادہ نصر اللہ اور مولانا مفتی محمود ہم سے کہتے رہے کہ تم بھی آجاؤ۔ وزارتوں میں تمہارا بھی کوٹہ ہے۔ مگر ہم نے کہا کہ ہم اس میں شامل نہیں ہوں گے۔ بلکہ جنرل ضیاء الحق صاحب الیکشن کا انعقاد کروائیں اور اقتدار عوامی نمائندوں کے حوالے کریں۔ جنرل ضیاء صاحب نے اس کا انتقام ہم سے اس طرح لیا کہ انہوں نے ہمارے کچھ ارکان توڑ کر اپنی مجلس شوریٰ میں شامل کرلئے جن میں حاجی حنیف طیب' دوست محمد مفتی وغیرہ شامل تھے۔ اور پھر تسلسل سے ان کی یہ کوشش رہی کہ جے یو پی کے دو ٹکڑے کئے جائیں مگر جے یو پی اس کے باوجود متحد رہی۔ تاہم یہ کوشش جاری رہی اور بالآخر ان کے جانشینوں نے مولانا عبدالستار خان نیازی پر ہاتھ ڈالا۔ اس سے پہلے بھی انہوں نے مولانا نیازی پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تھی مگر وہ

ناکام رہے تھے۔ اب کی بار وہ کامیاب ہو گئے۔

سوال: کیا آپ کی خواہش نہیں کہ جے یو پی کو چھوڑنے والے ساتھی دوبارہ آپ کے ساتھ آملیں اگر ہے تو آپ اس ضمن میں کیا اقدامات کر رہے ہیں؟

جواب: ہماری خواہش بھی ہے اور ہم نے اس سلسلے میں کوشش بھی کی ہے۔ مگر مولانا نیازی نے جواب دیا ہے کہ وہ نواز شریف کو نہیں چھوڑ سکتے۔

سوال: آپ کے کئی ساتھی جو طویل عرصہ تک آپ کے ساتھ رہے۔ اس دوران انہوں نے ان گنت قربانیاں بھی دیں مگر کیا وجہ ہے۔ جب ان سے آپ کے اختلافات ہوتے ہیں۔ تو فوراً ان کے اور آپ کے درمیان نظریں بدل جاتی ہیں۔ آپ اس بارے میں کچھ کہنا پسند فرمائیں گے؟

جواب: بھئی ہم سیاست کو عبادت سمجھتے ہیں۔ اور اسی نظریئے پر کاربند رہتے ہیں۔ جب ہمارے کچھ افراد نے ضیاء الحق مرحوم کی مجلس شوریٰ کو جوائن کیا تو ہم نے ان کو پارٹی سے نکال دیا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ایک طرف تو یہ اقتدار کے مزے لوٹ رہے ہیں اور دوسری طرف مارشل لاء کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اس مسئلہ پر ہم نے جماعت اسلامی والا طرز عمل اختیار نہیں کیا جب مجلس شوریٰ میں جماعت اسلامی کے کچھ افراد شامل ہوئے تو لوگوں نے میاں طفیل محمد سے استفسار کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ تمام افراد ذاتی حیثیت سے مجلس شوریٰ میں گئے ہیں۔ جہاں تک مولانا عبدالستار نیازی کا مسئلہ ہے۔ وہ عمر کے اس حصے میں ہیں۔ جہاں انہوں نے یہ محسوس کیا کہ اب لیلائے اقتدار سے ہم آغوش ہو ہی جانا چاہئے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے جے یو پی کا ایک متوازی اجلاس بلوا کر ہمیں فارغ کر دیا۔ اب آپ بتائیں کہ انہوں نے ہمیں نکالا کہ ہم نے انہیں نکالا!!

سوال: کہا جاتا ہے کہ مولانا نیازی جس طرح آئی جے آئی کے لئے نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ اس طرح آپ بھی پیپلز پارٹی اور بے نظیر بھٹو کے لئے نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ اس تاثر میں کہاں تک صداقت ہے؟

جواب: اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ بے نظیر کے دور

اقتدار میں میری صرف ان سے ایک ہی ملاقات ہوئی اور بھٹو دور میں ہم نے سب سے زیادہ قربانیاں دیں۔

سوال: عورت کی حکمرانی کے حوالے سے آپ کا نقطہ نظر کیا ہے؟

جواب: میرے نزدیک عورت کی حکمرانی غیر شرعی ہے۔ مگر غیر دستوری نہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ اس بارے میں دستور میں تبدیلی لائی جائے مولانا نیازی اور ان کے ساتھی جو کہ عورت کی حکمرانی کے خلاف ہیں۔ اس وقت اقتدار میں ہیں۔ اور پارلیمنٹ کے اندر ان کو واضح برتری بھی حاصل ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ پارلیمنٹ میں اس کے خلاف آواز اٹھاتے مگر افسوس کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ انہی کے دور حکومت میں خواتین کی زیادہ تقرریاں ہوئیں تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک خاتون کو امریکا میں سفیر بنا کر بھیجا گیا سینٹ کی ڈپٹی چیئر پرسن نور جہان پانیزئی کو منتخب کروانے کے لئے مولانا نیازی نے ووٹ بھی دیا۔ مولانا نیازی سب کچھ خود کرتے ہیں۔ مگر انہوں نے بدنام ہم کو کیا ہے۔

سوال: مولانا! ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں پیپلز پارٹی کی مخالفت کرنے والے سیاسی زعماء میں آپ بہت نمایاں تھے۔ مگر بے نظیر بھٹو کے دور میں آپ کی طرف سے مخالفت کی وہ شدت نظر نہ آئی اس کی وجہ خاص کیا تھی؟

جواب: میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ بے نظیر کے دور میں ہم نے پیپلز پارٹی کی وہ مخالفت نہیں کی جو ماضی میں کی تھی مگر اس کی وجہ یہ نہیں کہ میں بے نظیر بھٹو کے لئے نرم گوشہ رکھتا ہوں۔ بات صرف اتنی تھی کہ میں سمجھتا تھا کہ یہ جمہوری دور ہے اور بے نظیر بھٹو صاحبہ منتخب ہو کر آئی تھیں اگر ہم اس کے خلاف کوئی تحریک چلاتے تو شاید اس کے نتیجے میں مارشل لاء آجاتا صرف یہی بات ہمارے مدنظر تھی۔

سوال: آٹھویں ترمیم کو بعض سیاستدان جمہوری عمل کے لئے چیلنج اور بعض جمہوری عمل کا محافظ سمجھتے ہیں۔ آپ اس ترمیم کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

جواب: آٹھویں ترمیم کی بطور محافظ بات عموماً میاں طفیل محمد صاحب کرتے ہیں۔ میرے خیال میں میاں صاحب سیاست سے ریٹائرڈ ہونے کے علاوہ بیمار بھی رہتے

ہیں۔ جس کی وجہ سے...... !!!

میاں طفیل محمد صاحب کا دستور بنانے سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ ہم نے 1973ء کا آئین بنایا۔ پارلیمنٹ کے 25 ارکان کی کمیٹی نے 10 ماہ میں آئین بنایا جس میں میں بھی شامل تھا۔ اور ہم نے یہ سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا تھا کہ صدر کو زیادہ اختیارات نہ دیئے جائیں کیونکہ ماضی کے تلخ تجربات ہمارے سامنے تھے۔ اور اب غلام اسحاق خان صاحب وہ کچھ کر رہے ہیں۔ جو کہ ملک غلام محمد کرتا تھا۔ موجود صدر، غلام محمد اور اسکندر مرزا کے جانشین ہیں۔ بات اتنی ہے کہ وزیراعظم عام اسمبلی ممبر ہوتا ہے۔ پہلے اپنے حلقہ انتخاب سے لوگوں کے ووٹ لے کر منتخب ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں قومی اسمبلی ملک کے 5 کروڑ رائے دہندگان کی رائے سے وجود میں آتی ہے۔ جب کہ صدر کا الیکٹورل کالج سینکڑوں افراد پر مشتمل ہوتا ہے۔ قومی اسمبلی، سینٹ اور چاروں صوبائی اسمبلیوں کے اراکین تک محدود ہوتا ہے۔ یعنی صدر بیک جنبش قلم 5 کروڑ عوام کے نمائندوں سے اختلاف کر سکتا ہے اور آٹھویں ترمیم اس کے لئے موقع فراہم کرتی ہے۔

سوال: اگر وزیراعظم لوٹ کھسوٹ اور بدعنوانی کی انتہا کردے آمر مطلق بننے کی کوشش کرے تو پھر آٹھویں ترمیم کی عدم دستیابی کی صورت میں ملک میں مارشل لاء لگ سکتا ہے۔ اس حوالے سے بعض سیاسی اکابرین کی رائے میں آٹھویں ترمیم پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک کے لئے چیک اینڈ بیلنس ہے۔

جواب: بات یہ ہے کہ وزیراعظم کے لئے ایسے حالات میں احتسابی ادارہ صدر مملکت کی ذات نہیں بلکہ اس کے لئے پارلیمنٹ موجود ہے۔ وہاں پر اس کے خلاف عدم اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ اگر وہاں ممکن نہیں تو ملک میں رائے عامہ کو منظم کر کے حکومت پر دباؤ ڈال کر نئے انتخاب کا انعقاد کروایا جاسکتا ہے۔ مگر صدر صاحب کو یہ اختیار نہیں ہونا چاہئے کہ وہ بیک جنبش قلم حکومت ختم کردیں اور عبوری کٹھ پتلی حکومت میں اپنے من پسند افراد کو شامل کریں۔

سوال: آپ کے خیال میں اس کی کیا وجہ ہے کہ ہمارے ہاں جمہوری حکومتوں کا دورانیہ آہستہ آہستہ کم ہو رہا ہے۔ یعنی بھٹو دور 22 ماہ، جونیجو دور 38 ماہ، بینظیر دور 20

ماہ۔ کیا جمہوریت ہمیں راس نہیں آتی۔ آپ وطن عزیز میں جمہوریت کا مستقبل کیا دیکھتے ہیں؟

جواب: جمہوریت کے مستقبل کو پائیدار بنانے میں بہت وقت لگتا ہے۔ اگر یہ دورانیہ تسلسل سے چلتا رہے تو نتائج جلدی اور بہتر آنا شروع ہوجاتے ہیں۔ مگر چونکہ درمیان میں مارشل لاء آجاتا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ تسلسل قائم نہیں رہتا اس لئے اس میں تاخیر ہوجاتی ہے۔ جمہوری عمل وقت لیتا ہے۔ مثلاً انگلستان میں جمہوری عمل ساٹھ ستر سال کی طویل خانہ جنگی اور خون خرابے کے بعد مستحکم ہونا شروع ہوا۔ اس طرح ہمیں بھی وقت لگے گا مگر شرط یہ ہے کہ تسلسل برقرار رہے۔ الیکشن وقت پر ہوتے رہیں اور اسمبلیاں منتخب ہوتی رہیں۔

سوال: مولانا! سیاستدانوں کو جب بھی موقع ملا انہوں نے کون سے کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ عوام کو خواہش ہو کہ اس عمل کو تسلسل کے ساتھ برقرار رکھا جائے؟

جواب: جو بھی لوگ جمہوری عمل کے درمیان سے اقتدار میں آئے انہوں نے خرید و فروخت شروع کردی مثلاً جنرل ضیاء الحق اس عمل کے بیچ میں آئے انہوں نے اپنی مجلس شوریٰ بنا ڈالی اور پھر ممبران اسمبلی کو 50، 50 لاکھ روپے دیئے اور کہا "تم اپنے حلقے مضبوط کرو" پھر ان لوگوں کو پلاٹ دیئے گئے پرمٹوں سے نوازا گیا، ایک مراعات یافتہ طبقہ پیدا کیا گیا۔ اور انہیں لوگوں کو میدان سیاست میں آگے لایا گیا اور یہیں سے خرابی پیدا کی گئی۔

سوال: ہمارے ہاں سیاست میں دو تین طبقات میں بٹی ہوئی ہے۔ اقتدار عوام تک نہیں پہنچتا دو تین سو افراد جن میں سے کچھ فوج اور بیوروکریسی کے اور کچھ جاگیردار اور سرمایہ دار ہیں۔ اقتدار ان کے درمیان گردش کرتا ہے۔ آپ کے نزدیک ایسا کونسا لائحہ عمل ہے۔ جس کو اختیار کر کے اقتدار عوام کے حقیقی نمائندوں کو منتقل کیا جاسکتا ہے؟

جواب: متناسب نمائندگی کے ذریعے سے ایک حد تک ایسا ممکن ہے۔ وطن عزیز میں جاگیردار سرمایہ دار اور بیوروکریسی کا طبقہ اتنا موثر ہے کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف کسی بھی نظام کو چلنے نہیں دیتے اس لئے ان کو آہستہ آہستہ غیر موثر بنانا ہوگا۔

سوال: ہمارے ہاں الیکشن کا جو طریقہ کار ہے۔ بظاہر اس میں کوئی خامی نہیں لیکن عملاً صورت یہ ہے کہ الیکشن لڑنے کے لئے وسائل درکار ہوتے ہیں۔ عام آدمی جو کہ با صلاحیت' ایماندار اور حقدار ہے۔ اسے نہ تو کوئی پارٹی موقع دیتی ہے اور نہ وہ آزاد حیثیت سے آگے بڑھ سکتا ہے۔ کیا اس تناظر میں ہمارے جمہوری سیٹ اپ کی بنیاد ہی غلط نہیں؟

جواب: اصل بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں شروع میں سرمایہ داری نظام کو ختم نہیں کیا گیا۔ اور پھر رفتہ رفتہ جاگیردار طبقہ موثر ہوتا گیا قائداعظم' لیاقت علی خان اور سردار عبدالرب نشتر کے بعد سارا نظام بیورو کریسی اور فیوڈل لارڈز کے قبضے میں آگیا۔ وہ محلاتی سازشیں کرتے رہے۔ جب تک ان طبقات کا خاتمہ نہیں ہوتا اس نظام کی اصلاح بہر حال ممکن نہیں۔

سوال: مولانا ! وطن عزیز کا قیام جب عمل میں آیا تو کچھ علمائے کرام نے اس کی مخالفت کی تھی لیکن اس کے قیام کے بعد علمائے کرام نے نظریہ پاکستان کے فروغ کے لئے بھرپور کام کیا اور ملک میں نفاذ اسلام کے لئے آواز بلند کی مگر ان کے آپس میں اتحاد کے فقدان کی وجہ سے یہ معاملہ پروان نہ چڑھ سکا۔ کیا آپ کی نظر میں علمائے کرام کے اختلافات ملک میں نفاذ اسلام کی راہ میں سب سے بڑی روکاٹ نہیں؟

جواب: سارے علمائے کرام کا اس پر اتفاق رائے ہے۔ کسی بھی عالم دین نے اس سے اختلاف نہیں کیا۔ البتہ نفاذ اسلام کا معاملہ جن قوتوں کے ہاتھ میں تھا۔ وہ دوسری قوتیں تھیں۔ آپ نے کسی عالم دین کی زبان سے سنا کہ شرابی کو سزا نہیں ہونی چاہئے۔ جماعت اسلامی ہو' جے یو آئی' جے یو پی' فقہ جعفریہ یا جمعیت اہلحدیث ہو' سب کا نفاذ اسلام پر اتفاق رائے ہے۔ مگر یہ تو حکومت کا کام ہے اور اسے ہر حال میں یہ کام کرنا ہوگا۔

سوال: حکومت کا موقف ہے۔ جب تک علمائے کرام اسلام کے بارے میں کسی بھی اہم مسئلہ پر متفق نہ ہوں۔ نفاذ اسلام کا معاملہ پروان نہیں چڑھ سکتا۔ مثلاً شریعت بل کا معاملہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ ہمارے علمائے کرام اکٹھے ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے" نفاذ اسلام کے عمل پر کیسے متفق

ہو جائیں گے؟

جواب: نماز کا مسئلہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ امام سے آپ کو بھی اختلاف ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ کے محلے کی مسجد کا امام جھوٹ بولتا ہے' شریعت آپ کو مجبور نہیں کرتی کہ جن کے پیچھے آپ نماز نہ پڑھنا چاہیں آپ ضرور پڑھیں۔ نماز آپ کے اور اللہ کے درمیان معاملہ ہے۔ اس میں دکھاوے کی قطعاً گنجائش موجود نہیں۔

سوال: دینی جماعتوں کی آپس میں گروہ بندی کا کیا جواز ہے؟

جواب: بعض جماعتوں کا خیال ہے کہ اسلام کو بتدریج نافذ ہونا چاہئے، بعض اسلام کا فوری نفاذ چاہتی ہیں۔ یہ طریقہ کار کا اختلاف ہے اور اختلافات صرف دینی جماعتوں میں نہیں بلکہ سیاسی جماعتوں میں بھی موجود ہیں۔ قیام پاکستان کے وقت جن جماعتوں نے مسلم لیگ سے اختلاف کیا پاکستان کے قیام کے بعد بھی ان کا اختلاف موجود رہا جماعت اسلامی نے پاکستان کے قیام کی مخالفت کی۔ اس کے ثبوت موجود ہیں۔ مگر پھر اس نے پاکستان کے حوالے سے اپنے موقف میں تبدیلی کرلی۔

سوال: آخر میں آپ حالات کی اصلاح کے لئے کیا حل تجویز کرتے ہیں؟

جواب: میرے نزدیک موجودہ سیاسی صورتحال بہت گھمبیر ہو چکی ہے۔ اس کا ذمہ دار الیکشن کمیشن ہے اور اب پاکستان کے عوام کا اس ادارے پر سے اعتماد ختم ہو چکا ہے۔ یہ بد دیانت' بدعنوان اور ضمیر فروشوں کا کلب بن کر رہ گیا ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں اس کا کردار بہت گھناؤنا رہا جنرل ضیاء الحق کے دور میں اس کے سربراہ جسٹس نصرت تھے۔ جب ضیاء الحق کے نام نہاد ریفرنڈم کے لئے بچوں نے بھی ووٹ دیئے اور پھر کراچی کے ضمنی انتخابات میں اسی تاریخ کو دھرایا گیا اس کا حل صرف یہی ہے کہ غیر جانبدار سیاسی جماعتوں پر مشتمل نمائندہ حکومت تشکیل دی جائے جس کی نگرانی میں فوج اور عدلیہ انتخابات کروائے۔ الیکشن کمیشن کے کام میں ملکی انتظامیہ قطعاً مداخلت نہ کرے۔ ہمارے ہاں تو رزلٹ اسلام آباد کی بجائے ضلعوں کے ڈپٹی کمشنروں کے دفاتر میں تیار کئے جاتے ہیں۔

ہم نے سپاہ صحابہ اور تحریک جعفریہ کو ایک چھت کے نیچے بٹھا دیا

حکومت نے ملی یکجہتی کونسل کے مقابلے میں اسلامی یکجہتی کونسل کے نام سے تنظیم بنوا ڈالی

اسامہ بن لادن کا مسئلہ بالکل سیدھا سادہ ہے انہوں نے حضور کی سنت کے مطابق کام کیا تو مغرب اور سعودی عرب میں امریکا کے ہم خیال حکمران اسامہ کے خلاف ہو گئے

مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کیلئے مغربی طاقتیں شیعہ سنی فسادات کراتی ہیں

قائد اہلسنت قائد ملت اسلامیہ
حضرت علامہ امام شاہ احمد نورانی کا روزنامہ ''اوصاف'' میں
چھپنے والا خصوصی انٹرویو

جب آپ مولانا شاہ احمد نورانی سے ملاقات کرتے ہیں تو ان کی دھیمی آواز مختلف زبانوں میں بات کرنے کی صلاحیت اور سب سے بڑھ کر دلائل سے بات کرنے کی قدرت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ انہیں بیک وقت چھ زبانوں پر عبور حاصل ہے۔ آپ قرآن وحدیث کی بات کریں تو آپ کو جواب دیتے وقت وہ یہ بھی بتائیں گے کہ یہ بات قرآن مجید کی کس سورۃ کے کس رکوع اور کس آیت میں درج ہے۔ وہ اپنی بات کی وضاحت کے لئے اس وقت تک دلائل دیتے رہیں گے جب تک آپ مطمئن نہیں ہو جائیں۔

ہاں ! ایک اور بات جس کا برملا اعتراف بھی کرتے ہیں وہ ان کی صلح جوئی اور متحارب گروپوں کو ایک میز پر بٹھانے کی صلاحیت ہے۔ جب بھی مختلف پارٹیوں کے

اختلافات انتہا کو پہنچے اور وہ ایک دوسرے سے بات کرنے کو بھی آمادہ نہ ہوئے تو ایسے مواقع پر مولانا شاہ احمد نورانی نے نہ صرف ان اختلافات کو ختم کرانے میں مرکزی کردار ادا کیا بلکہ مخالفین کو شیر وشکر کر کے سب کو حیران کردیا۔

اس وقت پاکستان ایک ایسے دور سے گزر رہا ہے جب مولانا شاہ احمد نورانی جیسی شخصیات کی اہمیت بڑھ جاتی ہے تاکہ علماء کرام کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے مشترکہ جدوجہد کا آغاز کیا جاسکے۔ گزشتہ دنوں جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی اسلام آباد تشریف لائے تو روزنامہ "اوصاف" نے ان سے تفصیلی گفتگو کی۔ جسے قارئین کی نذر کیا جارہا ہے۔

اوصاف: آپ نے گزشتہ دنوں چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف سے ملاقات کی۔ اس کی کچھ تفصیلات سے آگاہ کریں۔

شاہ احمد نورانی: جنرل صاحب سے ملاقات کے دوران میں نے واضح موقف اختیار کیا اور انہیں بتایا کہ پی ٹی وی کے ذریعے کون سا کلچر پیش کیا جارہا ہے؟ یہ ہندو کلچر ہے جسے دیکھنا مسلمان کے لئے جائز نہیں۔ پی ٹی وی ثقافت کی نام پر کثافت پھیلا رہا ہے۔ اس وقت قوم کو جذبہ جہاد سے سرشار کرنے کی ضرورت ہے مگر ہمارا سرکاری ٹی وی بھارتی کلچر کو پروموٹ کررہا ہے۔ بھارت ہمارا ازلی دشمن ہے۔ ہمیں اس کی ثقافت پروموٹ کرنے سے باز آجانا چاہیے۔ میں نے یہی بات چودھری شجاعت حسین اور راجہ ظفر الحق کی موجودگی میں نواز شریف سے ملاقات کے دوران کہی تھی مگر شائد انہیں میری باتوں کی سمجھ نہیں آئی تھی۔

اوصاف: جنرل پرویز مشرف نے آپ کو کیا جواب دیا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: وہ میری باتیں سنتے رہے اور پھر کہا کہ ان پر غور کریں گے۔ میں نے چیف ایگزیکٹو کو دوٹوک الفاظ میں کہا کہ پاک فوج کو قادیانیوں سے پاک کیا جائے کیونکہ جب ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میں نبی ہوں اور پھر اپنے پیروکاروں سے کہتا ہے کہ جہاد حرام ہے اسے ترک کردو تو پھر ایسے لوگوں کی پاک فوج میں موجودگی اسلامی نقطہ نگاہ سے جائز نہیں کیونکہ پاک فوج کا نعرہ جہاد فی سبیل اللہ کرنا اور جہاد کا دفاع کرنا ہے۔ پاکستانی فوج ایک نظریاتی مملکت کی فوج ہے عالم اسلام کی فوج ہے۔

اوصاف: آپ نے چیف ایگزیکٹو کے جواب سے کیا تاثر لیا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ان کا کہنا تھا کہ ہم غور کریں گے حالانکہ اس معاملے میں مزید غوروخوض کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ قادیانی جہاد کے مخالف ہیں۔ اسرائیل سے ان کے گہرے مراسم ہیں۔ ہم نے 1974ء میں قومی اسمبلی میں یہ ثابت کردیا تھا کہ قادیانیوں کی وفاداریاں تل ابیب تک ہیں، اسرائیل سے مسلمانوں کو بھگایا جارہا ہے۔ فلسطینیوں کو بے دخل کیا جارہا ہے مگر قادیانیوں کو پروٹوکول دیا جاتا ہے، انہیں گھر فراہم کئے جاتے ہیں۔ قومی اسمبلی میں یحییٰ بختیار نے وہ کاغذات فراہم کردیئے تھے۔ جن میں قادیانیوں کے تل ابیب کے ایڈریس موجود تھے۔ مرزا ناصر کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

اوصاف: جب قادیانیوں کے خلاف قرارداد پیش کی گئی تھی تو آپ وہاں موجود تھے۔ ذرا اس کی تفصیل بیان کریں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: میں نہ صرف وہاں موجود تھا بلکہ وہ قرارداد میں نے ہی پیش کی تھی۔ اس پر بحث ہوئی تو بھٹو صاحب ناراض ہوگئے اور کہا کہ مولویوں نے یہ کیا کردیا ہے۔ اگر انہیں کوئی اعتراض ہے تو اسمبلی کی بجائے اپنے مدارس اور دارالعلوم میں بحث کریں۔ اس وقت پیپلز پارٹی ارکان اسمبلی نے ہماری بھرپور مدد کی کیونکہ قادیانیوں کے خلاف ثبوت ناقابل تردید تھے۔ یحییٰ بختیار نے بڑی ہمت اور حوصلے سے کام کیا اور بڑی مدد کی۔ میں آج بھی اعتراف کرتا ہوں کہ اگر پیپلز پارٹی والے ہمارا ساتھ نہ دیتے تو ہم قادیانیوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ اس وقت مولانا ظفر انصاری نے بھی بڑی مدد کی اور یوں لگتا تھا کہ واقعی یہ ہمارا مشترکہ مسئلہ ہے اس لئے ہم نے مل جل کر کام کیا ہے۔

اوصاف: بھٹو صاحب کے رویے میں کب تبدیلی آئی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: انہیں بہت جلد قادیانیوں کی سازشوں کا علم ہوگیا اور وہ قرارداد کے حق میں ہوگئے۔ ان کی مرضی سے پیپلز پارٹی نے ہماری حمایت کی تھی۔ اگر وہ مخالفت کرتے تو ہم کبھی کامیاب نہ ہوتے۔ اس قرارداد پر 32 ارکان نے دستخط کئے تھے۔

اوصاف: ولی خان کا کیا موقف تھا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: انہوں نے بھی ہمارے موقف کی مکمل حمایت کی۔

اوصاف: وزیر داخلہ معین الدین حیدر نے جہاد فنڈ جمع کرنے پر پابندی عائد کردی ہے۔ کیا جہاد کے لئے چندہ حاصل کرنا غیر اسلامی ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: میرے خیال میں وزیر داخلہ اسلامی تاریخ سے پوری طرح واقف نہیں۔ انہیں چاہیے کہ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں۔ اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور میں جتنی جنگیں لڑی گئیں وہ چندہ کے بل بوتے پر لڑی گئیں سب جانتے ہیں کہ مسلمانوں کے پاس دولت کی ریل پیل نہیں تھی ان کے مقابلے میں غیر مسلم طاقتیں بے پناہ مضبوط تھیں اور انہوں نے مسلمانوں کو تنگ کیا ہوا تھا۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں کو چندے کا سہارا لینا پڑا۔ جب کسی جنگ کی تیاری کی جاتی تھی تو باقاعدہ چندہ جمع کرانے کا اعلان ہوتا تھا۔ چندہ کے جہاد سے قیصرو کسریٰ کی سلطنتیں زمین بوس ہوئیں۔ غزوہ تبوک کے دوران جس طرح چندہ اکٹھا کیا گیا اس کی مثال واضح طور پر اسلامی تاریخ میں موجود ہے۔ اعلان ہوا کہ جو جتنا کچھ دے سکتا ہے دے۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ نے جس سخاوت کا مظاہرہ کیا وہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اسلامی تاریخ میں ایسے بے شمار واقعات موجود ہیں کہ جب جنگ کی تیاری کے لئے چندہ اکٹھا کیا گیا۔ حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے اس واقعہ کو بہت خوبصورت طریقے سے پیش کیا ہے غزوہ بدر، غزوہ احد اور غزوہ حنین بھی چندے سے لڑی گئیں۔

اوصاف: وزیر داخلہ کا خیال ہے کہ افغانستان میں جہاد نہیں فساد ہو رہا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: 1958ء میں مجھے افغانستان جانے کا اتفاق ہوا۔ اس کے بعد کئی مرتبہ دعوت ملی مگر بدقسمتی سے میں نہ جاسکا۔ بہرحال پاکستان میں افغان ذمہ دار افسران سے ملاقات رہتی ہے۔ کراچی میں افغانستان کے قونصلیٹ سے بھی ملاقات ہوتی ہے۔ میں افغانستان کی صورت حال کو قرآن وحدیث کی روشنی سے بیان کرتا

ہوں۔ سورۃ الحجرات کے پہلے رکوع 8ویں آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "جب مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو پھر ان میں سے اگر کوئی ایک بغاوت کردے تو اس سے جہاد کرو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کے آگے جھک جائے۔ عدل سے کام لو...... ایمان والے آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں"۔

اوصاف: افغانستان میں ایسا کیا ہوا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جب افغانستان میں مسلمانوں کے مختلف دھڑے آپس میں لڑ رہے تھے۔ تو مسلم امہ نے ان میں صلح کرانے کی کوشش کی۔ "معاہدہ طائف" اس کی واضح مثال ہے۔ جس پر مولانا ربانی، حکمت یار، احمد شاہ مسعود اور دوستم نے دستخط کئے۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد ربانی گروپ نے معاہدہ توڑ دیا اور آپس میں لڑائی کا سلسلہ تیز ہوگیا۔ جس گروپ نے معاہدہ توڑا اس کے خلاف جہاد کرنا جائز ہے۔ اس لئے افغان جہاد کو خانہ جنگی قرار دینا درست نہیں۔ طالبان نے افغانستان میں امن قائم کیا ہے۔ یہ ان کی بہت بڑی کامیابی ہے۔

اوصاف: کراچی کی سیاست اور عوام سے آپ کا گہرا تعلق ہے۔ وہاں آپ کی سیاسی پوزیشن کیا ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اس میں کوئی شک نہیں کہ مہاجروں نے مہاجر مہاجر کا نعرہ لگا کر بہت کچھ اکٹھا کرلیا ہے۔ انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ مہاجروں سے بہت زیادتی ہورہی ہے، انہیں کچھ نہیں مل رہا۔ جب کسی کو اس کی محرومی کا احساس شدت سے کرایا جائے تو وہ خود کو محروم سمجھنے لگتا ہے۔ کراچی میں مہاجروں کے ساتھ بھی یہی کچھ کیا گیا۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ وہاں کی مہاجر عوام خود کو محروم سمجھنے لگی اور وہ کسی کو ووٹ دینے کو تیار نہیں تھی حالانکہ کراچی اور گردونواح میں اسلام پسند قوتوں کی بہت اچھی پوزیشن تھی مگر صورتحال یکسر بدل گئی اور میں 1988ء میں ہونے والے انتخابات میں ہار گیا۔ فاروق عبدالستار نے فتح حاصل کی۔ 1990ء کے انتخابات میں صورتحال میں وہ شدت نہیں تھی جو 1988ء میں دیکھی گئی تھی مہاجر عوام کو بھی کچھ سمجھ آنے لگی مگر اس وقت تک کراچی پر کلاشنکوف کلچر چھا گیا تھا۔ ان کے لوگ پولنگ سٹیشنوں اور گلی محلوں میں نگرانی کررہے تھے۔

انہوں نے کلاشنکوفیں اٹھائی ہوئی تھیں اور ہر آتے جاتے سے یہی پوچھتے "اچھا ووٹ ڈالنے جارہے ہو" اور اس کے ساتھ ہی کلاشنکوف پر ہاتھ مارتے لوگوں نے خوف کے مارے انہیں ووٹ دیئے کیونکہ زندگی ہر ایک کو پیاری ہوتی ہے۔ اس دوران بلدیاتی انتخابات میں یہی حربہ استعمال کرکے کامیابی حاصل کی گئی۔ ان کی یہ کامیابی میونسپل کارپوریشن پر قبضے کا ذریعہ بنی۔ انہوں نے کارپوریشن میں اپنے لوگ دھڑا دھڑ بھرتی کیے اور پھر وہاں عجیب وغریب مناظر دیکھے گئے۔ ان لوگوں نے پہلے بے نظیر سے الحاق کیا اور پھر نواز شریف کی حکومت آئی تو ان کے ساتھ ہوگئے اس دوران انہوں نے کے ڈی اے اور تعلیم کی وزارتیں لیں۔ یہاں انہوں نے اپنے بندوں کو بھرتی کیا اور چونگیوں کے ٹھیکوں سے رقمیں بنائیں۔ یہ سب کلاشنکوف کے زور پر ہوا۔ لیکن جب انتخابات ہوئے تو عوام نے ہمیں نظر انداز نہیں کیا۔ جیتنے والے امیدوار نے 51 ہزار ووٹ لئے جبکہ ہمیں ہزار ووٹ ملے لیکن میں نے مہاجر کا نعرہ لگا کر ووٹ نہیں مانگے میں مہاجر نہیں پاکستانی ہوں وہ لوگ 53 سال میں خود کو پاکستانی کہلانا پسند نہیں کرتے وہ آگے کیا کریں گے۔

اوصاف: کے ڈی اے اور وزارت تعلیم میں ملازمتیں لینے کا الیکشن سے کیا تعلق ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: انتخابات میں تعلیمی اداروں کا عملہ مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔ ان کے بس میں ہوتا ہے کہ ایسے لوگ جو ووٹ ڈالنے نہیں آتے ان کے ٹھپے لگا دیئے جائیں۔ یہ لوگ اس کی حمایت کرتے جس نے انہیں بھرتی کرایا ہے۔ اس لئے گزشتہ انتخابات میں ایسے واقعات پیش آئے کہ لوگ ووٹ ڈالنے گئے تو پتہ چلا کہ ان کا ووٹ تو ڈالا جاچکا ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ اگر انتخابات کے دوران تعلیمی عملے کو ہفتہ پندرہ دن کے لئے دوسرے شہروں میں ٹرانسفر کردیا جائے تو انتخابات نسبتاً منصفانہ ہوں گے اگر کراچی کا عملہ دادو بھیج دیا جائے اور وہاں کا عملہ کراچی بھیج دیا جائے تو صورتحال سامنے آجائے گی۔

اوصاف: ایم کیو ایم کس نے بنوائی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: یہ ضیاء الحق کا کارنامہ تھا۔ انہوں نے ہی ایم کیو ایم بنوائی۔

اوصاف: کیوں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ضیاء الحق کراچی میں اسلامی جماعتوں کا زور توڑنا چاہتے تھے۔ ہم مارشل لاء کی وزارتیں قبول کرنے سے انکاری تھے۔ ہمیں سبق سکھانے کے لئے ہمارے ضلعی عہدیداران توڑے گئے۔ جماعت اسلامی کا صفایا بھی مقصود تھا۔ اس چکر میں ہمارا بھی صفایا کردیا گیا۔

اوصاف: آپ کی جماعت کے پلیٹ فارم سے امیر عبداللہ خان نیازی نے الیکشن لڑا۔ یہ ٹکٹ کس نے دیا تھا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: امیر عبداللہ خان نیازی کو ٹکٹ دینے والے مولانا عبدالستار خان نیازی تھے۔ وہ پارلیمانی بورڈ کی چیئرمین تھے۔ یہ 17 ارکان کا بورڈ تھا اس نے ٹکٹوں کا فیصلہ کیا۔ میں جے یو پی کا سربراہ ضرور تھا مگر ٹکٹیں دینے میں میرا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ اگر یہ سوال عبدالستار خان نیازی صاحب سے پوچھا جائے تو وہ بہتر جواب دے سکیں گے۔ شاید انہوں نے یہ سمجھ کر ٹکٹ دیا ہو کہ عبداللہ نیازی گناہوں سے تائب ہوچکے ہیں۔

اوصاف: قائداعظم محمد علی جناح کے نکاح کے بارے میں آپ کے پاس کیا معلومات ہیں؟ یہ نکاح کس نے کہاں پڑھایا تھا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: کچھ لوگ قائداعظم کے عقائد کے بارے میں مختلف قسم کی باتیں پھیلاتے ہیں۔ قائداعظم پکے مسلمان تھے۔ اور بمبئی میں قیام کے دوران میرے تایا مولانا نذیر احمد صدیقی کی امامت میں نماز ادا کرتے تھے۔ وہ میرے پاس ملاقات کے لئے بھی آیا کرتے تھے۔ قائداعظم کی اہلیہ کو میرے تایا ہی نے مشرف بہ اسلام کیا تھا اس کے بعد ان کا نکاح پڑھایا گیا تھا۔

اوصاف: قائداعظم کے عقائد کے بارے میں مزید کچھ بتائیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ان کی نماز جنازہ سنی عالم دین نے پڑھائی۔ قائداعظم کسی فقہ کی بجائے مسلمان کہلانا پسند کرتے تھے۔ ان کا تعلق امت مسلمہ سے تھا۔ اگر ان کے بارے میں شکوک وشبہات سچے ہوتے تو وہ اثناء عشری اسماعیلیوں کی

طرف جاتے۔ وہ خود کو مسلمان سمجھتے تھے۔ وہ دہلی میں قیام کے دوران جامع مسجد دہلی میں نماز ادا کرتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد انہوں نے پہلی نماز عید کراچی کی عید گاہ بندر روڈ پر پڑھی۔ بہت سے اخبارات و رسائل میں ان کی تصویر بھی شائع ہوئی۔

اوصاف: کیا علماء کرام نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: یہ تاثر غلط ہے کہ علماء کرام نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ تحریک پاکستان کے دوران وہ اگلی صفوں میں موجود تھے۔ علماء کرام نے تو یہاں تک فتویٰ دیا تھا کہ جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ نہیں دیتے انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔ کچھ علماء کرام کانگریس کے پلیٹ فارم سے بھی سیاست کر رہے تھے۔

اوصاف: ملی یکجہتی کونسل بنانے کا مقصد کیا تھا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ملی یکجہتی کونسل کا بنانے کا بڑا مقصد شیعہ سنی فسادات کا خاتمہ کرنا تھا یہ فرقہ وارانہ فسادات نہیں تھے، مغربی ممالک ان فسادات میں ملوث تھے۔ مگر انہیں فرقہ وارانہ کشیدگی کا نام دے کر یہاں بدامنی پھیلانے کی کوششیں کی جاری تھیں۔ بی بی سی نے ان دنوں اپنی رپورٹ میں کہا تھا کہ پاکستان میں ہونے والے فسادات اس نوعیت کے نہیں جیسے رومن کیتھولک والے کرتے ہیں وہ ایک دوسرے کے علاقوں میں نہیں گھس سکتے جبکہ پاکستان میں شیعہ سنی تو ایک علاقے میں اچھے پڑوسیوں کی طرح رہ رہے ہیں۔ ان فسادات کو ہم نے دہشت گردی ثابت کیا۔ کیونکہ تمام مکاتب فکر کے علماء ایک میز پر بیٹھے اور واضح کیا کہ ان میں ایسے اختلافات نہیں کہ ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہو جائیں۔ ہاں فقہی مسائل ضرور موجود ہیں۔

اوصاف: مغرب کو ایسے فسادات کرانے کا کیا فائدہ ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اسلام یورپ میں تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے۔ وہاں مساجد بن رہی ہیں۔ لوگ اسلام کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔ مغرب میں بسنے والے غیر مسلموں کو احساس ہو گیا ہے کہ ان کی جڑیں ملائشیا، جنوبی امریکا، فلسطین، مصر، ہندوستان اور افریقہ، امریکا میں ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد کا تعلق ان ممالک سے تھا اور

وہ مسلمان تھے۔ اس احساس کے بعد وہ اپنے اصل کی طرف لوٹ رہے ہیں اور مسلمان ہو رہے ہیں۔ یورپ کی طرح امریکا میں بھی اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ چند ماہ قبل ہیلری کلنٹن نے اعتراف کیا کہ اسلام اس ریجن میں سب سے تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے۔ وہ علی الاعلان مسلمانوں سے سامنا کرنے کی بجائے انہیں مختلف حربوں سے دہشت گرد قرار دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کا غلط امیج بنا کر اپنے لوگوں کو اسلام سے متنفر کیا جائے۔ اسی سلسلہ میں شیعہ سنی فسادات کرانے کی کوشش کی گئی۔ ان کی سازش تھی کہ کسی طرح پاکستان میں سٹریٹ فائٹنگ کرائی جائے۔

اوصاف: کیا ملی یکجہتی کونسل کو کوئی کامیابی حاصل ہو سکی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ملی یکجہتی کونسل کا بڑا مقصد میں نے بیان کیا کہ مختلف مکاتب فکر کے لوگوں کو متحد کرنا تھا۔ ہم نے سپاہ صحابہ اور تحریک جعفریہ کو ایک چھت کے نیچے بٹھا دیا۔ انہوں نے امن و امان برقرار رکھنے کے لئے کوششوں پر اتفاق کیا۔ ملی یکجہتی کونسل میں شامل جماعتوں نے ایک معاہدے پر دستخط کئے اور اسلحہ کی نمائش نہ کرنے کا عہد کیا۔ حکومت نے ہماری ان کوششوں کو سیاسی پلیٹ فارم کا نام دیا اور ملی یکجہتی کونسل کے مقابلے میں اسلامی یکجہتی کونسل کے نام سے تنظیم بنوا ڈالی۔

اوصاف: اسامہ بن لادن کے مسئلہ کو بہت پیچیدہ بنایا جا رہا ہے اس بارے میں آپ کا کیا موقف ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اسامہ بن لادن کا مسئلہ بالکل سیدھا سادہ ہے۔ انہوں نے حضورؐ کی سنت کے مطابق کام کیا تو مغرب اور سعودی عرب میں امریکا کے ہم خیال حکمران اسامہ کے خلاف ہو گئے۔ حضور نبی کریمؐ جب علیل ہوئے تو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ "جزیرۃ العرب سے یہودیوں اور عیسائیوں کو نکال دو"۔ اب جو بھی شخص اس قسم کا مطالبہ کرتا ہے اسے دشمن قرار دے دیا جاتا ہے۔ اسامہ بن لادن نے بھی یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرۃ العرب سے نکالنے کا نعرہ بلند کیا تو سعودی حکمرانوں نے ان کی شہریت ختم کر دی۔ ہم نے اسامہ کی حمایت اور امریکا کی مخالفت کی تو سعودی عرب میں ہمارا داخلہ بند کر دیا گیا۔ اسامہ بن

لادن کافی عرصہ سے خطرے کی بو سونگھ رہے تھے۔ انہوں نے بہت پہلے بتادیا تھا کہ امریکا اور مغربی ممالک سعودی عرب میں اڈے قائم کرنا چاہتے ہیں۔ 1990ء میں یہ بات سچ ثابت ہوگئی۔

اوصاف: امریکی اور مغربی فوجوں کی سعودی عرب میں موجودگی سے کیا فرق پڑے گا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: مسلم شریف کی حدیث ہے کہ جزیرۃ العرب میں دو دین اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ ہمارا اس حدیث پر کامل یقین ہے۔ جہاں تک فرق پڑنے کی بات ہے امریکی فوجیں جہاں بھی جاتی ہیں موبائل چرچ اور موبائل سیکس فری زون بھی ان کے ساتھ جاتے ہیں۔ سعودی عرب میں یہ نحوستیں پہنچ چکی ہیں۔ وہاں پر عیسائیت کی تبلیغ بھی جاری ہے اور سیکس فری زون بھی قائم ہو چکے ہیں۔ سعودی کلچر بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ اب صرف اسامہ بن لادن کا مسئلہ نہیں، قرآن وسنت کی روشنی میں سعودی حکومت کے کردار پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔

اوصاف: اگر سعودی حکومت عراقی حملے سے بچنے کے لئے امریکی فوجوں کو نہ بلاتی تو اس کا اور کیا حل ہوسکتا تھا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: خلیجی جنگ میں امریکی فوجوں کو بلانا بہت بڑی غلطی تھی۔ اگر یہود و نصاریٰ کی فوجوں کو بلانے کی بجائے 56 اسلامی ممالک کو کال دی جاتی تو کم از کم 25 ممالک پانچ پانچ ہزار فوجی بھیج دیتے اور یوں عراق پر اخلاقی دباؤ بھی بڑھ جاتا اور یہ مسئلہ بڑے احسن طریقے سے حل ہوجاتا۔ تمام مسلم ممالک کے لئے حرمین شریفین کا تحفظ لازم ہے۔ ہر کسی نے اپنے کردار ادا کرنا تھا۔

اوصاف: ایم کیو ایم کے آفاق احمد کا کہنا ہے کہ نورانی صاحب نے مجھے اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ کیا آفاق احمد سے یہ تعلق کوئی سیاسی تعلق تھا یا اس کی کوئی اور وجہ ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: آپ یوں سمجھ لیں کہ چونکہ آفاق احمد "الطاف حسین" سے شفقت نہیں کرتے اس لئے میں آفاق احمد سے شفقت کرتا ہوں۔ ان سے میری سیاسی محبت ہے۔

انٹرویو مبلغ اسلام علامہ شاہ احمد نورانی

معروف صحافی "زیدی" کو ایک ٹیلی ویژن پر دیا گیا انٹرویو

زیدی: آپ نے اپنی تقریر میں پیپلز پارٹی پر ڈھٹائی، بے باکی اور بے دردی کے ساتھ بدعہدی کا الزام لگایا ہے۔ میں اس سلسلہ میں تفصیلات میں جائے بغیر آپ سے صرف یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا جمہوریت کا پہلا سبق یہ نہیں ہے کہ اکثریت کی رائے کا احترام کیا جائے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: جی ہاں۔ لیکن اکثریت اگر اپنے آپ کو کسی چیز کا پابند کرلے تو ظاہر ہے کہ وہ اس رائے کی پابند ہوگی...... اس سمجھوتے کی پابند ہوگی۔ تو اس سے انحراف لازمی طور پر نہیں کرنا چاہیے۔

زیدی: آپ کی مُراد اس آئینی سمجھوتے سے ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: یقیناً آئینی سمجھوتے سے ہے۔

زیدی: اچھا، آپ کا فرمانا ہے کہ اس آئینی سمجھوتے کی پابندی آپ نے تو کی اور جہاں تک میں سمجھا ہوں آپ کا یہ بھی تاثر ہے کہ اس سلسلہ میں حزب اختلاف کی دوسری جماعتوں نے بھی پابندی کی ہے اگر کسی نے بدعہدی کی ہے تو وہ اکثریتی پارٹی نے کی ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: اس لیے کہ اکثریتی پارٹی نے مسودہ آئین کو آئین ساز کمیٹی میں مرتب کیا اور چونکہ ان کی اکثریت تھی اسی لئے اس کے بنانے والے بھی وہی تھے۔ ہم تو صرف ترمیم دینے کا حق رکھتے تھے تو ظاہر ہے......

زیدی: (بات کاٹتے ہوئے) معاف کیجئے گا۔ اس پر آپ کو کوئی اعتراض ہے کہ کسی ایک پارٹی کو وہاں اکثریت حاصل ہو؟ بات کو ذرا آگے بڑھاتے ہوئے آپ سے

یہ پوچھا جائے کہ کیا آپ اس طرح کی کسی تجویز کو پسند کریں گے کہ آئندہ قومی اسمبلی میں کسی پارٹی کو اتنی اکثریت نہ حاصل ہو جائے کہ جسے ظالمانہ یا اس قسم کے کوئی اور لقب سے یاد کیا جاسکے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: یہ تو ہمیشہ ہوتا رہے گا کہ کوئی نہ کوئی پارٹی اکثریت سے برسر اقتدار آئے گی۔ سوال اس کا نہیں ہے کہ ہم کسی کو حق دیتے ہیں کہ نہیں یہ تو حق قدرتی طور پر الیکشن میں ووٹ ڈالنے والے افراد ہی دیتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اکثریتی پارٹی آئین ساز اداروں میں بیٹھ کر آئینی سمجھوتے کی روشنی میں دستور تیار کرنے کی پابند تھی اس نے از خود یہ پابندی قبول کی تھی۔

زیدی: جس پارٹی پر آپ بدعہدی کا الزام لگا رہے ہیں۔ وہ یہ کہتی ہے کہ ہم نے پوری طرح اس کی پابندی کی ہے اور اگر کوئی بدعہدی ہوتی ہے تو وہ دوسری جماعتوں کی طرف سے ہوتی ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: اس الزام تراشی کا صحیح جواب یہی ہے کہ ہر دو فریق ریڈیو، ٹیلی ویژن پر بیٹھ جائیں اور قوم کے سامنے اس بات کا فیصلہ کر دیا جائے کہ کس نے کہاں بدعہدی کی ہے۔ اگرچہ میں اپنی تقریروں میں خود اس کی نشاندہی کی ہے اور اگر اس نشاندہی سے آپ مطمئن نہیں ہوئے تو اس کی صورت یہی ہے کہ دونوں بیٹھ جائیں۔

زیدی: کیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے علاوہ آپ کے خیال میں کوئی اور ادارہ نہیں ہے جہاں آپ جا کر اس بات کا تصفیہ کر سکیں کہ کس نے کتنی پابندی کی ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ہاں۔ ایک بہت بڑا با اختیار ادارہ ہے وہ ہے قومی اسمبلی...... جب قومی اسمبلی آئین ساز ادارے کی حیثیت سے کام شروع کرے گی تو اس میں یہ بات آئے گی۔

زیدی: تو اس سے پہلے میرے خیال میں یہ جو باتیں آئی ہیں........

مولانا شاہ احمد نورانی: اس سے پہلے کے لئے، کیونکہ طریقہ یہ تجویز کیا گیا ہے کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر سب کو دعوت دی جائے اور ہر ایک کا نقطہ نظر

سمجھنے کی کوشش کی جائے تو ظاہر ہے کہ یہ بھی ایک طریقہ ہے اس کے علاوہ اب میں اپنی تقریر میں کسی کے متعلق یہ کہہ رہا ہوں کہ اُس نے بدعہدی کی ہے۔ دوسرا اپنی تقریر میں کہہ رہا ہے کہ تم نے کی ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ دونوں بیٹھ جائیں ایک ساتھ۔

زیدی: (بات کاٹتے ہوئے) بہت بہتر تو اس سلسلہ میں..........

مولانا شاہ احمد نورانی: (بات پوری کرتے ہوئے) اور دونوں ساتھ بیٹھ کر بات قوم کے سامنے رکھ دیں۔ قوم خود فیصلہ کرے گی۔

زیدی: اس سلسلہ میں میں آپ کی توجہ ایک مسئلہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں آپ کے علم میں ہوگا کہ "نیپ" جس نے بہرحال اس سمجھوتے پر دستخط کئے تھے اس نے حال ہی میں کچھ نئے مطالبات پیش کئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ محکموں کی مشترکہ فہرست میں سے 14 محکمے نکال کر صوبوں کی تحویل میں دیئے جائیں اس طرح کچھ دوسرے مسائل ہیں مثلاً کچھ دفعات کو کچھ پارٹیوں نے غیر جمہوری قرار دیا ہے جس پر آپ نے آئینی سمجھوتے میں اتفاق کیا تھا۔ خود آپ نے اپنے اختلافی نوٹ میں یہ فرمایا ہے کہ وزیر اعظم کے خلاف 2/3۔

مولانا شاہ احمد نورانی: (بات کاٹتے ہوئے بولے) معاف کیجئے گا زیدی صاحب! آپ کا سوال بڑا لمبا ہو گیا.......... سوال بڑا طویل ہے۔ سوال خود مجھے اس میں سے (چھانٹ کر) نکالنے پڑیں گے۔

زیدی: میں صرف ان تضادات کی طرف آنا چاہتا ہوں.......... آپ نے فرمایا ہے کہ اکثریتی پارٹی نے آئینی سمجھوتے سے انحراف کیا ہے جبکہ دوسری تمام پارٹیاں اس کی روح کے ساتھ لفظ لفظ کی پابند ہیں، میں آپ کی توجہ ان تضادات کی طرف دلانا چاہتا تھا جو مختلف پارٹیوں نے آئینی سمجھوتے سے اختلاف رائے کی صورت میں ظاہر کیا ہے جس میں آپ کی پارٹی بھی شامل ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ان تمام پارٹیوں کو جن کے متعلق آپ ذکر فرما رہے ہیں ان کو بلا لیا جائے ان پارٹیوں کے متعلق آپ مجھ سے کیوں دریافت کر رہے ہیں۔ آپ مجھ سے میری پارٹی کے متعلق سوال کریں۔

زیدی: جی۔ آپ کی پارٹی بھی اس میں شامل ہے.......... آپ نے اپنے ایک اختلافی نوٹ میں فرمایا تھا کہ..........

مولانا شاہ احمد نورانی: (فوراً بولے) کیا آپ کے خیال میں اختلافی نوٹ لکھنے کا حق نہیں باقی رہتا۔

زیدی: بے شک.......... بالکل باقی رہتا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: آپ نے غور فرمایا ہوگا کہ آئینی سمجھوتے میں کل 45 دفعات ہیں جبکہ دستوری مسودہ میں 280 دفعات ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ اختلافی نوٹ تو لکھنا ہی پڑے گا۔

زیدی: میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے کہا "بدعہدی انہوں نے کی" لیکن آپ کی پارٹی سرے سے اس ایک دفعہ کے خلاف ہے جس پر آپ نے سمجھوتے پر دستخط کئے تھے اور یہ اختلاف غالباً مسودہ آئین کے آنے سے پہلے ہی شروع ہوگیا تھا۔

مولانا شاہ احمد نورانی: کس سلسلہ میں؟

زیدی: مثلاً 2/3 کی اکثریت والی بات تھی اس پر چند پارٹیوں نے اعتراض کیا کہ یہ غیر جمہوری ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: مسودہ آئین کے باہر آنے سے پہلے تو حزب اختلاف کی کوئی بات ہی نہ تھی مسودہ آئین جب زیر بحث تھا اور آئینی سمجھوتے کی جہاں جہاں جس جس شق پر خلاف ورزی ہو رہی تھی تو ظاہر ہے کہ اس پر تو اختلافی نوٹ لکھنا ہی تھا۔ اگر اس کی نشاندہی نہ کی جاتی تو کیسے پتہ چلتا کہ آئینی سمجھوتے سے کہاں کہاں انحراف کیا گیا ہے۔

زیدی: آپ نے اپنی تقریر میں اس وقت یہ تاثر دینے کی کوشش بھی کی ہے کہ اگر یہ مسودہ آئین موجودہ شکل میں منظور کر لیا گیا تو یہ چند افراد کا بنایا ہوا آئین ہوگا، کیا یہ واقعہ نہیں مولانا صاحب کہ یہ مسودہ آئین جس پارٹی نے تیار کیا ہے اس نے اسمبلی میں غالب اکثریت کے باوجود آئین سازی کے مسئلہ پر اجماع کی ضرورت بھی محسوس کی اور 20

اکتوبر کا سمجھوتہ اس بات کا ثبوت ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: 20 اکتوبر 72ء کے سمجھوتے میں تمام پارٹیاں شریک تھیں اب جبکہ اس آئینی سمجھوتے کی خلاف ورزی ہوگی تو اس میں شریک پارٹیاں اس سمجھوتے میں شریک نہ رہیں گی...... جب اس کی خلاف ورزی ہوگئی تو سمجھوتہ ٹوٹ گیا۔

زیدی: میں صرف یہ پوچھ رہا ہوں کہ اس تعبیر کا حق آپ کے دیں گے کہ خلاف ورزی ہوتی ہے یا نہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اس تعبیر کا حق ہر دو فریق کو دیا جائے گا۔

زیدی: دو فریق سے آپ کی کیا مراد ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: معاہدہ کرنے والے یعنی حزب اقتدار اور حزب اختلاف۔

زیدی: ابھی آپ نے فرمایا تھا کہ آپ مجھ سے صرف میری پارٹی کی بات کریں اور ابھی آپ نے پوری حزب اختلاف کو ایک فریق بنا دیا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ہاں۔ جب سب پارٹیاں بیٹھی ہوں یعنی حزب اختلاف بھی اور حزب اقتدار بھی تو آپ مکمل طور پر سوالات کر سکتے ہیں سبھی سے۔ یعنی حزب اختلاف کے نظریات کیا ہیں، انہوں نے کہاں اختلاف کیا ہے اور کہاں نہیں کیا؟

اب آپ جو فرما رہے ہیں کہ کسی ایک پارٹی نے فلاں فلاں جگہ اختلاف کیا ہے تو ظاہر ہے کہ آپ اس اس پارٹی کو بلا کر دریافت کریں کہ صاحب آپ کے کیا ہیں؟ مجموعی طور پر سوالات آپ اسی وقت کر سکتے ہیں جب تمام پارٹیاں موجود ہوں...... آئینی مسودہ اور سمجھوتے کے لئے میں نے جمعیت علماء پاکستان سے متعلق جو کچھ بھی عرض کیا ہے اس پر دریافت فرمائیں۔

زیدی: کچھ تو رائے آپ نے آج ظاہر کی ہے اور کچھ اس سے پہلے بھی آپ اپنی پریس کانفرنس میں سمجھوتے کے سلسلہ میں کہہ چکے ہیں۔ مثلاً 8 جنوری 73ء کو ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا تھا کہ قومی اسمبلی میں جو مسودۂ آئین

پیش کیا گیا ہے میری جماعت اسے صرف اس شرط پر من وعن تسلیم کرنے کو تیار ہے کہ آئین کی منظوری کے ساتھ ہی ملک میں از سرِ نو انتخابات کرادیے جائیں۔ کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط ہوگا کہ آپ کو اصولی طور پر مسودہ آئین سے کوئی اختلاف نہیں، آپ صرف ایک سیاسی شرط کی تکمیل کرانا چاہتے ہیں۔ اگر بات واقعی اصول کی ہوتی تو انتخابات کرانے یا نہ کرانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مولانا شاہ احمد نورانی: زیدی صاحب آپ کو تو ماشاء اللہ، اخبار سے متعلق رہے ہیں، اخبار میں کسی بھی رہنما کا کوئی بھی سیاسی بیان آتا ہے تو اس سیاسی بیان کی مختلف سرخیاں مختلف اخبار لگاتے ہیں اور ہر شخص اپنے اپنے نظریہ کے مطابق اپنی اپنی فہم کے مطابق اس کی تفسیر کرتا ہے تو یہ بیان کسی صاحب نے اپنے کسی اخبار میں لکھا ہوگا غالباً "ایجادِ بندہ" ہی اس کو کہا جاسکتا ہے...... میں نے اس قسم کی کوئی شرط نہیں لگائی (تھوڑا تیز مگر نرم لہجہ میں)

کون سے اخبار میں آیا ہے کہ اس کا حوالہ دیں...... تین چار اخبارات اگر سامنے رکھ کر پڑھے جائیں تب تو ظاہر ہے کہ قابلِ غور ہوتا ہے لیکن ایک اخبار میں اگر ایک بیان ہو اور اس کی ایک ہی سرخی کو لے لیا جائے تو پھر بات صحیح طور پر سمجھ میں نہیں آتی۔

زیدی: میں وہ اخبار بھی آپ کے سامنے پیش کرسکتا ہوں، ایک پالیسی اسٹیٹمنٹ تھا میں نے آپ کے کسی سرسری بیان سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا تھا اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے آپ نے کوئی تردید اس سلسلہ میں جاری نہیں کی۔ صفحہ اول پر سے یہ بیان شروع ہوتا ہے اور یہ صرف ایک سرخی نہیں ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: ملک میں متعدد روزنامے شائع ہوتے ہیں اور ان میں زعماء و سیاسی رہنماؤں کے مختلف بیانات شائع ہوتے ہیں اور تمام ہی اخبارات کے بیانات ظاہر ہے نہیں پڑھے جاسکتے ہیں میرا یہ بیان ملک کے کسی ایک ہی اخبار میں آیا ہوگا دوسرے کسی اخبار میں نہیں ہوگا۔

زیدی: نہیں سبھی اخباروں میں ہے غالباً۔

مولانا شاہ احمد نورانی: اگر سب ہی اخبارات میں ہے تو آپ دو یا

تین اخبارات مل کر دکھائیں۔ تب ہی میں بتا سکتا ہوں کم از کم تین اخبارات تو ہونے چاہئیں۔

زیدی: ویسے میں ایک دفعہ آپ کا بیان پڑھ دوں۔ (اخبار نکالتے ہوئے)

مولانا شاہ احمد نورانی: نہیں۔ میں عرض کر رہا تھا کہ یہ صرف ایک اخبار ہے۔ دو تین اخبارات ہونے چاہئیں آپ نے پریس کانفرنس کا حوالہ دیا ہے کیا پریس کانفرنس صرف ایک ہی اخبار میں چھپی ہے؟

زیدی: اور اخبارات میں بھی ہے لیکن میں پورا پلندہ نہیں لاسکتا تھا۔ میں نے سمجھا کہ آپ شاید ایسے ہی کافی سمجھیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی: دیکھئے۔ میں آپ سے عرض کروں کہ تمام اخبارات یہاں موجود نہیں اور ان کی تمام سرخیوں کا تقابل اور موازنہ نہ کرلیا جائے تب تک اس بیان کی روح سمجھ میں نہیں آسکتی۔

زیدی: میں نے آپ سے سرخی کا ذکر نہیں کیا تھا پورے متن کا ذکر کیا تھا۔

مولانا شاہ احمد نورانی: پریس کانفرنس صرف ایک اخبار میں آتی ہوگی دوسرے کسی اخبار میں نہیں ہوگی۔

زیدی: آپ کی پریس کانفرنس میں کیا صرف ایک ہی آدمی ہوتا ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: میری پریس کانفرنس میں متعدد افراد ہوتے ہیں لیکن چونکہ آپ ایک ہی اخبار کا حوالہ دے رہے ہیں اس لئے اس کا مطلب یہ نکلا کہ اس پریس کانفرنس میں صرف ایک ہی صاحب تھے (ہنستے ہوئے) اور انہوں نے اپنی فکر اور اپنے خیالات کی ترجمانی کی ہے۔ انہوں نے یہی سمجھا ہوگا اور میں ان کی سمجھ پر پابندی نہیں لگا سکتا جو چاہیں سمجھیں۔

زیدی: مولانا صاحب! جہاں تک مجھے علم ہے قومی اسمبلی کے 150 کے ایوان میں آپ کی جماعت یعنی جمعیت علماء پاکستان کے اراکین کی تعداد تقریباً 6 ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: تقریباً سات ہے۔ (طنز کرتے ہوئے)

زیدی: تقریباً سات، بہرحال یہ تمام ارکان دو صوبوں سندھ اور پنجاب سے

تعلق رکھتے ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ان دو صوبوں کے 100 کے لگ بھگ ارکان اسمبلی آپ کی پارٹی کے مشوروں پر عمل کریں۔

مولانا شاہ احمد نورانی: میں تو نہیں چاہتا کہ میری پارٹی کے سات ارکان کے مشورے پر عمل کیا جائے میں نے اپنے کسی بیان میں نہیں کہا۔

زیدی: اس سے پہلے چونکہ جمہوری اصول کی بات ہو چکی تھی اور یہ اس فیڈریشن کے دو یونٹ ایسے ہیں جس میں جس پارٹی کو آپ اکثریتی پارٹی کہتے ہیں اس کو بہت بڑی اکثریت حاصل ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: دیکھئے صاحب خلط بحث ہو جاتا ہے۔ یہاں اس وقت یہ سوال نہیں ہے کہ ہماری رائے کو قبول کیا جائے یا ہمارے مشورے کی پابندی کی جائے۔ اس وقت سوال یہ ہے کہ ایک آئینی سمجھوتہ ہوا۔ اس سمجھوتے پر دستخط کرنے والی جماعتوں نے کس حد تک پابندی کی ہے۔

زیدی: اس سے پہلے آپ نے اپنے ایک بیان میں اگر آپ اس سے اتفاق کریں تو یہ فرمایا تھا کہ پیپلز پارٹی کو چاہئے کہ وہ نیپ سے کوئی نہ کوئی مفاہمت کر لے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: میرا اپنا ذاتی خیال یہ ہے کہ آپ آئینی سمجھوتے کی حد تک محدود رہیں اور میرے پریس کے بیانات اگر آپ نے نکالنا شروع کر دیں گے تو غالباً 70ء سے جو سلسلہ شروع ہوگا وہ سلسلہ لامتناہی ہوگا اور پھر نہیں بات کہاں تک پہنچے گی۔

زیدی: میں صرف وہ بیانات آپ کی خدمت میں پیش کر رہا تھا جو آئینی سمجھوتے سے متعلق ہیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی: بہر حال میں نے ابھی 46 منٹ تک مسلسل آئینی سمجھوتے کے سلسلہ میں تقریر کی تھی۔ اس سلسلہ میں جو چاہیں پوچھ لیں۔

زیدی: بہر حال یہ بڑی اہم بات تھی اور آئینی سمجھوتے کے سلسلہ میں تھی جس میں آپ نے اپنی پارٹی کو اتنی اہمیت نہیں دی ہے اور کہا ہے کہ نیپ سے سمجھوتہ کرنا ہوگا اس لئے......

مولانا شاہ احمد نورانی: (بات کاٹتے ہوئے گویا ہوئے) میں نے کہا! کب کہا! (طنزیہ انداز میں) کسی ایک ہی اخبار میں کہا ہوگا۔ دیکھئے بیان اگر حقیقتہ طور پر تمام اخبارات میں اسی ایک مضمون کا آئے تب تو بات ہے ورنہ.........

زیدی: اچھا جی۔ وہ بات ختم ہو گئی میں اب اسی تقریر کا ذکر کروں گا جس میں آپ نے یہ فرمایا کہ افہام و تفہیم سے کام لے کر حقیقتہ فارمولے کی ضرورت ہے تو آپ مجھے یہ بتا سکیں گے کہ خود حزب اختلاف کتنے معاملات میں متفق ہے اور اگر حزب اختلاف ہی پر چھوڑتے ہوئے اکثریتی پارٹی اپنے آپ کو آئین سازی کے معاملات سے الگ کر لے تو کیا حزب اختلاف کوئی حقیقتہ فارمولا تلاش کر سکتی ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حزب اختلاف کن باتوں پر متفق ہے تو آئینی سمجھوتہ اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے کہ حزب اختلاف میں کوئی اختلاف نہیں تھا اور وہ متفق تھی۔ آئینی سمجھوتے سے سب ہی نے اتفاق کیا تھا اور حزب اختلاف میں کوئی بھی اختلاف نہیں تھا اس وقت۔

زیدی: کیا اب بھی نہیں ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: یہ تو آئینی سمجھوتے کی بات ہو رہی ہے نا!

زیدی: جی آئینی سمجھوتہ ہی کے سلسلہ میں پوچھ رہا ہوں۔

مولانا شاہ احمد نورانی: ظاہر ہے کہ حزب اختلاف کی جماعتیں حقیقتہ طور پر اس بات پر حزب اقتدار کو مورد الزام ٹھہرا رہی ہیں کہ اس نے بدعہدی کی۔ اس نے اپنے مواعید سے انکار کیا اور آئینی سمجھوتے میں جو کچھ بھی تحریر کیا گیا تھا۔ اس کو من و عن مسودہ آئین میں شامل نہیں کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حزب اختلاف یہاں بھی متفق ہے۔ آئینی سمجھوتے کے وقت بھی متفق تھی اور اب بھی متفق ہے۔

زیدی: جی ہاں! تقریر میں تو ایسا ہی نظر آتا ہے کہ صاحب بڑے متفق ہیں لیکن میں آپ کی توجہ مسودہ آئین اور آئینی سمجھوتے کی ایک شق کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، مسودہ آئین میں جو جائیداد کو بلا معاوضہ تحویل میں لینے کے سلسلہ میں قانون سازی کا اختیار پارلیمنٹ کو دیا گیا ہے۔ آپ کی جماعت کا موقف اس سلسلہ میں کیا ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: میری جماعت کا موقف بالکل واضح ہے اور وہ یہ کہ ہر وہ جائیداد جو غیر قانونی ذرائع سے حاصل کی گئی ہو یا وہ دولت جو غیر قانونی ذرائع سے جمع کی گئی ہو۔ اس کو ضبط کرلیا جائے۔

زیدی: لیکن آپ نے اپنے اختلافی نوٹ میں ایسی کوئی وضاحت نہیں کی اور اس کے بجائے یہ مطالبہ کیا ہے کہ جائیداد کی ضبطی سے متعلق پورا آرٹیکل حذف کردیا جائے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: آرٹیکل کو اس لئے حذف کرلیا جائے کہ اس کی آرٹیکل میں حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ہر قسم کی جائداد کو ضبط کرلے میں چاہتا ہوں کہ یہاں ایسی چیز ہو کہ ہر وہ جائیداد جو خلاف قانون، غیر آئینی ذرائع اور حرام روزی سے جمع کی گئی ہو ضبط کرلی جائے اور حلال روزی سے کمائی گئی جائیداد کو باقی رہنا چاہئے۔

زیدی: صاحب۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے ایسی کوئی وضاحت نہیں کی۔ اگر آپ یہ فرمادیتے کہ ان چیزوں سے تو ہم متفق ہیں لیکن ان سے نہیں ہیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی: اختلافی نوٹ میں اتنی زیادہ تفصیل دینے کی ضرورت نہیں تھی، ہم نے اس دفعہ سے اس لئے اختلاف کیا کہ اس دفعہ میں وہ تمام لوگ خواہ ان کی آمدنی حلال ہو خواہ حرام، کیسی بھی ہو، سب کو ایک لکڑی سے ہانکا گیا ہے اس لئے ہم نے اس دفعہ سے اختلاف کیا اور کہا یہ دفعہ اس طرح سے ٹھیک نہیں ہے۔ دستور پر جب بحث شروع ہوگی تو ظاہر ہے کہ اسمبلی میں اس میں ترمیم آئے گی اور پھر آپ اس کو ملاحظہ فرمالیجئے گا۔

زیدی: لیکن اس میں جو دوسری دفعات ہیں ایک میں تو ملکیت کی حد مقرر کرنے کا حق دیا گیا ہے دوسرے ناجائز ذرائع سے حاصل کی ہوئی جائیداد کو قبضے میں لینے کا حق دیا گیا ہے۔ باقی جو چیزیں ہیں مثلاً یہ کہ حکومت کوئی املاک جبری طور پر حاصل کرسکتی ہے یا ایسی جائیداد کو تحویل میں لے سکتی ہے جو انسانی زندگی، املاک یا صحت کے لئے خطرہ ہو یا جن کے تحت حکومت ایک خاص مدت کے لئے کسی جائیداد کے نظم ونسق کو اپنی تحویل میں لے سکتی ہے۔ یہ تو 1956ء کے آئین میں بھی شامل تھا۔ لہٰذا میں نہیں سمجھتا کہ اس معاملہ میں کوئی بڑا انحراف کیا گیا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ چونکہ 56ء کے آئین میں بھی یہ سب کچھ شامل ہے اس لئے یہاں بھی ہونا چاہئے۔

زیدی: یہ میں نے نہیں کہا، میں صرف اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ایک زمانے میں 52ء کے آئین کی بڑی پرزور سفارش کی جارہی تھی کہ کسی طرح سے نافذ کردیا جائے۔ مختلف جماعتوں کی طرف سے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: بہرحال میری جماعت اس میں شریک نہیں تھی۔

زیدی: آپ سے متفق ہونے والی کچھ جماعتیں تو شریک تھیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی: ٹھیک ہے ہونگی۔ مگر یہ آپ ان ہی سے دریافت کرسکتے ہیں کہ وہ کیوں متفق تھیں اور کیوں نہیں تھیں۔

زیدی: اچھا صاحب! اسی حزب اختلاف کی بات ہورہی تھی کہ حزب اختلاف میں کئی معاملات میں کس حد تک اختلاف ہے، آپ نے آئین کی منظوری کے بعد انتخابات کو سب سے بڑا مسئلہ قرار دیا ہے اور اس کا تذکرہ آپ نے اختلافی نوٹ میں اور تقریر میں بھی کیا ہے جبکہ نیپ اور جمعیت علماء اسلام اس کے حق میں نہیں ہیں تو حزب اختلاف میں اس بارے میں اتفاق رائے کیوں کر ہوگا۔

مولانا شاہ احمد نورانی: یہ بھی بات ابھی ابتدائی مرحلے سے گذر رہی ہے جوں جوں وقت گذرتا جائے گا اور دستور تیار ہوگا تو آپ دیکھیں گے کہ پورا ملک اس بات کا مطالبہ کرے گا کہ نئے انتخابات کرائے جائیں۔

زیدی: بہرحال آئینی سمجھوتے سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: آئینی سمجھوتے سے بڑا خاص تعلق ہے۔

زیدی: آپ فرماتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: آئینی سمجھوتہ کہتا ہے میں نہیں کہتا۔

زیدی: آئینی سمجھوتے پر دستخط کرنے والوں میں مولانا مفتی محمود، جناب غوث

بخش بزنجو اور شیر باز مزاری بھی شامل تھے مگر ان تمام حضرات نے اس مطالبہ سے اختلاف کیا ہے اس کا مطلب یہ ہوا ہے کہ حزب اختلاف اس معاملے میں بھی پوری طرح متفق نہیں ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: دیکھئے! میں ایک بات عرض کروں۔ ہر شخص کو اپنا اپنا خیال ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس وقت وہ انتخاب نہ چاہتے ہوں اور کہتے ہوں کہ ٹھیک ہے پہلے دستور تو بناؤ یہ ایک مقصد ہوا کرتا ہے اور بعض جماعتیں ایسی ہیں جن کا باقاعدہ ایک منظم پروگرام ہے۔ ان کی وسعت نظر ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ملک کے حالات کا تقاضا کیا ہے۔ وہ اس وقت کے کہنے کی بعض باتیں بھی کہہ دیتے ہیں اور مستقبل کے کہنے کی بعض باتیں بھی اور بعض جماعتیں ایسی ہیں۔ جو اس وقت کے کہنے کی باتیں اس وقت کہتی ہیں اور مستقبل کی باتیں اپنے ذہنوں میں محفوظ رکھتی ہیں ظاہر ہے وہ آگے چل کر ظاہر کریں گی سیاست میں عام طور پر یہی ہوتا ہے۔

زیدی: تو پھر یہ ہیر پھیر!!

مولانا شاہ احمد نورانی: اس کو آپ ہیر پھیر یا اختلاف نہ کہیں۔ اس کو آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ بعض سیاستدان اپنے بعض پروگراموں کو ایک مقررہ وقت کے لئے اپنے ذہن میں محفوظ رکھتے ہیں اور اس کو مناسب وقت اور حالات کے تقاضے کے مطابق ظاہر کرتے ہیں اور بعض حضرات اپنے پروگرام پہلے ہی سے ظاہر کر دیتے ہیں تا کہ آنے والے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے قوم کو ابھی سے تیار کر لیا جائے۔

زیدی: مطلب یہ ہوا کہ یہ سیاسی چال ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: آپ اسے سیاسی چال نہیں کہیں گے۔ یہ تو سیاسی حکمت عملی ہے اور سیاسی تدبر، یعنی آپ کو اس بات کا اعتراف کرنا چاہئے کہ وہ جماعتیں جو ابھی سے انتخاب کا مطالبہ کر رہی ہیں ان کی حال پر بھی نظر ہے اور مستقبل پر بھی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ملکی حالات کا تقاضا ہے کہ نئے انتخابات اس آئینی سمجھوتے کے مطابق ہونے چاہئیں اس لئے کہ آئینی سمجھوتے میں دو سو اراکین کی اسمبلی طے کی گئی ہے جبکہ دو سو کی اسمبلی مقرر کی گئی ہے تو اس کو پورا کرنا چاہئے۔ لیکن پُر کی جائے گی 5 سال بعد تو اس کا

مطلب یہ ہوا کہ آئین پر عملدرآمد 5 سال بعد ہوگا۔ جبکہ آئینی سمجھوتے میں یہ نہیں لکھا کہ تو کیا یہ سمجھوتے سے انحراف نہیں ہے۔

زیدی: انحراف آپ فرما رہے ہیں۔ دوسری جماعتیں اسے انحراف نہیں سمجھ رہی ہیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی: ممکن ہے دوسری جماعتیں نہ سمجھ رہی ہوں۔ بہرحال یہ آپ کا خیال ہے۔

زیدی: اور جیسے آپ حال اور مستقبل پر نظر رکھنے کی بات کہہ رہے ہیں، میں سمجھ رہا ہوں کہ اس سے بہرحال اس قوم کو تو بہت زیادہ خوشی نہیں ہو رہی۔

مولانا شاہ احمد نورانی: قوم کو بڑی خوشی ہوگی قوم کو ایسے سیاسی رہنماؤں کی ضرورت ہے جن کی حال پر بھی نظر ہو اور مستقبل پر بھی، جو ماضی سے سبق لیں۔

زیدی: اسی سلسلے میں، میں اسلامی دفعات پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مسودہ آئین میں شامل اسلامی دفعات کو زیادہ موثر بنانا چاہتے ہیں جبکہ نیپ اس پہلو کو زیادہ لائق توجہ نہیں سمجھتی۔

مولانا شاہ احمد نورانی: میرے خیال میں نیپ نے اس آئینی سمجھوتے پر دستخط کئے ہیں، انہوں نے اتفاق کیا ہے کہ اس ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔ انہوں نے اتفاق کیا ہے کہ اسلام کو ایک موثر اور فعال قوت کی حیثیت سے اس ملک میں نافذ کیا جائے۔

زیدی: یہ میں نے سوال کیا تھا ان سے

مولانا شاہ احمد نورانی: انہوں نے آئینی سمجھوتے سے اتفاق کیا ہے۔

زیدی: جی ہاں۔ آپ نے اسے روح کے منافی قرار دیا ہے۔ یعنی مسودہ آئین میں جو کچھ دفعات شامل کی گئی ہیں۔ اس کے بارے میں آپ کا یہ کہنا کہ یہ سمجھوتے سے انحراف ہے اور اس میں سمجھوتے کی روح مسخ کردی گئی ہے جبکہ نیپ جو بعض دوسرے معاملات پر متفق نہیں ہے وہ اپنے طرز عمل سے ثابت کرتی ہے کہ ٹھیک ہے۔ میں آپ سے

یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کس کس کو اور کس کس طرح سے مطمئن کرنے کی کوشش کی جائے۔ آپ کے خیال میں مسودہ آئین یا کسی آئین کی منظوری کے لئے صد فی صد اتفاق رائے ضروری ہے اور یہ ممکن ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: کس کو، کہاں اور کس طریقہ پر متفق کیا جائے اس کی ضرورت نہیں ہے 170 صفحہ کا جو آئینی سمجھوتہ ہے اور اس میں جس قدر دفعات ہیں اس کی ایک ایک دفعہ پر عمل کرلیا جائے۔ سارا اختلاف یہی ہے کہ آئینی سمجھوتے پر عمل نہیں ہو رہا۔ آئینی سمجھوتے میں کل 45 دفعات ہیں ان پر اتفاق کرلیا جائے بس اس کی روح برقرار رہے گی۔

زیدی: میں نے عرض کیا ہے کہ آئینی سمجھوتہ پر دستخط کرنے والوں میں سے ایک جماعت اس سے مطمئن ہے وہ کہتی ہے کہ اس پر عمل ہوا ہے جب اختلاف رائے کی یہی بات رہی تو اس کی تشریح و تعبیر کا اختیار قومی اسمبلی کو دے دینا چاہئے کہ اس پر عمل ہو رہا ہے یا نہیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی: قومی اسمبلی کو اختیار دیا جائے گا لیکن چونکہ اس سے پہلے ہی مباحثہ شروع ہوگیا ہے اور ایک دوسرے پر الزام تراشی کا آغاز ہوگیا ہے اور اسی لئے آپ کو ضرورت بھی پیش آئی کہ یہاں سب کو دعوت دی جائے تاکہ ہر پارٹی اپنا نقطہ نظر بیان کرے، عوام کو اس سے سمجھنے میں آسانی ہوگی اور یہ معلوم ہوجائے گا کہ کس نے اور کس کس مقام پر بدعہدی کی ہے اور جہاں تک قومی اسمبلی کا تعلق ہے تو وہاں پر جماعت اپنے Views کو ظاہر کرے گی۔

زیدی: مسودہ آئین پر ان دنوں بے شمار ایسے اعتراضات بھی اٹھائے جارہے ہیں جن کا اس سے پہلے کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا۔ آئینی سمجھوتے اور اس کے مندرجات سے بھی ان کا کوئی تعلق نہیں۔ کیا آپ کے خیال میں یہ طریقہ کار مناسب ہے اور کیا آئین اسمبلی کے باہر ہی مرتب ہوجانا چاہئے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: تمام آئین تو ظاہر ہے اسمبلی کے باہر مرتب ہو ہی نہیں سکتا یہ ضرور ہوسکتا ہے کہ آئین کے لئے چند رہنما اصول یا ایسی باتیں جو

انتہائی اہم ہیں اور جن کے متعلق امکان ہے کہ وہاں اختلافی نقطہ نظر ہوگا۔ اتفاق کرلیا جائے تو بہت اچھا ہے۔

زیدی: مولانا صاحب، آپ نے مسودہ آئین پر جو اختلافی نوٹ لکھا تھا اس پر JUI کے مولانا مفتی محمود نے بھی دستخط کئے تھے لیکن انہوں نے آپ کے نوٹ کے پیراگراف 8، 13، 14 اور 15 سے اتفاق نہیں کیا تھا آپ وضاحت فرمائیں گے کہ اس کا سبب کیا تھا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: یہ تو آپ اُنہی سے دریافت فرمایئے گا۔

زیدی: جب ایک مشترکہ دستاویز لکھی جاتی ہے اور اس پر دو آدمی دستخط کرتے ہیں اور ایک کہتا ہے کہ میں یہاں آپ سے متفق نہیں ہوں تو کوئی تو بات ہوئی ہوگی......؟

مولانا شاہ احمد نورانی: چونکہ یہاں وہ بھی تشریف لانے والے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ نے انہیں دعوت دی ہوگی تو ان سے آپ دریافت فرمالیجئے گا وہ اچھی طرح اس کی وضاحت کرسکیں گے۔

زیدی: آپ نے آئینی سمجھوتے میں طریقہ انتخاب کا ذکر نہیں کیا تھا لیکن اختلافی نوٹ میں آپ نے اسے ایک بنیادی مسئلہ قرار دیا ہے، میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اگر واقعی یہ بنیادی مسئلہ تھا تو......

مولانا شاہ احمد نورانی: طریقہ انتخاب۔

زیدی: جی طریقہ انتخاب، سے بھی کہہ سکتے ہیں۔ ظاہر ہے وہ تو تفصیلات ہیں ان کو تو طے کرنا ہی ہوتا ہے۔ یہ سمجھوتہ تو بنیادی نزاعی مسائل طے کرنے کے لئے ہوا تھا اور یہ توقع کی گئی تھی......

مولانا شاہ احمد نورانی: (اچانک بولتے ہوئے) نہیں ایسے بنیادی مسائل جن کی رہنمائی میں مسودہ دستور تیار کیا جاسکے کس طرح کا ہوگا؟ (جداگانہ) ہوگا یا (مخلوط) ہوگا؟ یہ تو تفصیلات ہیں۔ اور الیکشن کمیشن کو نیشنل اسمبلی میں بیٹھ کر جو ہدایات دی جائیں گے اس کے مطابق ہی ہوسکتا ہے۔

زیدی: تو اگر میں آپ سے یہ عرض کروں کہ یہ سمجھوتہ ان باتوں کے لئے کیا

گیا تھا کہ (i) ملک میں وفاقی پارلیمانی نظام قائم کیا جائے (ii) صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خودمختاری دی جائے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: اسلام کو اس ملک میں بالادستی حاصل ہو، نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رائج کیا جائے۔

زیدی: اور جمہوری اداروں کے فروغ کا اہتمام کیا جائے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: (مزید وضاحت کرتے ہوئے) عدلیہ کو مکمل آزادی دی جائے۔

زیدی: تو اگر میں کہوں کہ سمجھوتے کی پوری طرح پابندی کی گئی ہے۔ صرف تفصیلات میں اختلاف ہوسکتا ہے اور اس کے لئے صریح بدعہدی یا صریح وعدے سے مکرنے کا الزام لگانا کچھ زیادتی ہے تو میں اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: طریقہ انتخاب کا تو کہیں ذکر نہیں ہے۔ کس کے انتخاب کا طریقہ؟

زیدی: جداگانہ انتخاب۔

مولانا شاہ احمد نورانی: دیکھئے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو آئینی سمجھوتے میں شامل نہیں ہیں لیکن دستور کا مسودہ تیار کرنے کے وقت 280 دفعات اسی لئے بنی ہیں کہ بہت سی چیزیں جو وہاں شامل نہیں ہوئیں یہاں ہوگئیں۔ یہی بات ہم دوسری سے بھی کہہ سکتے ہیں کہ آئینی سمجھوتے میں تو صرف 45 دفعات تھیں پھر 280 آپ نے کیسے کردیں۔ حکمراں جماعت۔

زیدی: : آپ نے اپنے اختلافی نوٹ میں اسے ایک بنیادی مسئلہ قرار دیا ہے۔ اگر یہ واقعی بنیادی مسئلہ تھا تو آپ نے اسے سمجھوتے میں شامل کرنا کیوں ضروری نہیں سمجھا۔

مولانا شاہ احمد نورانی: سب سے بڑی شکایت تو یہی ہے کہ اگر کہیں تفصیلات میں اختلاف ہوتا تو بدعہدی کا الزام نہیں لگ سکتا یہاں سب سے زیادہ رونا تو اس بات کا ہے کہ حکمراں جماعت نے جو بنیادی اصول طے کئے تھے ان سے انحراف کیا

ہے تعبیر وتشریح کا اختلاف تو ہمیشہ ہی چلتا رہے گا عدالت میں۔

زید[illegible] [illegible] یکھئے صاحب، نظام حکومت کی بات ہے اس میں ایک صدارتی نظام ہوتا ہے دوسرا وفاق[illegible] یمانی کیا مسودہ آئین پارلیمانی نظام پر مبنی ہے؟ تفصیلات سے قطع نظر۔

مولانا شاہ احمد نورانی: زیدی صاحب میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہاں (مسودہ دستور کا) پارلیمانی نظام اس قسم کا ہے کہ شاید اس کی طرز دنیا کی تاریخ میں کہیں نہ ملے اس لئے کہ اس پارلیمانی نظام میں وزیر اعظم کی ذات کو اتنا عظیم بنا کر رکھ دیا گیا ہے کہ اس کے گرد پورا پاکستان گھومتا ہے یوں سمجھ لیجئے کہ اس کی ذات ایسا محور ہے کہ گھوم پھر کر سب وہیں پہنچ جاتے ہیں۔ یا اگر ایک گھنٹہ گھر بنا دیا جائے جیسا کہ لائلپور شہر کے بیچ میں ہے آپ کسی بھی راستے سے نکلتے ہوئے چلے جائیں گھنٹہ گھر پر پہنچ جائیں گے۔ اسی طرح اس دستور میں وزیر اعظم کو ایک گھنٹہ گھر بنا دیا گیا ہے اور گھوم پھر کر ساری مشینری خواہ وہ عدلیہ ہو۔ انتظامیہ کی ہو۔ صدارت کی ہو پارلیمنٹ کی ہو۔ اسمبلی کی ہو یا ٹریبونل کی سب گھوم کر اسی طرف آجاتی ہے جو اصل میں پارلیمانی روح کے منافی ہے۔

زیدی: ملک میں آخر کسی کو تو تمام معاملات میں انتظامیہ کا سربراہ بنانا ہوگا۔ اور وہ عوام کا منتخب نمائندہ بھی ہوگا، تو مرکزیت پیدا کرنے کے لئے آپ کو تو ایک علامت اس میں رکھیں گے وہ کون ہونا چاہئے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: پارلیمانی نظام میں عام طور پر مرکزیت کی علامت صدر ہوا کرتا ہے اور انتظامیہ کے اختیارات وزیر اعظم کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ عدلیہ آزاد ہوتی ہے اور الیکشن کمیشن اپنی جگہ آزاد ہوتا ہے۔ وزیر اعظم کا عدلیہ سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یعنی وزیر اعظم بھی عدلیہ کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے انتظامیہ کو عدلیہ پر ہرگز بالادستی حاصل نہیں ہوتی اور ان تمام فنکشن کی نگرانی کے لئے۔

زیدی: (بات کاٹتے ہوئے) میں آپ سے یہی پوچھنا چاہوں گا کہ صاحب اس میں انتظامیہ کو کہاں بالادستی دی گئی ہے۔ عدلیہ پر یا الیکشن کمیشن پر؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ سپریم

کورٹ کے چیف جسٹس کے انتخاب کے بعد اگر سپریم کورٹ میں کسی قسم کی بدعنوانی ہوتی ہے تو سپریم جوڈیشل کونسل (Supreme Judicial Council) کے بجائے پارلیمنٹ کو یہ حق دیا گیا ہے کہ بحث و مباحثہ کے بعد کثرت رائے سے عدلیہ کے کسی بھی رکن کو نکال سکتی ہے آپ نے ملاحظہ کیا کہ عدلیہ ایک سیاسی جماعت کے ماتحت ہوگی جس کو کہ اکثریت حاصل ہے۔

زیدی: میں آپ سے بڑے ادب سے عرض کروں گا یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے کہ پارلیمنٹ کو اس طرح کا حق دیا گیا ہے اس سے پہلے ہمارے یہاں 56ء کے آئین میں بھی یہی گنجائش موجود تھی۔ اس سلسلہ میں متعلقہ دفعہ سے متعلق مسودہ آئین کے آرٹیکل 177 میں کہا گیا ہے کہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا تقرر صدر کرے گا اور باقی ججوں کا تقرر صدر ان تین ناموں سے کرے گا جن کی سفارش چیف جسٹس کرے گا گویا یہ اختیار بھی چیف جسٹس کو حاصل ہے 56ء کے آرٹیکل 149 میں ہے کہ چیف جسٹس کا تقرر صدر کو مشورہ قبول کرنے کا پابند نہیں بنایا گیا تھا جبکہ موجودہ مسودہ آئین میں چیف جسٹس جو تین نام دے گا انہیں میں سے ایک کو صدر منتخب کرے گا۔ یہ تو تقرر کی بات ہوگئی۔ جہاں تک علیحدگی کا سوال ہے آپ کا کہنا ہے کہ اس طرح سیاستدانوں۔

مولانا شاہ احمد نورانی: (زیدی صاحب کے سوال کو طول دینے سے روکتے ہوئے) پہلے سوال کا جواب دے دوں پھر آپ کا دوسرا سوال آئے گا۔ عدلیہ کے سلسلے میں آپ نے جو پہلی بات کہی ہے کہ صدر عدلیہ کے سربراہ کو مقرر کرے گا۔ اور وزیراعظم کا اس سے کوئی تعلق نہیں تو محترم یہ صدر کی صوابدید (Discretion) پر نہیں ہے کیونکہ صدر کو اصل میں مکمل طور پر وزیراعظم کا پابند بنا دیا گیا ہے۔

زیدی: وہ تو آپ ہی نے بتایا ہے آئینی سمجھوتے میں کہا گیا ہے کہ صدر مکمل طور پر پابند ہوگا۔ مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس کا پس منظر کیا تھا اور آپ نے کیوں ایسا کیا۔ البتہ میں یہ تصور کرسکتا ہوں کہ اس سے پہلے اس ملک میں جمہوری اداروں کے ساتھ صدر یا گورنر جنرل جو کچھ کرتے رہے ہیں اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ نے یہ دفعات رکھنی ضروری سمجھی ہیں تا کہ عوام کے براہ راست منتخب نمائندوں کو زیادہ با اختیار بنایا جائے اب

آپ کو اسی پر اعتراض ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔ آپ جب یہ فرما رہے ہیں تو ساتھ ساتھ اس شق پر بھی نظر رکھیں کہ جہاں تک عدلیہ کا تعلق ہے اس پر وزیراعظم کو بالادستی حاصل نہیں ہوگی اس میں کوئی شک نہیں کہ صدر وزیراعظم کے مشورے کا پابند ہوگا۔ لیکن آئینی سمجھوتے میں عدلیہ کی بالادستی والی شق بھی اس کے ساتھ ساتھ الگ رکھی گئی ہے The Judiciary election commission shall be independent of the excutive,

"آپ نے غور کیا! اس کا مطلب یہ ہے کہ وزیراعظم اس سلسلہ میں کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔" صدر اپنی صوابدید پر ججوں کا تقرر کرے گا۔ اور الیکشن کمیشن بنائے گا۔

زیدی: آپ متعلقہ دفعہ میں صرف اپنی صوابدید کے مطابق یہ بڑھانا چاہتے ہیں کہ صدر اپنی صوابدید پر۔

مولانا شاہ احمد نورانی: صدر اپنی صوابدید پر اپنی رائے اور اپنے اختیارات کو استعمال کرے جیسا کہ آئینی سمجھوتے میں کہا گیا ہے عدلیہ اور الیکشن کمیشن کی آزادی برقرار رکھنے کی صورت یہ ہے کہ ان کا تقرر براہ راست صدر اپنے اختیارات خصوصی سے کرے گا جب کہ یہاں وزیراعظم کے تحت کر دیا گیا ہے۔

زیدی: اس میں جو الفاظ ہیں وہ تو صدر کے تحت ہیں اور آپ اس کو......... INTERPRET (توضیح) کر رہے ہیں۔ چونکہ آئینی سمجھوتے میں صدر وزیراعظم کے مشورے کا پابند ہوگا۔ اس لئے یہاں میں علیحدگی والی شق آپ کے سامنے پڑھنا چاہتا ہوں۔ 56ء کے آئین میں ہائیکورٹ کا جج اس بنا پر الگ کیا جاسکتا ہے کہ سپریم کورٹ صدر کے استفسار پر کسی جج کے بارے میں برے رویہ یا ذہنی و جسمانی معذوری کی بنا پر اسے علیحدہ کرنے کا مستحق قرار دے۔ اسی طرح آرٹیکل اے 151 میں کہا گیا ہے کہ سپریم کورٹ کا جج صدر کے حکم سے الگ کیا جاسکے گا۔ بشرطیکہ قومی اسمبلی کے ارکان کی اکثریت اس سے درخواست کرے۔ اور موجودہ ارکان کی 2/3 تعداد اس کے حق میں ووٹ دے تو یہ نئی دفعہ نہیں ہے۔ موجودہ مسودہ آئین میں فرق یہ ہے کہ سپریم جوڈیشل کونسل صدر یا.........

مولانا شاہ احمد نورانی: یہ آپ 56ء کے آئین کا حوالہ دے رہے ہیں۔ میں 54ء کا حوالہ دینا شروع کردوں گا اگر آپ تمام دساتیر کا مطالعہ کریں جو اس 25 سال کے عرصہ میں اس ملک میں بنتے رہے اور بگڑتے رہے تو ان میں آپ ملاحظہ کریں گے کہ عدلیہ کے اختیارات کو مسلسل ہر دستور میں محدود کرنے کی کوشش کی گئی اور اس دستور میں خاص طور سے کی گئی ہے۔ ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں کہ موجودہ مسودہ آئین میں Administrative پر عدلیہ کو بالکل اختیار ہی نہیں۔ یہ کیسی آزادی ہے کہ عدلیہ کو پاکستان میں اپنے فیصلہ کو نافذ کرنے کا اختیار ہی نہیں۔ Courts پر اپنا فیصلہ نافذ نہیں کرسکتی۔

زیدی: میں اگر یہ عرض کروں کہ ایڈمنسٹریٹو کورٹس اور ٹریبونل جو ہیں وہ ہماری عدلیہ ہی کا حصہ ہیں تو......؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ٹریبونل اور ایڈمنسٹریٹو کورٹس عدلیہ ہی کا ایک حصہ ہیں !! بہت خوب!! اگر عدلیہ ہی کا ایک حصہ ہیں تو عدلیہ ہی کا ایک حصہ تو ہائی کورٹ بھی ہے لیکن ہائیکورٹ میں اگر کسی کے خلاف کوئی فیصلہ ہوتا ہے تو اس کی اپیل سپریم کورٹ میں ہوسکتی ہے لیکن یہاں (یعنی ایڈمنسٹریٹو کورٹس اور ٹریبونل) کے فیصلوں کے خلاف اپیل کرنے کا حق ہی نہیں دیا گیا مطلب یہی ہوا کہ یہ عدلیہ سے باہر ہیں۔

زیدی: یہ تو خاص مقاصد کے لئے قائم کی جائیں گے اور اس میں ایسی کوئی خاص بات نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ معاملات کے جلد تصفیہ کے لئے شاید......

مولانا شاہ احمد نورانی: جس مقصد کے لئے بھی قائم کی جائیں اس کو سپریم کورٹ کے ماتحت ہونا چاہیے کسی بھی شہری کو اس بات کا حق ہے کہ اگر کسی عدالت نے اس کے خلاف کوئی فیصلہ دیا ہے اور اس فیصلہ سے مطمئن نہیں ہے تو عدالت عالیہ میں اس کی اپیل کرے دونوں اعلیٰ عدالتوں میں سے کسی جگہ تو اپیل کا حق دینا چاہئے تا کہ وہ مطمئن ہوسکے۔

زیدی: بہت بہتر جناب...... اچھا اسلامی نظریات کی کونسل کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ یہ بالکل غیر موثر ادارہ ہے، میں صرف یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا دستور

کی آرٹیکل 227 پارلیمنٹ کو پابند نہیں کرتی کہ کوئی قانون قرآن وسنت کے منافی نہیں بنایا جائے گا۔ اور تمام موجودہ قوانین کو اسلامی تعلیمات کے ڈھانچے میں ڈھالا جائے گا۔ جبکہ یہ آرٹیکل پابند کرتی ہے تو پھر آپ نے اسلامی دفعات کو غیر موثر کیوں کہا ہے؟ اور کیا یہ دفعہ اس کی ضمانت نہیں دیتی۔؟

مولانا شاہ احمد نورانی: آئینی سمجھوتے کی یہ دفعہ تو ضمانت دیتی ہے کہ لیکن اگر آپ مسودہ دستور دیکھیں تو اس میں ضمانت نہیں ملتی۔

زیدی: میرا تو خیال ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے میں نے تو دیکھا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: اور اچھی طرح سے پڑھ لیجئے اور آپ دیکھئے ایک طرف تو لکھا ہے کہ:

"ALL EXISTING LAWS SHALL BE BROUGHT IN CONFORMITY WITH IN INGUCTION OF ISLAM, AS LAID DOWN IN THE HOLY QURAN AND SUNAH, IN THIS PART REFER TO AT THAT INGUCTION OF ISLAM AND NO HOW SHALL BE ENACTED WHICH IS REPUGNANT TO SUCH IN FECTION,"

اور یہ گارنٹی دی گئی ہے کہ اگر آگے چل کر دیکھیں کہ وہاں گورنر، وزیراعظم اور صدر مملکت کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ جس قانون کو چاہیں کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی کو REFER کردیں مگر اس درمیانی مدت میں جب کہ اس قانون کو پاس کرنے کی ضرورت پیش آرہی ہو تو بغیر اسلامک کونسل کے فیصلے کا انتظار کیے ہوئے اس کو نافذ کرسکتے ہیں۔ اس طرح خلاف اسلام قانون کو نافذ کردیا گیا۔ گویا ایک طرف ضمانت دی گئی ہے مگر دوسری طرف دوسرے ہی ہاتھ سے واپس بھی لے لی گئی ہے آپ اس کی پوری وضاحت کو پڑھیں۔

زیدی: جی، میں نے پوری دفعات پڑھی ہیں اس میں تو یہ کہیں نہیں کہا گیا ہے کہ آپ قرآن وسنت کے منافی قوانین کو عدالت میں چیلنج نہیں کریں گے۔ دوسری بات یہ

ہے کہ یہاں ایک طریقہ کار طے کیا گیا ہے جو اسلامی نظریہ کی کونسل کو Refer کرنے سے متعلق ہے اس کے لئے آئینی سمجھوتے میں آپ نے خود ہی شرط رکھی تھی ایک کونسل بنائی جائے گی۔ جو مسلمانوں کو اسلام کے مطابق زندگی گزارنے میں مدد دینے کے لئے مناسب اقدامات کرے گی۔ اس کے علاوہ آرٹیکل 227 بھی ایک موثر ضمانت ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: ذرا غور فرمائیے آپ نے جو ارشاد فرمایا کہ اس کی تردید خود بخود ہو جاتی ہے۔

" WHERE OF A PARTIAMENT A PROVINCIAL ASSEMBLY, THE PRESIDENT OR THE GOVERNOR, AS THE CASE NOT BE CONSIDER, THAT IN THE PUBLIC INTEREST THE MAKING OF THE PROPOSED LAW, IN RELAKION TO WHICH A QUESTION AROSE, SHOUD NOT BE POSTPOUD, UNDER THE ADVICE OF THE ISLAMIC COUNCIL IN- FURNISHED, THE LAW MAY BE MADE BEFORE THE ADVICE IS FURNISHED."

اس کا مطلب یہ ہوا کہ قانون کتاب وسنت کے خلاف بنا دیا جائے گا۔

زیدی: اس کا یہ مطلب قطعی نہیں ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: BEFORE THE ADVICE IS FURNISHED کا یہ مطلب نہیں کہ اسلامی نظریہ کونسل کی تحریری اجازت آنے سے پہلے کوئی قانون خواہ وہ قرآن وسنت کے منافی ہو بنا دیں گے۔

زیدی: قرآن وسنت کے منافی قانون بنانے کی کہیں بات نہیں کی گئی صرف URGENCY کی بات ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ URGENCY میں خلاف کتاب وسنت قانون بنائے جاسکتے ہیں، یہ تو اور بھی بدتر بات

ہو گئی۔

زیدی: ابھی یہ طے ہی کہاں ہوا کہ یہ قرآن وسنت کے منافی ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اسلامی نظریہ کونسل کو REFFER کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں شک تھا کہ یہ قران وسنت کے منافی ہے۔

زیدی: جی شک تھا۔

مولانا شاہ احمد نورانی: تو پھر اس شک کو رفع کیوں نہیں کیا گیا۔ انتظار کے بغیر اس قانون کو پاس کرلیا گیا یہ کیا بات ہے۔

زیدی: جب اسلامی نظریہ کونسل یہ کہدے کہ فلاں قانون قرآن وسنت کے منافی ہے تو کیا آپ کے خیال میں وہ قانون اس ملک میں رائج ونافذ رہ سکتا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: نہیں رہنا چاہیے، مگر کوئی ضمانت اس میں نہیں دی گئی ہے۔

زیدی: دفعہ 227 کے تحت آپ چیلنج کرسکتے ہیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی: چیلنج کہاں کریں گے؟

زیدی: کورٹ میں۔

مولانا شاہ احمد نورانی: چیلنج کورٹ میں۔!! نہیں صاحب

زیدی: اس میں بھی کہیں نہیں کہا گیا کہ آپ نہیں کرسکتے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: آپ دیکھ لیں گے بالکل دیکھ لیں گے وضاحت کے ساتھ تمام طریقہ کار......

زیدی: قانون سازی کا طریقہ!!

مولانا شاہ احمد نورانی: آپ ذرا غور کیجئے۔

"AFFECT SHALL BE GIVEN TO THE PROVISION OF CLAUSE I ONLY IN THE MANNER PROVIDED IN THIS PART."

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قانون سازی جو کتاب وسنت کے خلاف ہے اس کو

کورٹ میں چیلنج نہیں کرسکتے۔ اس کو چیلنج کرنے کا طریقہ صرف یہ ہے

زیدی: اس میں چیلنج کرنے کا کہیں ذکر نہیں ہے میں نے اچھی طرح پڑھا ہے صاحب۔

مولانا شاہ احمد نورانی: اس کو موثر کس طرح بنایا جائے گا۔ جو طریقہ کار یہاں ہے کہ اسلامی نظریہ کونسل کو بھیجا جائے گا، بس اس کا طریقہ کار بھی دیا گیا ہے۔اس کے علاوہ تو کوئی اور طریقہ کار نہیں ہے۔

زیدی: جی ہاں! کوئی طریقہ کار نہیں ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: وہی بات میں آپ کو عرض کرنا چاہتا ہوں، اچھا ہوا آپ مان گئے۔ دیکھ لیجئے، اور غور فرمالیجئے CLAUSE I میں ہے کہ

" ALL THE EXISTING LAW SHALL BE BROUGHT IN CONFORMITY WITH THE IN OF ISLAM. AS LAID DOWN IN THE HOLY QURAN AND SUNAH."

زیدی: یہ آئین کا حصہ ہے نا!!

مولانا شاہ احمد نورانی: ہاں یہ آئین کا حصہ ہے۔

زیدی: آئین کے کسی حصہ کی خلاف ورزی ہو رہی ہو تو اس کی تعبیر وتشریح کے لئے آپ اس کو کورٹ میں لے جاسکتے ہیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی: جاسکتے ہیں، لیکن یہاں یہ پابند کردیا گیا ہے کہ نہیں جاسکتے۔ دیکھئے!!

اس قانون کو موثر بنانے کے لئے یہاں یہ پابندی لگا دی گئی ہے کہ اس پارٹ کے اندر دیئے ہوئے طریقہ کار کے مطابق ہی چلنا ہوگا۔ ورنہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ کھلا چھوڑ دیتے۔"

زیدی: قانون سازی کے طریقہ کار میں بتایا گیا ہے کہ جب آپ قانون بنائیں گے تو اس کو قرآن وسنت کے مطابق بنانے کے لئے کیا کریں گے۔ (شک کی صورت میں) پہلے آپ اسلامی نظریہ کونسل کو REFER کریں جس میں علماء، جج اور

ماہرین اقتصادیات ہوں گے۔ اور وہ مشورہ دیں گے کہ "آپ اس کو کس طرح قرآن وسنت کے مطابق بناسکتے ہیں" بس، اس کے لئے بھی شرط رکھی گئی ہے اور اس میں کہیں یہ نہیں ہے کہ صاحب یہ تو آپ ذاتی طور پر اپنی رائے سے کہہ رہے ہیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی: میں اپنی ذاتی رائے نہیں دے رہا ہوں میں وہ بات کہہ رہا ہوں کہ جو میں نے آئین کے بناتے وقت اور مسودہ دستور تیار کرنے کے وقت سنی ہے، اور اس کے مطالعہ کے بعد مجھ پر واضح ہوئی ہے۔

زیدی: (چڑچڑے انداز میں) بہرحال مجھ پر بھی مطالعہ سے واضح ہوئی ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: آپ غور کیجئے کہ POERENTIVE DETENTION میں کسی شخص کو اگر نظر بند کیا گیا ہے یہاں وہ کسی بھی جرم کے سلسلہ ہو تو وہ کورٹ کے سامنے پیش ہوگا۔ اس کا یہ طریقہ کار متعین کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ قانون اسلامک آئیڈیالوجی کونسل کے پاس بھیجا جائے گا۔ مگر کتاب وسنت کے خلاف جو قانون پارلیمنٹ بنارہی ہے۔ وہ پاس بھی کرلے اور کونسل کے فیصلے کا انتظار بھی نہ کرے اور جس وقت چاہیے اس کو نافذ بھی کردیا جائے تو کتاب وسنت کے خلاف قانون تو نافذ ہو ہی گیا۔ کوئی ضمانت ہی نہیں ہے۔

زیدی: میرا خیال ہے کہ ضمانت ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: اس میں کوئی ضمانت نہیں ہے

زیدی: اچھا بہت بہت شکریہ۔

مولانا شاہ احمد نورانی: بہت شکریہ۔

ماریشس کے ٹیلیویژن پر

شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا انٹرویو

جمیت علمائے پاکستان کے سربراہ اور ورلڈ ورلڈ اسلامک مشن کے صدر جناب مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نے کہا ہے کہ اسلام مرکزیت پر یقین رکھتا ہے اور مسلمانوں کا مرکز اور محور محمد عربی ﷺ کی ذات ہے اور مرکزیت کا یہ تصور اخوت، قومی اتحاد، انسانی ہمدردی اور باہمی رواداری کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ وہ عالم انسانیت کے موجودہ سلگتے ہوئے مسائل کا حل ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی ماریشس ٹیلیویژن پر ایک مباحثہ میں حصہ لے رہے تھے۔ انھوں نے علامہ ارشد القادری مولانا عبدالستار خاں نیازی اور پروفیسر شاہ فرید الحق کے ہمراہ ٹیلیویژن پر ورلڈ اسلامک مشن اور دورہ ماریشس کے مقاصد پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے بتایا کہ استحصال، اور ناانصافیوں کا مقابلہ تیسری دنیا اپنے اتحاد کے سہارے کر سکتی ہے۔

بعدازاں مولانا شاہ احمد نورانی اور ان کے ساتھیوں نے ریڈیو ماریشس پر پندرہ پندرہ منٹ خطاب کیا اور ورلڈ اسلامک مشن کے مقاصد اور عالمی مسائل پر روشنی ڈالی۔ مولانا شاہ احمد نورانی اور ان کے ساتھیوں نے ایک پریس کانفرنس سے بھی خطاب کیا اور جامع مسجد ماریشس میں ایک بڑے جلسۂ عام سے خطاب کیا۔ جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ وفد کے رہنماؤں نے پورٹ لوئیس کے مسلمان میئر سے ملاقات کی اور علیمیہ دارالعلوم اور علیمیہ کالج کا معائنہ کیا۔

مولانا شاہ احمد نورانی اور دیگر رہنما ماریشس میں فروری کے تیسرے ہفتے تک قیام کریں گے اور پھر تنزانیہ کے دورے پر روانہ ہوں گے۔

مولانا نورانی نے مختلف اجتماعات اور جلسہ میں کیے گئے فیصلہ کی وضاحت کی اور اس بات پر مسرت کا اظہار کیا کہ ماریشس میں قادیانیوں کا اثر و رسوخ مسلسل کم ہو رہا ہے اور مسلمان اس فتنہ کی سنگینی کو محسوس کر رہے ہیں۔ اس سے قبل مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خاں نیازی پروفیسر شاہ فرید الحق اور علامہ ارشد القادری گذشتہ ہفتہ ماریشس پہنچے تو عوام نے ان کا پُر جوش خیر مقدم کیا اور ایئرپورٹ سے رہائش گاہ تک 25 میل کے راستہ میں آرائشی گیٹ بنے ہوئے تھے اور شاہراہ کے دونوں طرف خیر مقدم کرنے والوں کا ہجوم تھا۔ (سوادِ اعظم نیوز سروس)

عیسائی ملکوں میں آباد مسلمانوں کو بچانے کے لیے پاکستان کے علماء کی ذمہ داری ہے

ورلڈ اسلامک مشن نے اسلام کا دفاعی پروگرام ترتیب دیا ہے کہ کم از کم اپنی اس نسل کو بچانے کے لیے جدوجہد کریں

ورلڈ اسلامک مشن کو کسی بھی حکومت کی سرپرستی حاصل نہیں

میں ندائے اہلسنت کا مستقل قاری ہوں ندائے اہلسنت ہم سب کے لیے باعث فخر ہے

مصر، مراکش، سوڈان، الجزائر، لیبیا، تیونس، ممباسہ جنوبی مشرقی شمالی افریقہ نیروبی وغیرہ میں بڑی دھوم دھام سے محافل میلاد شریف ہوتی ہیں

سیدنا ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جو صحابی رسول بلکہ میزبان رسول ہیں ان کا مزار ترکی کے شہر قسطنطنیہ میں ہے

ورلڈ اسلامک مشن کی بین الاقوامی تبلیغی سرگرمیوں پر امام شاہ احمد نورانی کا "ندائے اہلسنت" کے لیے مولانا شبیر احمد ہاشمی کو دیا گیا بھرپور انٹرویو

اس حقیقت سے کون واقف نہیں ہے کہ امام انقلاب علامہ امام شاہ احمد نورانی صرف پاکستان کے ایک صف اول کے سیاستدان ہی نہیں بلکہ ان کا حقیقی میدان پوری دنیا میں آقائے دو جہاں سید کون و مکان والی انس و جاں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین حق کی سربلندی کے لئے جاں کاہی اور جاں کاری سے جدوجہد کر رہے ہیں۔ مولانا کا سینہ مبارک انقلاب دین کے جذبات سے لبریز ہے۔ وہ صلاح الدین ایوبی کا جذبہ اور محمد بن قاسم کا ولولہ رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسلام ہی پوری دنیا کا نجات دہندہ دین ہے۔ انہوں نے اسلام کی فکری اور شعوری تعلیمات کو پوری دنیا میں پھیلانے کے لئے تاریخ ساز جدوجہد کی

ہے۔ ان کے والد ماجد مبلغ اعظم حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم قادری رضوی قدس سرہ ایک ایسے رجل رشید اور مرد با خدا تھے۔ کہ انہوں نے سفیر اسلام بن کر پوری دنیا کو اس کے نور سے درخشاں فرمایا۔ براعظم افریقہ' پورا امریکا' ایشیاء' مشرق وسطیٰ میں کوئی ملک ایسا نہیں جہاں مولانا عبدالعلیم قادری رضوی کے نقوش پا ثبت نہ ہوں انہوں نے حضور سید دو جہاں کے دین حق کو غالب کرنے کے لئے اپنی مساعی سے آراستہ نہ کیا ہو۔ مولانا امام نورانی کی رگوں میں مولانا عبدالعلیم کا خون گردش کناں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 1949ء میں مولانا پاکستان آئے پاکستان کی تشکیل کے بعد متحدہ ہندوستان میں آزادی کے لئے سرگرم تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس بھی دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ پاکستان میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا نام "جمعیت علماء پاکستان" ہو چکا تھا۔ مولانا نورانی پاکستان کی تشکیل کے لئے سرگرم جدوجہد فرما چکے تھے۔ کیونکہ ان کا سن پیدائش 1927ء ہے اس لحاظ سے 1947ء میں مولانا کی عمر شریف صرف 20 سال تھی۔ ان کی ابھرتی جوانی فطرتی نیکی خاندانی جذبہ دینی نے ان کو نئے حالات کے مطابق دینی جذبہ عطا کیا۔ امام نورانی کے والد ماجد کے علاوہ مولانا کے دو تایا مولانا نذیر احمد خوجندی' مولانا احمد مختار صدیقی کی خدمات سے مسلم لیگ کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ مگر جیسا کہ کسی نے کہا ہے کہ۔

چوں قلم در دست غدارے بود
لاجرم منصور بر دارے بود

یعنی جب غدار کے ہاتھ میں قلم آ جائے تو وہ منصور کو پھانسی چڑھانے کے سوا کچھ نہ کرے گا۔

ایسا ہی یہاں ہوا کہ پاکستان کی تاریخ نگاری ان لوگوں کو تفویض ہوئی جو تحریک سے وابستہ ہی نہ تھے۔ ورنہ کوئی مورخ بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ شاہی مسجد میرٹھ کا خطیب خاندان مولانا عبدالحکیم جوش میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد (مولانا نورانی کے دادا) کو فراموش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پاکستان میں اردو ادب کی بانی کتابیں مولانا محمد اسماعیل میرٹھی کی تصانیف ہیں۔ پرائمری سے لے کر ایم اے تک مولانا میرٹھی کی نظمیں اور ادبی کرنیں پھیلی ہوئی ہیں اور آپ کو یہ جان کر بھی حیرت ہوگی کہ مولانا محمد اسماعیل میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ مولانا شاہ احمد نورانی کے دادا مولانا عبدالحکیم جوش رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے بھائی ہیں۔ اس عظیم خاندان کی ادبی دینی خدمات کے ساتھ قومی خدمات کی تاریخ بھی بڑی طویل ہے کہ مولانا نورانی کے تایا مولانا احمد مختار صدیقی بمبئی میں خطیب تھے۔ پاکستان کے بانی حضرت قائداعظم ان کے نیاز مندوں میں شامل تھے۔ مولانا کے پاس قائداعظم کبھی کبھی حاضری دیتے تھے۔ مولانا احمد مختار صدیقی' عربی' انگریزی' اردو اور دوسری زبانوں میں بڑی دسترس کے مالک تھے۔ قائد کے معیار کے عالم دین تھے۔ چنانچہ قائداعظم کی شادی کا غلغلہ اٹھا کہ انہوں نے "رتن بائی" سے نکاح کیا ہے رتن بائی کے بارے میں مجلس احرار' جمعیت علمائے ہند' جماعت اسلامی یونیسٹ پارٹی نے شور مچایا کہ وہ آتش پرست ہے غیر مسلم ہے اس لئے احرار کے زبان دراز خطیب یہاں تک کہا کرتے تھے۔ کہ۔

اک کافرہ کے واسطے اسلام کو چھوڑا
یہ قائداعظم ہے کہ ہے کافر اعظم

پاکستان بن جانے کے بعد بھی مجلس احرار اپنے اس موقف پر قائم تھی جیسا کہ جسٹس منیر کی رپورٹ میں مولوی غلام غوث ہزاروی کا اعتراف آج بھی موجود ہے۔ مگر شورش کاشمیری نے اپنی کتاب "بوئے گل نالہ دل و دود چراغ محفل" میں اعتراف کیا ہے کہ رتن بائی مسلمان ہو گئیں تھیں اور مولانا احمد مختار صدیقی نے انہیں مسلمان کرنے کے بعد قائداعظم سے نکاح بھی پڑھایا' مولانا نورانی کے دوسرے تایا حضرت مولانا نذیر احمد خوجندی رحمتہ اللہ علیہ بھی قائداعظم کے دست راست تھے۔ انہیں قائد نے مغربی ممالک میں تبلیغ دین کے ساتھ تحریک پاکستان کی حقیقت سے آشنا کرنے کی ہدایت کی تھی مولانا نورانی کے والد گرامی رحمتہ اللہ علیہ کی امامت میں قائد نے پہلی نماز عید پاکستان میں ادا کی۔ یوں یہ خاندان اسلام کا عظیم مبلغ خاندان ہے۔ 1970ء سے مولانا نورانی نے پاکستان کی قومی اسمبلی میں دین حق کا غلغلہ بلند فرمایا۔ جو لوگ بھٹو سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ بھٹو کی اسمبلی میں دین کی بات ایسے ہی تھی کہ جیسے بت خانہ میں اذان دی جائے۔ بھٹو اور اس کی پارٹی کے بارے میں حال ہی میں ایک فوجی افسر نے اخبار جنگ کے ذریعہ اپنی یادداشتوں کا مجموعہ شائع کیا۔ اس میں کہا ہے کہ وہ بھٹو کے نگران تھے۔ جب تک سپریم کورٹ میں بھٹو کی پھانسی کے خلاف اپیل چلتی رہی انہوں نے راولپنڈی جیل میں بھٹو کی نگرانی کی۔ کرنل صاحب نے کہا ہے کہ آخر وقت میں بھی انہوں نے بھٹو کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا ہے کہ بھٹو مولوی کے نام سے خوف زدہ تھے۔ ایسے عالم میں مولانا نورانی اسمبلی میں پہنچے۔ انہوں نے افسوس ناک ماحول میں بھی اپنے آباؤ اجداد کا تبلیغی فرض بکمال خوبی ادا فرمایا۔ یہ تو ہر ایک جانتا ہے کہ بھٹو دین کے نہیں روٹی کے نام پر برسر اقتدار آئے تھے۔ مگر مولانا نورانی نے اس کے مقابلہ میں دین کا علم بلند کیا۔ بھٹو سے قادیانی مسئلہ حل کروایا دستور میں اسلام کو سرکاری مذہب منوایا، صدر وزیراعظم چاروں ہائی کورٹوں' سپریم کورٹ افواج کے سربراہوں کے لئے مسلمان ہونا منوایا۔ اس وقت جو حلف صدر وزیراعظم اور مندرجہ بالا سربراہ پڑھتے ہیں یہ مولانا نورانی کی تحریر ہے جسے قومی اسمبلی سے منوایا۔ مگر نواز شریف کی حکومت اسلام کے نام پر برسر اقتدار آئی ہے تو اسلام کے لئے کیا ہوا اس سے ہر آدمی واقف ہے اس پر ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ نے اپنی اشاعت بمطابق جنوری 1992ء میں ص 15-16 پر سیر حاصل تبصرہ کر دیا تھا۔ مجھے زیادہ تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس وقت مولانا امام نورانی اسمبلی میں نہیں ہیں مگر جو کام وہ اسمبلی میں کرتے تھے۔ آج بھی اسی ولولہ اور غلغلہ سے کر رہے ہیں۔ ہم نے سوچا کہ حضرت امام نورانی سے سیاسی خدمات کا تذکرہ سرگرمیوں کی رپورٹیں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں مگر ملک کے عوام آپ کی بیرون ملک تبلیغی کاوشوں کی خبروں سے عموماً بے خبر رہتے ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ قائد محترم خود ایسی خبریں شائع کرواتے نہیں کیونکہ ان کے ذہن مبارک میں یہ بات جا گزیں ہے کہ وہ صرف اللہ

اور اس کے رسول پاکؐ کے دین کے لئے کام کررہے ہیں۔ اس لئے اس سلسلہ میں کسی اخبار سے کوئی بات نہیں کرتے مگر جناب قاری زوار بہادر اور میری ایک عرصہ سے تمنا تھی کہ عوام پاکستان امام نورانی کی ان مبارک اور نورانی سرگرمیوں سے بھی آگاہ ہوں۔ امام جب 16 دسمبر 1991ء کو لاہور تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا مگر لاہور میں وقت نہ نکل سکا۔ 20 دسمبر کو مجھے کراچی جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں بھی 21 دسمبر کو حاضری نہ ہو سکی۔ 22 دسمبر کو حضرت کے کاشانہ اقدس پر آیت کریمہ کا ختم مبارک تھا۔ اس دن بھی دن کو وقت نہ مل سکا۔ آپ نے بعد نماز عشاء اپنے کاشانہ مبارک پر حاضری کی اجازت مرحمت فرمائی۔ میرے ساتھ اس وقت ہمارے علاقہ کے بزرگ عالم دین پیر طریقت حضرت مولانا مہر محمد خان ہمدم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور حضرت قائد کے مخلص مرید جناب صاحبزادہ محمد افضل خان نورانی بھی تھے۔ ہم نے کم از کم حضرت قائد سے تین گھنٹے تک سوالات کی بوچھاڑ رکھی۔ قائد نے خندہ پیشانی سے ہمیں شافی جوابات سے نوازا۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ پاکستانی جرائد میں ندائے اہلسنت کو سب سے پہلے یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ حضرت کے اس اہم ترین مسئلہ پر اتنا طویل انٹرویو کیا۔ ہم حضرت قائد کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں کہ جہاں بی بی سی غیر ملکی کثیر الاشاعت اخبارت کے نمائندے اور خود پاکستانی صحافت میں روزنامہ جنگ جیسے اخبارات کے نمائندے بے نیل مرام ہم نے خود لوٹتے دیکھے ہیں وہاں ندائے اہلسنت پر آپ کی شفقت کا یہ عالم کہ مسلسل میرے انٹرویو سے زیادہ مناظرہ کو خندہ پیشانی سے نہ صرف برداشت فرمایا بلکہ شافی جوابات سے سرفراز فرمایا۔ میں نے انٹرویو کو ریکارڈ کیا ہے مگر افضال بھائی ساتھ ساتھ لکھتے بھی گئے میرے ذہن میں یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹہ کا انٹرویو ہوگا اس لئے میں نے ایک ہی کیسٹ رکھی تھی مگر انٹرویو کی زلفیں پھیلتی چلی گئیں وقت گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں محدود نہ رہا۔ حضرت نے ندائے اہلسنت پر خصوصی شفقت فرماتے ہوئے بڑی تفصیل سے اظہار خیال فرمایا۔ میں نے یورپ، افریقہ، امریکا، مشرق وسطی برصغیر میں حضرت کی تبلیغی سرگرمیوں کے علاوہ بین الاقوامی تبلیغی تحریکوں عالمی شخصیات پر بھی بے تکان سوالات کئے مگر حضرت نے نہ صرف حاضر جوابی بلکہ شگفتہ گوئی سے جوابات عطا فرمائے آئیے آپ بھی قائد کی گفتگو سے لطف اٹھائیں۔

سوال: حضرت ہم آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے اپنی گوناں گوں عالمی تبلیغی مصروفیات سے وقت نکال کر "ندائے اہلسنت" کو مشرف فرمایا۔ سب سے پہلے آپ اپنی تبلیغی مساعی سے آگاہ فرمائیں۔

جواب: سب سے پہلے تو میں آپ کو یہ عرض کروں کہ میں ندائے اہلسنت کا مستقل قاری ہوں۔ ندائے اہلسنت جو عوام اہلسنت کی فکری علمی اور ادبی خدمت کررہا ہے

وہ ہم سب کے لئے باعث فخر ہے۔ میں ندائے اہلسنت اور آپ کا بالخصوص شکر گزار ہوں کہ اپنے قارئین کے لئے کچھ کہنے کے لئے مجھے موقع عطا فرمایا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جہاں تک عالمی سطح پر تبلیغ اسلام کی ضرورت کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ بہت زیادہ ایسے مقامات ہیں جہاں پر لوگ بہت زیادہ تشنگی رکھتے ہیں کہ وہ دینی تفہیم اور رہنمائی کے لئے طالب ہیں خاص طور پر وہ ممالک کہ جہاں تقریباً اس تیس چالیس سال کے عرصہ میں مسلمان آباد ہوئے ہیں خاص طور پر برصغیر کے لوگ جن میں پاکستان اور بھارت کے مسلمان آباد ہوگئے ہیں مثلاً امریکا، برطانیہ، کینیڈا اور یورپ کے بعض حصے سنگا پور، ہانگ کانگ وغیرہ کے علاقے شامل ہیں۔ ان ممالک میں جو حکومتیں ہیں وہ صرف غیر مسلم ہی نہیں بلکہ عیسائی ہیں۔ اگر غیر مسلم حکومت ہو سیکولر ہو تو برداشت ہوجاتی ہے مگر عیسائی حکومتیں اپنے مذہب کی سرپرستی کرتی ہیں اور ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان کے ممالک میں جو مسلمان آکر آباد ہوگئے ہیں اگر ان کو وہ عیسائی نہ بنا سکیں تو کم از کم آئندہ نسل کو عیسائی ضرور بنالیں۔ اس صورتحال میں ورلڈ اسلامک مشن نے اسلام کا دفاعی پروگرام ترتیب دیا ہے کہ اگر ہم ان عیسائی حکومتوں کو مسلمان نہ بنا سکیں تو کم از کم اپنی اس نسل کو بچانے کے لئے جدوجہد کریں۔ بعض لوگوں کے نزدیک تبلیغ دین کا تصور صرف اتنا ہے کہ تھوڑا بہت دین کا چرچا کردیا جائے، دین کا کچھ نام آجائے تو اس کو تبلیغ سمجھ لیا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ ان عیسائی ملکوں میں آباد مسلمانوں کو بچانے کے لئے پاکستان کے علماء کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ غلطی ہے۔ لوگ جو ان ممالک میں جاکر آباد ہوگئے ہیں وہ بھی ہمارے بھائی ہیں۔ ان کے ایمان کی حفاظت، دینی رہنمائی اور ان کے بچوں کو کفر سے بچانا یہ ہماری بھی ذمہ داری اور مذہبی فریضہ ہے۔ جہاں ایک طرف ہم پاکستان، بھارت اور دوسرے علاقوں میں دین کی خدمت کررہے ہیں وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ان ممالک میں مسلمانوں کو دفاع اسلام کی ضرورت پیش آئے تو ہم وہاں پہنچ کر ان کی مدد کریں۔ اس وقت ضرورت ہے کہ جو علماء انگریزی، جرمنی، فرانسیسی زبانیں جانتے ہیں وہ دین کی خدمت زیادہ بہتر طریقے سے کرسکتے ہیں۔ برصغیر کے جو مسلمان ان ممالک میں جاکر آباد ہوئے ہیں ان کی جدید نسل کی تعلیم و تربیت وہاں کی زبان میں ہوتی ہے اور ان کا

اسلام سے وہ تعلق نہیں ہے جو ان کے والدین کا ہے۔ دین اور وطن سے جو تعلق یہاں رہ کر ہوسکتا ہے وہ ان ممالک میں رہ کر پیدا نہیں ہوسکتا۔ ان لوگوں کی رہنمائی کے لئے ورلڈ اسلامک مشن مساجد اور ابتدائی دینی تربیت کے مراکز، دینی مدارس کے قیام سے ان کی رہنمائی کررہا ہے تاکہ گرجا گھر ان بچوں پر اثر انداز نہ ہوسکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ بعض مقامات پر ورلڈ اسلامک مشن کو اس سلسلہ میں کامیابی ہوئی ہے۔ ہم نے ہالینڈ' فرانس' بلجیئم' برطانیہ' ناروے' جرمنی' کینیڈا' امریکا' جنوبی امریکا' آسٹریلیا' افریقہ' جنوبی افریقہ' مشرقی افریقہ' ماریشس وغیرہ میں تعلیمی مراکز قائم کئے ہیں جہاں ہم نے کوشش کی ہے کہ ان علاقوں میں مسلمانوں اور ان کی جدید نسل کا تعلق دین حق سے مضبوط تر کیا جائے اور ایک حد تک اس سلسلہ میں کامیابی بھی ہوئی ہے۔ ورلڈ اسلامک مشن کو کسی بھی حکومت کی سرپرستی حاصل نہیں ہے۔ لیکن اس اہم مقصد کے لئے وسائل کی ضرورت تو ہوتی ہے۔ الحمد اللہ ہم نے کسی بھی حکومت کا بار احسان اٹھائے بغیر اپنی جدوجہد کو جاری رکھا ہوا ہے اور نہ ہی ہماری کبھی یہ خواہش رہی ہے کہ کوئی حکومت ہماری سرپرستی کرے کیونکہ جس حکومت سے وسائل حاصل کریں گے وہ اپنے مقاصد کے لئے بھی ہمیں استعمال کرنے کی کوشش کرے گی۔ یہ ہمیں گوارا نہیں ہے۔ اس لئے ہم نے کسی حکومت کے بغیر محض اللہ اور رسول ﷺ کے سہارے جدوجہد کی ہے اور ہم مسلمانوں ہی کے محدود وسائل سے کام کررہے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مقامی طور پر ورلڈ اسلامک مشن کی رکنیت سازی ہوتی ہے۔ اس سے جو کچھ آتا ہے وہ بھی اسی مشن میں صرف کیا جاتا ہے۔ چنانچہ الحمدللہ محدود وسائل کی بناء پر ان ممالک میں بڑی بڑی مساجد کا قیام عمل میں آیا اور ہم اس مشن میں ایک حد تک کامیاب رہے کہ مسلمانوں کی جدید نسل کو دین سے مربوط رکھا۔ اسی لئے میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ جن علماء میں مذکورہ بالا صلاحیتیں ہیں وہ ان ملکوں میں جاکر ان لوگوں کو عیسائیت کے چنگل سے بچائیں ورنہ انکے دین سے بہک جانے کے خطرات واضح ہیں۔

سوال: اس عظیم تبلیغی کام میں آپ کو دشواریوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہوگا۔

جواب: جی ہاں یوں تو بہت سی دشواریاں ہوتی ہیں مگر سب سے بڑی دشواری

ہماری داخلی ہے کہ ہم پوری دنیا میں عقائد کے اختلاف سے بچ کر صرف اسلام کے لئے کام کرتے ہیں۔ مگر رابطہ عالم اسلامی کی نام نہاد تنظیم جس کا مرکزی دفتر مکہ معظمہ میں ہے مسلمانوں میں جھگڑے پیدا کرنے میں قابل مذمت اور گھناؤنا کردار ادا کررہی ہے۔ بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ رابطہ عالم اسلامی نہیں بلکہ رابطہ عالم شیطانی ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ لوگ ان کو بلاتے ہیں کہ اسلامی مرکز قائم کریں مگر وہ شرط لگاتے ہیں کہ پوری مسجد ہماری تحویل میں دو۔ جب مسجد پر قابض ہوجاتے ہیں تو پھر اپنے افکارو نظریات کا پرچار کرتے ہیں اور لوگوں کو جبراً اپنے عقیدہ پر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک حرکت یہ بھی کرتے ہیں کہ پیسہ دے کر مبلغین کو بھیج کر اسلام کی بجائے اپنے فرقہ کی تبلیغ کرتے ہیں۔ یوں مسلمانوں میں مذہبی اختلافات پیدا کرنے میں گھناؤنا کردار ادا کرتی ہے۔ اس کے ساتھ پاکستان کی تبلیغی جماعت بھی یورپ کے بعض علاقوں میں جاتی ہے۔ یہ بھی یہی کرتی ہے۔ لوگوں کو اسلام سے ہٹا کر اپنے مخصوص فرقے کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔ یوں ان کا مشن تبلیغ اسلام نہیں ہوتا بلکہ تبلیغ وہابیت ہوتا ہے۔ رابطہ عالمی اسلامی سے ان کا ربط وضبط ہے۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

سوال: امریکا میں مسلمانوں کی تعداد کیا ہے ان میں تبلیغی کاوشیں کیا ہیں؟

جواب: امریکا میں اس وقت مسلمانوں کی تعداد تقریباً 40 سے 50 لاکھ کے قریب ہے۔ ان میں بنیادی طور پر وہ مسلمان ہیں جنہیں امریکی اقوام افریقہ سے اڑھائی تین سو سال قبل غلام بنا کر لائیں تھیں۔ یہ رنگ کے کالے ہیں۔ امریکی انہیں "بلیک" کہتے ہیں۔ انہیں گوروں کے برابر نہیں سمجھتے۔ یوں نسلی امتیاز کی بناء پر امریکی معاشرہ میں انہیں عزت میسر نہیں ہے۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جس میں نسلی، گروہی، زبان، ثقافت اور رسم و رواج کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ اس لئے ان کالے رنگ کے مسلمانوں کو اسلام میں سکون ملتا ہے۔ یہ لوگ پورے امریکا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ ماضی میں غلام تھے۔ ابھی تک امریکی معاشرہ میں پذیرائی نہیں پاسکے جبکہ اسلام بندہ و آقا کا امتیاز مٹا دیتا ہے۔ اس لئے ان میں اسلام بڑی تیزی سے مقبول ہورہا ہے۔ ان کے علاوہ امریکا میں پاکستان' بھارت' فلسطین' لبنان' مصر' شام' ترکی اور بعض افریقی ممالک سے بھی جاکر مسلمان آباد

ہوئے ہیں۔ ان مسلمانوں کی تعداد میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ 50لاکھ کے قریب ہے اور مسلسل بڑھتی جا رہی ہے سب تک پہنچنے کے لئے لاتعداد وسائل کی ضرورت ہے مگر اس کے باوجود لوگ از خود اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں کہ انہیں یقین ہو جاتا ہے اسلام ہی ان کی نجات کا ضامن ہے۔ دنیا میں بھی عزت صرف اسلام ہی سے وابستہ ہے۔ اس ذہن کو پختہ کرنے اور اسلام کو ان کے لئے مزید قابل قبول بنانے کے لئے ورلڈ اسلامک مشن اپنی بساط کے مطابق کوشش کر رہا ہے۔

سوال: امریکا میں یہودیوں کی تعداد تو معمولی ہے مگر وہ سیاسی اور معاشی طور پر بہت مضبوط ہیں۔ اس صورتحال کا توڑ بھی ورلڈ اسلامک مشن نے کچھ سوچا ہے؟

جواب: یہودی بھی امریکا میں صدیوں سے آباد ہیں انہوں نے کس طریقہ پر اپنی قوم کو امریکا پر مسلط کیا ہے۔ اولاً معاشی طور پر اور ثانیاً تعلیمی طور پر۔ معاشی اعتبار سے یہودی بینکوں، انشورنس کمپنیوں، تجارتی اداروں، صنعتی مرکزوں پر قابض ہیں۔ تعلیمی طور پر انہوں نے اپنے بہترین افراد کو وائس چانسلر اور دیگر اہم مناصب تک پہنچایا ہوا ہے۔ یوں اس وقت وہ عیسائیت پر بھی غالب ہیں۔ یہودیت، صہونیت کا اثر ہر طرح اس ملک کی اکثریت پر بھی مسلط ہو چکا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں طریقوں پر مسلمانوں کو بھی آگے بڑھنا چاہئے۔ معاشی تجارتی اور اقتصادی طور پر جوں جوں مسلمان مضبوط ہوتے جائیں گے توں توں یہودیت کی کمر ٹوٹتی چلی جائے گی۔ ہم مسلسل یہی فکر اپنے مسلمان بھائیوں میں پھیلا رہے ہیں اور خدا کا شکر ہے مسلمانوں میں یہ شعور پیدا ہو چکا ہے۔ خدا کے فضل سے مسلمان معاشی طور پر مسلسل مضبوط ہو رہے ہیں مگر یہودیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں کو کافی عرصہ لگے گا۔

سوال: آپ نے ابھی فرمایا کہ امریکا میں 40 سے 50لاکھ کے قریب مسلمان آباد ہیں مختلف تبلیغی جماعتوں اور بالخصوص ورلڈ اسلامک مشن کے ذریعہ ان میں سے کتنے فیصد میں اسلامی شعور پیدا ہو گیا ہوگا۔

جواب: ان کی تعداد تقریباً 60 فیصد مسلمان دینی شعور سے آراستہ ہیں انہیں کفر کی اسلام اور انسان دشمنی کا پورا شعور حاصل ہے مگر پھر بھی وسائل کی کمی کے باعث

اسلام کا مکمل پیغام ہم اُن تک نہیں پہنچا سکے مگر کوششیں جاری ہیں۔

ماریشس میں ایک کالج دارالعلوم ہے۔ جنوبی افریقہ میں ڈربن میں دارالعلوم سری لنکا میں دارالعلوم ہے۔ یورپ میں ہالینڈ کے دارالحکومت کا نام ہیگ ہے وہاں پر 1984ء میں ہم نے ایک دارالعلوم قائم کیا تھا۔ اس وقت وہ عظیم الشان دارالعلوم ہے اس میں اس وقت کم از کم 80 بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان ممالک میں تعلیم مفت ہے اور لازمی ہے یعنی ہر بچے کے لئے ضروری ہے کہ سکول بھی جائے۔ دن کو بچے سکول جاتے ہیں اور سکول کے بعد ان کے پاس وقت بہت تھوڑا بچتا ہے کیونکہ دنیاوی تعلیم کے باعث دینی تعلیم کے لئے وہ اس سے زیادہ وقت نہیں دے پاتے ہم نے ہیگ میں اس لئے دارالعلوم قائم کیا کہ یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے طلباء پورے یورپ میں دینی تبلیغی کام کریں گے۔ ابھی میں نے عرض کیا کہ بچے ہمیں زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ دے پاتے ہیں مگر ہفتہ اتوار کو چونکہ تمام اداروں میں دو دن چھٹی کے ہوتے ہیں وہ پورے دو دن ہمارے پاس رہتے ہیں۔ اس لئے ہم نے ان کی اتنی تربیت کردی ہے کہ اس یورپی ماحول میں ان کو جتنا بگڑ جانا چاہئے تھا وہ اس سے بچ گئے ہیں۔ دین حق سے ان کا تعلق مضبوط رکھنے میں الحمدللہ کامیاب رہے ہیں اس دارالعلوم میں ملتان شریف سے قاری خیر محمد چشتی کوہاٹ سے قاری عبدالقیوم ایک عالم ہیں مولانا حافظ عبدالرشید ہیں۔ یہ ہالینڈ کے ہی رہنے والے ہیں مگر پاکستان میں چھ سال تک پڑھتے رہے اب وہاں پڑھا رہے ہیں۔ وہاں سے ہم نے کچھ طلباء کو پاکستان لیبیا وغیرہ مسلمان ممالک میں بھی بھیجا ہے۔ وہاں پڑھ کر یہ پوری کھیپ پورے علاقہ میں پھیل کر دین حق کا پیغام پہنچا رہی ہے۔ ہالینڈ کے دارالحکومت ہیگ میں قائم ہونے والے دارالعلوم کا نام "جامعہ مدینۃ الاسلام" ہے۔ اس کے ساتھ ہاسٹل ہے۔ کھانا مفت دیا جاتا ہے۔ حفظ تجوید قرات کے ساتھ ابتدائی عربی اور دینی تعلیم کا انتظام ہے۔ اس کی پرشکوہ عمارت 26 کمروں پر مشتمل ہے۔ درس نظامی کا انتظام بھی جلد کردیا جائے گا۔ اسی طرح پروگرام ہے کہ مانچسٹر میں ورلڈ اسلامک مشن کے سیکرٹری جنرل مولانا قمر الزماں اعظمی مدظلہ کی نگرانی میں ایک دارالعلوم قائم کیا جائے وہاں ایک مرکز ہے۔ مسجد ہے۔ اگست کے مہینہ میں میں نے اس کا افتتاح بھی کیا ہے۔ ڈربن کے دارالعلوم کا نام"

دارالعلوم علیمیہ" ہے۔ ماریشس میں تقریباً 2 لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ ماریشس ایک جزیرہ ہے۔
اس میں تقریباً ایک سو بیس مساجد ہیں۔ ان میں تقریباً 90 مساجد میں آئمہ وہ ہیں۔ جو
دارالعلوم علیمیہ سے فارغ التحصیل ہیں۔ ان کے اساتذہ کو پاکستان بھیجا ہے۔ وہاں امامت کا
کورس کرایا جاتا ہے۔ کچھ طلباء بریلی شریف کچھ جامعہ اشرفیہ مبارک پور بھارت سے فارغ
التحصیل ہیں۔ یورپی ممالک سے برصغیر کے ممالک یعنی پاکستان اور بھارت میں جن طلباء کو
حصول تعلیم کے لئے ہم بھیجتے ہیں۔ ہم انہیں ورلڈ اسلامک مشن کی طرف سے باقاعدہ ماہانہ
وظیفہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ پورے براعظم افریقہ میں ہمارے مراکز ہیں
ہیں۔ ساؤتھ امریکا میں ہمارا ایک مرکز ہے۔ پورے یورپ کے لئے ناروے کے
دارالسلطنت اوسلو میں سات آٹھ سال سے ورلڈ اسلامک مشن کی کوششیں جاری تھیں مگر اب
خدا کے فضل سے شہر کے وسط میں زمین مل گئی ہے۔ اب وہاں مسجد اور مدرسہ کی تعمیر کا کام
جاری ہے۔ یوں یورپ میں مانچسٹر کے بعد یہ دوسرا مرکز ہوگا اس طرح انگلستان میں بھی
ایک مرکز کام کررہا ہے۔ ناروے سکنڈی نیوین ممالک کا بڑا اہم ملک ہے۔ یہاں تقریباً
چالیس ہزار مسلمان آباد ہیں۔ 35 ہزار پاکستانیوں کے علاوہ ترکی اور عرب مسلمان ہیں۔ یہ
مرکز ان مسلمانوں کے لئے ہے۔ یہ مسجد ناروے کی تاریخ کی پہلی مسجد ہے۔ اسی طرح
ہالینڈ کا ایک بڑا شہر ایمسٹرڈیم اس کے دارالحکومت ہیگ کے بعد بڑا شہر ہے۔ اس کا بین
الاقوامی ہوائی اڈہ یہیں ہے۔ یہاں بھی اس شہر کی تاریخ میں پہلی مسجد ورلڈ اسلامک مشن نے
تعمیر کی ہے۔ اس کا نام جامع مسجد طیبہ ہے۔ اس میں ایک ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے۔
اب یہاں ہم مدرسہ بنانے کی کوششیں کررہے ہیں۔ زمین کی کوشش ہے۔ ایمسٹرڈیم کی اس
مسجد طیبہ کی تعمیر کے لئے ہمیں پانچ سال جدوجہد کرنا پڑی اس کی بڑی مخالفت ہوئی کیونکہ
یورپ میں یہودی بھی بڑے بااثر ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ کسی یورپی شہر کی میونسپلٹی میں کوئی
اسلامی مرکز قائم ہو اس لئے انہوں نے مخالفت کی۔ ادھر اقوام متحدہ کی عالمی عدالت بھی
ہالینڈ کے دارالحکومت ہیگ میں ہے۔ اقوام متحدہ اس میں ججوں کا تقرر کرکے ہیگ ہی بھیجتی
ہے۔ اس میں پاکستان کا مرتد قادیانی سر ظفر اللہ خان بھی آگیا تھا اس نے ایک چھوٹی سی
جگہ لے کر وہاں اپنا قادیانی مرکز بنادیا اس سے قبل لوگ ہالینڈ میں اسی کو مسجد سمجھتے تھے۔ مگر

ہم نے ہیگ میں بھی مسجد اور دارالعلوم بنایا اب جب ہم ایمسٹرڈیم میں مسجد بنانے لگے تو
قادیانیوں نے بھی بھرپور مخالفت کی۔ اس پر افسوسناک امر یہ بھی ہے کہ نام نہاد رابطہ عالم
اسلامی نے بھی مخالفت میں اپنا پورا زور لگایا مگر بفضل تعالیٰ مسجد طیبہ ان مشکلات کے باوجود
تعمیر ہوگئی ناروے میں جس وقت ہم مسجد کی تعمیر کررہے تھے۔ اس وقت بھی بہت مخالفت
ہوئی مگر اسلام کی صداقت کا بین ثبوت ہے کہ مسجدوں دارالعلوموں کا سلسلہ پھیلتا جارہا ہے۔
یوں ہمارے یورپ میں کل دارالعلوم آٹھ ہیں۔ اور ان میں ایک ہزار طلبہ تعلیم حاصل کرتے
ہیں۔ اساتذہ پچاس ہیں۔ ان مسلمانوں کی تربیت کے لئے ہم نے صحافت کو بھی ذریعہ بنایا
عربی زبان میں ہمارا ماہنامہ "الدعوۃ" اور انگریزی "دی میسج انٹرنیشنل" نکلتے ہیں۔ عربی میں
اس لئے ہم نے یہ جریدہ نکالا کہ فلسطین مصر لبنان اور شام سے بھی کافی تعداد میں جاکر لوگ
آباد ہوگئے اور یہ عربی ہی پڑھتے ہیں۔ انگلش میں یورپی مسلمانوں کی تربیت مطلوب ہے۔
انگریزی زبان کا ماہنامہ گزشتہ 12 سال سے نکلتا ہے۔ اس کو زیادہ تر مفت تقسیم کیا جاتا
ہے۔ تاکہ مغربی ممالک کی لائبریریوں، حکمرانوں پارلیمنٹ کے ممبروں تک دین کا پیغام
پہنچے۔ یہ ماہنامہ یہاں کراچی سے شائع ہوتا ہے اور پھر یورپ میں تقسیم کردیا جاتا ہے۔ اس
کے اخراجات ورلڈ اسلامک مشن ٹرسٹ برداشت کرتا ہے۔ ہماری ان مساعی سے عیسائیت
پریشان ہوتی ہے۔ ہمارے ماہنامہ اور دینی لٹریچر کو وہ برداشت نہیں کرتے۔ بعض اوقات وہ
مناظرے پر بھی اتر آتے ہیں۔..... مثلاً امریکا میں ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ وہاں عیسائیوں
کا فرقہ زیادہ تعداد میں رومن کیتھولک ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ
الصلوٰۃ مصطفیٰ کا معجزہ بیان کیا مگر کسی نے حکومت کو شکایت کردی کہ فسادات کا خطرہ ہے۔
ایک گھنٹہ بھی یہ مناظرہ نہ چلا تھا کہ حکومت نے بند کروادیا غرضیکہ ہماری کاوش کو جو ہم سے
ہوسکتا ہے۔ ہم جاری رکھے ہوئے ہیں۔ پورے یورپ میں عیسائیت کو بائبل کے محرف
ہونے کا ہم چیلنج کرتے رہتے ہیں۔ اور ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ تین وجوہ کی بنا پر بائبل
میں تحریف ہوچکی ہے۔ یعنی عیسائیوں کی روحانی کتاب اصلی صورت میں موجود نہیں ہے۔
یہ بائبل تقسیم ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں میں یعنی آپ کے شاگردوں کے نام تھے۔
لوقا' مرقس' متی' یوحنا وغیرہ آج بائبل انہی کے نام پر ہے۔ اصل نہیں ہے۔ اس وقت بائبل

کے ترجمے موجود ہیں۔ اصل روئے زمین پر کہیں نہیں ہے۔ بائبل کی ترتیب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بعد میں دی گئی ہے۔ جب اللہ نے انہیں آسمان پر اٹھالیا تو عیسائی قوم نے اپنی مرضی سے کتاب میں تحریف کرلی۔ ہماری باتوں کا جواب ان کے پاس نہیں ہوتا۔ ساؤتھ امریکا کے مناظرے میں بھی میں نے یہ باتیں کہیں جن کا پادری صاحبان جواب نہ دے پائے۔ وہ تو مناظرہ سرکاری احکامات پر ختم کردیا گیا ورنہ اور بھی بہت سے دلائل آتے۔ ویسے بھی مجھے یورپ کی یونیورسٹیوں میں جب لیکچر کے لئے بلایا جاتا ہے تو بہت سے پادری موجود ہوتے ہیں۔ انہیں تقریر کے بعد سوال کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ مگر وہ عیسائی مذہب کا دفاع نہیں کرسکتے کیونکہ یورپ اس وقت مادیت کی آگ میں جل رہا ہے۔ مذہب سے خود بھی مطمئن نہیں۔ اسلام کے فطرتی پیغام کو مادیت کے تار عنکبوت سے نہیں روکا جاسکتا۔

سوال: عیسائی دانشوروں کا اسلام پر سب سے بڑا اعتراض کیا ہوتا ہے۔

جواب: کچھ بھی نہیں یہی گھسے پٹے سوالات کہ حضور پر نور ﷺ نے اتنی شادیاں کیوں کیں، عورتوں سے معاذ اللہ زیادہ راغب تھے۔ ہم جس وقت بائبل سے نکال کر سیدہ مریم کے بارے میں غلیظ عبارتیں انبیاء کو گالیاں جب دکھاتے ہیں۔ اور سید عالم ﷺ کی شادیوں کی عقلی حکمت عملیوں کے جب معقول دلائل پیش کرتے ہیں۔ تو عیسائی دانشوروں کو منہ چھپانے کے لئے جگہ نہیں ملتی۔

سوال: ورلڈ اسلامک مشن نے کچھ کتابیں بھی شائع کی ہوں گی ان کی تعداد؟

جواب: جی ہاں ہم نے کراچی سے نو مختلف موضوعات پر تقریباً ایک لاکھ کتاب شائع کی ہے۔ مگر مختلف ممالک میں ورلڈ اسلامک مشن کی شاخوں نے ان کو مزید شائع کیا۔ اب تک کل تعداد تقریباً 10 لاکھ ہوگئی ہے اور یہ تمام کتابیں مفت ہیں۔ حتیٰ کہ ڈاک کا خرچ بھی ہم کسی سے نہیں لیتے۔ خود کوئی صاحب بھیج دیں تو ان کی مرضی مگر ہم کس سے کچھ نہیں مانگتے۔ ان کتابوں میں اسلام کی ابتدائی تعلیمات پر زور دیا گیا ہے اور انہیں زیادہ تر مختصر سے مختصر ضخامت میں چھاپا گیا ہے۔ تا کہ پڑھنے والا پہلی ہی فرصت میں اسلام کے پیغام سے واقف ہو جائے۔ ان میں نماز کے احکام فوائد وغیرہ پر مشتمل مواد ہے۔

میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض قلمی کے ساتھ پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب کے رسالے بھی ان میں شامل ہیں۔

اب سلسلہ میں مزید اضافہ کیا جارہا ہے کہ یورپ کا ایک واحد مسلمان ملک ہے "البانیہ"۔ اس کی کل آبادی 40 لاکھ ہے۔ اس میں 80 فیصد مسلمان ہیں۔ ان کی زبان مقامی ہے۔ 65 سال تک یہ ملک مسلمان کمیونسٹوں کے زیر اقتدار رہا ہے۔ یہ مسلمان شاہ سے بھی زیادہ شاہ پسند تھے۔ کہ روسی بلاک میں بھی نہیں تھے۔ روس سے بھی زیادہ کمیونسٹ تھے۔ انہوں نے 65 سال دینی مدرسہ مسجد تبلیغ وغیرہ پر پابندی رکھی انہوں نے مسجد کے ساتھ گرجاؤں پر بھی پابندی لگا رکھی تھی مگر اب حال ہی میں اس پر روس کی تباہی کے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ وہاں پر انتخابات ہوئے ہیں۔ کمیونسٹوں کو شکست ہوئی ہے۔ اسلامی فکر کے لوگ آگئے ہیں۔ ہم نے اپنے کچھ دوستوں کو وہاں پہلے بھی بھیجا تھا مگر عنقریب میں خود ناروے اور دیگر یورپی ممالک میں موجود ورلڈ اسلامک مشن کی شاخوں کے سربراہوں کے ساتھ دورہ کرنے والا ہوں۔ ہم وہاں جاکر معائنہ کریں گے کہ مساجد اور مراکز کی تعمیر کیسے کی جائے۔ اس کی سرحدیں اٹلی' یونان اور یوگوسلاویہ سے ملتی ہیں۔ اس کے سرکاری ایوانوں سے تو کمیونزم نکل چکا ہے۔ مگر کمیونسٹ موجود ہیں۔ انہوں نے بدترین سے بدترین سلوک مسلمانوں سے کیا اذان تک پر پابندی رہی۔ اب یہاں تبلیغ کی نئی حکمت عملی طے کرنا پڑے گی۔ اس لئے لٹریچر بھی اس کے مطابق شائع کرنا ہے۔ اس کے لئے وسائل کو جمع کرنا ہوگا۔ روس سے آزاد ہونے والی مسلمان ریاستوں میں کمیونزم کے زمانے میں جا چکا ہوں۔ ابھی ادھر جانے کے لئے جس قدر وسائل کی ضرورت ہے۔ میسر نہیں ہیں۔ جب یہ صورت پیدا ہوگی انشاء اللہ ضرور جاؤں گا۔

سوال: البانیہ کے مسلمان کس فقہ کے پیروکار ہیں۔ حنفی شافعی مالکی یا حنبلی؟

جواب: یہاں تمام مالکی ہیں۔ کہیں بھی آپ کو کوئی حنفی نظر نہیں آئے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ عباسی سلطنت مصر تک نہیں پہنچی تھی۔ جہاں جہاں عباسیوں کا اقتدار ہوا وہاں وہاں حنفی بھی پہنچ گئے۔ دنیا کے اکثر حصہ میں عباسیوں کا اقتدار ہوا اس طرح انہوں نے حنفی فقہ کی بھی خدمت کی عباسیوں کے دور میں حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد رشید

حضرت قاضی ابو یوسف قاضی القضاۃ تھے۔ ان کی حکومت تاشقند‘ ثمرقند و بخارا تک گئی راستے میں چین‘ برصغیر یعنی پاکستان‘ بھارت‘ افغانستان وغیرہ آئے۔ یہاں اسلام حنفی اولیاء نے پہنچایا۔ اس لئے ان علاقوں میں حنفی مسلمان ہیں۔ روس سے آزاد ہونے والی ریاستوں میں سو فیصد حنفی مسلمان ہیں۔ دوسرا کوئی ہے۔ ہی نہیں‘ مصر میں شافعی زیادہ ہیں۔ کچھ مالکی مسلمان ہیں۔ اسپین بھی مالکی تھا۔ اب وہاں مسلمان ہی نہیں رہے۔ اس لئے جب مسلمانوں کے پاس تھا۔ سب مسلمان مالکی تھے۔ مراکش الجزائر سوڈان‘ چھات‘ ریونا‘ حیبا میں کچھ شافعی حضرات بھی ہیں۔ کہیں خال خال حنفی بھی نظر آجائیں گے مگر ان تمام ممالک کے مسلمان سنی ہیں۔ مزارات پر جاتے ہیں۔ الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللّٰہ زور وشور اور ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں۔ سیدنا امام مالک ابن انس کے تلامذہ ان علاقوں میں پہنچے بلکہ موطا بھی ان علاقوں میں مرتب ہوا۔

سوال: سعودی عرب وغیرہ کی حکومتیں تبلیغ کے دعوے کرتی ہیں۔ ان کے سفارتخانے کیا کرتے ہیں؟

جواب: کویت‘ ابوظہبی‘ عرب امارات‘ سعودی عرب کے سفارتخانے عیاشیوں کے اڈے ہیں۔ صرف سعودی سفارت خانہ میں ایک آدمی رابطہ عالم اسلامی کے لئے کام کرتا ہے۔ باقی سفراء عیش کوش‘ عیاش اور بد کردار ہوتے ہیں۔ خود پاکستان کے بجٹ میں تبلیغ کے نام پر رقوم ہوتی ہیں۔ ان کے اثرات باہر کہیں نظر نہیں آتے اور رقوم بھی کوئی زیادہ قابل ذکر نہیں ہوتیں مگر پھر بھی جو کچھ ہوتا ہے۔ وہ بھی باہر نظر نہیں آتا۔

سوال: آپ نے پوری دنیا میں غیر مقلدین کہاں کہاں دیکھے؟

جواب: یہ فرقہ صرف برصغیر کی پیداوار ہے۔ اب رابطہ عالم شیطانی کے تنخواہ دار کہیں کہیں تقلید کے خلاف باتیں کرنے لگے ہیں۔ مگر عموماً یہ لوگ برصغیر کی دریافت ہیں۔ ورنہ پوری دنیائے اسلام میں تقلید کے خلاف کوئی نہیں ہے۔ جہاں جہاں سعودی عرب کا نفوذ ہو رہا ہے۔ یا جو لوگ ان کے دام تزویر میں پھنس جاتے ہیں۔ ان کے سوا تو کوئی نہیں ہے۔ عقیدہ کے اعتبار سے مصر‘ مراکش‘ سوڈان‘ الجزائر‘ لیبیا‘ تیونس‘ ممباسہ‘ جنوبی مشرقی شمالی افریقہ، نیروبی وغیرہ میں بڑی دھوم دھام سے محافل میلاد شریف ہوتی ہیں۔ جہاں ہزاروں

کی تعداد میں لوگ ربیع الاول شریف کی بارہویں کو جمع ہوتے ہیں۔ جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔ کھانے پکا کر کھلائے جاتے ہیں۔ اذان سے قبل صلوۃ وسلام ہوتا ہے۔ ان تمام ممالک میں یہ عمل کسی اختلاف کے بغیر جاری ہے۔ آپ آج بھی جا کر دیکھ سکتے ہیں۔ یہ عمل عراق میں بھی ہے۔ کہیں اذان کے بعد صلوۃ وسلام ہے۔ کہیں پہلے مگر ہے۔ ہر جگہ شام میں بھی میں نے ایسا ہی دیکھا ہے۔ سیدنا امام اعظم سیدنا غوث اعظم کے مزارات مقدسہ پر باقاعدہ یہ عمل مبارک ہے۔ ترکی میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی نوری جماعت ہے۔ اس کے پورے ملک میں گہرے اثرات ہیں۔ یہی تمام اعمال مبارکہ ترکی کے تمام مسلمان کرتے ہیں۔ جماعت اسلامی کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ ترکی میں مولانا مودودی کی فکر پہنچ رہی ہے۔ حالانکہ ان تمام ممالک میں مودودی فکر نہ پہنچ سکی ہے اور نہ ہی پہنچ سکتی ہے۔ انہوں نے سعودی ملوکیت کے زیر اثر وہابیت کا اثر قبول نہیں کیا، مودودی کیا ہیں۔ مسلمان بڑے پختہ عقیدے کے ہیں۔ ترکی میں لوگ سو فیصد حنفی ہیں۔ اور کسی نہ کسی سلسلہ کے مرید ہیں دو سلسلے ہیں: قادری اور نقشبندی۔ ترکی کے شہروں میں بے پناہ نمازی ہوتے ہیں۔ استنبول وغیرہ میں مسجدیں بھری ہوتی ہیں۔ اور اذان کے قبل یا بعد بڑے ذوق وشوق سے صلوۃ و سلام پڑھا جاتا ہے۔ دینی معلومات بھی ان کی خاصی پختہ ہیں۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک قسطنطنیہ میں ہے۔ وہاں بے پناہ ہجوم رہتا ہے۔ کھوے سے کھوا چھلتا ہے اور اسی طرح سے سیدنا ایوب انصاریؓ جو صحابی رسول بلکہ میزبان رسول علیہ السلام ہیں۔ ان کا مزار اقدس بھی ترکی کے شہر قسطنطنیہ میں ہے۔ گنبد شریف بنا ہوا ہے۔ صبح سے شام تک ہر گھنٹے میں کم از کم سو آدمی گزر جاتا ہوگا۔ جمعہ کو ذرا دیر سے جائیے تو مسجد میں جگہ نہیں مل سکتی۔ ترکی میں تمام درگاہوں پر ایسا ہی عالم ہے۔ تمام اہلسنت ہیں۔ اسی طرح کے اہلسنت ہیں۔ جیسے کہ ہم یعنی اولیاء کرام سے عقیدت، نیاز مندی۔ مزارات مقدسہ پر حاضری دیتے ہیں۔ سب کے عقائد بالکل وہی ہیں۔ جو اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت امام اہلسنت سیدنا احمد رضا خان محدث بریلوی رضی اللہ عنہ وارضا عنہ کے عقائد ہیں۔ حالانکہ ان کے علماء کی اکثریت ہماری غفلت کی وجہ سے اعلیٰ حضرت بریلوی کے نام نامی سے بھی واقف نہیں وہ ان عقائد کے قائل اور عامل ہیں۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امام اہلسنت نے کوئی نیا

مذہب ایجاد نہیں کیا پوری دنیا کے سُنیوں کا ایک ہی عقیدہ ہے۔ جس کی تشریح برصغیر میں امام اہلسنت نے فرمادی۔ مصر کی بھی سن لیں۔ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا مزار مبارک قاہرہ میں ہے۔ جامعہ ازہر سے متصل ہے۔ آپ تو جانتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام عالی مقام امام حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کے سر اقدس کے بارے میں تین روایات ہیں۔ ایک یہ ہے کہ سر اقدس دمشق میں ہے، دوسری روایت کے مطابق مدینہ منورہ میں اور تیسری روایت کی رو سے سر اقدس مصر میں ہے۔ اس روایت کے مطابق مصر میں امام حسین کے سر اقدس کے مزار مبارک پر اتنا ہجوم ہوتا ہے کہ جمعرات کو کم از کم روضہ شریف پر فاتحہ پڑھنے کے لئے آدھ گھنٹہ انتظار کرنا پڑتا ہے۔ تیونس میں مزارات مقدسہ پر اسی طرح کا ہجوم ہے۔ جیسے حضور سیدنا داتا علی ہجویری کے مزار اقدس پر ہوتا ہے۔ تیونس میں سیدنا عقبہ ابن نافع ہیں۔ یہ اسلامی فوج کے سپہ سالار تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب یہ تیونس اسلامی فوج کی سربراہی فرماتے ہوئے تشریف لائے تو ایک جگہ فوجی چھاؤنی بنانے کا اعلان کیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضور یہاں تو درندے رہتے ہیں۔ آپ نے کھڑے ہوکر جانوروں کو خطاب فرمایا کہ۔

"اے درندو! جانورو! یہاں سے نکل جاؤ ہم آگئے ہیں"

اس حکم پر تمام درندے اس جنگل سے نکل گئے۔ یہ فاتح تیونس ہیں۔ مصر میں سیدنا امام شافعی، سیدنا احمد کبیر رفاعی، سیدی احمد البدوی کے بھی مزارات ہیں۔ اس طرح ان پر بھی بہت بڑے بڑے ہجوم رہتے ہیں۔ پورے عالم اسلام میں اولیاء کے مزارات مرجع خلائق ہیں۔ اس پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ عالم اسلام میں عقیدہ پر اتحاد ہے۔ پوری مسلم امہ کا وہی عقیدہ ہے۔ جو اولیاء برصغیر کا اور امام احمد رضا بریلوی کا۔ جن ملکوں کا میں نے تذکرہ کیا ان میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے نام نامی سے پرانے علماء تو واقف ہیں۔ مگر نئی نسل کے علماء کو ہم اعلیٰ حضرت کا تعارف نہیں پہنچا سکے بلکہ برصغیر کے اکابر میں سے سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی، سیدنا مجدد الف ثانی کے نام نامی سے بھی بہت کم واقف ہیں۔ ان علاقوں میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ تو ہے۔ مگر وہ حضرات مجددی نہیں ہیں، سیدنا عبیداللہ احرار سے نسبت ہے۔ مجددی نقشبندی حضرات برصغیر، افغانستان، ترکی اور کچھ شام وغیرہ تک ہے۔ مجھے الحمد اللہ مجددی ہونے کا شرف

حاصل ہے۔

سوال: عالم اسلام میں شیعہ عقیدہ کے لوگ کہاں کہاں ہیں؟

جواب: آذر بائیجان، ایران شام میں ہیں۔ مگر مصر، تیونس، مراکش، الجزائر وغیرہ میں کہیں شیعہ نظر نہیں آتے۔ شیعہ عراق میں 25 فیصد ہیں۔ لیکن صدر صدام حسین نے یہ کارنامہ سرانجام دیا کہ اقتدار میں آنے کے بعد عزاداری کے تمام جلوسوں پر پابندی لگادی۔ اب کوئی جلوس نہیں نکلتا یہ سب کچھ اندر تو ہوسکتا ہے۔ خود ایران میں تعزیہ نہیں ہوتا۔ دنیا میں جہاں جہاں شیعہ ہیں۔ کہیں تعزیہ کی رسم نہیں ہے۔ بلکہ ایران میں تو کوئی ماتمی جلوس بھی نہیں نکلتا۔ میں شاہ کے زمانے میں محرم میں تہران گیا تھا۔ ایک ہفتہ رہا۔ امام باڑوں میں مجالس بڑی دھوم دھام سے ہوتی ہیں۔ مگر سڑک پر نہ کوئی تعزیہ نہ گھوڑا نہ دلدل البتہ عراق میں جلوس نکلتے تھے۔ جو صدام حسین نے بند کردیئے ان کو امام باڑوں میں پوری آزادی ہے۔ ایران میں تو شیعہ کل آئے ہیں۔ کوئی دو اڑھائی سو سال قبل۔ اس سے پہلے حضرت شیخ سعدی شیرازی، مولانا جامی، سیدنا عبیداللہ احرار حضرت حافظ شیرازی وغیرہ۔ یہ سب سنی اکابر تھے۔ صفویوں نے شیعہ مذہب کو ایران پر مسلط کیا۔ اس سے قبل سب سنی تھے۔

صفویوں نے بغداد شریف پر حملہ کیا۔ بغداد شریف کو تاراج کیا۔ سیدنا امام اعظم، سیدنا غوث اعظم کے مزارات مقدسہ میں گھوڑے باندھے۔ مسجدوں کی بے حرمتی کی۔ ترکی افواج نے پھر صفویوں کو بغداد شریف سے نکالا اور ایران تک ان کو مارا صفویوں کی آرزو تھی کہ کربلا معلی پر قبضہ کریں مگر ان کی یہ آرزو چند دن تک پوری ہوئی۔ اس کو دوام نہ ملا۔ فاطمی حکمران شام اور مصر تک محدود رہے۔ بس یہیں سے شیعہ کی تاریخ ہے۔ اس سے قبل قابل ذکر نہیں ہے۔ مسقط کا حکمران سلطان قابوس خارجی ہے۔ شیعہ کی طرح یہ فرقہ بھی محدود رہا ہے۔ کراچی سے مسقط ایک گھنٹہ 15 منٹ کی پرواز ہے۔ پوری دنیا میں صرف ایک خارجی حکمران ہے اور پوری دنیا میں صرف ایک ہی نصیری ہے۔ وہ ہے۔ شام کا حافظ الاسد اس کا عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ سیدنا علی کرم اللہ وجہٗ الکریم خدا ہیں۔ یہ حافظ الاسد ظالم اور درندہ ہے۔ شام میں نصیریوں کی تعداد 10 فصد سے زیادہ نہیں مگر فوج میں انہوں نے سازش کے تحت غلبہ حاصل کیا ہے اور فوجی انقلاب برپا کیا اور 78 فیصد سنی مسلمان ہیں۔

باقی عیسائی نصیری علوی ہیں۔ مگر اس نے اقتدار میں آنے کے بعد ہزاروں کی تعداد میں علمائے اہلسنت کو قتل کیا اہلسنت کی آبادیوں کو باقاعدہ ٹینکوں کے ذریعے برباد کیا مساجد پر بمباریاں کیں۔ یہودیوں کا ایجنٹ ہے۔ اس کا نام حافظ ہے۔ وہ قرآن پاک کا حافظ نہیں ہے۔ قبیلہ اس کا الاسد ہے۔

سوال: ایک بزرگ مفتی امین الحسینی تھے۔ اب ان کا وصال ہوگیا ہے۔ ان سے آپ کا تعارف تھا؟

جواب: جی ہاں وہ شافعی سنی تھے۔ کئی مرتبہ کانفرنسوں میں ان سے ملاقاتیں ہوئیں۔ عالم اسلام کے علماء کو متحد کرنے کے لئے مجھے ان کے ساتھ برابر کام کرنے کا موقع ملا۔ وہ صحیح العقیدہ سنی تھے۔ پاکستان سے محبت رکھتے تھے۔ دنیا بھر کے سنی علماء کا اتحاد چاہتے تھے۔ عمر بھر اس کے لئے کوشش کرتے رہے۔ تاکہ مسئلہ فلسطین کے لئے علماء کے اثرورسوخ سے کام لیا جائے۔

سوال: آپ اس وقت کون کون سے عالمی علمی اداروں کے رکن یا منتظم ہیں؟

جواب: بغداد شریف میں سیدنا امام اعظم سے منسوب ایک کالج ہے۔ کلیۃ شریعۃ عظمیہ عام طور پر کلیہ عظمیہ کہا جاتا ہے۔ یہاں سے علماء تربیت پاتے ہیں۔ میں اس کا رکن ہوں۔ ایک یونیورسٹی ہے۔ جامعہ صدام الاسلامیہ۔ اس کی سینٹ یعنی انتظامی کمیٹی کے 25 رکن ہیں جن میں 12 ارکان باہر کے ہیں۔ ان میں سے ایک میں بھی ہوں بھارت کے ممبر ابوالحسن علی ندوی ہیں۔ ان کے علاوہ مصر، افریقہ اور امریکا سے بھی کچھ حضرات اس کے رکن ہیں۔ لیبیا میں ایک کالج کا نام کلیۃ الدعوۃ الاسلامیہ ہے۔ اس کا بھی ممبر ہوں۔ قاہرہ کے جامعہ ازہر کا میں تین برس رکن رہا۔ دوسرا انتخاب عمل میں آسکتا تھا مگر میں نے خود اس کا رکن بننا قبول نہ کیا کیونکہ جامعہ ازہر کے سرکاری علماء نے مقامی علماء کی مرضی کے خلاف خلیج کی جنگ میں عراق کے خلاف فتویٰ دیا تھا۔ میں نے ان کے ساتھ چلنے سے انکار کردیا اور لکھ کر بھیج دیا کہ میرا نام اب اس ادارہ کے ارکان میں پیش نہ کیا جائے ورنہ میں چاہتا تو کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔

سوال: آپ نے کن بین الاقوامی یونیورسٹیوں میں لیکچر دیئے؟

جواب: امریکا میں کیلی فورنیا کی یونیورسٹی، نیویارک کی یونیورسٹی، برطانیہ کی آکسفورڈ یونیورسٹی۔ اس کے منتظمین میں پاکستان کے مشہور سیاستدان جناب فاروق احمد لغاری بھی تھے۔

سوال: عالم اسلام کی دولت مشترکہ بن سکتی ہے؟

جواب: اس وقت مشکل ہے کہ قیادت مسلمانوں سے ابھر کر نہیں آرہی ہے۔ مسلمانوں کو اپنی قیادت منتخب کرنے کا حق نہیں ہے۔ قیادت مسلط کردہ ہے اور وہ استعماری ہے، امریکی ہے جیسے سعودی عرب میں فہد بن عبدالعزیز اور عبدالعزیز ابن سعود۔ یہ لوگ سامراجی ایجنٹ تھے۔ قوم پر مسلط ہوگئے۔ لوگوں کو اپنی قیادت چننے کا جب تک حق نہیں ملتا اس وقت تک یہ مشکل ہے۔ اس وقت اگر مسلمان قوم میں کہیں انتخابات آزادانہ اور منصفانہ ہوتے ہیں۔ تو وہ صرف ترکی میں ہوتے ہیں۔ دیگر اسلامی ممالک کی قیادتیں جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا استعماری اور امریکی ہیں۔ ترکی میں 100 فیصد مسلمان حنفی ہیں۔ ترکی میں حالیہ انتخابات کا تذکرہ کرنے سے قبل ذرا ترکوں کا تاریخی پس منظر بھی ایک جھلک کی صورت میں ملاحظہ فرمائیے۔ حقیقت یہ ہے کہ ترکوں نے عالمی استعمار کے مقابلہ میں اسلامی قوت پیدا کی تھی۔ تقریباً 1830ء تک یہ الجزائر میں بھی حکمران تھے۔ پورا حجاز مکمل مشرق وسطی ترکوں کے زیر نگین تھا۔ فرانس اور برطانیہ کی عیسائی قوتیں بلکہ امریکا بھی شمار قطار میں نہ تھا۔ اس وقت ترک ان کے مقابلہ کی اسلامی قوت تھے۔ انہوں نے حکومت کرنے کے ساتھ سنیت کا بھی تحفظ کیا تھا۔ ترکوں نے 1363ء میں بلغاریہ پر پہلا حملہ کیا تھا۔ 1385ء میں بلغاریہ کا دارالحکومت صوفیہ ترکوں کے قبضہ میں آگیا ترکوں نے یورپ کے صلیبی سامراج کو 1895ء میں عبرت ناک شکست دی اور تقریباً 1919ء تک یہاں بھی ترکوں کا سکہ رہا۔ اس وقت بھی بلغاریہ میں مسلمانوں یعنی ترکوں کی تعداد 15 لاکھ ہے۔ بلغاریہ میں اناطولیہ سے مسلمان آکر آباد ہوئے تھے۔ آج بھی بلغاریہ میں ترک مسلمانوں کی سیاسی جماعت یعنی "موومنٹ فار دی رائٹس اینڈ فریڈم آف دی ٹرکس اینڈ مسلمز ان بلغاریہ" جس کا مخفف ہے ایم آر ایف موجود ہے۔ کمیونسٹوں نے مسلمانوں پر ظلم وستم کی بھی انتہا کی مگر مسلمانوں نے ان کا مقابلہ بھی خوب کیا۔ مسلمانوں پر ختنہ کی پابندی عائد کی گئی۔ اسلامی نام

رکھنا ممنوع ہوا نماز، اذان پر پابندی لگی۔ ان کا لٹریچر اخبار، رسالے ضبط ہوئے املاک ضبط ہوئیں۔ خوف اور دہشت کی فضا پیدا کی گئی۔ مگر مسلمانوں نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ابھی تک ان کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اگر مسلمان حکمرانوں میں غیرت ہوتی تو قبرص، بلغاریہ کشمیر اور دیگر علاقوں میں مسلمانوں پر ظلم کرنے کی سامراجیوں کو جرأت نہ ہوتی۔ اب بھی مسلمان بلغاریہ میں جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا 15 لاکھ ہیں۔ وہ صوبائی خودمختاری کا مطالبہ کرتے ہیں۔ کشمیر میں مسلمانوں پر جس طرح ظلم ہو رہا ہے۔ اس کی مثال تو انسانی تاریخ میں نہیں ملتی مگر سلام ہو ترک قوم کے ان باشندوں کو جو آج بھی بلغاریہ میں دشمنان اسلام کے مقابلہ میں ڈٹے ہوئے ہیں۔

سوال: آپ ترکی میں انتخابات کا ذکر فرما رہے تھے؟

جواب: ہاں مولانا میں عرض کر رہا تھا کہ آج بھی ترکی میں تمام مسلمان ملکوں سے زیادہ منصفانہ انتخابات ہوتے ہیں۔ ابھی 20 اکتوبر 1991ء کو ترکی میں انتخابات ہوئے ہیں۔ وہاں ووٹروں کی رجسٹرڈ تعداد تین کروڑ ہے۔ ان انتخابات میں 85 فیصد ووٹروں نے اپنا حق رائے دہی استعمال کیا ہے اور 2 لاکھ پچاس ہزار ووٹ استعمال ہوا ہے۔ پارلیمنٹ کی چار سو پچاس سیٹیں ہیں۔ چھ سیاسی جماعتوں نے حصہ لیا ہے۔ کل امیدوار چھ ہزار تھے۔ ترکی کے دستور میں ہے کہ پارلیمنٹ کے اندر اس جماعت کا پارلیمانی گروپ بن سکتا ہے۔ جس کے پاس کم از کم 12 رکن ہوں۔ ہر جماعت کو ملک کے تمام ووٹوں سے کم از کم دس فیصد ووٹ لینا ہوتے ہیں۔ ان پابندیوں کے باوجود ترک اوزال کے حامی کامیاب نہیں ہو سکے۔ وہ برسرِ اقتدار ہیں۔ اس کے باوجود عوام نے اپنے جمہوری حق کو بھرپور طریقے سے استعمال کیا ہے اور اقتدار پر براجمان ٹولے کو اتار پھینکا ہے۔ اس وقت وہ نجم الدین اربکان کی رفاہ پارٹی سے اتحاد کی بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ ترک اوزال نے خلیج کی حالیہ جنگ میں امریکی استعمار کی غلامی کی اپنے مسلمان عراقی بھائیوں پر بمباری کے لئے امریکا کو ہوائی اڈے دیئے۔ ظلم میں امریکا کے برابر شریک ہوئے۔ عوام کو جب موقع ملا امریکی ایجنٹوں کو ٹھکرا دیا اگر عوام کو یہاں بھی اپنی مرضی سے اپنے نمائندے منتخب کرنے کا موقع مل جائے تو یہاں بھی وہ امریکی ایجنسیوں کا وہی حشر کریں جو ترکی کے مسلمان

بھائیوں نے کیا ہے۔ اسی لئے میں عرض کر رہا تھا کہ ترکی ایک واحد مسلمان ملک ہے۔ جہاں پر ووٹ دینے کی آزادی ہے۔

سوال: مگر حضور ترکی نے اسرائیل کو بھی تسلیم کر رکھا ہے۔ کیا وہاں کے عوام یہودیوں کے بھی حامی ہیں۔ میں نے مولانا کی فاضلانہ تقریر میں مداخلت کرتے ہوئے یہ سوال کیا اس پر قائد اہلسنت کے لبوں پر مسکراہٹ بھی آئی مگر جبیں پر شکن بھی مجھے احساس ہوا کہ شاید سوال کو پسند نہیں فرمایا مگر قائد نے فوراً فرمایا۔

جواب: نہیں مولانا وہاں کے عوام سچے حنفی سنی مسلمان ہیں۔ یہودیوں کے حامی نہیں ہو سکتے اسرائیل کو تسلیم کرنے والا فیصلہ ان کا جذباتی ہے کہ انہوں نے حرمین طیبین کی خدمت کی پورے عالم اسلام میں آج بھی کوئی شخص نہیں ہے۔ جو ترکوں کے دور میں حرمین طیبین کے اعزاز و اکرام کو فراموش کر سکے۔ ترکوں نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر آثار نبوی کی حفاظت کی۔ حضور اکرم ﷺ سے جس چیز کی بھی نسبت معلوم ہوئی اس کو بے پناہ عزت و اکرام سے محفوظ کیا۔ شہداء صحابہ کے مزارات مقدسہ کی عزت و تکریم کی جنت البقیع میں مزارات مقدسہ کی شانیں تھیں وہ مسلسل یورپ کو فتح کرنے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اسلام کا پیغام یورپ کے کلیساؤں تک پہنچنے والا تھا مسلمان ایک سپر طاقت بن رہے تھے۔ اس کو مغرب کے اسلام دشمن ذہن نے اپنی موت سمجھا انہوں نے برطانوی سامراج کے اہتمام سے لارنس آف عریبیہ کو عربوں میں داخل کیا۔ برطانوی استعمار نے ترکوں کی حکومت کو مٹانے کے لئے نجد کے ڈاکوؤں کو خریدا۔ محمد ابن عبدالوہاب نجدی کا فتنہ ترکوں کے خلاف کھڑا کیا گیا۔ ترکوں کی اسلامی خدمات کے باوجود عربوں نے اپنے ضمیر برطانیہ کی منڈی میں بیچے۔ برطانوی فوجوں کے ساتھ مل کر انہوں نے ترکوں کو مارا۔ عرب قومیت کا فتنہ صرف ترکوں کے خلاف نفرت پیدا کرنے کے لئے کھڑا کیا گیا نجدی ڈاکو برطانوی ایجنٹ بن کر ترکوں کے مقابلہ میں آ گئے آپ نے "تاریخ نجد و حجاز" پڑھی ہوگی۔ نجدیوں کے مظالم کا مطالعہ فرمائیے تو آپ خود اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ اسرائیل کے قیام اور یہودیوں کو فلسطین میں آباد کرنے کا جواز اور موقع خود عربوں نے مہیا کیا۔ 1914ء کی جنگ عظیم اول میں فلسطین کے مسلمان لارنس آف عریبیہ کے بہکاوے میں آئے۔ 1918ء میں فلسطین

میں موجود ترک فوجوں کا قتل عام انگریزوں، عربوں اور فلسطینی مسلمانوں نے مل کر کیا۔ اس صورتحال سے ترک مسلمان بھی جذباتی ہو گئے انہوں نے سوچا کہ جب ہم ان کی خدمت کرتے تھے۔ انہوں نے ہمیں نکالا ہے تو ہمیں کیا پڑی ہے کہ یہودیوں سے دشمنی مول لیں۔ اس لئے انہوں نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد مصر تو عرب بھی ہے اور مسلمان بھی مگر اس نے بھی کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کے تحت اسرائیل کو تسلیم کر لیا ہے۔ اس میں صرف ترکوں کی بات تو نہیں رہی آپ کے مطالعہ سے یہ بھی حقیقت گزری ہوگی کہ جب تک ترکوں کی حکومت رہی یہودیوں نے فلسطین میں آباد ہونے کے لیے بارہا درخواستیں کیں مگر ترکوں نے اجازت نہیں دی۔ عرب مسلمانوں نے خود اجازت دی۔ اب اسرائیل کو تسلیم کرنے میں ترکوں نے بھی کوئی حرج نہ سمجھا۔ مگر اس کے باوجود ان کا یہ فیصلہ جذباتی تھا حضرت قائد کا جوش تحقیق تھما نہیں تھا۔ میں نے پھر مداخلت کرتے ہوئے رخ موڑ دیا اور سوال کیا کہ۔

سوال: آپ نے عراق اور ایران جنگ بند کروانے کے لئے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل سے مذاکرات کئے تھے۔ کیا جنگ خمینی صاحب نے خود بند کی تھی یا اقوام متحدہ کا پریشر تھا؟

جواب: مولانا ٹھٹھک گئے کہ اچانک استنبول سے موڑ کر میں نے بغداد اور تہران لاکھڑا کیا تھا مگر آپ نے ناراضگی محسوس کئے بغیر جواب دیا کہ نہیں جناب خمینی صاحب پر اقوام متحدہ کا دباؤ تھا۔ ہاں یہ بات تھی کہ اب وہ جنگ کرنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ ان کا انقلاب اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے والا تھا۔ انہوں نے اقوام متحدہ کے دباؤ کو خدا کی رحمت سمجھ کر قبول کر لیا اور جنگ بند ہوگئی ورنہ دونوں اسلام کا نام لینے والے ملک تھے۔ اس میں مسلمانوں کا ہی نقصان ہو رہا تھا۔ اس جنگ کو بند کروانے کے لئے صدام حسین نے بڑی کوشش کی عالم اسلام کو ثالث بنایا کہ جو فیصلہ تمام مسلمان مل کر کریں مجھے قبول ہوگا مگر خمینی صاحب اونچی پروازوں میں تھے۔ وہ کسی کی بات ہی نہیں سنتے تھے۔ اس وقت صدر صدام حسین نے بغداد شریف میں "عالمی امن کانفرنس" طلب کی۔ اس میں دنیا بھر کے ملکوں سے مسلم اور غیر مسلم وفود بھی بلائے۔ کانفرنس کے لئے خمینی صاحب نے نازیبا جملے بھی کہے۔ اس کے باوجود دنیا بھر کے نمائندہ وفود نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری

جنرل سے مل کر اس جنگ کو بند کروانے کا فیصلہ کیا۔ وفد میں سات افراد کو شامل کیا گیا۔ وفد کے قائد سوڈان کے جنرل عبدالرحمٰن سوار الذھب تھے۔ اس وفد میں آسٹریلیا کے پروفیسر "ہیر خام" جاپان کے پروفیسر ناگار کی لاس انجلز کے ڈاکٹر محمد موسیٰ، ایشیاء کے نمائندہ کے طور پر میرا نام منتخب ہوا۔ یہاں امام نورانی نے دو اور نمائندوں کے نام بتائے تھے۔ مگر میں نوٹ نہ کرسکا اس لئے ان کے نام درج نہیں ہو سکے۔ اس کے بعد فرمایا کہ وفد نے نہ صرف سیکرٹری جنرل سے مذاکرات کئے بلکہ ویٹو پاور والے ملکوں سے بھی ہم نے گفتگو کی۔ میں نے سیکرٹری جنرل سے اس جنگ کے نقصانات اس سے عالمی جنگ کے خطرات اور اقوام متحدہ کے فرائض کے بارے میں تفصیلی گفتگو کی۔ میں نے صاف کہا کہ اگر اقوام متحدہ صرف قراردادوں کے لئے ہی ہے تو اسے بند ہو جانا چاہیے سیکرٹری جنرل نے میری گفتگو کو بڑے غور سے سنا وفد میں تمام افراد پر قائد وفد نے مختلف موضوعات پر گفتگو کرنے کی ذمہ داری ڈالی تھی جو میرے سپرد تھی میں نے الحمد اللہ وہ ذمہ داری پوری کردی۔ میں نے یہ بھی سیکرٹری جنرل سے کہہ دیا کہ اس جنگ کی طوالت سے اقوام متحدہ کی ساکھ کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ انہوں نے میری بات کو وزن دیا۔

سوال: حضرت یہ مصر کے ایک عرب پطروس غالی اب سیکرٹری جنرل ہو گئے ہیں۔ اس سے عربوں یا مسلمانوں کو کوئی فائدہ ہوگا؟

جواب: ہرگز نہیں یہ بھی یہودی ہے۔ امریکا کے یہودیوں اور عیسائی عناصر کی جدوجہد سے سیکرٹری بنا ہے۔ اس سے عربوں کو کیوں فائدہ ہوگا بلکہ اگر ہوا تو اسرائیل کو ہوگا۔ عیسائیوں یہودیوں کے پنجے گڑے ہوئے اقوام متحدہ کیا مسلمانوں کے گھروں میں ہیں۔ اب دیکھئے انڈونیشیا کا سوہارتو ہے اقتدار پر قابض مگر اس کی بیوی عیسائی ہے۔ انڈونیشیا میں عیسائی مشنریاں سوہارتو کی بیوی کی شہہ پر اسلام کے خلاف کام کرتی ہیں۔ مگر انہیں کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ پر ایک شخص حبیب بورقیبہ مسلط ہوئے ان کے اقتدار کی مدت تیس سال ہے۔ ان کے گھر میں فرانس کی یہودن تھی۔ عربوں کے شیوخ کو دیکھئے۔ ان کی داشتائیں یہودی اور عیسائی عورتیں ہیں۔ یہ لوگ عرب ممالک میں پورے شیطان ہیں۔ اقتدار پر قابض ہیں۔ امریکی اور یہودی مقاصد کے لئے کام کر رہے ہیں۔ جب تک

مسلمان عوام میں سیاسی شعور پیدا نہیں ہوتا اس وقت تک اقتدار انہی استعماری اور امریکی ایجنٹوں کے پاس رہے گا اس لئے ضرورت ہے کہ ترکی کے عوام کی طرح پورے عالم اسلام میں مسلمانوں میں سیاسی شعور پیدا ہو اور ان کے شیطانوں اور استعماری مہروں کو لوگ مسترد کردیں۔

مولانا نے جب یہ جملے فرمائے اس وقت شب دراز ہوچکی تھی نصف گھڑی کی سوئی بارہ سے گزر چکی تھی مجھے تو نیند کے لئے جماہیوں نے گھیرا ہوا تھا مگر قائد ہشاش بشاش مزید سوالات کے لئے تیار تھے۔ صرف تکیہ سے ٹیک لگائی تھی۔ ادھر حضرت کے ایک مرید غالباً سلیم صاحب ان کا نام ہے۔ ان کا معمول ہے کہ وہ رات بارہ بجے ہر رات چائے لاتے ہیں۔ ان کی کھنکتی پیالیوں نے توجہ اپنی طرف پھیر لی اور کراچی میں میرے ایک پیر بھائی ہیں۔ حضور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری رضوی قدس سرہ کے ایک مخلص مرید۔ ان کا نام نامی غالباً سیٹھ حبیب ہے۔ ان کے جواں سال صاحبزادے کی شادی کی تقریب میں حضرت کو دعوت دینے حاضر ہوئے۔ چائے اور مہمانوں کی آمد سے انٹرویو کا سلسلہ تو منقطع ہوگیا مگر میں نے پھر بھی جسارت کرتے ہوئے ایک گزارش یہ کی کہ

سوال: حضرت ہمارے قارئین کے لئے کوئی پیغام؟

جواب: حضرت نے فرمایا کہ مولانا پہلے تو میں افسوس کا اظہار کروں گا کہ سنیوں میں مطالعہ کا شوق بہت کم ہے۔ سنی شکایت کرتے تھے۔ کہ لٹریچر نہیں ہے۔ اب خدا کے فضل سے دکانیں بھری پڑی ہیں۔ مگر خریدار نہیں پہلے سنیوں کو شکایت تھی کہ جناب ہمارے ترجمان رسالے ہونے چاہئیں اب کراچی سے ہفت روزہ ''احوال'' لاہور سے پندرہ روزہ'' ندائے اہلسنت'' گوجرانوالہ سے ماہنامہ ''رضائے مصطفےٰ'' نکلتے ہیں۔ مگر ان کی اشاعت کا جو حق ہے۔ وہ سنی پورا نہیں کرتے۔ اس لئے میرا پیغام یہ ہے کہ ہر سنی اپنے مندرجہ بالا ترجمانوں کا مطالعہ کرے۔ سنی کتابوں کو خریدیں' پڑھیں اور دوسروں کو پڑھائیں ہماری تمام تر جدوجہد صرف اور صرف نظام مصطفےٰ ﷺ کے لئے ہے۔ ذاتی اقتدار چاہتے تو کب کا مل چکا ہوتا مگر ہمیں چاہئے کہ ذاتی اقتدار کی بجائے نظام مصطفےٰ کو اقتدار میں لانے کے لئے جدوجہد کا یہ حصہ اپنے جریدوں کو مطالعہ میں شامل فرمائیں قائد محترم نے یہ پیغام

دینے کے بعد اس جواں سال سیٹھ صاحب سے عالمی سیاست، مسئلہ کشمیر، موجودہ حکومت کی سیاہ کاریوں' جرائم کی رفتار پر معلومات سے بھرپور گفتگو کی۔ میں نے انٹرویو کرتے ہوئے جو اپنی کیفیت محسوس کی اس کا بیان کرچکا ہوں۔ مگر مولانا میرے سوالات کی زد سے نکل کر پھر اپنا مدلل بیان جاری رکھے ہوئے تھے۔ میرے ساتھی جناب افضال خان نورانی سلمہ اللہ بھی برابر شریک تحریر رہے تھے۔ وہ بھی خاصے تھک چکے تھے۔ مگر حیرت ہے کہ قوت ایمانی نے اس اللہ کے بندہ کو کتنی توانائیاں دی ہیں کہ اس قدر جاں گسل بحث کے بعد بھی دوسرے موضوعات پر اسی طرح سمندر بہا رہے تھے۔ اور پھر آپ کے لئے بھی یہ حیرت ہوگی کہ آج اتوار ہے۔ صبح پیر ہے۔ مجھے برادر محترم سید ارشاد علی نے یہ بتا کر حیرت زدہ کردیا کہ حضرت ہر پیر اور جمعرات کو روزہ بھی رکھتے ہیں۔ گویا ہمیں وداع فرما کر حضرت نے سحری بھی کرنا تھی اور روزہ رکھنا تھا۔ اس لئے میں نے اپنے رفیق کار سمیت اجازت مانگی اور آٹھ بجے سے پونے ایک بجے واپسی ہوئی۔

کرپٹ اور بدعنوان افراد کی وجہ سے 88-90-93 اور 96 میں چار بار اسمبلیاں ٹوٹ چکی ہیں: مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ

ہماری جدوجہد نظام مصطفیٰ ﷺ کے لیے ہے صرف اسمبلیاں اور کرسی اقتدار کبھی ہماری منزل نہیں رہی

پوری اسلامی دنیا میں جمعہ کی چھٹی ہوتی ہے

جمعیت علماء پاکستان کے کارکن جانتے ہیں کہ ہماری جدوجہد کا مقصد سرکار مدینہ کی رضا اور خوشنودی ہے

ندائے اہلسنت کو دیا گیا انٹرویو

انٹرویو: محمد سلیم مست قادری

ندائے اہلسنت: حضرت آپ نے 96-95ء میں بے نظیر حکومت سے قوم کو چھٹکارا دلانے کے لیے مسلم لیگ، جماعت اسلامی اور دیگر جماعتوں کو ساتھ ملا کر بھرپور جدوجہد کی اور جب صدر صاحب نے اسمبلیاں توڑ کر نئے انتخابات کا اعلان کیا تو آپ نے اس کا بائیکاٹ کردیا۔ اس کی کیا وجوہات تھیں؟

قائد اہلسنت میں ندائے اہلسنت کا مشکور ہوں کہ اس کے ذریعے جمعیت علماء پاکستان کے کارکنوں اور اس سے ہمدردی رکھنے والے حضرات کے سامنے مجھے جمعیت کا موقف بیان کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ آپ نے جو سوال کیا اس پر ہمارا موقف اخبارات میں آچکا ہے لیکن اخبارات زیادہ توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے کارکنوں میں اس کی وجوہات جاننے کے لیے ابھی تک تشنگی پائی جاتی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ الحمدللہ ہم نے بے نظیر کی کرپٹ حکومت اور لادین حکومت سے ملک و قوم کی جان چھڑانے کے لیے

جدوجہد کی وہ سب کے سامنے ہے چودہ جماعتوں کی لاہور ریلی ہو یا اسلام آباد میں جماعت اسلامی کا دھرنا جمعیت علماء پاکستان نے اس میں بھرپور شرکت کی ملک کے اخبارات ہماری اس جدوجہد کے گواہ ہیں۔ اور یہ سب کچھ ہم نے نہ تو میاں نواز شریف کے لیے اور نہ ہی قاضی حسین احمد صاحب کے لیے کیا بلکہ بحیثیت مسلمان اور پاکستانی اپنا فرض سمجھ کر ملک و قوم کو ظالموں، لیٹروں اور امریکہ کے اشارے پر ناچنے والے لادین حکمرانوں سے قوم کو نجات دلانے اور وطن عزیز میں نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کی منزل تک پہنچنے کے لیے کیا۔ مسلم لیگ اور دیگر جماعتوں سے اپنے اختلافات کو پس پشت ڈالتے ہوئے سب کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا۔ پہلے 92ء میں قومی بجٹ کے مسئلہ پر اسلام آباد میں تمام سیاسی جماعتوں کو جمع کر کے حکومت کے خلاف جدوجہد کو منظم اور بھرپور بنایا، صدر مملکت سے ملاقاتیں کر کے انہیں ان خطرات سے آگاہ کیا جو بے نظیر حکومت کی وجہ سے ملک کو درپیش تھے۔ باوجود اس کے کہ ہم اسمبلیوں میں نہیں تھے جدوجہد کو سب نے تسلیم کیا اور یہ سب کچھ ریکارڈ پر ہے۔ جونہی تمام اپوزیشن جماعتوں کی جدوجہد کے نتیجے میں صدر مملکت اور نگران وزیر اعظم سے ملاقات، لاہور میں نظام مصطفیٰ ﷺ کانفرنس، مختلف شہروں میں جلسوں اور پریس کانفرنسوں کے ذریعے مطالبہ کیا کہ جن کرپٹ اور بدعنوان افراد کی وجہ سے 88-90-93اور96 میں چار بار اسمبلیاں ٹوٹ چکی ہیں۔ جن کے بارے میں پوری قوم کو علم ہے کہ انہوں نے ملکی خزانہ کو بے دردی سے لوٹا ہے ان کا احتساب کیا جائے، ان کو عدالت کے کٹہرے میں لایا جائے پوری قوم کے سامنے انہیں ننگا کیا جائے اور جو افراد چور ثابت ہو جائیں انہیں الیکشن لڑنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اور صرف ایسے افراد کو الیکشن لڑنے دیا جائے جو آئین کی دفعہ 93-92 پر پورا اترتے ہوں۔ اور تیسری بات یہ کہ انتخابات متناسب نمائندگی کی بنیاد پر کرائیں اور چوتھی بات یہ کہ الیکشن کمیشن مقرر کیا جائے جو غیر جانبدار اور مکمل بااختیار ہو اور کم از کم یہودیوں اور ہندوؤں سے بدتر نہ ہو کہ اسرائیل اور بھارت میں تو الیکشن غیر جانبدار اور شفاف ہو اور پاکستان میں عوام کو اپنے الیکشن کمیشن کی دیانتداری اور ایمانداری پر مکمل اعتماد نہ ہو۔ آپ نے دیکھا کہ احتساب کا نعرہ پورے ملک کے عوام کی آواز بن گیا اور صدر اور وزیر اعظم اپنے بیانات اور نشری تقریروں میں بار بار احتساب کا ذکر کرتے رہے اور اس کے لیے کچھ

نمائشی اقدامات بھی کیے گئے۔ چیف کمشنر مقرر کیا گیا ایک آرڈیننس جاری کیا گیا۔ لیکن حالات نے ثابت کر دیا کہ وہ صرف عوام کو بے وقوف بنانے اور دھوکہ دینے کے لیے کیا گیا۔ عملاً کسی ایک فرد کے خلاف بھی کارروائی نہ ہو سکی بلکہ جن افراد کی کرپشن کے جو قصے زبان زد خاص و عام تھے ان کو ثبوت غائب کرنے کا موقع فراہم کیا گیا۔ دفعہ 63-62 کی جس طرح دھجیاں اڑائی گئیں وہ بھی سب کے سامنے ہے کہ کیسے کیسے لوگوں نے انتخابات میں حصہ لیا اور دوبارہ اسمبلیوں پر براجمان ہو گئے جن کے ذمہ کروڑوں اور اربوں روپے تھے۔ ان سے صرف ٹیلیفون اور بجلی کے دس بیس ہزار روپے وصول کر کے چھوڑ دیا گیا۔

جمعیت علماء پاکستان نے انتخابات کا اعلان ہوتے ہی بائیکاٹ کا اعلان نہیں کیا بلکہ پورے انتخابی عمل میں حصہ لیا، کاغذات جمع کروائے، جانچ پڑتال میں حصہ لیا، انتخابی جلسے کیے اور جب حکمرانوں کی طرف سے مندرجہ بالا عوامی مطالبات کو یکسر نظر انداز کر کے وہی سابقہ روایات اپنانے کا پروگرام بن گیا تو ہم نے آخری دن کاغذات واپس لے لیے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ ایسے الیکشن میں حصہ لینے سے کیا تبدیلی آ سکتی تھی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اخبارات میں یہ سارا پروگرام چھپ چکا تھا کہ قومی قیادت کو ناکام کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔ اور اصل بات یہ کہ ہماری جدوجہد نظام مصطفیٰ ﷺ کے لیے ہے صرف اسمبلیاں اور کرسی اقتدار کبھی ہماری منزل نہیں رہی 93ء سے 97ء تک بھی ہم اسمبلی میں نہیں تھے۔ الحمدللہ کبھی جدوجہد ترک نہیں کی بلکہ برابر کام جاری رہا اور اب بھی انشاء اللہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ہم اس جدوجہد کا صلہ کسی حکمران سے نہیں مانگتے بلکہ خدا و رسول ﷺ کی رضا کے لیے ساری جدوجہد کرتے ہیں۔ اور انہیں سے اجر کی توقع ہے۔

ندائے اہلسنت: آپ کے بائیکاٹ کے باوجود انتخاب منعقد ہوئے اور مسلم لیگ کو بھاری مینڈیٹ ملا۔

قائد اہلسنت: پورے پاکستان کے عوام احتساب کے مطالبے پر یک زبان تھے اور چاہتے تھے کہ انتخابی عمل کے ساتھ ساتھ احتساب بھی مکمل ہو جائے تاکہ جمہوری عمل میں کوئی رکاوٹ بھی پیدا نہ ہو اور عوام نے اسی مطالبے پر قائم رہتے ہوئے انتخابی عمل میں حصہ نہیں لیا۔ ریکارڈ پر ہے کہ صدر صاحب نے ٹی وی پر پوری قوم کے

سامنے اعتراف کیا کہ صرف 25 فی صد ووٹ پڑے جس کا مطلب یہ کہ پچھتر فیصد آدمی ووٹ ڈالنے نہیں گئے تو بتایئے کہ پچیس فیصد والے جیتے یا پچھتر فیصد والے۔

اگر عوام کی رائے کا احترام کیا جاتا تو ایسے انتخابات کسی صورت قبول نہ کیے جاتے جن میں پچھتر فیصد عوام نے حصہ ہی نہیں لیا۔

ندائے اہلسنت: جودہ وزیر اعظم نے قوم سے اپنے پہلے ہی خطاب میں جمعۃ المبارک کی چھٹی ختم کر کے اتوار کی چھٹی کا اعلان کردیا ہے اور علماء کی طرف سے اس کی کوئی مزاحمت نہیں ہوئی۔ حکومت کی طرف سے کہا گیا ہے جمعہ کی چھٹی کر کے ہم انٹرنیشنل مارکیٹ سے کٹ جاتے ہیں۔ جس سے ملک کو اقتصادی حالت بہتر بنانے کے لیے یہ اقدام ناگزیر تھا آپ کی رائے میں اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

قائد اہلسنت: بات اصل یہ ہے کہ جمعۃ المبارک کی چھٹی کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا جسے ایک تقریر کے ذریعے ختم کردیا جائے یہ پوری اسمبلی کا متفقہ فیصلہ تھا۔ وزیر اعظم کو اسے چھیڑنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ کیا جمعہ کی چھٹی ختم کرنے کے لیے جلوس نکل رہے تھے، عوام سڑکوں پر احتجاج کر رہے تھے۔ حکومت کو آخر ایسی کون سی جلدی تھی۔ ہم نے بڑی جدوجہد کے بعد جمعہ کی چھٹی منظور کروائی تھی۔ 75ء میں قومی اسمبلی میں دینی جماعتوں نے مل کر اس کے لیے جدوجہد کی۔ باہم مشورہ سے جماعت اسلامی کے صاحبزادہ صفی اللہ نے قومی اسمبلی میں قرارداد پیش کی۔ میں نے علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری اور پروفیسر عبدالغفور نے اس کی تائید کی۔ آٹھ ماہ تک اس پر سیر حاصل اور طویل ترین بحث ہوئی۔ پی پی کے ممبران اسمبلی نے اس کی زبردست مخالفت کی اور اس وقت بھی یہی دلیل دی لیکن الحمد للہ وہ ہمارے دلائل کے سامنے بے بس تھے مجبوراً انہیں ہتھیار ڈالنے پڑے اور پوری قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر یہ قرارداد منظور کرلی اس وقت کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے منظوری کے بعد اس کا اعلان کرنے کی بجائے اس کو جیب میں ڈال لیا اور پھر 77ء میں تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کو دبانے کے لیے شراب پر پابندی کے ساتھ ساتھ جمعہ کی چھٹی کا اعلان بھی کردیا۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے تھے کہ شاید بھٹو نے یہ اعلان یکطرفہ کیا تھا۔ ایسا نہیں تھا بلکہ یہ دینی جماعتوں کی جدوجہد کا نتیجہ اور پوری قوم اسمبلی کا متفقہ فیصلہ تھا۔ اسے اس طرح ختم کرنا قطعاً درست نہیں۔ حکومت کو سوچ سمجھ

کر ایسے اقدامات اٹھانے چاہئیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ انٹرنیشنل مارکیٹ سے ہم کٹ جاتے ہیں۔ تو کیا اسلامی ممالک انٹرنیشنل مارکیٹ نہیں ہیں۔ پوری اسلامی دنیا میں جمعہ کی چھٹی ہوتی ہے اور ہم نے انہیں نظر انداز کر کے صرف امریکہ و یورپ کو خوش کرنے کی کوشش کی ہے تیل کی 70 فیصد تجارت عرب ممالک سے ہے اور وہاں جمعہ کی چھٹی ہے اور جہاں تک امریکہ و برطانیہ کا تعلق ہے تو امریکہ سے قدرتی طور پر ہم کٹے ہوئے ہیں۔ کراچی اور نیویارک کا گیارہ گھنٹے اور لاس اینجلس کا تیرہ گھنٹے کا فرق ہے اور ہمارے ہاں دن اور وہاں رات ہوتی ہے۔ برطانیہ کا بھی ہم سے پانچ گھنٹے کا فرق ہے۔ اور آج کل تجارت اور سارا کاروبار فیکس اور ٹیلیفون پر ہو رہا ہے اور کوئی تاجر ایسا نہیں جس کے دفتر اور گھر میں فیکس موجود نہ ہو۔ انہوں نے کہا ایک طرف تو ہم اسلامی کانفرنس کر کے مشترکہ منڈی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف ہم اتوار کی چھٹی کر کے عیسائیوں اور یہودیوں سے ناطہ جوڑ رہے ہیں۔ اور اسلامی ممالک سے رشتہ توڑ رہے ہیں۔ اور یہ کہا جاتا رہا ہے کہ اسلام میں جمعہ کی چھٹی کا کوئی تصور نہیں۔ درست ہے۔ لیکن سوال یہ کہ اتوار کی چھٹی کا حکم کہاں سے لیا گیا ہے۔ وزیر اعظم صاحب نے بھی سورہ جمعہ کی آیت کا حوالہ دیا کہ جب تم نماز سے فارغ ہوجاؤ تو زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ میں پوچھتا ہوں کہ وزیر اعظم صاحب اور حکومت کو اللہ کے فضل کی ضرورت نہیں انہوں نے جمعہ کے بعد دفاتر میں چھٹی کا اعلان کردیا یعنی جب اللہ کا فضل تلاش کرنے کا وقت ہو آپ اس وقت دفتر اور کاروبار بند کر کے اپنے اعلان اور موقف کی نفی کر رہے ہیں۔ وزیر اعظم کو چاہیے تھے کہ اس آیت کے پیش نظر جمعہ کے بعد دفاتر اور کاروبار کھولنے کا حکم دیتے۔ بہر حال بات یہ ہے کہ جمعہ اہل اسلام کو ہفتہ یہودیوں کو اور اتوار عیسائیوں کو دیا گیا۔ اب یہودی ہفتہ اور عیسائی اتوار کے دن چھٹی کرتے ہیں۔ اور ہم بھی اتوار کے دن کر رہے ہیں۔ جو کھلم کھلا عیسائیوں سے مشابہت ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا کہ جو جس قوم سے مشابہت رکھے اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ جہاں تک جمعہ کے اجتماع میں اضافہ کا تعلق ہے یہ پابندی لگائی جاسکتی تھی کہ جمعہ کے اوقات میں شادی، پتنگ بازی اور کرکٹ میچ نہیں ہوں گے۔

وزیر اعظم صاحب نے قرآن پاک کی ایک آیت کا ذکر کیا ہے۔ انہیں چاہیے تھا سود کے مسئلہ پر قرآن پاک کے واضح احکامات والی آیات کی بھی تلاوت کرتے، شراب اور

جوئے کے بارے میں بھی حکم قرآنی دیکھتے۔ زانی اور زانیہ کی سزا کے بارے میں احکامات خداوندی پر عمل کروانے کا اعلان کرتے۔ میری رائے میں حکومت نے آتے ہی جمعہ کی چھٹی ختم کر کے اتوار کی چھٹی کا اعلان کر کے اپنے آپ کو عالم اسلام سے الگ تھلگ کر کے اور امریکہ سے رشتہ استوار کر کے اعلان کر دیا کہ وہ اپنی اقتصادی، سیاسی، روحانی مشکلات کے حل کے لیے گنبد خضریٰ کی بجائے واشنگٹن کو ترجیح دیں گے۔ اب وزیر اعظم صاحب کو قوم کو یہ بتانا چاہیے کہ اتوار کی چھٹی سے قوم کو اقتصادی طور پر کتنا فائدہ ہوا۔ ہمیں تو یہ نظر آ رہا ہے کہ الٹا قوم آٹے سے محروم ہوگئی اور زلزلوں اور حادثات کی زد میں ہے۔ جب تک ہم خدا کو رازق سمجھنے کی بجائے امریکہ و یورپ اور انٹرنیشنل مارکیٹ کو رازق سمجھتے رہیں گے یہی کچھ ہوگا اور جس دن ہم نے خدا اور رسول ﷺ سے اپنا ناطہ جوڑ لیا اس کی رحمتوں برکتوں کا نزول ہوگا۔

ندائے اہلسنت: وزیر اعظم صاحب نے قرض اتارو ملک سنوارو مہم شروع کی ہے۔ اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

قائد اہلسنت: یہ بہت اچھی سکیم ہے۔ میں پہلے بھی اس کی پرزور تائید کر چکا ہوں۔ قوم کو قرضوں کے بوجھ سے نجات دلانے اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لیے قرضوں سے نجات حاصل کرنا ہوگی۔ جب تک ہم قرضوں سے نجات حاصل نہیں کرتے ہمارے ترقی کے سارے خواب ادھورے رہیں گے۔ اس سکیم کی پہلی دونوں مدیں بہت اچھی ہیں۔ لیکن فکسڈ ڈیپازٹ سکیم سراسر سودی ہے، اسے ختم کرنا چاہیے۔ سودی کاروبار خدا اور رسول سے کھلم کھلا بغاوت ہے۔ اس سے بہتری کی بجائے ابتری آئے گی۔ اگر حکمرانوں نے قوم کے پیسے کی حفاظت کی اور اسے صحیح جگہ صرف کیا تو لوگ اس میں بھرپور طریقہ سے حصہ لیں گے۔ ضروری ہے کہ اس قومی امانت کی حفاظت کا مکمل بندوبست کیا جائے تاکہ کوئی شکایت پیدا نہ ہو۔ اگر اس مرتبہ بھی قوم کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی گئی تو بہت نقصان ہوگا۔

ندائے اہلسنت: عوام نے احتساب کا پرزور مطالبہ کیا لیکن احتساب کا عمل بہت سست روی کا شکار ہے۔ عوام کو خدشہ ہے کہ حکمران ٹال مٹول اور وقت گزاری کی پالیسی پر عمل کر رہے ہیں۔

قائد اہلسنت: میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ احتساب پوری قوم کا مطالبہ تھا

اور ہے۔ ان بدعنوان اور بددیانت افراد کو جنہوں نے قومی خزانہ لوٹا، قرضے معاف کروائے، جن کی وجہ سے آج ہم بھکاری بنے ہوئے ہیں۔ اور ملک ملک کی خاک چھان رہے ہیں۔ تاکہ قرض اتر جائے ان افراد کو عدالت کے کٹہرے میں لانا چاہیے۔ ان کے پیٹ پھاڑ کر کھائی ہوئی دولت واپس لینی چاہیے انہیں کسی صورت معاف کرنا یا احتساب کے عمل سے پہلو تہی کرنا قوم کے ساتھ زیادتی ہے۔ جسے کسی صورت قوم معاف نہیں کرے گی حکومت اگر کوئی لوٹی ہوئی رقم واپس لینے میں کامیاب ہوجاتی تو قرضوں کا بڑا بوجھ اتارا جا سکتا تھا لیکن حکومت نے وہ رقم واپس لینے کی بجائے مانگنے کو ترجیح دی ہے۔ اس کی وضاحت وہی کر سکتے ہیں۔ بہرحال ہم احتساب کے مطالبے سے کسی صورت دستبردار نہیں ہوں۔ گے اور جب بھی خدا نے موقع دیا قومی خزانہ لوٹنے والے مجرموں کو کٹہرے میں لائیں گے۔

ندائے اہلسنت: آخری گزارش یہ ہے کہ اس وقت جمعیت علماء پاکستان کی پالیسی کیا ہے۔ ہم حکومت کے ساتھ ہیں۔ یا اپوزیشن ہیں؟

قائد اہلسنت: الحمد للہ جمعیت علماء پاکستان کی ہمیشہ یہ پالیسی رہی کہ ہم نے ہر حکومت کے اچھے کام کی تائید اور غلط کام کی مخالفت کی ہے۔ اب بھی حکومت جو اچھا کام کرے گی حمایت کریں گے بلکہ جہاں تک ہوگا مدد اور تعاون کریں گے لیکن غلط کام کی مخالفت کریں گے اور بلاخوف حق بیان بھی کریں گے اور اس کے لیے بھرپور جدوجہد بھی کرتے رہیں گے۔ ہم نظام مصطفیٰ ﷺ کے داعی ہیں۔ ہماری حمایت یا مخالفت ذاتی نہیں، لوجہ اللہ ہوتی ہے۔ جمعیت علماء پاکستان کے ایک ادنیٰ کارکن کی حیثیت سے زندگی بھر نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لیے جدوجہد کی۔ پہلے کبھی کوئی عہدہ یا منصب پیش نظر تھا نہ اب ہے۔ اور الحمد للہ جمعیت علماء پاکستان کے کارکن بھی ہر دور میں مشکلات ومصائب سے نبرد آزما رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ہماری جدوجہد کا مقصد سرکار مدینہ کی رضا اور خوشنودی ہے۔ اور یہ ساری زندگی قربان کر کے بھی حاصل ہوجائے تو سستا سودا ہے مہنگا نہیں۔ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ۔

رہرو راہ محبت تھک جانا راہ میں   صحرا نوردی کا مزا تو دوریٔ منزل میں ہے

(اپریل 97ء)

منتخب حکومت کو ڈس مس کرنے والے خود ڈس مس ہوتے نظر آرہے ہیں

تحریک عدم اعتماد کے وقت چھانگا مانگا اور مری کی پہاڑیاں بہت مشہور ہیں

ایک فعال صحافی

"ابو جنید" سے مولانا شاہ احمد نورانی سے خصوصی گفتگو

ابو جنید: آجکل صدارتی انتخابات کا ملک میں بڑا چرچا ہے۔ اس سلسلے میں آپ کا نکتہ نظر کیا ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اس ملک میں ساری "گند" مرحوم ضیاء الحق کی پھیلائی ہوئی ہے۔ مرحوم ضیاء الحق نے اقتدار کو طول دینے کے لئے دستور میں آٹھویں ترمیم کی اور اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لئے سیاسی رشوتیں دیں سیاسی رشوتوں کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ ابھی جاری ہے اور کسی طریقے سے رو کے نہیں رکتا کچھ یہی حال موجودہ صدارتی انتخاب کا بھی ہے۔ آپ کو یاد ہوگا۔ ماضی میں "قائد ایوان" کے انتخاب اور پیپلز پارٹی کی حکومت کے خلاف تحریک عدم اعتماد کے وقت چھانگا مانگا اور مری کی پہاڑیاں بڑی مشہور ہوئی تھیں اپنے ووٹرز کو یہاں رکھا گیا اور زبردست "ہارس ٹریڈنگ" کا چرچا ہوا اس کے بعد سلسلہ یوں چلا کہ ہر شخص حکومت سے اپنی منہ مانگی قیمت وصول کرنے لگا۔ بدی کے چشمے پھوٹنے لگے۔ دراصل بدی کے یہ چشمے مرحوم ضیاء الحق کے زمانے میں دریافت ہوئے تھے۔ اور اب اس کی بہاریں ممبران ایوان زیریں و بالا لوٹ رہے ہیں۔ پیپلز پارٹی کی منتخب حکومت پر ہارس ٹریڈنگ کا زبردست الزام تھا۔ اور اسی ہارس ٹریڈنگ کے نتیجے میں

صدر غلام اسحاق نے پیپلز پارٹی حکومت کی حکومت کو "ڈس مس" کردیا۔ گو کہ صدارتی انتخاب میں ابھی نو مہینے باقی ہیں۔ لیکن صدر غلام اسحاق کے پیٹ میں ابھی سے درد اٹھنے لگا ہے۔ انتخاب کے سلسلے میں انہوں نے قومی اسمبلی اور سینٹ کے ممبران کے علاوہ دوسرے با اثر افراد سے بھی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کردیا ہے۔ جن الزامات کے تحت صدر کی "نظر بد" قومی اسمبلی کو لگی تھی اور جس کے نتیجے میں ایک منتخب حکومت "ڈس مس" ہوئی تھی اور جمہوری عمل پر کاری ضرب لگی تھی اب وہ کام "صدر محترم" خود کررہے ہیں۔ اور ہارس ٹریڈنگ میں معروف ہیں۔ کل جو قومی اسمبلی کو بیک جنبش قلم ڈس مس کردیتے تھے۔ اب خود ڈس مس ہوتے نظر آرہے ہیں۔

ابو جنید: آپ کی پارٹی صدارتی انتخاب میں کس کی حمایت کرے گی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ صدارتی انتخابات میں کافی ہل چل مچی ہوئی ہے۔ صدر غلام اسحاق ہی سب سے زیادہ اپنی انتخابی مہم چلا رہے ہیں۔ جہاں تک آئی جے آئی این ڈی اے پی ڈی اے کا تعلق ہے۔ ابھی تک ان کی طرف سے کوئی اعلان نہیں آیا۔ ہمارا جمعیت علمائے اسلام سے اتحاد ہے۔ اس سلسلے میں اسلامی جمہوریہ محاذ کا اعلیٰ سطح کا اجلاس ہوگا۔ اور اس میں اس بارے میں فیصلہ ہوگا۔

ابو جنید: آپ کی نظر میں آٹھویں ترمیم کا خاتمہ ہونا چاہیے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اس سلسلے میں وقتاً فوقتاً میں نے جمعیت علماء پاکستان کی پالیسی بیان کی ہے۔ جمعیت علماء پاکستان نے 1973ء کے آئین کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ 1973ء کے آئین پر پاکستان کی ساری اکائیاں متفق ہیں۔ 1973ء کے آئین میں پاکستان کو اسلامی جمہوریہ پاکستان تسلیم کیا گیا ہے اور مسلمان کی تعریف شامل کی گئی ہے۔ صدر اور وزیر اعظم اور کلیدی عہدوں پر تقرری کے لئے مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے۔ 1973ء کا آئین پارلیمانی نظام کا آئینہ دار ہے۔ برخلاف اس کے مرحوم صدر ضیاء الحق نے آئین میں ترمیم کرکے اسمبلی کی روح کو اپنے ہاتھ میں جکڑ لیا اور صدر جب چاہے۔ اس کی روح کو قبض کرسکتا ہے۔ آٹھویں ترمیم کے ذریعہ صدر کو بغیر کسی جواز کے اسمبلیاں توڑنے کے وسیع اختیارات مل گئے چنانچہ

مرحوم صدر ضیاء الحق نے بھی آٹھویں ترمیم سے فائدہ اٹھا کر جونیجو حکومت کو برطرف کیا اور صدر غلام اسحاق نے بے نظیر بھٹو صاحبہ کی حکومت کو تحلیل کیا وزیر اعظم عوام پاکستان کا نمائندہ ہوتا ہے۔ جبکہ صدر کا انتخاب مخصوص ووٹرز کرتے ہیں۔ لیکن آٹھویں ترمیم نے محدود و مخصوص الیکٹورل کالج کے نمائندے کو لامحدود اختیارات کا مالک بنادیا ہے اور وزیر اعظم اس کے سامنے ایک کٹھ پتلی کی حیثیت رکھتا ہے اور ہر وقت اس پر "ڈس مس" کیے جانے کی تلوار لٹکتی رہتی ہے۔ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ مرحوم ضیاء الحق کی آٹھویں ترمیم کی "مقدس گائے" کو جمہوریت کی چھری سے حلال کیا جائے تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ڈکٹیٹر شپ کا خاتمہ ہو اور آئین کا تقدس بحال ہو۔

ابو جنید: سندھ میں فوجی ایکشن کے اب تک کے نتائج آپ کی نظر میں کیسے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: محب وطن افواج پاکستان کے جوانوں نے بے لوث خدمت کرکے سندھ میں امن و امان کو بحال کیا آپ کو یاد ہوگا۔ کہ پچھلے سال سندھ کے بیشتر دیہاتوں کی مساجد میں نماز عشاء و تراویح نہیں ہوئی تھی ڈاکو مساجد سے لوگوں کو اغواء کرلیا کرتے تھے۔ اور سندھ کے شہری علاقوں میں خصوصاً رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں دہشت گرد تخریبی کاروائیاں کرتے تھے۔ اور کراچی و حیدر آباد کی سڑکیں بے گناہ مسلمانوں کے خون سے رنگ جاتی تھیں، خوف و دہشت کا بازار گرم ہوجاتا تھا۔ لیکن آرمی ایکشن کے نتیجے میں امسال رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں نہ ہی دیہاتوں کی مساجد میں تالا پڑا اور نہ ہی شہروں میں آگ و خون کی ہولی کھیلی گئی۔ اس سلسلے میں ایک تشویش باقی ہے۔ جو ہر ذہن کو الجھن میں ڈالتی ہے کہ فوج کے جانے کے بعد کیا ہوگا؟ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ فوج کی ذمہ داری سرحدوں کی حفاظت کرنا ہے اور شہروں کے امن و امان کو بحال رکھنا انتظامیہ و پولیس کی ذمہ داری ہے۔ قیام امن کے سلسلے میں مقامی پولیس بالکل ناکام رہی ہے۔ اس سلسلے میں جمعیت علماء پاکستان کا مطالبہ ہے کہ فوج کے جانے سے پہلے پولیس کے ڈیپارٹمنٹ میں مکمل تطہیر ہونی چاہیے۔ اطلاعات کے مطابق پولیس میں جرائم پیشہ افراد بھی شامل ہیں۔ جب تک ان کا قلع قمع نہیں ہوتا امن کے قیام کی

خواہش رکھنا فضول ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ جب تک ناجائز اسلحہ کی بازیابی نہیں ہوتی دائمی امن کے قیام کی توقع نہیں کرنی چاہیے دہشت گرد اسلحہ کا سہارا لے کر پھر وہی کھیل کھیلیں گے جو انہوں نے ماضی میں کھیلا ہے۔ اس لئے جمعیت علمائے پاکستان کا یہ موقف ہے کہ موجودہ امن کو دائمی امن بنانے کے لئے پولیس کی تطہیر ہونا چاہیے اور جائز اسلحہ کی بازیابی اور محبِ وطن قومی جماعتوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

ابوجنید: سندھ میں ضمنی انتخابات ہونے والے ہیں۔ آپ کی جماعت اس میں حصہ لے گی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: سندھ کے ضمنی انتخابات قدرے تاخیر سے ہورہے ہیں۔ قومی اسمبلی سندھ کے شہری علاقوں کی نمائندگی سے محروم ہے جو ایک افسوسناک امر ہے۔

سندھ میں ضمنی انتخابات میں تاخیر کی سب سے بڑی وجہ الیکشن کمشنر ہے۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ 1990 کے انتخابات میں بڑے پیمانے پر دھاندلی ہوئی تھی۔ نتائج کو تبدیل کیا گیا۔ جس میں میرا حلقہ انتخاب بھی شامل تھا۔ جس کی تصدیق اس وقت کے نگران وزیراعظم آئی جے آئی کے الیکشن سیل کے کئی ارکان بھی کرچکے ہیں۔ غیر جانب دارانہ اور آزادانہ انتخاب کے لئے ضروری ہے کہ موجودہ الیکشن کمشنر کو فوراً تبدیل کیا جائے اور آزادانہ اور غیر جانب دارنہ انتخابات کے انعقاد کے لئے خاطر خواہ انتظامات کئے جائیں۔ فوج کو حفاظتی گشت کے ساتھ ساتھ پولنگ اسٹیشن کی حفاظت کی بھی ذمہ داری سونپی جائے۔ اس وقت انتخاب کا غیر جانبدارانہ اور آزادانہ انعقاد ممکن ہے۔ جہاں تک ضمنی انتخابات میں حصہ لینے کا تعلق ہے۔ 14 مارچ 1993ء کو جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ اور مرکزی پارلیمانی بورڈ کے اجلاس جو کراچی میں ہورہے ہیں۔ جمعیت علماء پاکستان کا مرکزی پارلیمانی بورڈ امیدواروں کے ناموں کا فیصلہ کرے گا جہاں تک دوسری جماعتوں سے انتخابی اتحاد کا تعلق ہے۔ اس سلسلے میں جے یو پی کی انتخابی کمیٹی کے چیئرمین پروفیسر شاہ فرید الحق سے تقریباً تمام سیاسی جماعتوں نے رابطے قائم کئے ہیں۔ اسی کی روشنی میں آئندہ کے انتخابی لائحہ عمل کا اعلان کیا جائے گا اور ضمنی انتخابات میں بھرپور

حصہ لیا جائے گا۔

ملک کی سیاست اسمبلیوں اور پارلیمانی کمیٹیوں کے اجلاسوں اور اخبارات کے کالموں میں آٹھویں آئینی ترمیم کا معاملہ اچانک زور پکڑ گیا ہے۔ بعض حلقے اس کے مکمل خاتمہ کا مطالبہ کررہے ہیں۔ کچھ حلقے اسے برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ کچھ حضرات اس میں جزوی ترمیم چاہتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ملک بھر میں اس ترمیم کے بارے میں پورے جوش وخروش سے بحث جاری ہے۔ مگر بہت کم افراد یہ بتا سکتے ہیں۔ کہ" آٹھویں ترمیم کیا ہے؟" ایک سروے کے دوران بہت سے سیاست دان وکلاء بھی پوری طرح نہ بتا سکے کہ آٹھویں ترمیم کیا ہے۔ یہ ترمیم 11 نومبر 1988ء کو جاری کی گئی۔ عام طور پر اس ترمیم پر صرف یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس کے ذریعے صدر مملکت کو پارلیمنٹ توڑنے کا وسیع اختیارات دے دیئے گئے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ معاملہ آئین کی صرف ایک دفعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ جبکہ آٹھویں ترمیم کے ذریعے آئین کی 17 اہم دفعات میں دورس تبدیلیاں کی گئیں۔

اس مضمون میں ترمیم شدہ ان تمام واقعات کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ آٹھویں ترمیم سے قبل ان دفعات میں کیا کہا گیا تھا۔ اور ترمیم کے بعد ان کی صورت کیا رہ گئی ہے۔ اس ترمیم کے ذریعے جو اہم تبدیلیاں کی گئیں ان کے مطابق وزیراعظم کی بجائے صدر کو ملک کا چیف ایگزیکٹو بنادیا گیا۔ صدر کو محض اپنی صوابدید پر قومی اسمبلی کو توڑنے کا وسیع اختیار دے دیا گیا۔ یہی اختیارات صوبائی اسمبلیوں کے بارے میں گورنر کو دے دیئے گئے۔ آٹھویں ترمیم کے ذریعے اس قسم کی متعدد دوسری ترامیم بھی کی گئی ہیں۔ ان کا معاملہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ ان ترامیم کے مطالعہ سے پہلے یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ 11 نومبر 1988ء کو جس قومی اسمبلی نے آٹھویں ترمیم منظور کی تھی وہ غیر جماعتی بنیادوں پر منتخب کی گئی تھی یہ ترمیم اس وقت کے وزیر قانون اقبال احمد خان نے پیش کی اور منظور کرائی تھی اقبال احمد خان اس وقت سینٹ کے رکن ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جنرل ضیاء الحق نے اسی ترمیم کے ذریعے قومی اسمبلی اور کابینہ برطرف کردی۔ برطرف ہونے والوں میں خود اقبال احمد خان بھی شامل

تھے۔ تاہم وہ اب بھی اس ترمیم کے حامی ہیں۔

دفعہ 48 ء میں کہا گیا تھا کہ صدر مملکت اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے کابینہ یا وزیراعظم کے مشورے پر عمل کرے گا، وزیراعظم کے کسی مشورہ پر نظرثانی کے لئے کہہ سکے گا تاہم مشورہ ملنے پر اس پر عمل کرنے کا پابند ہوگا۔ ترمیم کے ذریعے اس دفعہ میں سے کابینہ کا لفظ نکال دیا گیا۔ اس دفعہ میں پہلے کہا گیا تھا کہ صدر کسی بھی طرح آئین کے مطابق اپنی صوابدید پر عمل کرسکتا ہے۔ ترمیم میں اضافہ کردیا گیا کہ صدر کے کسی صوابدید پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکے گا۔ اسی دفعہ میں صدر کے اختیارات کی جو تفصیل بتائی گئی ہے۔ اس کے مطابق صدر مملکت اپنی صوابدید پر قومی اسمبلی توڑ سکتا ہے۔ (پہلے یہ مدت 100دن کی تھی) صدر اس دوران نگران کابینہ مقرر کرسکتا ہے۔ نیز قومی اہمیت کے کسی مسئلہ پر ریفرنڈم کرایا جاسکتا ہے۔

آئین کی شق 51 کا تعلق قومی اسمبلی میں خواتین کی بالواسطہ ہونے والی نشستوں کی مدت کے بارے میں تھا؟ پہلے کہا گیا تھا کہ دو انتخابات میں بالواسطہ طور پر یہ نشستیں پر کی جائیں گی آٹھویں۔

جمعیت علماء پاکستان کی قیادت کو توڑنے میں کامیاب نہیں ہوسکے

لیکن نواز شریف نے یہ کام کردیا

ہمارا پاکستان میں آنے کا مقصد یہ تھا کہ ہم مسلمان بن کر زندہ رہیں اور اگر ہمیں مہاجر بن کر یا ہندی مسلمان بن کر زندہ رہنا ہوتا تو ہندوستان کیا برا تھا

عالم عرب اور عالم اسلام کی طرف سے مظلوم کشمیریوں کے حق میں جو آواز اٹھنی چاہیے تھی وہ نہیں اٹھ رہی ہے

قضیہ کشمیر جب بھی ہم اقوام متحدہ میں لے گئے تو روس نے ویٹو کردیا

فکر یہود نے سعودی بادشاہوں کی شکل میں خانہ کعبہ پر قبضہ کیا ہوا ہے

عالم اسلام میں جتنے بھی بادشاہ ہیں وہ خود ساختہ افراد ہیں

فکر یہود نے سعودی حکمرانوں کی شکل میں خانہ کعبہ پر قبضہ کیا ہوا ہے

جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ علامہ شاہ احمد نورانی کا "ندائے ملت" کو انٹرویو

پینل: عمران لیاقت، خالد

جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی ملک کے صف اول کے سیاسی اور مذہبی رہنما ہیں۔ مولانا کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ انکی شخصیت سیاسی حلقوں میں ہمیشہ متنازعہ رہی ہے اور وہ اپنے اصولوں کے بڑے پکے ہیں۔ مولانا نورانی 1970ء میں پاکستان کی سیاست میں داخل ہوئے اور آج تک مثالی رہنما کی حیثیت سے

سیاست میں سرگرم عمل ہیں۔ انہوں نے غیر جمہوری طاقتوں سے کبھی سمجھوتہ نہیں کیا۔ مولانا نورانی نہ صرف ایک سیاست دان ہیں۔ بلکہ ایک بلند پایہ مقرر اور عالم دین بھی ہیں۔ اسلام کے لئے انکی گراں قدر خدمات سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ آج کے مادی دور میں وہ غیر مسلم ممالک خاص طور پر افریقہ اور یورپ میں تبلیغ کے ذریعہ اسلام کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔ انہوں نے یورپ کے کئی ممالک میں جہاں مسلمان آباد ہیں ان کے بچوں میں اسلامی شعور پیدا کرنے کے لئے دینی مدارس قائم کیے ہیں۔ انہوں نے اب تک لا تعداد مدرسے قائم کیے ہیں۔ جس سے یورپی مسلمانوں کے بچے استفادہ کر رہے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی پاکستان میں قومی اسمبلی کے رکن اور سینیٹر بھی رہ چکے ہیں۔ اس طرح وہ ایک بہترین پارلیمنٹرین بھی ہیں۔ دستور پاکستان پر انکی نظر بڑی گہری ہے۔ 1973ء کے دستور بنانے والوں میں انکا نام سرفہرست ہے۔ 1973ء کے دستور میں بے شمار اسلامی دفعات ان کی ہی کوششوں سے شامل کی گئی تھیں۔ گزشتہ دنوں "ندائے ملت" کے ایک پینل نے ان سے حالات حاضرہ اور جمعیت علمائے پاکستان کے بارے میں ایک طویل انٹرویو کیا۔ اس انٹرویو میں مولانا نورانی نے بعض بڑے چونکا دینے والے انکشافات کیے جو نذر قارئین ہیں۔

علامہ شاہ احمد نورانی سے ہمارے پینل کا پہلا سوال یہ تھا کہ جمعیت علماء پاکستان میں موجودہ سیاسی کشمکش کی کیا وجوہ ہیں۔ یا واقعی کوئی کشمکش ہے۔ بھی یا نہیں۔ علامہ صاحب نے فرمایا کہ مولانا عبدالستار نیازی صاحب ہمارے واجب الاحترام ساتھی تھے۔ لیکن لاہور کے حلقہ 99 کے ضمنی انتخابات کا چکر ایسا چلا یعنی 'ننانوے کا پھیر' اس کے چکر میں ساری جمعیت آگئی۔ مولانا عبدالستار نیازی یہ چاہتے تھے۔ کہ جمعیت علماء پاکستان کے نمائندہ کو اس حلقے میں آئی جے آئی کے حق میں بٹھا دیا جائے کیونکہ اسکے بدلے میں آئی جے آئی ہم کو ایک سینٹ کی سیٹ اور مدرسہ کے لئے دو سو کنال زمین دے گی اور ساتھ میں الیکشن میں ہونے والے اخراجات بھی ادا کرے گی۔ لیکن اس دوران جب یہ معاملہ چل رہا تھا۔ تو میں کراچی واپس آگیا کیونکہ میری بچی کی طبیعت ناساز تھی۔

ندائے ملت: تو یہ سمجھوتہ جو مولانا ستار نے کیا آپ کے کہنے پر کیا یعنی آپ کے علم میں تھا؟

علامہ شاہ احمد نورانی: نہیں میں تو چلا آیا تھا۔ ان کا یہ فیصلہ یک طرفہ تھا۔ اور جب میں چلا آیا تو مولانا عبدالستار نیازی نے نواز شریف صاحب سے فون پر رابطہ قائم کیا اور کہا کہ بھئی ہم آرہے ہیں۔ معاہدہ کرلو۔ سینٹ کی سیٹ کب دو گے۔ نواز شریف نے کہا کہ مارچ میں سینٹ کی سیٹ مل جائے گی۔ اس کے علاوہ زمین اور الیکشن کے اخراجات انہوں نے مولانا عبدالستار نیازی کو دیئے۔ اس کا اعتراف خود انہوں نے کیا۔ پھر اخبارات میں تمام تفصیل آچکی ہے کہ انہوں نے سودے بازی کی۔

مولانا شاہ احمد نورانی صاحب نے اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ 28 فروری کو اسلام آباد میں جمعیت علماء پاکستان کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا تھا۔ جنرل کونسل کے ایک سو بائیس ارکان میں سے 93 ارکان حاضر تھے۔ 93 ارکان نے متفقہ طور پر مولانا عبدالستار نیازی صاحب کے اس سمجھوتے کو مسترد کرتے ہوئے اسے شرمناک معاہدہ قرار دیا اور اسے نظام مصطفیٰ کے سنہری اصولوں کے خلاف قرار دیتے ہوئے کہا کہ ہمارا اس معاہدے سے کوئی تعلق نہیں ہے تو جناب یہی کشمکش ہے۔ مولانا عبدالستار نیازی صاحب کو جب کوئی اور راستہ نظر نہیں آیا تو انہوں نے لاہور کے چند آدمیوں کو جمع کیا اور اعلان کیا کہ میں صدر کو معزول کرتا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود ہم نے ان سے کہا ہے کہ آپ کا پارٹی میں ایک مقام ہے اور آپ پارٹی سے معذرت کرلیں اور واپس آجائیں۔

ہمارا دوسرا سوال بھی علامہ شاہ احمد نورانی صاحب سے ان کی پارٹی کے ہی بارے میں تھا کہ جمعیت علماء پاکستان میں اس قسم کی وارداتیں بار بار ہوتی ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کہیں خرابی ضرور ہے۔ اس کے لئے آپ نے کوئی لائحہ عمل بنایا ہے۔ یا نہیں؟

ہمارے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے علامہ صاحب نے فرمایا کہ یہ ضرور ہے کہ پارٹی میں بار بار اس قسم کی باتیں ہوئی ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم کوئی سمجھوتہ نہیں کرپاتے ہیں۔ جس کی مثال یہ ہے کہ ہم نے ضیاء الحق صاحب سے سمجھوتہ نہیں کیا تو انہوں نے جمعیت علماء پاکستان کے نچلے ونگ کو یعنی تیسرے درجہ سے بھی کم افراد کو جس میں حنیف طیب' احمد یوسف بھوپالی مرحوم' حافظ تقی' الحاج شمیم الدین' دوست محمد فیضی وغیرہ جیسے لوگ شامل تھے۔ اپنے ساتھ ملالیا۔ ان میں کوئی ڈسٹرکٹ کا سیکرٹری کوئی صوبہ کا معمولی

ممبر تھا۔ مثال کے طور پر الحاج شمیم الدین ڈسٹرکٹ ویسٹ کے سیکرٹری تھے۔ وغیرہ یعنی تھرڈ گریڈ کے افراد کو توڑنے میں ضیاء الحق صاحب کامیاب ہوگئے۔ ضیاء الحق صاحب جمعیت علماء پاکستان کی قیادت کو توڑنے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ لیکن نواز شریف نے یہ کام کردیا جو ضیاء الحق نہیں کرسکے تھے۔ یعنی نواز شریف کامیاب ہوگئے اور انہوں نے ہمارے ہائی کمان کے ایک اہم ترین فرد کو توڑلیا۔

ندائے ملت: ملک کی موجودہ سیاسی صورتحال سے آپ کس حد تک مطمئن ہیں؟

علامہ شاہ احمد نورانی: ملک عدم استحکام کا شکار ہے۔ لیکن جمہوریت کے مستقبل سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ملک میں عدم استحکام کا سبب گیارہ سال کا طویل مارشل لاء ہے۔ اس طویل ترین مارشل لاء نے جمہوریت کی بنیادیں ہلادی ہیں۔ پہلا اور دوسرا مارشل لاء جو تھا۔ اس نے مشرقی پاکستان کو توڑ دیا اور ضیاء الحق کے مارشل لاء نے قومی یکجہتی کا خاتمہ کردیا اور اسی وجہ سے ملک کی سالمیت داؤ پر لگ گئی۔ اس لئے آج کے آدمی کی سوچ پاکستانی نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ میں پنجابی ہوں۔ میں سندھی ہوں۔ میں اردو بولتا ہوں۔ وغیرہ یعنی پاکستان بے چارہ بیچ میں سے غائب ہوتا جارہا ہے۔ یعنی آہستہ آہستہ پس منظر میں چلا گیا ہے اور یہ سب کچھ ضیاء الحق کے دور میں ہوا۔

علامہ شاہ احمد نورانی صاحب نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ یہ سب کچھ ضیاء الحق کے دور میں ہوا۔ میں یہ سمجھتا ہوں۔ کہ جمہوری عمل کو روکا جاتا ہے اور موجودہ اسمبلیوں کو ختم کیا جاتا ہے تو یہ اچھی بات نہیں ہوئی اور ہم نے ماضی میں بھی دیکھا ہے کہ اسٹریٹ پاور کے ذریعے ایوب خان کو ہٹایا تو یحیٰی خان نے فائدہ اٹھایا اور جب 1977ء کی تحریک میں بھٹو کو ہٹایا تو اسکا فائدہ بھی ضیاء الحق کو پہنچا۔ یعنی اسٹریٹ پاور سے ہر تیسری طاقت فائدہ اٹھاتی ہے۔ پاکستان اس وقت شدید خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ جس میں ہندو سرفہرست ہے اور ہندو ہمارا ازلی دشمن ہے۔ لوگ یہ کہتے ہیں کہ تین جنگیں ہم نے ہندوؤں سے لڑیں۔ یہ غلط ہے۔ ہم بارہ سو سال سے ہندوؤں سے لڑ رہے ہیں۔ یعنی غازی محمد بن

قاسم کے وقت سے ہم مسلسل لڑتے ہی چلے آرہے ہیں۔ اس لئے ہندو سے ہمیں ہمیشہ خطرہ ہے اور اب صورتحال یہ ہے کہ پاکستان میں سیاسی عدم استحکام سے آخر فائدہ کس کو پہنچے گا۔ جمہوری قوتیں اگر یہ سمجھتی ہیں کہ اس جمہوری حکومت کو ہٹانے کے بعد دوسری جمہوری حکومت آجائے گی تو یہ بہت مشکل لگتا ہے۔ بہرحال اسٹریٹ پاور کے شدید ترین مظاہرہ سے جمہوریت کو دھچکا لگتا ہے۔

ندائے ملت: یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ موجودہ حکومت کے اقدامات غیر جمہوری ہوں۔ اور اسٹریٹ پاور کے ذریعے اس حکومت کے غیر جمہوری اقدامات کو روکا جائے۔

علامہ شاہ احمد نورانی: آپ نے صحیح فرمایا کہ موجودہ حکومت کے غیر جمہوری اقدامات ہیں۔ لیکن ان کے غیر جمہوری اقدامات جو ہیں۔ ابھی اتنے زیادہ نہیں ہیں۔ لیکن بعض اقدامات جس سے جمہوریت کو نقصان پہنچا ہے۔ مثلاً یہ کہ جتنے جرائم پیشہ افراد تھے۔ بغیر کسی تحقیق ان کو چھوڑ دیا گیا جو مختلف مقامات پر نظر بند تھے۔ اور مختلف عدالتوں میں ان کے خلاف سنگین نوعیت کے مقدمات چل رہے تھے۔ پھر موجودہ حکومت نے بیورو بنایا اس میں لائق اور قابل افراد کو نظرانداز کرکے نا اہل افراد کی بھرتی کی گئی جو ایک غیر جمہوری اقدام تھا جبکہ ہر شخص کو اسکا حق ملنا چاہئے تھا۔ اسی طرح کے اور بھی بہت سے غیر جمہوری اقدامات اس حکومت نے کئے ہیں۔ اور ابھی تو ابتدا ہے۔ دیکھئے آگے کیا ہوتا ہے۔ ویسے بھی پوت کے پاؤں پالنے میں نظر آجاتے ہیں۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں۔ کہ جمہوریت کو پیپلز پارٹی سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ پیپلز پارٹی نے ابتدائی غلطی جو کی وہ یہ تھی کہ جو بہت ہی بڑی غلطی تھی اس نے حکومت میں آتے ہی ایم کیو ایم سے معاہدہ کرلیا۔ ایم کیو ایم میں ایسے قاتل اور مجرم موجود ہیں۔ جنہوں نے قتل کئے ہیں۔ جن کے خلاف ایف آئی آر کٹی ہوئی ہیں۔ انہوں نے گولیاں چلائی ہیں۔ دہشت گردی برپا کی ہے اور ٹارچر سیل کھولے ہیں۔ 22 ستمبر کو ہم نے ایک جلسہ کیا جس پر گولیاں برسائی گئیں جس میں ہمارا ایک کارکن شہید ہوگیا اس کی ایف آئی آر بھی کاٹی گئی مگر حکومت اور انتظامیہ نے کوئی ایکشن نہیں لیا۔ اس کے علاوہ ہمارے کارکنوں کے گھروں پر فائرنگ کی گئی، ان کو نکال نکال کر مارا گیا، ان کے والدین کو بھی تشدد کا نشانہ بنایا اور ان کی بے حرمتی کی گئی۔ ایم کیو ایم کے نسل

پرست اور دہشت گرد تنظیم ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور پھر مہاجر قومیت کا لفظ ہی نظریہ پاکستان کو ایک چیلنج کے مصداق ہے اور اسکی نفی ہے۔ میں یہ کہونگا کہ یہ نسل پرست تنظیمیں ضیاء الحق کے دور میں وجود میں آئی تھیں۔ افسوسناک بات یہ تھی کہ پیپلز پارٹی ایک طرف یہ کہہ رہی ہے کہ ہم وفاق کے علم بردار ہیں۔ اور دوسری طرف وہ دہشت گرد لسانی تنظیموں سے معاہدے کرتی ہے۔ جس میں ایم کیو ایم اور پی پی آئی سرفہرست ہیں۔ جب تک ایم کیو ایم والے معاہدے میں رہے۔ ان کی نگہبانی کی گئی اور ان کے بدترین گناہوں اور انکے کرتوت کی پردہ پوشی کی گئی۔ پچھلے رمضان میں 27 ویں شب میں گولیمار میں ہمارا جلسہ تھا۔ وہاں ایم کیو ایم نے فائرنگ کی ہم لوگ دو گھنٹے مسجد میں محصور رہے اور آج بھی گولیمار کی مسجد غوثیہ کی دیواروں پر گولیوں کے نشانات موجود ہیں۔ لیکن اس وقت کے پیپلز پارٹی کے وزیر اعلیٰ قائم علی شاہ نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔

ندائے ملت: اب تو ایم کیو ایم کے رویے میں تبدیلی آئی ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی: جناب وہ تو اس وقت ہی قومیت سے دستبردار ہوگئے تھے۔ جب انہوں نے پیپلز پارٹی سے معاہدہ کیا تھا۔ اور خود ہی یہ فرماتے تھے۔ کہ جو مہاجر قومیت کو نہیں مانتا وہ غدار ہے۔ لیکن آج ایم کیو ایم کے عزائم نہایت خطرناک ہیں۔ علامہ صاحب نے اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہر فرد یہ سوچ رہا ہے کہ ہم کسی طرح زندہ رہیں۔ ہمارا پاکستان میں آنے کا مقصد یہ تھا کہ ہم مسلمان بن کر زندہ رہیں اور اگر ہمیں مہاجر بن کر یا ہندی مسلمان بن کر زندہ رہنا ہوتا تو ہندوستان کیا برا تھا۔ پاکستان بننے کا مقصد ہی یہ تھا کہ ہمیں صرف مسلمان بن کر زندہ رہنا تھا۔ اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ ہماری قوم وطن و رنگ نسل سے نہیں بلکہ مذہب سے بنتی ہے۔ یعنی 'خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی' اسی لئے قائد اعظم کی قابل فخر قیادت میں برصغیر کے مسلمانوں کی عظیم جدوجہد کے نتیجہ میں یہ ملک حاصل ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں یہ عرض کررہا تھا کہ پیپلز پارٹی نے بہت شدید غلطیاں کی ہیں۔ لیکن بہرحال جمہوری عمل کے ذریعے اقتدار میں آئی ہے اور میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ موجودہ اسمبلیاں برقرار رہیں۔ پیپلز پارٹی کی حکومت کو اسٹریٹ پاور کے بجائے جمہوری عمل

سے ہی ہٹایا جانا چاہیے۔

ندائے ملت: اس بات کی وضاحت کیجئے کہ پورے ملک میں خبر اڑی ہوئی ہے۔ کہ 20 تاریخ کو کچھ ہونے والا ہے۔ آپ کے خیال میں کیا ہونے والا ہے؟

علامہ شاہ احمد نورانی: میں نہیں سمجھتا کہ کچھ ہوگا۔ اور وزیر اعظم کو اعتماد کا ووٹ لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ 1973ء کا جو آئین ہے۔ اسکے بنانے میں تو میں خود شامل تھا۔ اور اس آئین میں واضح طور پر لکھا ہے کہ الیکشن ختم ہونے کے 14 دن کے بعد صدر اسمبلی کا اجلاس طلب کرے اور ممبران اپنی مرضی سے خفیہ بیلٹ کے ذریعے وزیر اعظم کا انتخاب کریں پھر جنرل ضیاء الحق صاحب نے جو آئین میں ترمیم کی اس میں کہا کہ میں جنرل ضیاء الحق 22 مارچ تک اس ملک کا سربراہ رہونگا اور اسکے ساتھ ساتھ بہت سی دفعات کا بھی اضافہ کیا یعنی صدر اپنی صوابدید پر 22 مارچ تک جس کو چاہے۔ وزیر اعظم نامزد کرسکتا ہے اور یہ طریقہ کار 22 مارچ تک ہے۔ اس کے بعد یہ نہیں ہوگا۔ اور اسی آئین کے تحت غلام اسحاق خان نے وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کو وزیر اعظم نامزد کیا اور ان سے دو ماہ کے اندر اعتماد کا ووٹ لینے کو کہا جو وہ لے چکی ہیں۔ جہاں تک صدر اسحاق کا تعلق ہے۔ وہ 22 مارچ تک صدر رہ سکتے ہیں۔ کیونکہ ضیاء الحق کے مرنے کے بعد انکا ضمنی انتخاب ہوا تھا۔ جس کی مدت 22 مارچ کو پوری ہو رہی ہے۔ کیونکہ ضیاء الحق کی موت کی وجہ سے دوسرا صدر بنا ہے۔ یعنی "میں ضیاء الحق" اور 22 مارچ کے اندر جو بھی آئے گا وہ ضیاء الحق کی "میں" میں شامل ہوگا۔

ندائے ملت: کیا آٹھویں ترمیم غلط ہے؟

علامہ شاہ احمد نورانی: کچھ حصے غلط ہیں۔ آٹھویں ترمیم سے شریعت کورٹ کو تحفظ دیا گیا ہے۔ جو اچھی بات ہے۔

ندائے ملت: مسئلہ کشمیر پر آپ کا کیا موقف ہے؟

علامہ شاہ احمد نورانی: میں یہ سمجھتا ہوں۔ کہ مسئلہ کو خود کشمیر کے حریت پسندوں نے خود کیا ہے۔ مسئلہ کشمیر میں حکومت پاکستانی خارجہ پالیسی کے ذریعے وہ حاصل نہیں کرسکتی جو اسے حاصل کرنا چاہیئے تھا۔ حکومت پاکستان کو چاہیے یہ تھا کہ وہ عرب

ممالک سے رابطہ کرتی، آرگنائزیشن آف اسلامک کونسل سے رابطہ کرتی جس میں 46 کے قریب ممالک شامل ہیں۔ سعودی عرب' ایران' ترکی اور پاکستان یہ صرف چار اسلامی ممالک ہیں۔ جنہوں نے کشمیر کے مسئلے کے لئے کچھ کہا ہے۔ مثلاً اس طرح کہ خیال رکھے گولی آہستہ چلادے وغیرہ۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ یعنی عالم عرب اور عالم اسلام کی طرف سے مظلوم کشمیریوں کے حق میں جو آواز اٹھنی چاہیے تھی وہ نہیں اٹھ رہی ہے اور اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہماری خارجہ پالیسی میں کچھ کوتاہی ضرور ہے۔ اگر 46 اسلامی ممالک ایک جگہ بیٹھ جائیں تو یہ بہت بڑی آواز بن سکتی ہے۔ لیکن اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہماری خارجہ پالیسی نے اسلامی ممالک کو ماضی میں اور آج بھی باخبر نہیں رکھا ہماری خارجہ پالیسی امریکا کے طابع ہے اور ہم اقتصادی طور پر آزاد نہیں ہیں۔ اس لئے ہم آزاد خارجہ پالیسی بنانے سے قاصر ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ اسلامی ممالک خاموش ہیں۔ ہماری حکومت کو یہ چاہیے تھا کہ وہ پارلیمانی اور علماء کے وفود دوسرے اسلامی ممالک روانہ کرتی۔ وہاں عربی میں تقاریر کرتے اور اپنے موقف کی وضاحت کرتے۔ ہم حکومت پاکستان کو تو تھوڑا بہت الزام دے سکتے ہیں۔ لیکن اس میں آزاد کشمیر کی حکومت سب سے بڑی مجرم ہے۔ وہ کچھ نہیں کررہی ہے۔ صرف ہوٹل کا کجھتل میں کشمیر کے نام پر کانفرنس بلانے کے علاوہ انہوں نے کچھ نہیں کیا یا پھر سردار عبدالقیوم نے بیانات دے دیئے۔ اسکے علاوہ ان کو مسئلہ کشمیر سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ سردار قیوم اور ان کی حکومت یہ نہیں چاہتی کہ مسئلہ کشمیر حل ہو کیونکہ اگر مقبوضہ کشمیر آزاد کشمیر کے ساتھ مل جاتا ہے تو پھر سردار قیوم اور انکی لیڈری کہیں نہیں رہے گی اور ان کی جماعت تین فیصد ووٹ بھی حاصل نہیں کرسکے گی اور اسکے بعد کے انتخابات میں لوگ کہیں نہیں ہونگے کیونکہ یہ صدارت کے مزے لوٹتے رہے اور کشمیری حریت پسند قربانیاں دیتے رہے۔ مسئلہ کشمیر میں سب سے افسوس ناک کردار آزاد کشمیر کی حکومت کا ہے۔ اس نے مجرمانہ تغافل برتا ہے۔ موجودہ حالات میں مشرقی یورپ میں جو ٹوٹ پھوٹ ہورہی ہے۔ ہمیں اس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے پہلے یہ تھا کہ روس جس کا 15 سالہ دفاعی معاہدہ بھارت کے ساتھ تھا۔ اور اس نے 1971ء میں کھل کر بھارت کا ساتھ بھی دیا اور آج وہ روس کو خود آکسیجن کی ضرورت ہے۔ وہ بے حال ہورہا ہے

اور اس وقت روس ہندوستان کی کوئی مدد نہیں کرسکے گا چنانچہ روس کا جو بیان آیا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ شملہ معاہدہ کی رو [illegible] میں اس پرانے قضیہ کو حل کرنا چاہیے یعنی اب وہ اس کا اعتراف کررہے ہیں کہ قضیہ کشمیر موجود ہے۔ ورنہ وہ یہ کہہ سکتے تھے۔ کہ یہ بھارت کا اٹوٹ انگ ہے۔ یعنی اب ان کا رویہ بدل رہا ہے۔ روس اب اس معاملے میں مداخلت نہیں کررہا ہے۔ جب بھی ہم اقوام متحدہ میں اس مسئلہ کو لے کر گئے تو روس نے ویٹو کردیا لیکن اس وقت روس اپنے مسائل میں گھرا ہوا ہے۔

ندائے ملت: مولانا صاحب آپ عالم دین کی حیثیت سے اس بات کی وضاحت کریں گے کہ سعودی عرب کا رویہ موجودہ حالات میں مسلمانوں کے لئے صحیح ہے۔ یا نہیں یا یہودیوں کے خلاف مسلمانوں کو متحد ہوکر جہاد کرنا چاہیے تو کیا سعودی عرب ساتھ دے گا یا نہیں؟

علامہ شاہ احمد نورانی: میں سمجھتا ہوں۔ کہ سعودی عرب کو قیادت کرنا چاہیے جو اس کا حق ہے۔ مگر وہ نہیں کررہا ہے۔ سعودی عرب تو عالم اسلام کا مرکز ہے اور حجاز مقدس قلب ہے۔ لیکن ان میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کو متحد کرسکیں اور یہودیوں کے خلاف جہاد کرسکیں سعودی عرب کے اواکس طیارے جو پورے سعودی عرب کی نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ اور فضا میں رہتے ہیں۔ ان طیاروں کے تمام پائلٹ یہودی ہیں۔ سعودی عرب کا پورا نقشہ یہودیوں کے پاس ہے۔ سعودی عرب کے شاہی خاندان کو اگر امریکن سی آئی اے تحفظ نہ دے تو ان کی بادشاہت قائم نہیں رہ سکتی۔ یعنی سعودی عرب کا سارا نظام امریکن سی آئی کے ہاتھ میں ہے۔ یہ لوگ عالم اسلام کی کیا قیادت کریں گے اور کس طرح سے مسئلہ فلسطین کے سلسلے میں مسلمانوں کی رہنمائی کریں گے دو سال سے انتفادہ کی تحریک چل رہی ہے اور ایک ہزار مسلمان اب تک مارے جاچکے ہیں۔ اور سعودی عرب خاموش بیٹھا ہوا ہے۔ سعودی عرب کی بارڈر لائن پر مسلمانوں پر ظلم ہورہا ہے۔

ندائے ملت: خانہ کعبہ دراصل مسلمانوں میں اتحاد کا وہ مرکز ہے۔ جہاں پوری دنیائے اسلام کے مسلمان جمع ہوکر اپنے اقتصادی وسیاسی سماجی مسائل حل کریں کیا اس

وقت یہ ممکن ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی: فکر یہود نے سعودی بادشاہوں کی شکل میں خانہ کعبہ پر قبضہ کیا ہوا ہے اور ہم کعبہ کو شاہی خاندان کے تسلط سے آزاد نہیں کرا سکتے ہیں۔ لیکن اس وقت ہم باہر ممالک میں یہ بتا ضرور رہے ہیں کہ اسلام میں بادشاہت کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور عالم اسلام میں جتنے بھی بادشاہ ہیں۔ وہ خود ساختہ افراد ہیں۔ جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ندائے ملت: اس وقت آپ یورپ میں تبلیغ اسلام کررہے ہیں۔ وہاں اسلام کا کیا مستقبل ہے؟

علامہ شاہ احمد نورانی: اس وقت لوگ مسلمان کم ہو رہے ہیں۔ پہلے زیادہ ہو رہے تھے۔ اس کی بنیادی وجہ سعودی شاہی خاندان کے شہزادوں کی عیاشیاں ہیں۔ جو وہ یورپین ممالک میں آکر کرتے ہیں۔ اس سے یورپ کے افراد اسلام سے بد دل ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اس لئے ہم نے اپنی تبلیغ کا انداز بھی بدل دیا ہے۔ اب ہم مسلمان بچوں کی جو یورپ میں مقیم ہیں۔ ان کی فکری تربیت پر زیادہ توجہ دے رہے ہیں کہ یہ عیسائی نہ ہو جائیں۔

ندائے ملت: گزشتہ دنوں حق نواز جھنگوی کی شہادت اور پاکستان میں شیعہ سنی کا مسئلہ۔ یہ کیا مسئلہ ہے۔ اس کی وضاحت کیجئے؟

علامہ شاہ احمد نورانی: حکومت پاکستان ایران کے سفارت خانے کو اور قونصلیٹ کے دفاتر کو کڑی نگرانی میں رکھے اور کبھی بھی غیر ملک کے سفارت خانے کو پاکستان کے معاملات میں مداخلت نہیں کرنے دے۔ ایرانی قونصلیٹ اور ان کے روابط سے یہاں تشدد کی راہ ہموار ہو رہی ہے۔ اگر مذہب میں تشدد آجائے تو یہ نہایت خطرناک صورتحال اختیار کرلیتا ہے۔ جبکہ دین میں تو محبت ہے۔ وہ تنظیمیں جو کبھی بھی پاکستان کی سیاست میں فعال نہیں رہیں ان کا مقصد محض تعزیے یا جلوس نکالنا تھا۔ ان کا انداز نہایت جارحانہ ہوگیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کسی کی شہ پر ایسا ہو رہا ہے۔ بہر حال پاکستان کے مسلمان تو سنی ہیں۔ لوگ کوشش کررہے ہیں کہ پاکستان کو شیعہ اسٹیٹ بنادیا جائے۔ ایسا

ہوگا نہیں۔ ناممکن بات ہے۔ پاکستان میں سنی مسلمانوں کی اکثریت ہے اور 95 فیصد اہلسنت والجماعت مسلمان یہاں پر رہتے ہیں۔ یہاں صرف 2 فیصد لوگ فقہ جعفریہ کے افراد ہیں۔ جو رہتے ہیں۔ جبکہ ایران میں 30 فیصد اہلسنت والجماعت کے لوگ ہیں۔ سنی مسلمانوں کو تہران میں مسجد بنانے کا حق نہیں ہے اور اس کو میں چیلنج کرتا ہوں۔ اور پاکستان میں 2 فیصد کیا کیا مانگ رہے ہیں۔ بقول شیعوں کے ان کی تعداد پاکستان میں ایک کروڑ ہے تو پھر ان کے انتخابی حلقے کتنے ہونے چاہئیں صرف جھنگ پورے پاکستان میں ان کا ایک انتخابی حلقہ ہے۔ جبکہ کراچی میں امیر حیدر کاظمی سنیوں کے ووٹ سے کامیاب ہوئے صرف جھنگ واحد جگہ ہے۔ جو شیعوں کا حلقہ ہے۔ وہاں بھی علامہ حق نواز جھنگوی عابدہ حسین سے کچھ ووٹوں سے ہارے تھے۔

1970ء میں جمعیت علماء پاکستان واحد جماعت تھی جس نے عابدہ حسین کے والد کرنل عابد حسین کو ہرایا تھا جبکہ جمعیت علماء پاکستان کے نمائندے غلام حیدر بھروانہ تھے۔

ندائے ملت: عورت کی سربراہی کے حوالے سے آپ کا شرعی نقطہ نظر کیا ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی: جناب صدر اسحاق نے 6 دسمبر کو وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کو نامزد کیا ہے اور 14 دسمبر کو غلام اسحاق خان کو سب نے ووٹ دیئے۔ جو لوگ عورت کی سربراہی پر اعتراض کررہے ہیں۔ پہلے غلام اسحاق خان کو تو ہٹائیں اور ان سے جواب طلب کریں کیونکہ عورت کو سربراہ تو انہوں نے ہی بنایا ہے۔ ویسے اسلام میں عورت کی سربراہی قطعی ناجائز ہے۔

مغرب اور یورپ میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے

بھارت کے صدر کے پاس مرسیڈیز نہیں ہے۔ مگر ہمارے پاس 80 لاکھ اور ایک کروڑ کی کار ہوتی ہے

شریعت کورٹ اور اپیلیٹ کورٹ میں باقاعدہ دو سال تک سماعت کے بعد شاتم رسول کے لیے سزائے موت مقرر کی گئی

تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان نے کسی شاتم رسول ﷺ کو معاف نہیں کیا

مسلمان حضور پرنور ﷺ سے اتنی والہانہ محبت رکھتے ہیں کہ ان کی عظمت کا تحفظ ان کے ایمان کا جزو ہے

گستاخ رسول کو سزائے موت مسلمہ اور حقیقہ ہے

این جی اوز کو گھمنڈ ہے کہ وہ دولت کے بل بوتے پر پاکستان کو سیکولر بنا دیں گی تو ان کی بھول ہے

علامہ امام حضرت شاہ احمد نورانی صدیقی

نورانی صاحب سے سوال و جواب کی ایک فکری نشست

سوال: ملک کی موجود صورت حال پر آپ کا تبصرہ کیا ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ملک کی موجودہ صورت حال بہتر نہیں ہے۔ ملک کی تاریخ میں تاجروں کی سب سے بڑی تباہ کن ہڑتال ہوئی۔ گو کہ اب پہلے جیسی

صورت حال نہیں مگر تاجروں اور حکومت میں چپقلش اب بھی چل رہی ہے۔ تاجروں کو اب بھی گرفتار کیا جا رہا ہے۔ میری معلومات کے مطابق اب تک ستر ارب روپے سے زائد کا نقصان ہو چکا ہے۔ مجھ سے زیادہ ماہرین اقتصادیات بتا سکتے ہیں کہ حکومت کو جتنا ٹیکس ملنا چاہیے تھا، ہڑتال کی وجہ سے اس سے زیادہ نقصان ہو چکا ہے۔ ٹی وی پر اس بات کی تشہیر ہوئی کہ کراچی لاہور اور فیصل آباد کی کلاتھ مارکیٹ میں کروڑوں کا کاروبار ہوتا ہے مگر حکومت کو وہاں سے دس پندرہ ہزار روپے ٹیکس ملتا ہے۔ اس کا ذمہ دار کون ہے؟

افسروں کی رشوت خوری اور بے جا عیاشی کے باعث تاجر ٹیکس دینے سے انکاری ہیں۔

آج وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس جگہ سے کروڑوں روپے کا ٹیکس ملنا چاہیے تھا، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ افسر شاہی نے پہلے اتنا ٹیکس کیوں وصول نہیں کیا۔ اس کے ذمہ دار وہ خود ہیں کہ انہوں نے رشوت خوری کی وجہ سے انکم ٹیکس وصول نہیں کیا، سی بی آر کے چیئرمین یا گریڈ 21 یا 22 کے افسروں کی تنخواہ سب الاؤنسز وغیرہ ملا کر چالیس ہزار روپے کے قریب ہوگی۔ وہ نیب کو ایک کروڑ روپے کہاں سے دے رہے ہیں۔ ان کو پکڑ لیا کہ ایک کروڑ روپے لے لیجیے مجھے چھوڑ دیجیے ان سے رقم بٹوری گئی اور ان کو باہر بھیج دیا گیا۔

ٹیکس لینے کا طریقہ آسان ہونا چاہیے اور حکومت کو اپنا اعتماد بحال کرنے کے لیے سادگی اختیار کرنی چاہیے۔

وزارت خارجہ سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد 75 فیصد افسران امریکہ اور لندن میں بس جاتے ہیں۔ ان کے گرین کارڈ فوراً بن جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان کے ایجنٹ بن جاتے ہیں۔ ان کے مفادات کی نگہبانی کی جاتی ہے۔ اسی طرح وزرائے خزانہ کے افسران کا حال ہے۔ یہ سب کے سب افسران یہاں سے باقاعدہ تنخواہیں لیتے ہیں، قومی خزانے کو لوٹتے ہیں اور وہاں سے بھی لوٹتے ہیں، دونوں طرف سے دونوں ہاتھوں سے لوٹتے ہیں۔

اب افسر شاہی شکایت کر رہی ہے کہ ان مارکیٹوں سے کروڑوں روپے انکم ٹیکس ملنا چاہیے۔ وہ تاجروں کو چور قرار دے رہے ہیں۔ گویا چور کہہ رہا ہے کہ یہ چور ہیں۔ مگر دونوں مل کر ہی چوری کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ملک کی اقتصادی صورت حال بہتر نہیں ہے۔ پاکستان کے شہری کی حیثیت سے سب کا فرض ہے کہ جس پر جو ٹیکس

ہے اسے دینا چاہیے۔ کوئی بھی ذمہ دار شخص یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ وہ ٹیکس نہیں دے گا۔ لیکن اس کا طریقہ آسان ہونا چاہیے تاکہ لوگ خوش دلی سے ٹیکس دیں۔ ایک زمانے میں لوگوں نے یزید کو ٹیکس دینا بند کر دیا تھا۔ ٹیکس وصول کرنے والے زکوٰۃ عشر وصول کرنے کے لیے آتے تھے لیکن لوگ ادائیگی سے انکار کر دیتے تھے۔ لیکن عمر بن عبد العزیز کے عہد میں ٹیکس دیتے تھے بلکہ کہتے تھے کہ ان کے لیے جان بھی حاضر ہے۔ وہ جانتے تھے کہ یزید کو ادا کیا جانے والا ٹیکس عیاشی پر خرچ ہوتا ہے۔ عمر بن عبد العزیز کو وہ جو ٹیکس دیتے تھے اس کے بارے میں سمجھتے تھے کہ اس کا فائدہ ہمیں پہنچے گا۔ یزید کے دور میں ان کا خیال تھا کہ اس کا فائدہ یزید کو پہنچ رہا ہے، ہمیں نہیں پہنچ رہا۔ لہٰذا ہم انکار کرتے ہیں۔ ٹیکس نہیں دیتے اس مسئلے پر بعض مقامات پر جھگڑے بھی ہوئے۔ آج یہاں پر بھی وہی صورت حال نظر آ رہی ہے۔ تاجر بیوروکریسی کی وجہ سے پریشان ہیں۔ بیوروکریسی نے قومی خزانے کو بے دردی سے لوٹا ہے۔ ایک بیوروکریٹ کی بیوی اور اس کی لڑکیاں چالیس چالیس لاکھ روپے کی ہیرے کی انگوٹھیاں پہنتی ہیں۔ ان کے بچے امریکہ اور لندن میں پڑھتے ہیں۔ انہوں نے کروڑوں اربوں روپے کمائے۔ ان کے پاس ایک ایک کروڑ کی گاڑی ہوتی ہے، بنگلے ہوتے ہیں، اندرون و بیرون ملک بینک بیلنس ہوتے ہیں۔ وہ کہاں سے آتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس صورت حال میں تاجر اور سیاستدان بھی ٹیکس چوری کریں گے۔ اس مسئلے کا ایک ہی حل ہے کہ جو لوگ حکومت کر رہے ہیں۔ ان کی زندگی سادہ ہو۔ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ان کا پیسہ عیاشی پر خرچ نہیں ہو رہا۔ بھارت میں بڑے سے بڑے افسر کے پاس ان کے اپنے ملک میں بنی ہوئی گاڑی ہے۔ بھارت کے صدر کے پاس مرسیڈیز نہیں ہے۔ مگر ہمارے پاس 80 لاکھ اور ایک کروڑ کی کار ہوتی ہے۔ جب لوگ ٹیکس دیتے ہیں۔ تو وہ دیکھتے ہیں کہ ہم نے پیسہ دیا اور اس سے ڈیڑھ کروڑ روپے کی مرسیڈیز آ گئی۔ اس وجہ سے عوام کا حکمرانوں پر اعتماد باقی نہیں رہا۔ حکومت پر عوام کا اعتماد بحال کرنے کے لیے جنرل صاحب کو چاہیے کہ وہ غریب عوام کو ریلیف دیں۔ افسران کی تطہیر کریں۔ جب تک اوپر سے یہ عمل شروع نہیں ہوگا اس وقت تک میں سمجھتا ہوں کہ کوئی حکم موثر نہیں ہوگا۔ بہر حال اب جو صورت حال ہے اس کا کوئی مناسب حل نکلنا چاہیے۔ اس وقت باہمی اعتماد مجروح ہو چکا

ہے۔ یہ اعتماد بحال ہو جائے تو صورت حال بہتر ہو سکتی ہے۔ ٹیکسز کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے مگر اس میں کافی پیچیدگیاں ہیں۔ اس قوم کے تاجروں سے سوال کیے جا رہے ہیں۔ جہاں تعلیم کی شرح 25 فیصد ہے جبکہ افسر شاہی بات بات پر یورپ کی مثال دیتی ہے اگر یہ ساری چیزیں کرنی ہیں، معیشت کی دستاویز بندی کرنی ہے اس مقصد کے لیے پہلے قوم کی شرح خواندگی میں اضافہ کیا جائے، تعلیم و تربیت کا بہترین نظام کیا جائے۔ قوم کے افراد تعلیم یافتہ ہوں گے تو معیشت کی ڈاکومنٹیشن خود بخود ہوتی چلی جائے گی۔

سوال: وفاقی وزیر ڈاکٹر عبد المالک کانسی نے مذہبی جماعتوں کے رہنماؤں سے ملاقاتیں کی ہیں۔ آپ سے بھی ملاقات کی تھی، آپ کو جنرل صاحب کا کیا پیغام پہنچایا گیا۔

مولانا شاہ احمد نورانی: وہ پہلے قاضی حسین احمد صاحب سے ملے تھے۔ اس کے بعد مولانا فضل الرحمن سے ملے تھے۔ مگر انہوں نے وزیر صاحب کو جواب دیا کہ تحفظ ختم نبوت ﷺ قومی کانفرنس کے 9 نکاتی مطالبات کے حوالے سے کراچی میں مولانا نورانی سے رابطہ کیا جائے تو وہ کراچی تشریف لائے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ کو بتاؤں کہ حکومت کا نقطہ نظر کوئی معاندانہ نہیں ہے۔ میں نے ان کو بتایا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ حکومت کو غلط مشورے دیئے گئے ہیں۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں تھا، کہیں سے کوئی مطالبہ نہیں تھا کہ قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ میں ترمیم کی جائے۔ اس کے طریقہ کار کو تبدیل کیا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کا قانون زمین میں نہیں آسمان سے اتارا گیا ہے کہ شاتم رسول کو سزائے موت دیدی جائے۔ اس قانون کو قومی اسمبلی میں متفقہ طور پر منظور کیا گیا۔ اس سے پہلے شریعت کورٹ اور اپیلیٹ کورٹ میں باقاعدہ دو سال تک تمام قانونی پہلوؤں کی سماعت کی گئی اور اس کے بعد شاتم رسول کے لیے سزائے موت مقرر کی گئی۔ انگریزوں کے دور میں یہ قانون نہیں تھے۔ اس وقت یہ قانون تھا کہ دو سال کی سزا دی جاتی۔ اگر کسی نے مذہبی منافرت پیدا کی کسی برگزیدہ ہستی یا بانی مذہب کی شان میں گستاخی کی ہو تو اس کے خلاف پینل کوڈ کی دفعہ 295,285,295 اے بی سی اور 289 وغیرہ کے تحت مقدمہ ہوتا تھا مگر اس میں بھی سزا

نہیں ہوتی تھی۔ شاتم رسول ﷺ راج پال کو عدالت نے بری کر دیا تھا وہ جیسے ہی عدالت سے باہر آیا غازی علم دین شہید نے اس کو چھرا مار کر واصل جہنم کر دیا اور کورٹ میں اقرار کیا کہ میں نے مارا۔ مسلمان کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان نے کسی شاتم رسول ﷺ کو معاف نہیں کیا۔ کوئی غازی عبد الرشید یا علم دین شہید اس کو قتل کر دیتا تھا۔ اس لیے اب قانون بنایا گیا ہے کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی، اس کی ایف۔ آئی۔ آر کٹ گئی، وہ پولیس کی تحویل میں چلا گیا۔ اب اسے کوئی مار نہیں سکتا۔ اگر وہ پولیس کی تحویل میں نہیں ہوگا تو مسلمان اس کو مار دیں گے۔ جو فیصلہ ہوگا وہ ہوتا رہے گا۔

مسلمان حضور پرنور ﷺ سے اتنی والہانہ محبت و عقیدت رکھتے ہیں کہ ان کی محبت اور عظمت کا تحفظ ان کے ایمان کا جزو ہے۔ بہرحال جنرل صاحب نے ان کے مشورہ پر قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے طریقہ کار میں تبدیلی کا اعلان کر دیا۔ یعنی سزائے موت برقرار رہے گی۔ مگر طریقہ کار میں تبدیلی کر دی گئی کہ اب ایس ایچ او براہ راست ایف آئی آر درج نہیں کرے گا ڈی سی انکوائری کرے گا۔ وہ اپنی رپورٹ تین دن کے اندر دے گا۔ ڈی سی عیسائی، قادیانی اور ہندو بھی ہو سکتا ہے۔ یہاں بہت سی انکوائری رپورٹوں میں مہینوں لگ جاتے ہیں۔ پتہ نہیں چلتا کہ کب انکوائری رپورٹ آئی اور کب گئی۔ جب یہ تبدیلی آئی تو ہم نے سوچا کہ لوگوں کو حضور پرنور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کے مواقع مل جائیں گے۔ زبانیں دراز ہو جائیں گی۔ تو ہم نے آٹھ مئی کو لاہور میں تحفظ ختم نبوت ﷺ قومی کانفرنس طلب کی۔ تمام دینی جماعتوں کے سربراہ تشریف لائے۔ 9 نکات پر سب کا اتفاق رائے ہوا۔ اور طے کیا گیا کہ مطالبات کی منظوری کے لیے 19 مئی کو ہڑتال کی جائے گی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جنرل صاحب قابل مبارکباد ہیں کہ خود ہی اعلان کر دیا کہ قانون تحفظ و ناموس رسالت ﷺ کے طریقہ کار میں تبدیلی واپس لیتے ہیں۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ انہوں نے قوم کے مزاج کو سمجھا۔ ڈاکٹر عبد المالک کانسی سے بات چیت ہوئی تو انہوں نے کہا کہ جب وہ آ رہے تھے تو کسی نے مجھے بتایا کہ حضور اکرم ﷺ نے کسی گستاخ رسول کو قتل کا حکم نہیں دیا۔ میں نے ان کو بخاری شریف کی ایک حدیث کا حوالہ دیا۔ کہ فتح مکہ کے دوران ایک گستاخ رسول ﷺ مقام ابراہیم کے پاس کعبہ کے

پردہ میں چھپ گیا۔ حضور پاک ﷺ کے حکم پر اس کو قتل کر دیا گیا۔ جبکہ حرم پاک میں امان ہوتی ہے۔ گستاخ رسول کو سزائے موت مسلمہ اور متفقہ ہے۔ اسی طرح حضور پرنور ﷺ کے خاتم انبیاء ہونے پر بھی اتفاق رائے ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ قادیانی فتنے کی وجہ سے جنرل اعظم کے دور میں لاہور میں مارشل لا لگا۔ خواجہ ناظم الدین کی مرکزی حکومت ختم ہوئی۔ چودھری ظفر اللہ کو نکالا گیا۔ 1953-1973ء اور 1974ء میں ربوہ، فیصل آباد اور ناظم آباد وغیرہ میں مسلم قادیانی فسادات ہوئے۔ مگر 1974ء میں قومی اسمبلی کی جانب سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بعد کوئی فساد نہیں ہوا۔ کیوں کہ مسلم حکومت میں غیر مسلم (ذمی) کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ اقلیتوں کے جان و مال کی حفاظت مسلمان اپنے جان و مال کی حفاظت کی طرح کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں ہندو مسلم اور عیسائی مسلم فسادات نہیں ہوئے۔ جب کہ بھارت میں آئے روز ہندو مسلم اور ہندو عیسائی فسادات ہوتے رہتے ہیں۔ کراچی پہلے ہندو مسلم فساد کے دوران قائداعظم خود چل کر جمشید روڈ گئے تھے اور لوٹ مار کرنے والوں کو گولی مارنے کا حکم دیا تھا اور سختی سے حکم دیا تھا کہ ہندو مسلم فسادات نہیں ہونے چاہئیں۔ اقلیتوں کے تحفظ کی ذمہ دار حکومت ہے۔ پنجاب کے علاقے شانتی نگر میں حال میں مسلم عیسائی فسادات ہوئے۔ حکومت پنجاب کی تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق شانتی نگر میں مسلم عیسائی فسادات کی سازش میں بعض این جی اوز ملوث تھیں۔ جن کا مقصد پاکستان کو دنیا میں بدنام کرنا تھا۔ اس کی ساکھ کو نقصان پہنچانا تھا۔ اس کی بنیاد پر پاکستان کو دہشت گرد ممالک کی فہرست میں شامل کرنے کی سازش کی گئی تھی۔

این جی اوز کے پاس صیہونی و صلیبی قوتوں اور ہندوؤں کا بے تحاشہ پیسہ آرہا ہے۔ وہ ان کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ ان کے حساب و کتاب کی دیکھ بھال ہونی چاہیے کہ ان کو کہاں کہاں سے پیسہ مل رہا ہے۔ وہ کہاں خرچ ہو رہا ہے۔ اس کی تحقیقات ہونی چاہیے اور ثبوت مل جائیں کہ ملک دشمن عناصر سے پیسہ وصول کر رہے ہیں۔ تو ان کے خلاف پابندی عائد کی جائے۔

ڈاکٹر عبدالمالک پر میں نے واضح کر دیا تھا کہ تحفظ ختم نبوت ﷺ قومی کانفرنس

کے مطالبات کے حوالے سے دینی جماعتوں کے سربراہ جنرل پرویز مشرف کے ساتھ اجتماعی طور پر مذاکرات کریں گے۔ اس موضوع پر انفرادی طور پر ملاقات اور مذاکرات نہیں ہوسکتے۔ تاہم حکومت اگر اپنے کسی سیاسی پروگرام کے حوالے سے دینی جماعتوں کے سربراہوں سے انفرادی طور پر ملاقات کرنے کی خواہش مند ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ہر جماعت کا اپنا منشور اور سیاسی پروگرام ہے، وہ حکومت کے نمائندوں سے انفرادی طور پر ملاقات اور مذاکرات کرنے میں آزاد اور خودمختار ہیں۔

سوال: چیف ایگزیکٹو نے کہا ہے کہ پاکستان میں دینی جماعتوں کو عوام میں پذیرائی حاصل نہیں ہے، وہ الیکشن میں کامیاب نہیں ہوئے۔ وہ غیر موثر ہیں۔ ان پر آپ کا ردعمل کیا ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: دینی جماعتوں نے پاکستان کی سیاست میں موثر کردار ادا کیا ہے۔ 1970ء کے انتخابات میں جمعیت علماء پاکستان کے آٹھ، جمعیت علماء اسلام کے سات اور جماعت اسلامی کے چار اراکین قومی اسمبلی میں منتخب ہوئے تھے۔ دینی جماعتوں کے نمائندوں کے موثر کردار کی وجہ سے دستور لادین نہیں بن سکا، پیپلز پارٹی کے منشور کا تختہ الٹ گیا، سوشلزم دستور میں شامل نہیں ہوسکا۔ اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔ قرارداد مقاصد کو آئین میں شامل کیا گیا، کونسل آف آئیڈیالوجی قائم کی گئی۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ این جی اوز کو گھمنڈ ہے کہ وہ دولت کے بل بوتے پر پاکستان کو سیکولر بنا دیں گی تو ان کی بھول ہے۔ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے۔ اسلامی نظام کو باقی رکھنے کے لیے دینی جماعتیں ہراول دستے کا کردار ادا کریں گی۔ تحریک پاکستان میں علماء کرام اور مشائخ عظام نے نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ مدارس اور خانقاہوں نے قائداعظم کے ہراول دستے کا کردار ادا کیا۔

سوال: جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ ملی یکجہتی کونسل غیر موثر ہوگئی ہے وہ اس کے اجلاسوں میں شرکت نہیں کریں گے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟ قومی یکجہتی کونسل فرقہ واریت کو روکنے میں ناکام ہوگئی ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: پاکستان میں شیعہ سنی فرقہ وارانہ تصادم کبھی

بھی نہیں ہوا جس طرح آئرلینڈ میں رومن کیتھولک او پروٹسٹنٹ کے درمیان ہو رہا ہے۔ 1994ء میں اس قسم کی صورت حال سامنے آئی کہ اسلام اور پاکستان کے دشمن شیعہ سنی فسادات کرنا چاہتے تھے اور اقوام عالم میں پاکستان کی ایسی تصویر دکھانا چاہتے تھے کہ پاکستان دہشت گردوں کا ملک ہے، اسلام دہشت گردوں کا مذہب ہے، مساجد کا تقدس ختم ہو گیا ہے، نمازیوں کا قتل عام ہو رہا ہے، اس سازش کو ناکام بنانے کے لیے ملی یکجہتی کونسل قائم کی گئی، قاضی حسین احمد، مولانا فضل الرحمٰن، علامہ سید ساجد علی نقوی اور سپاہ صحابہ کے رہنماؤں نے ملک بھر کے دورے کیے۔ علمائے کرام کو آگاہ کیا کہ مغرب اور یورپ میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔ وائٹ ہاؤس میں پہلی مرتبہ اذان اور نماز ہوئی۔ اسلام دشمن عناصر پاکستان میں فرقہ وارانہ فسادات کے ذریعے امریکہ اور یورپ میں اسلام کو بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ اسلام کی مقبولیت کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دینی جماعتوں کے رہنماؤں نے اپنی مخلصانہ جدوجہد کے ذریعے فرقہ وارانہ فسادات کی سازش کو ناکام بنا دیا، ملک بھر میں کہیں بھی فرقہ وارانہ فسادات نہیں ہوئے۔ تاہم دہشت گردی کے اکا دکا واقعات ضرور ہوئے، اس کو روکنا حکومت کی ایجنسیوں کا کام ہے، جس پر قومی خزانے سے چار ارب روپے خرچ ہو تے ہیں۔ دینی رہنما دہشت گردوں کا تعاقب نہیں کر سکتے۔ ان کی کاروائیوں کو روکنا حکومت کا فرض ہے۔ دینی جماعتوں نے فرقہ وارانہ فسادات کی سازش کو ناکام بنا کر اپنا فرض پورا کیا ہے۔ رہ گیا سوال کہ عوام دینی جماعتوں کو ووٹ نہیں دیتے تو یہ مفروضہ غلط ہے۔ پاکستان میں منصفانہ انتخابات نہیں ہوئے۔ انتخابی نتائج کو انجینئرڈ قرار دیا جاتا ہے۔ سیاست دانوں کو عوام کے بھاری مینڈیٹ کا دعویٰ غلط ثابت ہوا ہے۔ انتخابات میں تیس فیصد ووٹ ڈالے گئے وہ ووٹ بھی مال و دولت اور کلاشنکوف کی بنیاد پر ملتے ہیں۔ دینی رہنماؤں کے پاس دولت اور کلاشنکوف بردار نہیں ہیں۔ ان کو کہاں سے ووٹ ملیں گے۔ 1970ء میں منصفانہ انتخابات ہوئے تھے اس میں کراچی، حیدر آباد اور ملک بھر کے عوام نے دینی جماعتوں کے نمائندوں پر اعتماد کیا تھا۔ اب منصفانہ انتخابات ہوں، دولت اور کلاشنکوف کلچر ختم کیا جائے، عوام کو آزادانہ طریقے سے حق رائے دہی استعمال کرنے کی اجازت دی جائے تو عوام دوبارہ دینی رہنماؤں پر بھرپور اعتماد کا اظہار

کریں گے۔

سوال: موجودہ حکومت کے خلاف سیاسی اور دینی جماعتوں کا اتحاد قائم ہو سکتا ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: سیاسی جماعتوں کے ساتھ دینی جماعتوں کا اشتراک امر مشکل ہے۔ اس صورت حال میں دینی جماعتوں کو سیاستدانوں کا وکیل صفائی بننا پڑے گا۔ جبکہ ہم ان کے وکیل صفائی نہیں بن سکتے۔

سوال: اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے مذہبی جماعتوں کے درمیان انتخابی اتحاد کے کتنے امکانات ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: مذہبی جماعتوں کے درمیان چند معاملات پر اختلافات ہیں۔ مگر وہ متفقہ معاملات پر مل بیٹھ کر کام کر سکتے ہیں۔ مشترکہ منشور تیار کیا جا سکتا ہے۔ ملک میں سیاسی خلاء پیدا ہو گیا ہے۔ مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کے رہنماؤں پر کرپشن کے الزامات ہیں، کچھ جیل میں ہیں، کچھ ملک بدر ہیں، قیادت کا فقدان پیدا ہو گیا ہے۔ اسٹیبلشمنٹ کی تیار کردہ دونوں سیاسی پارٹیاں ناکام ہو گئی ہیں۔ دینی جماعتیں اس خلاء کو پر کر سکتی ہیں۔

بھارت میں مسلمانوں کی نسل کشی کی جارہی ہے

ہفت روزہ "افق" کراچی کو دیا گیا انٹرویو

انٹرویو: حافظ سراج الدین

جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا ہے کہ بھارت میں مسلمانوں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا جارہا ہے۔ ان پر ملازمتوں کے دروازے بند ہیں۔ ان کی نسل کشی کی جارہی ہے اور ان کا جینا دوبھر کردیا گیا ہے۔ مولانا نورانی اپنے 14 روزہ بھارت سے واپسی نمائندہ افق سے بات چیت کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے خصوصی انٹرویو میں کہا کہ اجمیر شریف میں چھ روزہ قیام کے دوران بھارت کے مختلف حصوں سے آئے مسلمانوں سے ملنے کے بعد مجھے یہ معلوم کر کے بڑا دکھ ہوا ہے کہ بھارت کا مسلمان بےحد مظلوم ہے۔ اسے کسی اچھے سلوک کا مستحق نہیں سمجھا جاتا۔ مسلمانوں پر ملازمتوں کے دروازے بند ہیں اور ان کی نسل کشی کی جارہی ہے۔ مولانا نورانی نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ بھارت کا مسلمان معاشی بدحالی کا شکار ہے۔ بھوک افلاس اور خوف دہشت کی فضا میں مسلمان چلتی ہوئی نعشیں نظر آرہی ہیں۔ ان کا گزر اوقات خوانچہ فروشی سائیکل۔ رکشہ اور تانگہ چلانے سے ہوتا ہے۔ صرف چند مسلمان ایسے ہیں جو محدود پیمانے پر کاروبار کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ جمشید پور کے مقتدر زعما سے اجمیر شریف میں ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ جمشید پور میں 2 ماہ قبل جو مسلم کش فساد ہوئے تھے ان میں ایک ہزار سے زائد مسلمان شہید ہوئے۔ 45 ہزار بے گھر ہوئے جو کہ اب مختلف مساجد، دارالعلوموں اور خانقاہوں یا کھلے آسمان کے زیر سایہ کسمپرسی کے دن گزار رہے ہیں۔ اور ایک بڑی ایمبولینس جس میں ایک سو 9 زخمی مسلمان مرد عورتیں اور بچے سوار تھے۔ اس پر ہندوؤں نے حملہ کر کے جلا دیا جس سے ایک سو مسلمان جل کر خاکستر ہو گئے۔

صرف 9 مسلمان بچ سکے۔ انہوں نے ان فسادات کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ رام نومی کا جلوس جمشید پور میں جن سنگھ کی غنڈہ تنظیم آر ایس ایس (R.S.S) کی سرپرستی میں نکالا گیا۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ جماعت اسلامی ہند اس سلسلے میں جن سنگھ کا ساتھ دے رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب انتظامیہ نے مسلمانوں کے محلے سے اس خدشے کے پیش نظر کہ فساد نہ ہو جائے، جلوس نہ نکالنے دیا تو جماعت اسلامی ہند کی جمشید پور شاخ نے باقاعدہ طور پر احتجاج کرنے کے لئے بھوک ہڑتال کی۔ یہی وجہ ہے کہ جب فسادات کے بعد جماعت نے حسب روایت مگرمچھ کے آنسو بہاتے ہوئے امدادی سامان کیمپ میں پہنچایا اور امیر جماعت اسلامی ہند مولوی محمد یوسف سامان تقسیم کرنے کیمپ پہنچے تو انہیں کیمپ سے یہ کہہ کر مسلمانوں نے نکال دیا کہ مسلمانوں کے قاتل واپس جاؤ۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے ایک اور سوال کے جواب میں کہا کہ بھارت میں پاکستانی سفارتخانے کا رول انتہائی افسوسناک ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو پاکستانی ویزے کے حصول میں مشکلات درپیش آرہی ہیں۔ لوگ چھ چھ ماہ تک دہلی کا چکر لگاتے ہیں لیکن انہیں ویزا نہیں ملتا جبکہ تقسیم شدہ خاندانوں کو ایک دوسرے سے ملنے کے لئے آمدورفت کی سہولت فراہم کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ مولانا نورانی اجمیر شریف میں اپنے قیام اور وہاں کی مصروفیات کے بارے میں کہا کہ اجمیر شریف میں زائرین کا بے پناہ ہجوم تھا لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان کے علاوہ پاکستان۔ بنگلہ دیش۔ سری لنکا۔ سیلون اور دیگر ممالک سے بھی بہت بڑی تعداد میں مسلمان حضرات خواجہ خواجگان معین الدین چشتی اجمیری کے عرس مبارک کی تقریبات میں شریک ہوئے۔

شاہجہان کی تعمیر کردہ سنگ مرمر کی عظیم الشان مسجد میں تبلیغی اجتماع منعقد ہوا جس میں بھارت کے ممتاز علماء اہلسنت نے تقاریر کیں۔ اس کے علاوہ نعت، محفل سماع اور چادر پوشی کے روح پرور مناظر اور چراغاں سے حضرت خواجہ اجمیری کا مزار مبارک بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ پاکستانیوں کے قافلے کی جانب سے جب چادر چڑھانے کے لئے ہم روانہ ہوئے تو میرے ہمراہ پاکستان سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے ہندوستان کے مسلمان کا 1½ لمبا جلوس بھی مزار کی جانب روانہ ہوا۔ اس موقع پر پاکستان کی سلامتی اور ترقی کے لئے لاکھوں مسلمانوں نے

دعائیں کیں۔ مولانا نورانی نے کہا کہ بھارت کے مسلمان آج بھی پاکستان سے محبت کرتے ہیں۔ اور پاکستان کی ترقی اور خوشحالی کے لئے دعا گو ہیں، یہی وجہ ہے جب میں نے دعا مانگی تو اس وقت بھی اور جب میرے بعد صاحبزادہ فیض علی فیضی خطیب جامع مسجد راولپنڈی نے درد بھرے انداز میں دعا کی تو لاکھوں بھارتی مسلمان اس دعا میں شریک ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ اجمیر شریف کے بعد میں نے دہلی میں حضرت خواجہ بختیار کی رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ اجمیری کے مزار مبارک پر چادر چڑھائی اور سلطان اولیاء محبوب الٰہی حضرت نظام الدین دہلوی اور حضرت امیر خسرو کے مزارات پر بھی چادریں چڑھائیں دہلی میں سید احمد یوسف اور مولانا شاہ تراب الحق قادری بھی میرے ہمراہ تھے۔ مولانا نورانی نے کہا کہ 4 روز بمبئی میں قیام رہا۔ بھارت میں جے پور سے اجمیر شریف تک 65 کلو میٹر کا فاصلہ بذریعہ کار طے کیا۔ اجمیر شریف سے دہلی تک ریل کار سے سفر کا موقع ملا۔ انہوں نے کہا کہ بھارتی حکومت نے فساد زدہ علاقہ کے دورہ کی اجازت نہیں دی یہ کام ہمارے سفارت خانے کا ہے کہ وہ فساد زدہ علاقوں کا دورہ کرے۔ انہوں نے کہا کہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر اس سے قبل میں کئی بار حاضری دے چکا ہوں مگر اس بار دہلی بمبئی اور اجمیر شریف کے علاوہ کہیں جانے کی اجازت نہیں مل سکی۔ کلیئر شریف اور بریلوی شریف جانے کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔ وزارت داخلہ سے اجازت حاصل کرنے کی کوشش کی مگر اس نے بھی انکار کر دیا۔

مولانا نورانی نے کہا کہ اس دورہ میں اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی کے پڑپوتے مولانا ریحان رضا خان، مولانا اختر رضا خان، مجاہد ملت حبیب الرحمان، علامہ ارشد القادری، مولانا سید عبدالحق صاحب اعظمی، مولانا محمد مظفر حسین صاحب کچھوچھوی اور دیگر مقتدر علماء سے ملاقات ہوئی دورہ کا آغاز 28 مئی کو سید احمد یوسف ایڈووکیٹ کے ہمراہ ہوا۔ مولانا نورانی نے آخر میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم پاکستان بنانے میں کامیاب ہوگئے آج بھارت کے مسلمانوں کی حالت زار دیکھ کر ان لوگوں کی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جو تحریک پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے اور متحدہ قومیت کے علمبردار تھے انہوں نے کہا کہ اگر پاکستان نہ بن جاتا تو خدا جانے ہندو ہم پر کیا کیا مظالم ڈھاتے اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ (ہفت روزہ افق کراچی 18 جون تا 24 جون 1979)

تحریک نظامِ مصطفےٰ اس امر کا ثبوت ہے کہ عوام نظامِ مصطفےٰ کا فوری نفاذ چاہتے ہیں

ہفت روزہ ''افق'' کو 1979ء میں دیا گیا خصوصی انٹرویو

مولانا شاہ احمد نورانی مشہور عالم دین اور ممتاز مبلغ ہیں۔ انہیں مختلف زبانوں پر عبور حاصل ہے اور انہوں نے دنیا کے کئی ممالک کا دورہ کیا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ پاکستان کی سیاست میں سرگرمی سے حصہ لیتے وہ تبلیغی سرگرمیوں کے سلسلے میں باہر بہت کام کر چکے ہیں ان دوروں نے اور ان تجربات نے ان کی نظر میں وسعت اور گہرائی پیدا کی اور بالآخر جب انہوں نے جمعیت علماء پاکستان کی صدارت سنبھالی تو صدر کی حیثیت سے انہوں نے پاکستان میں جب بھی کوئی تحریک جمہوریت کی بحالی کے لئے یا نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے لئے شروع ہوئی تو انہوں نے اور ان کی جماعت نے اس پر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بعد میں جو آخری پاکستان قومی اتحاد کی تحریک تھی اس میں بھی ان کی جماعت کا کردار قابل تحسین رہا ہے۔

حضرت مولانا! سب سے پہلے میں آپ سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ عوام اپنے رہنماؤں کے کردار کے اس پہلو سے خاصے مایوس ہیں کہ جب بھی کسی تحریک کا آغاز ہوتا ہے رہنما بھی قربانیاں دیتے ہیں اور عوام بھی قربانیاں دیتے ہیں لیکن جب تحریک کی منزل قریب نظر آتی ہے یا اقتدار میں شرکت کا مرحلہ قریب آتا ہے تو مختلف سیاسی جماعتوں کا اتحاد ٹوٹنے لگتا ہے جس سے سیاسی جماعتوں کے حامیوں میں مایوسی پھیلتی ہے اور بالخصوص پچھلے دنوں ۱۹۷۷ء کی تحریک میں قربانیوں کے بعد مختلف پارٹیوں نے تحریک چلانے والے پاکستان قومی اتحاد سے جس طرح آمد و رفت کا سلسلہ علیحدگی کا سلسلہ جاری رکھا اس کے بعد تو ایک طبقہ اب یہ بھی کہنے لگا ہے کہ تحریک کا جو بنیادی مقصد تھا نظام اسلام کا نفاذ اس کے

سلسلے میں اور بھی کئی رکاوٹیں ہوں گی لیکن ہمارے رہنما ایک بڑی رکاوٹ کی حیثیت رکھتے ہیں میں جناب سے گزارش کروں گا کہ آپ اس سلسلے میں اپنی پوزیشن بتائیں؟

جواب: جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان قومی اتحاد ایک تحریک تھی اور وہ تحریک عوامی تحریک تھی اس کے وہ مقاصد تھے ملک میں نظام مصطفےٰ کا نفاذ اور جمہوریت کا احیاء وہ کسی فرد کے خلاف تحریک نہیں تھی۔ اصولوں پر مبنی تھی عوام میں جو مایوسی پیدا ہوئی بعد میں وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ سب لوگ متحد رہیں گے لیکن متحد نہ رہ سکے میں سمجھتا ہوں کہ اس کے جتنے بھی اسباب ہیں عوامل اور اس کے پس پردہ جتنے بھی حقائق ہیں وہ سب آپ کے سامنے ہیں نظام مصطفےٰ جب ہماری منزل ہو جمہوریت کے لئے ہماری تحریک جاری ہو ایسے موقع پر نہ نظام مصطفےٰ نافذ ہو اور نہ جمہوریت ہی آئے اور بجائے جمہوریت کے ہم نامزدگی پر آ جائیں جمہوریت بھی ختم نظام مصطفےٰ کے نفاذ سے قبل یا نفاذ کے وعدے کے ایفا سے قبل حکومت میں شرکت کر لیں۔ ظاہر ہے دونوں مقاصد فوت ہو گئے ظاہر ہے اتحاد کا تتر بتر ہونا لازمی تھا اب مایوس کن لوگوں نے کہا کہ یہ پوری قوم کے سامنے ہے جن کی منزل نظام مصطفےٰ ﷺ تھی وہ آج بھی نظام مصطفےٰ کے لیے سرگرم عمل ہیں کہ اس کو نافذ کیجیے اس لیے کہ پاکستان قومی اتحاد نے جو منشور دیا مارچ کے الیکشن میں پھر دوسرا جو منشور دیا اکتوبر کے الیکشن کے لیے اس میں یہ تھا کہ ہم اقتدار میں آنے کے بعد ایک ماہ کے اندر اندر اسلام کا نفاذ حدود و تعزیرات نافذ کر دیں اب اقتدار میں آئے ہوئے تین ماہ سے زائد عرصہ ہو چکا ہے لیکن اس کے آثار بھی دور دور نظر نہیں آتے اس کے معنی یہ ہیں کہ ظاہر ہے جو لوگ ساتھ چلنے والے تھے نظام مصطفےٰ ﷺ کے ان کو علیحدہ ہونا ہی تھا اس لئے کہ ان کی تو اقتدار منزل نہیں تھی۔ اتحاد میں بعض لوگوں نے اپنی منزل اقتدار قرار دیا اور بعض لوگوں نے اپنی منزل نظام مصطفےٰ ﷺ کا نفاذ قرار دیا۔ اور بعض لوگوں نے اپنی منزل ہر قیمت پر اقتدار کو حاصل کرنا قرار دیا تو ظاہر ہے کہ اختلاف تو ہونا ہی تھا۔ اب اس میں مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اس لئے اس ملک میں اس ملک کی پوری تاریخ میں بے شمار اتحاد بنے ہیں بگڑے ہیں ٹوٹے ہیں وقتی طور پر اک مایوسی ہوتی ہے لیکن جب بھی ایسا موقع آتا ہے ملک کی تاریخ ایک نیا رخ اختیار کرنا چاہتی ہے تو پھر ہم خیال جماعتیں پھر متحد ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ جمہوری تاریخ میں عام طور سے یہ ہوتا رہتا ہے اس کا اثر قبول نہیں

کرنا چاہیے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آگے چل کر اس کے فوائد کون حاصل کرے گا اور کون حاصل نہیں کرے گا تو ظاہر ہے جو لوگ میدان عمل میں آئیں گے کام کر رہے ہوں گے مثلاً ہم ہیں جمعیت علماء پاکستان گھروں میں تو بیٹھے ہوئے نہیں ہیں۔ ڈرائنگ روموں میں بیٹھے ہوئے نہیں ہیں۔ اس میں ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر فیصلے نہیں ہو رہے ہیں آپ کے علم میں ہے اخبارات اس پر گواہ ہیں پورا ملک اس پر گواہ ہے کہ ملک کے مختلف حصوں میں ہم پہنچے ہیں کہ جہاں آج تک بہت سی وہ پارٹیاں کہ جن کے بڑے دعوے ہیں کہ وہ نیشنل پارٹی ہیں اور کام کر رہی ہیں نیشنل لیول پر ان کے دفاتر تک وہاں موجود نہیں ہیں۔ خاران جیسا علاقہ اور وہ علاقے کہ جہاں پہنچتے پہنچتے آدمی کو کم از کم دو روز چاہیں کچی سڑکیں ہیں دو سو میل کچی سڑکوں پر چلنا پڑتا ہے جہاں سڑکیں بھی موجود نہیں ہیں صرف ایسی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سڑک جاری ہے ان علاقوں میں بھی ہم گئے ہیں کام کیا ہے اسٹیبلش کیا ہے پارٹی آفیسز کو اور تسلسل سے کام کر رہے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ انشاء اللہ جمعیت علمائے پاکستان لوگوں کو مایوس نہیں ہونے دے گی۔

سوال: آپ کی جماعت کے سلسلے میں ایک تاثر یہ بھی ہے کہ آپ کی سیاست جو ہے وہ فرقہ وارانہ ہے؟

جواب: فرقہ اگر کسی کو کہا جائے تو دیکھنا یہ ہوگا کہ وہ چھوٹا ہے یا بڑا ہے تو ہم بھی سمجھتے ہیں کہ ہم الحمد للہ ایک جماعت ہیں اکثریت ہیں مثلاً فرض کیجیے۔ سنی کانفرنس کی مناسبت سے ہمیں کہا جائے سنی ہیں تو ظاہر ہے اس ملک میں سنیوں کی اکثریت ہے تو اکثریت تو فرقہ نہیں ہوتی۔ ظاہر ہے جو چھوٹے لیول ہوتے ہیں وہ اکثریت کو فرقہ کہا کرتے ہیں تو جو اکثریت ہے وہ تو جماعت ہوتی ہے جو اس سے کٹتا ہے وہ فرقہ ہے تو جو لوگ کہہ رہے ہیں چھوٹے چھوٹے لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ وہ کتنے چھوٹے ہیں ان کا قد و کاٹھ کیا ہے تو وہ خود ہمیں کہتے ہیں کہ فرقہ فرقہ یہ ایسی بات ہے کہ جیسے چور' چور' ظاہر ہے لوگ سمجھتے ہیں چور کہہ رہا ہے چور تو فرقہ کہتے ہیں فرقہ ہے سنی کانفرنس کا جہاں تک تعلق ہے قیام پاکستان سے قبل اس نام کی متعدد کانفرنسیں تھیں خاص طور سے آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کانفرنس تاریخی کانفرنس تھی جو ۱۹۴۶ء میں منعقد ہوئی اس میں ہندوستان بھر کے تمام علماء اور مشائخ نے عملی طور پر حصہ لیا اور اس نے فیصلہ کیا کہ قائد اعظم کی قابل فخر یہ قیادت

میں ہم پاکستان کی جنگ لڑیں گے اور خون کا آخری قطرہ تک بہادیں گے اور چونکہ بنارس میں تھی اور بنارس ظاہر ہے کہ ہندوؤں کا گڑھ ہے تو اس سلسلے میں ہندو اور وہ نیشنلسٹ علما کہ جن کا کام صبح وشام یہ تھا کہ قومیں وطن سے بنتی ہیں مذہب سے نہیں بنتیں اور وہ فتوے دیتے تھے کانگریس کی حمایت میں۔ وہ اس سے بہت بوکھلائے ہوئے تھے تو آج بھی وہی طبقہ سنی کانفرنس کے نام سے گھبراتا ہے۔ اس لیے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سنی کانفرنس نے تحریک پاکستان میں بڑا نمایاں کردار ادا کیا اور اب بھی پاکستان کی بقا کے لیے نمایاں کردار ادا کرنے کے لیے میدان عمل میں آ گئی ہے۔ اس کے اس سے وہ لوگ گھبراتے ہیں۔ وہی لوگ گھبراتے ہیں جو لوگ پہلے ہی اس کے مخالف تھے آج بھی مخالفت کر رہے ہیں اور فرقہ واریت کا لیبل پہلے بھی چسپاں کرتے تھے قیام پاکستان سے قبل اور آج بھی کرتے ہیں۔

سوال: قبلہ یہ جو آپ نے فرمایا۔ گھبراتے ہیں لوگ آپ نے تو اس کی ایک وجہ بتائی لیکن ایک اور وجہ بھی ہے وہ وجہ یہ ہے کہ لوگ یہ سمجھ کر گھبراتے ہیں کہ شاید آپ جو نظام مصطفےٰ یا اسلامی نظام نافذ کرنا چاہتے ہیں تو عقائد نافذ کریں گے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اسلامی نظام' آسانی کے لیے تین حصے کرلیں ایک تو معتقدات ہیں اور ایک عبادات ہیں ایک پبلک لاء ہے ایک پرسنل لاء۔ جہاں تک پرسنل لا کا تعلق ہے وہ نافذ ہے اس ملک میں مختلف فرقوں کے پرسنل لاء پہلے ہی نافذہ ہیں معتقدات نافذ نہیں کیے گیے وہ تو رکھے جاتے ہیں عبادات لوگ کرتے ہیں ......تو ایک چیز بچ جاتی ہے وہ ہے پبلک لاء۔ اور جب اسلامی نظام کے نفاذ کی بات کی جاتی ہے تو ہم تو اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ پبلک لاء نافذ ہوگا تو یہ فرمائیے کہ کیا فرقوں کے درمیان جو اختلاف ہیں وہ پبلک لاء کے بارے میں ہیں یا معتقدارت اور پرسنل لاء کے بارے میں' یہ میں اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ ہمارے گھر کی حد جن چیزوں میں اختلافات ہیں وہ تو پہلے ہی نافذ ہیں اور جس میں اختلاف نہیں ہے وہ نافذ ہوتا ہے؟

جواب: جیسے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جمعیت علما پاکستان کا منشور ۱۹۷۰ء میں نظام مصطفےٰ کا تحفظ ہے تو جو جماعت نظام مصطفےٰ یعنی وہ نظام جس کو رسول اللہ حضور پرنور لے کر تشریف لائے اس کو نافذ کرنا چاہتی ہے اس پر کیسے فرقہ رواریت کا لیبل چسپاں کیا جاسکتا ہے ایک بات تو یہ ہوگئی دوسری بات یہ کہ جہاں معتقدارت کا نسٹی ٹیوشن تعلق ہے چند

بنیادی چیزیں ... کا تحفظ کیا جاتا ہے مثلاً آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ انگلستان کے کانسٹی ٹیوشن میں ایک بات ہے ان رٹرن کانسٹی ٹیوشن (غیر تحریری) ہے بہرحال جو بھی ہے یہ بات مسلمہ ہے کہ انگلستان کے کانسٹی ٹیشن میں ملکہ کو ڈلفینڈر آف دی فیتھ کہا گیا ہے یعنی عقیدے کا تحفظ کرنے والی ایک قیمت ایک علامت کہا گیا ہے۔ اس طرح سے عقیدہ کا تحفظ جو ہے وہ بھی بڑا اہم ہے مثلاً توحید کا تحفظ اب یہ کہ کوئی شخص سڑکوں پر خدائی کا دعوی کرتا پھرے ظاہر ہے کہ اس کا تحفظ تو کرنا ہوگا جب اسٹیٹ رلیجین (مذہب) اسلام ہے اسی طرح کوئی شخص سڑکوں پر کھڑا ہو کر کہتا پھرے کہ میں نبی ہوں وقت کا ظاہر ہے اس کا تحفظ تو کرنا ہوگا لیکن وہ چیزیں کہ جو مختلف لوگوں کے درمیان بحثیت عقیدے کے ہیں ظاہر ہے اس سے اسٹیٹ (ریاست) کا کئی سرورکار نہیں ہے ہر شخص اپنے عقیدے سے متعلق آزاد ہے لیکن چند تحفظات ہمیں عقائد کو دینے ہونگے ایک تو بات یہ ہوئی جہاں پرسنل لا کا تعلق ہے تو پرسنل لاء کے سلسلے میں کوئی خاص ایسا اختلاف نہیں ہے دوہی مسلمہ طبقے اس ملک میں ہیں شروع سے ہیں۔ وہ تو اصل میں انگریز کے آنے کے بعد کچھ دوچار اور نئے نکل آئے ورنہ ۱۸۵۷ء سے پہلے اہل سنت والجماعت اور فقہ جعفریہ کے ماننے والے ہی تھے اس کے علاوہ تو کوئی نہیں تھا۔ باقی جو پیداوار ہیں وہ انگریز کے بعد کی ہیں وہ انگریز کی بقیۃ الخرافات ہ تو فقہ جعفریہ کا جہاں تک تعلق ہے اس کے بانی امام جعفر صادق ہیں اور فقہ حنفی کا جہاں تک تعلق ہے اس کے مرتب اور مدون کرنے والے قرآن وحدیث کی روشنی میں امام اعظم ابوحنیفہ ہیں تو بہت زیادہ قریب ہیں ایک دوسرے کے کوئی خاص فرق نہیں کیا جاسکتا کوئی اختلاف نہیں ہے اس کو فوری طور پر نافذ کی جاسکتا ہے اور یہی ہم کہہ رہے ہیں کہ اس کو نافذ کیا جاسکتا ہے فوری طور پر کیجئے اس لئے جو چیز فوری طور پر نافذ کیا جاسکتا ہے اس کو نافذ کیا جاہیے۔ ایسے ہی نظام مصطفےٰ کے سلسلے میں جب ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ فوری طور پر نافذ کیجئے۔ لوگوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر نظریہ ضروریات کے تحت اگر ایک شخص صدر بن سکتا ہے تو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر نظام مصطفےٰ بھی نافذ ہوسکتا ہے لیکن نتائج ظاہر ہے اس کے بتدریج ہوں گے مثلاً ایک بات عرض کرتا ہوں آپ کی خدمت میں کہ نظام زکوٰۃ معیشت کی درستگی اور اصلاح کے لئے اور غریب کی غربت کو دور کرنے

کے لئے کہ جس سے وہ ایک معزز شہری اسلامی مملکت کا کہلائے نظام زکوٰۃ کو نافذ کیا گیا
اب نظام زکوٰۃ نافذ تو فوری طور پر ہو گیا' جیسے ہی حکم نتائج دیکھئے کہ حضور انور ﷺ کے عہد
اقدس میں وہ نافذ ہوئی ۔ سیدنا ابوبکر صدیق کے عہد اقدس میں نافذ رہی۔ عمر فاروق کے
عہد اقدس میں اس پر ہم پہنچ گئے کہ یمن سے جو زکوٰۃ آئی تو آپ نے پوچھا کہ بھئی زکوٰۃ
یہاں آ گئی آپ کو وہیں خرچ کرنی تھی۔ انہوں نے کہا کہ اس کی وجہ ضروریات باقی نہیں
رہی یعنی اب زکوٰۃ کا لینے والا کوئی نہیں رہا۔ دینے والے موجود ہیں تو نافذ دیکھیے کب ہوئی
اثرات اس کے بتدریج ظاہر ہوں گئے ۔ نظام مصطفےٰ نافذ فوراً ہوتا ہے اور یہ قرآن مجید
وفرقان حمید کی آیت کا مفہوم بھی ہے جن کو ہم زمین پر حکمت' حکومت' سلطنت اور اختیار عطا
کرتے ہیں ان کا کام یہ ہے کہ وہ اقتدار میں آتے ہی نظام صلوٰۃ ﷺ قائم کریں۔ اقامت
صلوٰۃ کا اہتمام کریں ادائیگی زکوٰۃ کا اہتمام کریں تو زکوٰۃ کا اہتمام بھی اسٹیٹ کریگی۔ نماز
کا بھی اسٹیٹ کرے گی تو امر بالمعروف۔ فوراً ہی اقتدار میں آنے کے بعد برائیوں کے تمام
سوتے بند کر دیئے جائیں اور نیکیوں کے چشمے پھوٹنے لگیں نیکیاں آ جائیں اور لوگ یہ بھی
کہتے ہیں آج کل کہ معاشرہ جو ہے وہ اس قابل نہیں ہے ۔ ذرا غور فرمائیے کہ اب ک معنی
یہ ہیں کہ آج پاکستان کا معاشرہ جاہل معاشرہ ہے۔ پاکستان کا معاشرہ اس قابل نہیں کہ
نظام مصطفےٰ ﷺ جو چلی ہزاروں آدمیوں نے قربانیاں دیں لاکھوں آدمی جیلوں میں گئے
اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سب نظام مصطفےٰ کا مطالبہ نہیں کر رہے تھے نہوں نے اپنی جانوں
کو ضائع کیا۔ یہ تحریک کا چلنا اس بات سب سے بڑا ثبوت ہے کہ یہاں اسلامی معاشرہ
موجود ہے اور وہ چاہتا ہے کہ معاشرہ بگڑنے نہ پائے اور نظام مصطفےٰ فورب طور پر نافذ
کب جائے یہ تو بڑی خوش نصیبی کی بات ہے کہ قوم مطالبہ کر رہی ہے کہ نظام مصطفےٰ نافذ
کیجئے یا تو یہ بات ہوتی کہ قوم مطالبہ نہیں کر رہی ۔ مثلاً وہ ممالک کہ جہاں قوم یہ مطالبہ نہیں
کر رہی تھی کہ کیمونزم کو نافذ کیا جائے لیکن چند مٹھی بھر افراد اقتدار میں آئے اور انہوں نے
کیمونزم کو نافذ کر دیا۔

سوال: جب اختلافات نہیں ہیں اور جو چیز نافذ ہونے کی ہے وہی نافذ ہو گی
تو پھر یہ سیاسی اختلافات، معتقدات کی بنیاد پر لوگوں میں کیوں ہیں؟

جواب: لوگ خود ہی معتقدات کو اٹھاتے ہیں اور ان کو زیر بحث لاتے ہیں
بعض لوگ خواہ مخواہ زیر بحث لاتے ہیں اب آپ خود غور فرمائیں کہ اخباری بیانات' وہ تقاریر
جو ہم اپنے ورکر کے سامنے کرتے ہیں مشکل یہ ہے کہ سیاسی سرگرمیوں پر پابندیاں کچھ اس
قسم کی ہیں کہ اجتماعات بہت محدود اور چار دیوری کے اندر بغیر لاؤڈ اسپیکر ہوتے ہیں اور
زیادہ سے زیادہ تعداد میں لوگوں سے اس میں رابطہ ہو بھی نہیں سکتا۔ کاش کہ سیاسی سرگرمیوں
کی پوری آزادی دے دی جائے تو پھر پتہ چلے کی تقریر جو ہوتی ہے خالصتاً اس قسم کی ہوتی
ہیں کہ جن کا تعلق براہ راست عوام کے مسائل سے ہے اور مذہبی تقاریر ہوتی ہیں کہ جن کے
اندر آدمی اپنے معتقدات وغیرہ کو بیان کرتا ہے فالوورز (پیروکاروں) کے سامنے جمیعت
علمائے پاکستان کے پلیٹ فارم پر اس قسم کی تقاریر نہیں ہوتیں جس قسم کا تصور کیا جاتا ہے
لوگوں میں یہ بعض لوگ جو ہیں ان کا اپنا پلیٹ فارم ہوتا ہے ان کے اپنے چاہنے والے
ہوتے ہیں نام ان کا بحیثیت ایک پولیٹیکل پارٹی کے عوام میں معروف ہوتا ہے لیکن کتابیں
مخصوص افکار کی ہوتی ہیں جن کو پڑھتے ہیں۔ ہمارا تو کوئی مخصوص فکر نہیں ہے چلا آ رہا ہے
کوئی بارہ سو سال سے جو لٹریچر پھیلا ہوا ہے اس ملک میں وہ سب ہمارا ہی ہے اور کس کا
ہے۔

مولانا ایک تشویش ذہن میں یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ جو موجودہ نظام ہے اور اس کا
جوڑ ھانچہ ہے انسٹی ٹیوشنل فریم ورک جسے کہتے ہیں، یہ چلتا ہوا نظام ہے اس کے پیچھے ایک
تاریخی انسانی تجربہ ہے اور یہ یقیناً اپنے انسٹی ٹیوشنل فریم ورک کی شکلیں ہیں، یہ کوئی زیادہ
قرآن وسنت سے متصادم بھی نہیں ہے۔

(26 فروری تا 4 مارچ 1979ء)

بے نظیر اور نواز شریف کا ملک و قوم کی بہتری سے کوئی تعلق نہیں

ماہنامہ "احوال" کراچی کو دیا گیا انٹرویو

احوال: آپ کی جماعت سوادِ اعظم اہلسنت والجماعت کی علمبردار ہے، اس کے باوجود 88ء کے جماعتی انتخابات میں آپ کی جماعت نے نہایت معمولی کامیابی حاصل کی۔ آپ کے خیال میں اس محدود کامیابی کے اسباب کیا تھے؟

مولانا نورانی: یہ درست ہے کہ جمعیت علماء پاکستان' سوادِ اعظم کی ترجمان اور سنی عوام کی واحد ترجمان جماعت ہے۔ لیکن 88ء کے جماعتی انتخابات میں انتخابی نتائج نہایت مایوس کن رہے۔ اسکی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ہم اپنی انتخابی مہم منظم نہیں کرسکے تھے۔ انتخابات سے پانچ ہفتے قبل جونیجو لیگ اور تحریک استقلال کے ساتھ ہمارا اتحاد ہوا جسے ہم نے "عوامی اتحاد" کا نام دیا لیکن یہ اتحاد دس روز سے زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا اور ایک عشرہ میں ہی ٹوٹ گیا جب امیدواروں کے کاغذات نامزدگی داخل کرانے میں صرف دو روز باقی رہ گئے تھے۔ اس وقت جونیجو لیگ نے "عوام اتحاد" سے آنکھیں پھیر لیں چنانچہ تینوں جماعتوں کی موجودگی میں ہم نے جو انتخابی شیڈول تیار کیا تھا۔ وہ درہم برہم ہوگیا۔ جونیجو لیگ تحریک استقلال' اور جمعیت علماء پاکستان کیلئے 70 ' 70 نشستوں پر اپنے اپنے امیدوار کھڑے کرنے کا فیصلہ ہوا تھا۔ مگر جونیجو لیگ کے اچانک دھوکہ کے باعث نہ تو ہم اپنی انتخابی مہم منظم کرسکے اور نہ ہی اپنے امیدواروں کا صحیح انتخاب کرسکے۔ انتخابی مہم غیر منظم ہونے کے سبب ہم اپنا پیغام بھی لوگوں تک نہ پہنچا سکے۔ پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی کے

پاس بے پناہ وسائل تھے۔ جبکہ ہمارے وسائل نہایت محدود تھے۔ ایسے میں ہم کوئی بڑی کامیابی کیسے حاصل کرسکتے تھے۔

احوال: "عوامی اتحاد" میں شامل تینوں جماعتوں میں اتحاد کا بنیادی نکتہ کیا تھا۔ آپ کی جماعت کا نصب العین نظام مصطفےٰ کا نفاذ ہے۔ جبکہ تحریک استقلال سیکولرازم کی ترجمان ہے؟

مولانا نورانی: پہلی بات تو یہ ہے کہ جو بھی ممبران منتخب ہو کر اسمبلی میں پہنچتے ہیں۔ وہ سیکولر نہیں رہتے۔ ہمارے ملکی آئین کے مطابق ہر رکن اسمبلی کو اس بات کا حلف دینا پڑتا ہے کہ ریاست کا مذہب اسلام ہے اور وہ اسلامی ریاست کی اسمبلی کا رکن ہے۔ جب ریاست کا مذہب اسلام ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ریاست اسلام کی محافظ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ عوامی اتحاد میں شامل تینوں جماعتوں کے مابین ایک تحریری معاہدہ ہوا تھا کہ تینوں جماعتیں برسر اقتدار آکر نظام مصطفےٰ کا نفاذ کریں گی گویا تینوں جماعتیں نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ پر متفق ہوگئی تھیں اور یہی اتحاد کا بنیادی نکتہ تھا۔

احوال: آپ نے جماعتی انتخابات سے چند روز قبل "گرینڈ الائنس" کی بھی تجویز پیش کی تھی لیکن "گرینڈ الائنس" معرض وجود میں نہیں آسکا تھا۔ اس راہ میں کیا رکاوٹیں درپیش تھیں؟

مولانا نورانی: انتخابات سے قبل ہم نے اسلامی جمہوری اتحاد سے اشتراک عمل کی کوشش کی تھی اور "گرینڈ الائنس" کی تجویز پیش کی تھی "عوامی اتحاد" میں جونیجو لیگ، تحریک استقلال اور جے یو پی شامل تھیں اور ہم نے آپس میں 70، 80 نشستیں تقسیم کیں مگر جب جونیجو لیگ کا فدا گروپ سے الحاق ہوگیا تو جونیجو صاحب نے کہا کہ آئی جے آئی اور عوامی اتحاد کو باہم ملانے کے لئے جے یو پی اور تحریک استقلال نے اپنی نشستوں کی تعداد کم سے کم کریں۔ چنانچہ ہم نے 26 نشستوں پر اور تحریک استقلال نے گیارہ نشستوں پر اپنے امیدوار کھڑے کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ لیکن آئی جے آئی والوں نے ہمارے اس لچکدار رویے پر جواب دیا کہ ہم جے یو پی اور تحریک استقلال کو صرف دو نشستیں دے سکتے ہیں۔ ایک مولانا نورانی کو اور دوسری ائیر مارشل اصغر خان کو۔ ہم نے جے یو پی اور تحریک

استقلال کیلئے 37 نشستیں رکھی اور باقی دو سو نشستیں آئی جے آئی کے حوالے کردیں مگر انہوں نے ہماری اور جونیجو صاحب کی اس تجویز کو مسترد کردیا اصل میں "گرینڈ الائنس" کے قیام کے منصوبے کو ناکام بنانے میں بنیادی کردار جماعت اسلامی نے انجام دیا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ محب وطن جماعتیں متحد ہوجائیں اور اس طرح اسکی سازشیں ناکام ہوجائیں۔ جماعت اسلامی ہماری مخالف ہے اور اسی طرح مسلم لیگ سے قیام پاکستان کا بدلہ لینا چاہتی ہے۔ اسی مقصد کے تحت اس نے اسلامی اتحاد پر اپنا تسلط جمالیا اور آج وہ آئی جے آئی کی تمام پالیسیوں پر مسلط ہے اور آئی جے آئی کو اپنی مرضی سے چلا رہی ہے۔ وہ اسلامی اتحاد کے فیصلوں پر اثر انداز ہوتی ہے اور اسے امن دشمن سرگرمیوں پر اکسا رہی ہے۔

احوال: آپ نے 88ء کے انتخابات میں زیادہ امیدوار پنجاب اور سندھ میں کھڑے کئے تھے۔ جبکہ بلوچستان اور سرحد میں آپ نے بہت کم امیدوار نامزد کئے۔ کیا ان دوصوبوں میں آپ کی جماعت کا وجود نہیں ہے؟

مولانا نورانی: پنجاب اور سندھ کی طرح سرحد اور بلوچستان میں بھی جمعیت علماء پاکستان مقبول ہے اور پاکستان کے اکثریتی سنی عوام کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ 88ء کے انتخابات سے قبل چونکہ جونیجو لیگ نے ہمیں اچانک دھوکہ دیا اور ہم اپنی انتخابی مہم منظم نہ کرسکے اسی کے باعث سرحد اور بلوچستان سے ہم اپنے امیدوار پورے طور پر کھڑے نہ کرسکے۔ اگر ہمیں اچانک دھوکہ نہ دیا جاتا تو ہم وہاں بھی اپنے امیدوار ضرور نامزد کرتے۔

احوال: جمعیت علماء پاکستان کے بارے میں یہ امکان نہیں ہے کہ وہ برسر اقتدار آسکے گی ایسی صورت میں نظام مصطفیٰ کا آغاز ہے۔ ہم پاکستان کو ایک "سنی اسٹیٹ" بنانا چاہتے ہیں۔ جس کا پبلک لاء حنفی ہو ہم نظام مصطفیٰ کا فلاحی اور عدالتی نظام نافذ کرکے ملک کو ایک رفاہی ریاست بنانا چاہتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ نظام مصطفیٰ صرف جمہوری راستے ہی سے نافذ ہوسکتا ہے۔ ہم جمہوریت پر یقین رکھتے اور یہ جانتے ہیں کہ جبتک ہمیں عوام کا اعتماد حاصل نہ ہو نظام مصطفےٰ نافذ نہیں کیا جاسکتا بہرحال موجودہ انتخابی ناکامی کے بعد ہم نے [illegible] منظم کرنے کا آغاز کردیا ہے اور ہم انشاء اللہ اس

مقصد کے لئے جلد کامیاب ہو جائیں گے۔

احوال: انتخابی مہم کے دوران ایم کیو ایم نے آپ سے سرپرستی کی درخواست کی تھی جو اطلاعات کے مطابق آپ نے مسترد کر دی مگر اب ایم کیو ایم نے کراچی اور حیدر آباد سے نشستیں جیت کر اپنی عوامی طاقت کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ کیا مستقبل میں آپ ایم کیو ایم سے تعاون پر رضامند ہو جائینگے؟

مولانا نورانی: پہلے تو ہم یہ سمجھتے تھے۔ کہ ایم کیو ایم کی مقبولیت بلدیاتی انتخابات تک محدود ہے اور یہ بات صحیح بھی تھی لیکن بعد میں ایم کیو ایم کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہو گئی۔ جنرل ضیاء الحق اور غوث علی شاہ اس کے سرپرست تھے۔ حکومت کی طرف سے بے پناہ فنڈز اور اسلحہ دیا گیا۔ انہوں نے تشدد کے ذریعے عوام پر خوف طاری کر دیا۔ انہیں ہراساں کیا۔ ہمارے جلسوں میں گڑبڑ اور فائرنگ کی۔ وہ آتے اور قتل و غارت اور فسادات کر کے چلے جاتے لیکن انکی کوئی گرفتاری عمل میں نہ آتی۔ اس طرح ایم کیو ایم خوف وہراس پھیلا کر عوام اور سیاست پر مسلط ہوتی چلی گئی۔ ان کے مقابلے میں نہ تو ہمیں حکومتی سرپرستی حاصل تھی نہ ہمارے پاس فنڈز تھے اور نہ ہی اسلحہ ہمارے وسائل محدود تھے۔ اور ہم دہشت گردی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ایم کیو ایم والوں نے ہمیں سرپرستی کی پیش کش کی لیکن ہم کسی نسل پرست پر تشدد جماعت سے تعاون کیسے کر سکتے تھے۔ ہم علاقائیت اور قومیتوں پر یقین نہیں رکھتے ہمارے نزدیک صرف اسلامی قومیت کا تصور موجود ہے۔ ایم کیو ایم تو نظریہ پاکستان کے دشمنوں دہشت گردوں اور قاتلوں کا ٹولہ ہے۔ ان سے سمجھوتے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگرچہ انہوں نے خوف اور دہشت پھیلا کر انتخابات جیت لئے ہیں۔ لیکن ہم ان کا مقابلہ جاری رکھیں گے۔ انہوں نے کراچی اور حیدر آباد میں ٹارچر سیل قائم کر رکھے ہیں۔ جہاں وہ اپنے مخالفین کو اذیت ناک سزائیں دیتے ہیں۔ ایم کیو ایم چونکہ پیپلز پارٹی کی شریک اقتدار ہے۔ اس لئے وہ اس کی پر تشدد کارروائیوں کے باوجود چشم پوشی سے کام لے رہی ہے۔

احوال: کراچی، حیدر آباد اور اندرون سندھ کے فسادات خطرناک صورتحال اختیار کر گئے ہیں۔ آپ کے پاس اس صورتحال کا کوئی حل ہے؟

مولانا نورانی: سندھ کی موجودہ صورت حال ایک اہم قومی مسئلہ ہے اور ہر محب وطن پاکستانی اس صورتحال سے پریشان ہے۔ پورا سندھ آگ میں جل رہا ہے۔ ایک منظم منصوبے کے تحت سندھ کے حالات خراب کئے جا رہے ہیں۔ ہندوستان کی خفیہ ایجنسی "را" کا ہیڈ کوارٹر راجستھان میں ہے۔ راجستھان سیکٹر کے بارڈر سے ہندو اور اسلحہ سندھ میں آ رہے ہیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ پورے سندھ میں بیک وقت کرفیو لگا کر فوج اور رینجرز کی نگرانی میں لوگوں سے اسلحہ چھین لیا جائے اس صوبے کو ہتھیاروں سے بالکل پاک کر دیا جائے اور راجستھان سیکٹر کا بارڈ مکمل طور پر سیل کر دیا جائے تا کہ ہندوؤں کی غیر قانونی آمد و رفت روکی جاسکے ہندوؤں کی آمد و رفت اور اسلحہ کے آنے سے سندھ کے فسادات میں اضافہ ہو رہا ہے۔

احوال: رضا کار فورس کے قیام کے بارے میں مولانا عبدالستار خان نیازی نے جو تجویز پیش کی ہے۔ اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

مولانا نورانی: مولانا نیازی صاحب کی تجویز انتہائی صائب ہے کہ محب وطن نوجوان پر مشتمل "رضا کار فورس" تشکیل دی جائے جو اپنے محلے اور شہر کی حفاظت کرے۔

احوال: پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی کی طرف سے جلسوں کا سلسلہ جاری ہے۔ آپ جلسوں کی اس دوڑ کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ یہ بھی فرمائیں کہ آپ اپنے محدود وسائل سے پی پی پی اور آئی جے آئی کا مقابلہ کس طرح کریں گے؟

مولانا نورانی: جلسوں کا انعقاد اچھی بات ہے۔ لیکن جلسوں کی دوڑ ایک خطرناک صورتحال ہے۔ جلسوں میں لوگوں کا خوشی سے شرکت کرنا تو صحیح ہے۔ لیکن پکڑ دھکڑ کر، لوگوں کو لالچ دے کر جلسوں میں لانا قطعی طور پر غلط ہے۔ یہ جلسے دراصل پیسوں کی دوڑ ہے اور یوں لگتا ہے کہ یہ جلسے مڈٹرم الیکشن کا پیش خیمہ ہیں۔ جب بھی آئی جے آئی اور پیپلز پارٹی میں سے کسی کا جلسہ ہوتا ہے تو وہ عوامی ٹرانسپورٹ پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ اور اس طرح اپنے جلسوں کو بھرپور بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ ایک دن سنجیدہ اور محب وطن لوگ اس صورتحال سے تنگ آ کر ان جماعتوں سے تعاون کریں گے جو اسلام کی

سربلندی اور پاکستان کا استحکام چاہتے ہیں۔ اور ملک کو امن اور خوشحالی کا گہوارہ بنانے کے خواہشمند ہیں۔ ہم اپنے محدود وسائل کے باوجود جدوجہد جاری رکھیں گے اور پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنائیں گے۔ کامیابی اور ناکامی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ہمارا کام تو مخلصانہ جدوجہد کرنا ہے۔ اگرچہ دونوں جماعتوں کے جلسے مڈٹرم الیکشن کا پیش خیمہ معلوم ہو رہے ہیں۔ لیکن ہمارا موقف یہ ہے کہ مرکز اور صوبوں میں جن جماعتوں کو "عوامی مینڈیٹ" ملا ہے۔ انہیں حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔ اس لئے مڈٹرم الیکشن کا کوئی جواز نہیں۔

احوال: تو کیا مارشل لاء کا کوئی امکان ہے؟

مولانا نورانی: فی الحال نہیں۔ جنرل مرزا اسلم بیگ نے دوٹوک الفاظ میں جمہوری نظام کے تسلسل پر زور دیا ہے۔ اس وقت آرمی جمہوریت کے ساتھ اخلاص کا مظاہرہ کررہی ہے۔ فوج کا طرزِ عمل خوش آئند ہے۔ اس لئے میرے خیال میں مستقبل قریب میں ملک کے اندر مارشل لاء کا کوئی امکان نہیں۔

احوال: گزشتہ دنوں آپ نے بالائی پنجاب کے مختلف شہروں کا جو دورہ کیا ہے اور عوامی جلسوں سے خطاب کیا ہے۔ آپ کے خیال میں اس دورہ کے کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں؟

مولانا نورانی: میرا یہ تنظیمی اور عوامی دورہ نہایت کامیاب رہا اور اس دوران جے یو پی کے بڑے بڑے بھرپور جلسے منعقد ہوئے ہیں۔ ہم اپنے جلسوں میں کسی کو لالچ دے کر یا زبردستی نہیں لائے بلکہ لوگ اپنی رضامندی سے شریک ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود ہر جگہ ہزاروں کے اجتماعات منعقد ہوئے ہیں۔ اس لئے میں کہوں گا کہ میرا یہ دورہ کامیابی سے ہمکنار ہوا ہے اور مجھے محسوس ہوا ہے کہ پاکستان کے سنی عوام دل و جان سے جمعیت علماء پاکستان کے ساتھ ہیں۔

احوال: آپ کی موجودہ پالیسی پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی دونوں کے خلاف ہے۔ کیا مستقبل قریب میں آپ کا دونوں جماعتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ اتحاد کا امکان ہے؟

مولانا نورانی: انتخابات سے قبل پیپلز پارٹی والوں نے ہم سے رابطہ کیا تھا۔ جو اکتوبر تک جاری رہا لیکن بالآخر ہم نے ان کے ساتھ اتحاد کے امکان کو مسترد کردیا اگر ہم پی پی پی سے اتحاد کرلیتے تو ہمیں یقیناً زیادہ نشستیں مل جاتیں کیونکہ اس طرح ہمارا مقابلہ صرف ایم کیو ایم سے ہوتا۔ پی پی پی کی وجہ سے جو ووٹ کٹے وہ اس سے اتحاد کی صورت میں نہ کٹتے لیکن ہم نے اس جماعت کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کیا کیونکہ پیپلز پارٹی کا ماضی میں کردار کچھ ایسا رہا ہے کہ اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ ہم نے مسلم لیگ (جونیجو گروپ) سے اتحاد کیا کیونکہ مسلم لیگ اور جے یو پی میں قدر مشترک یہ ہے کہ مسلم لیگ نے پاکستان بنایا اور تحریک پاکستان میں ہمارے بزرگوں نے بھی نمایاں کردار ادا کیا ہم مسلم لیگ سے اتحاد کے خواہشمند تھے۔ لیکن مسلم لیگ آئی جے آئی کے قبضہ میں چلی گئی اور آئی جے آئی پر جماعت اسلامی قابض ہوگئی تھی میں سمجھتا ہوں۔ کہ پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی یہ دونوں جماعتیں ملک وملت سے لاتعلق ہیں۔ نواز شریف کسی نہ کسی طرح وزیراعظم بننے کے خواہشمند ہیں۔ اور بے نظیر بھٹو اقتدار پر رہنے کی خواہاں ہیں۔ دونوں میں اقتدار کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ ان کا ملک وقوم کی بقاء اور فلاح سے کوئی تعلق نہیں اس لئے ہم ان میں سے کسی جماعت کے ساتھ اتحاد نہیں کریں گے۔

احوال: آپ کے خیال میں جماعت اسلامی آئی جے آئی کے فیصلوں پر کس حد تک اثر انداز ہورہی ہے؟

مولانا نورانی: جماعت اسلامی میاں نواز شریف کو "پنجاب شاونزم" ابھارنے کی طرف راغب کررہی ہے۔ بلکہ یہ سارا کھیل جماعت ہی کھیل رہی ہے۔ نواز شریف خود کو پنجاب کا پتر کہلواتے ہیں۔ حالانکہ اس وقت قوم کو پنجاب کے پتروں کی نہیں اسلام کے فرزندوں کی ضرورت ہے۔ نواز شریف جماعت اسلامی کے کہنے پر پنجاب میں وہی کھیل کھیل رہے ہیں۔ جو ایم کیو ایم کراچی اور حیدر آباد میں کھیل رہی ہے۔ نواز شریف کی ہوس اقتدار کا یہ عالم ہے کہ وہ وزیراعظم بننے کے لئے اکثر و بیشتر ایم کیو ایم کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جماعت اسلامی نے نواز شریف کو اور ایم کیو ایم نے پیپلز پارٹی کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ پاکستان کی سیاست میں دہشت گردی کی ابتدا جماعت

اسلامی نے کی تھی کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پہلے طالب علم کے قتل کی مجرم جماعت ہے۔ جماعتیوں نے اسلام کا نقاب چہرے پر پہن رکھا ہے۔ حالانکہ یہ تو ہابیل اور قابیل کا ٹولہ ہے۔ جس طرح ہابیل نے بنی نوح انسان کو پہلے قتل سے متعارف کرایا اسی طرح پاکستان میں بھی دہشت گردی کی بنیاد جماعت غیر اسلامی نے رکھی۔ نواز شریف کا ریموٹ کنٹرول اسی جماعت کے ہاتھوں میں ہے۔ دوسری طرف پیپلز پارٹی کو چودہ ووٹوں کی ضرورت ہے۔ خواہ وہ نسل پرست دہشت گردوں کے ہوں۔ یا ملک دشمنوں کے۔

احوال: اس وقت مرکز اور پنجاب کے مابین جو محاذ آرائی جاری ہے اور اب یہ محاذ آرائی انتقامی کارروائیوں کی صورت اختیار کرگئی ہے۔ آپ کے خیال میں اس محاذ آرائی کو کیسے ختم کیا جاسکتا ہے؟

مولانا نورانی: یہ محاذ آرائی دراصل مارشل لاء کی لعنت اور غیر جمہوری دور کا نتیجہ ہے۔ اسے ختم کرنا اتنا دشوار نہیں جس قدر مشکل پیش کیا جاتا ہے۔ اس وقت منتخب صدر، منتخب وزیراعظم، آئین، پارلیمنٹ اور مشترکہ مفادات کی کونسل موجود ہے۔ اگر فریقین آئینی حدود میں رہیں تو ملک وقوم کو کوئی خطرہ نہیں ہے اور یہ محاذ آرائی ختم ہوسکتی ہے۔ جہاں تک بیان بازی کا تعلق ہے تو پارلیمانی نظام حکومت میں ایسا ہوتا ہے کہ اگر مرکز میں ایک جماعت کی حکومت قائم ہے تو صوبہ میں کسی دوسری جماعت کی حکومت ہوسکتی ہے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ انتقامی کارروائیوں کا سلسلہ قابل افسوس ہے۔ فضل حق اور مختار اعوان کے خلاف مقدمات عدالت میں ہیں۔ اور عدالت ہی یہ فیصلہ کرے گی کہ کون مجرم ہے اور کون بے گناہ۔ میں کہتا ہوں جو شخص واقعی مجرم ہے۔ اسے اس کی سزا ضرور ملنی چاہیے۔

احوال: عورت کی سربراہی کے بارے میں آپ کا موقف کیا ہے؟

مولانا نورانی: اسلام میں عورت کی سربراہی جائز نہیں اور تمام علماء اس بات پر متفق ہیں۔ لیکن ہمارے ملکی آئین میں عورت کی سربراہی کی گنجائش موجود ہے۔ اس لئے اس مسئلہ کو محض سیاسی اسٹنٹ نہیں بنانا چاہیے۔ تمام مکاتب فکر کے علماء عورت کی سربراہی کے خلاف ہیں۔ لیکن مولانا مودودی نے اپنی کتاب "اسلامی دستور اور اس کے تقاضے" میں عورت کی سربراہی کو جائز قرار دیا ہے اور اسی لئے انہوں نے محترمہ فاطمہ جناح

کی انتخابی مہم میں حصہ لیا تھا۔ اگرچہ ہمارا موقف وہی ہے۔ جو دوسرے علماء کا ہے۔ لیکن ہم اسے محض سیاسی اسٹنٹ کے طور پر استعمال نہیں کرنا چاہتے۔ ہم اس مذہبی مسئلے سے سیاسی مفادات حاصل نہیں کریں گے۔

احوال: کہا جاتا ہے کہ جے یو پی ایک مسلکی جماعت ہے، اس طرح اس کا سیاسی دائرہ کار محدود ہے۔ کیا یہ بات درست ہے؟

مولانا نورانی: ہرگز نہیں۔ پاکستان میں قریباً 90 فیصد سنی عوام رہتے ہیں۔ اس طرح اکثریت سنیوں کی ہے اور جمعیت علماء پاکستان سنیوں کی نمائندہ ہے۔ پھر آپ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا سیاسی دائرہ کار محدود ہے۔ ایک بڑی اکثریت کی نمائندہ ہونے کے ناطے ہمارا دائرہ کار وسیع ہے۔

احوال: ایڈمرل سروہی کے مسئلہ پر صدر اسحاق اور وزیراعظم بے نظیر بھٹو کے درمیان اختلافات پائے جاتے ہیں۔ آپ کے نزدیک صدر اور وزیراعظم میں سے کس کا موقف صحیح ہے؟

مولانا نورانی: ایڈمرل سروہی بحیثیت جنرل (ایڈمرل) اپنے دو سال پورے کرچکے تھے۔ جوائنٹ چیف آف اسٹاف کمیٹی کے چیئرمین جنرل اختر عبدالرحمان کی اچانک ہلاکت کے باعث صدر اسحاق نے انہیں چیئرمین بنادیا۔ اب وہ بحیثیت چیئرمین بھی اپنا ایک سال پورا کرچکے ہیں۔ چنانچہ تین سال پورے کرنے کے بعد انہیں ریٹائر کردینا چاہیے کیونکہ جنرل کے لئے یہ طے شدہ اصول ہے کہ وہ تین سال تک اس عہدے پر فائز رہ سکتا ہے۔ ایڈمرل سروہی اپنے تین سال مکمل کرچکے ہیں۔ اس لئے میرے خیال میں وزیراعظم کا موقف صحیح ہے۔ جہاں تک ضیاء الحق کے ایک طویل عرصے تک جنرل رہنے کا تعلق ہے تو ان کا معاملہ دوسرا تھا۔ صدر ضیاء الحق خود جنرل ضیاء الحق کی مدت ملازمت میں اضافہ کرتا رہا کیونکہ صدر ضیاء کا بہترین ہمدرد جنرل ضیاء تھا۔ مگر اب ایسی صورتحال نہیں ہے۔ اب آرمی افسروں کو معمول کے مطابق ریٹائر کرنا چاہیے۔

احوال: پاکستان دولت مشترکہ میں واپس چلا گیا ہے۔ کیا حکومت کا یہ اقدام درست ہے؟

مولانا نورانی: حکومت کو چاہیے تھا کہ وہ اس بات کی پارلیمنٹ سے منظوری لیتی اور پھر کوئی فیصلہ کرتی۔ یہ اقدام غلط نہیں ہے۔ تاہم اس کے لئے پارلیمنٹ کو اعتماد میں لینا ضروری تھا۔

احوال: آج کل پاکستان، بھارت اور افغانستان کی زد میں ہے۔ ان حالات میں آپ موجودہ خارجہ پالیسی کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

مولانا نورانی: بھارت کے ساتھ تعلقات کی پالیسی میں کچھ زیادہ فرق تو نہیں آیا تاہم جمہوری حکومت کے قیام سے تعلقات مزید خوشگوار ہوئے ہیں۔ لیکن حکومت ہندوستان کے سامنے اتنی نہیں، جتنی جتنا ضیاء الحق سونیا گاندھی کے سامنے جھکتے تھے۔ رکوع کی حالت میں ہوتے یوں لگتا جیسے ابھی سجدہ کرنے والے ہیں۔ وہ گیارہ سال تک ہندوستان کے خوف سے سیاچن گلیشیئر نہیں گئے بے نظیر بھٹو کم از کم سیاچن تو گئیں۔ اس طرح انہوں نے بھارت پر واضح کردیا کہ سیاچن ہمارا ہے اور ہماری فوجیں آئندہ سرما میں حملے کے لئے تیار ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہندوستان ہمارا ازلی دشمن ہے اور اس سے ہماری دوستی کبھی پائیدار نہیں ہوسکتی اس لئے ہمیں مقابلہ کے لئے ہمہ وقت تیار رہنا چاہیے۔ باقی رہا مسئلہ افغانستان تو ہم نے خود کو اس مسئلہ میں بڑا الجھا دیا ہے اور مسئلہ افغانستان کے بارے میں جنرل ضیاء کی پالیسی کا تسلسل ہے کہ افغان مہاجرین پاکستان میں ہیں۔ ان کے ہیڈ کوارٹرز بھی یہی ہیں۔ اور لڑائی بھی ہمارے ملک کے اندر ہی ہو رہی ہے۔ اخبارات کے مطابق گلبدین حکمت یار پاکستان کی سرزمین پر افغان مہاجرین کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں۔ شرعی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کے مابین قتل عام کوئی جہاد نہیں۔ اس وقت جو خانہ جنگی جاری ہے۔ اسے بند کرانے کے لئے مسلم ممالک کی فوج بھی اقوام متحدہ کی فوج میں شامل کرکے افغانستان میں تعینات کی جائے جو افغان مجاہدین کے مختلف گروپوں کو امن کی پابند کرے، وہاں ایک ماہ کے اندر انتخابات کرائے اور حکومت منتخب نمائندوں کے حوالے کردیں۔ مسئلہ افغانستان کا یہی حل ہے۔ مسئلہ افغانستان جب سے شروع ہوا ہے۔ اس کا فائدہ منصورے کو پہنچ رہا ہے۔ ایک طرف تو افغان کمانڈروں نے اپنی شاندار کوٹھیاں قائم کرلی ہیں۔ اور دوسری طرف افغانوں کی برکت سے منصورہ میں

شاندار کوٹھیاں تعمیر ہوگئی ہیں۔ قاضی حسین احمد محض ایک اسکول ٹیچر تھے۔ جماعت اسلامی میں شامل ہوگئے تو اب یونیورسٹی ٹاؤن پشاور میں ان کی عالی شان کوٹھی ہے۔ جماعت اسلامی نے جنرل ضیاء کے دور میں افغانوں کے مختلف ٹھیکے لے کر دولت اور اسلحہ کے انبار لگا لئے ہیں۔ ایک کروڑ میں فلم اسٹوڈیو خرید کر منصورہ میں شامل کرلیا ہے۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ یہ پیسہ کہاں سے آیا؟ یہ سب افغان مسئلہ کا کرشمہ ہے۔ افغان کمانڈروں کے اپنے مقاصد ہیں۔ اور وہ ان مقاصد کے حصول کے لئے آپس میں لڑ رہے ہیں۔

احوال: پاکستان کی ایٹمی پالیسی کے بارے میں آپ کا نقطہ نظر کیا ہے؟

مولانا نورانی: ہمارا موقف یہ ہے کہ پاکستان کو ایٹم بم ضرور بنانا چاہیے اور اپنی ایٹمی پالیسی پر عملدرآمد جاری رکھنا چاہیے۔ کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ ہم سے پوچھے کہ کیا بنا رہے ہو اور کیوں بنا رہے ہو۔ پاکستان ایک آزاد اور خود مختار مملکت ہے۔ ہندوستان نے بہت پہلے ایٹمی دھماکہ کرلیا تھا۔ پھر ہماری ایٹمی پالیسی پر وہ شور کیوں مچاتا ہے۔ پاکستان کو اس سلسلہ میں "سٹرکٹ پالیسیز اختیار کرنی چاہیے اور ملکی دفاع کے لئے ایٹم بم ضرور بنانا چاہیے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنے دفاع کو مضبوط کرو اور دشمن کے مقابلہ کیلئے ہمیشہ تیار رہو۔"

مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ

صدر جمعیت علماء پاکستان

روزنامہ "حرمت" کراچی کے آصف بھلی کو دیا گیا انٹرویو

جمعیت العلمائے پاکستان کے راہنما مولانا شاہ احمد نورانی کا نام وطن عزیز کی سیاست میں انتہائی اہم اور قابل ذکر ہے۔ سوادِ اعظم کے جید عالم دین اور سیاسی راہبر ہونے کے حوالے سے ان کی شخصیت بیرون ملک بھی اچھی طرح جانی پہچانی جاتی ہے جہاں وہ تبلیغی اداروں کے سلسلے میں قیام فرماتے رہتے ہیں۔ اسلام اور نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کے لیے ان کی مخلصانہ اور بے لوث کوششوں کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ وہ پاکستان کو اپنی سیاست کی اساسی اکائی مقرر کرتے ہیں آپ انتہائی ذہین، حاضر جواب اور زیرک سیاسی زعماء میں شمار ہوتے ہیں۔ موجودہ قومی امور، سیاسی اتار چڑھاؤ اور معروضی حالات کے بارے میں وہ "حرمت" کے "آصف بھلی" کے ساتھ اپنے سنسنی خیز انٹرویو میں نہایت صاف گوئی اور بے باکی کے ساتھ اظہار خیال کرتے ہیں......

سوال: جنرل ضیاء الحق کے نو سالہ دورِ حکومت کے تناظر میں اگر پاکستان کی موجودہ صورت حال کا تجزیہ کیا جائے تو آپ کے خیال میں کس طرح کی تصویر سامنے آتی ہے؟

جواب: ملک جن حالات سے گزر رہا ہے ان کو دیکھ کر بخوبی احساس ہوتا ہے کہ یہ نو سالہ دَور کے نتائج بھگت رہا ہے۔

سوال: جن نتائج کی آپ نے بات کی ہے اس کی وضاحت بھی ہونی چاہیے؟

جواب: آپ نے جو سوال کیا ہے اس کا جواب میں نے دے دیا ہے کہ جنرل ضیاء الحق نے اپنے نو سالہ دورِ حکومت میں جو کچھ کیا تھا اب ہم اس کے ثمرات دیکھ

رہے ہیں۔

سوال: میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان نو سالوں کا اگر تجزیہ کیا جائے تو اس کے نتیجے میں ہمارا ملک اس وقت کہاں کھڑا ہے؟

جواب: اس وقت ملک ایسے دوراہے پر کھڑا ہے جہاں اس کی اپنی کوئی منزل نہیں۔

سوال: سیاسی اعتبار سے تو ہم اس صورت حال سے گزر رہے ہیں۔ معاشی اعتبار سے ہم کہاں کھڑے ہیں؟

جواب: ہم امریکہ کی غیر رسمی غلامی میں دیے جا چکے ہیں۔ قرضوں کا بوجھ اتنا زیادہ ہے کہ ان کے سود کی ادائیگی کے لیے مزید قرض لینا پڑتا ہے۔

سوال: پاکستان کے مختلف ادوار میں یہاں جو فوجی حکومتیں قائم ہوئیں۔ ان کی ذمہ داری خود فوجی جرنیلوں پر کس حد تک عائد ہوتی ہے اور سیاسی جماعتوں کو ان کا کس حد تک ذمہ دار ٹھہرایا جا سکتا ہے؟

جواب: پاکستان کی آزادی کو تقریباً چالیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ہندوستان بھی چوبیس گھنٹے کے بعد اسی ماہ اور اسی سال میں آزاد ہوا۔ ہندوستان میں تسلسل سے سیاسی جماعتیں برسر اقتدار ہیں، ان میں انڈین کانگریس، جنتا پارٹی، لوک دل اور بعض علاقوں میں علاقائی جماعتیں بھی اقتدار میں رہیں۔ مدراس میں تامل ناڈو میں، آندھرا پردیش میں الگ جماعت کی حکومت رہی میں سمجھتا ہوں کہ وہاں پاکستان سے بدتر حالات پیدا ہوتے رہے ہیں۔ تامل ناڈو کے صوبے کے قیام کی جدوجہد مہاراشٹر اور گجرات کی علیحدگی کی جدوجہد، پھر پنجاب میں خالصتان کی جدوجہد، یعنی بے شمار مسائل نے وہاں جنم لیا۔ سیاسی تحریکیں، بھوک ہڑتالیں، توڑ پھوڑ، مختلف فسادات میں ہزاروں افراد بھی مارے جاتے ہیں لیکن ہندوستان نے دنیا کے سب سے بڑے جمہوری ملک کی حیثیت سے اپنے تشخص کو قائم رکھا۔ پاکستان جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے بھارت کے ساتھ ہی آزاد ہوا ہے۔ ہمارے ہاں سیاسی اعتبار سے ہندوستان سے بدتر حالات کبھی نہیں ہوئے سیاسی جماعتوں اور سیاستدانوں نے مختلف تحریکیں چلا کر جس طرح کے حالات بھارت میں پیدا کیے ایسے بدتر

حالات پاکستان میں کبھی پیدا نہیں ہوئے۔ جب بھارت میں تامل ناڈو اور مدراس کی تحریکیں چلیں تو وہاں کے اخبارات کے اعداد و شمار کے مطابق ہندوستان میں دس بارہ ہزار آدمی مارے گئے۔ اسی طرح بمبئی کو گجرات سے الگ کر کے مہاراشٹر میں شامل کرنے کے لیے جب تحریک چلائی گئی تو اس تحریک میں بھی کئی ہزار آدمی مرے۔ پاکستان کے مقابلے میں شدید ترین سیاسی تحریکیں وہاں چلیں لیکن نہ سیاست دان ناکام ہوئے نہ سیاسی جماعتیں ناکام ہوئیں۔ عوام کے تعاون سے یہ سارے مسائل حل ہوتے رہے تو پاکستان میں اصل مسئلہ سیاستدانوں کا نہیں ہے اصل مسئلہ بعض مہم جو فوجی جرنیل ہیں اقتدار کے بغیر جن کی تسکین نہیں ہوتی۔

سوال: جنرل ضیاء الحق کی طرف سے مارشل لاء کے نفاذ اور نوے روز کے اندر انتخابات کے وعدے سے انحراف کے بعد مارشل لاء کے زیر سایہ وزارتیں حاصل کرنے سے کیا یہ بات ثابت نہیں ہو جاتی کہ قومی اتحاد میں شامل بیشتر جماعتیں مارشل لاء کے نفاذ کے موقع پر فوجی جرنیلوں کے اس اقدام میں برابر کی شریک تھیں؟

جواب: اس میں بہت سی جماعتیں یقیناً شامل تھیں۔ یہ تو میں نہیں کہہ رہا کہ مارشل لاء کے لگوانے میں یہ جماعتیں شامل تھیں لیکن چھ جولائی کے جو اخبارات شائع ہوئے، میں اس وقت مارشل لاء کی قید میں تھا تو ہم نے یہ اخبارات وہاں پڑھے۔ پاکستان کے واحد ممتاز راہنما میاں طفیل محمد صاحب تھے جنھوں نے مارشل لاء کے نفاذ پر خوشی کا اظہار فرمایا اور اس کی پذیرائی فرمائی۔ بعد میں دوسری جماعتوں نے بھی خیر مقدم کیا اور پھر مارشل لاء کی بیساکھی بنے اور جنرل ضیاء الحق صاحب کی کابینہ میں شامل ہوئے۔ جنرل ضیاء صاحب نے ایران کے ایک اخبار ''کیہان'' کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ اگر میں انگلی کا اشارہ کروں گا تو یہ سیاستدان دم ہلاتے آ جائیں گے۔ اس کے بعد جنرل ضیاء الحق صاحب کے اس قول کو پورا کرتے ہوئے جماعت اسلامی حکومت میں تشریف لے گئی۔ مسلم لیگ میں شامل ہوئی اور اسی طرح بعض دوسری جماعتیں بھی حکومت میں چلی گئیں۔ یہ سیاسی جماعتیں اگر حکومت سے تعاون نہ کرتیں تو حالات یقیناً مختلف ہوتے۔

سوال: آپ آئین ساز اسمبلی کے رکن رہے ہیں اور 73ء کے آئین کی

تیاری میں بھی آپ کا کردار نمایاں رہا ہے۔ آپ یہ فرمائیں کہ مارشل لاء نافذ کرنے کے اقدام پر آئین کی دفعہ نمبر 6 کا اطلاق اگر مارشل لاء حکام پر ہوتا ہے تو کیا وہ جماعتیں بھی اس دفعہ کی زد میں آتی ہیں۔ جنھوں نے مارشل لاء کی کابینہ میں شمولیت اختیار کی؟

جواب: آئین کی دفعہ نمبر 6 میں نے اور سردار شوکت حیات نے تجویز کی تھی۔ اس زمانے میں میں اور سردار شوکت حیات دونوں گورنمنٹ ہاسٹل میں رہتے تھے اور ہم دونوں کے کمرے بھی ایک دوسرے کے برابر تھے ہم اکثر صبح چار بجے تک اکٹھے بیٹھے رہتے اور آئینی امور پر سوچ بچار کرتے تھے صوبائی اختیارات، دفعہ 6 اور بعض شرعی امور پر ہماری سفارشات آئین کا حصہ بنیں۔ مسلمان کی تعریف اور اسلام کو ریاست کا دین قرار دیا جانا یہ دفعات تھیں جو میں نے اور سردار شوکت حیات نے مشترکہ طور پر پیش کیں۔ آپ آئین کی دفعہ 6 کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ میری رائے میں اس دفعہ کا احیاء ہونا چاہیے اور مارشل لاء کے ذمہ دار جتنے بھی افراد ہیں، جنرل ضیاء صاحب ہیں یا ان کے جو معاونین تھے ان سب کا مواخذہ ہونا چاہیے جن سیاسی جماعتوں نے مارشل لاء سے تعاون کیا، ان کا بھی مکمل احتساب دفعہ نمبر 6 کی روشنی میں ہونا چاہیے۔

سوال: مارشل لاء کے نفاذ کے بعد تحریک استقلال اور آپ کی جماعت پاکستان قومی اتحاد سے الگ ہو گئیں تھیں۔ اس کی وجہ کیا تھی؟

جواب: قومی اتحاد سے سب سے پہلے الگ ہونے والی جماعت تحریک استقلال تھی۔ ان کا موقف یہ تھا کہ قومی اتحاد نے اپنے ایک غیر رسمی اجلاس میں یہ طے کر لیا ہے کہ وہ حکومت میں شامل ہو جائے گا۔ اس لیے ہم قومی اتحاد میں اب نہیں رہیں گے۔ اس کے بعد قومی اتحاد اور حکومت کے درمیان سلسلہ چپقلش جاری رہا اور جب قومی اتحاد کی طرف سے باقاعدہ طور پر یہ اعلان سامنے آیا کہ ہم حکومت میں جا رہے ہیں تو پھر ہماری جماعت نے بھی فیصلہ کر لیا کہ اس صورت میں ہم قومی اتحاد کے ساتھ نہیں چل سکتے۔ تو قومی اتحاد سے علیحدگی کا سب سے اہم سبب یہی تھا۔ ہمارے نزدیک قومی اتحاد کی تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کے لیے تھی نہ کہ مارشل لاء کے تحت وزارتوں میں شامل ہونے کے لیے تھی۔

سوال: کیا آپ کو اندازہ تھا کہ یہ مارشل لاء ساڑھے نو سال تک طول پکڑ جائے گا۔ آپ کے نزدیک وہ کیا عوامل تھے جو مارشل لاء کے جاری رہنے کا باعث بنے؟

جواب: بعض سیاسی جماعتیں اور ان میں سے خاص طور پر جماعت اسلامی اور مسلم لیگ مارشل لاء کے استحکام کا باعث بنیں جس وقت یہ جماعتیں مارشل لاء کی وزارتوں میں شامل ہوئی تھیں ہمیں یہ یقین ہو گیا تھا کہ اب مارشل لاء طول پکڑ جائے گا۔

سوال: مارشل لاء کے اس طویل ترین دور میں مختلف سیاسی جماعتوں نے جمہوریت کی بحالی کے لیے جو کردار ادا کیا اسے آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ مارشل لاء کے خاتمے کے لیے آپ کی جماعت کا جو کردار رہا ہے۔ کیا آپ اس پر اطمینان کا اظہار کر سکتے ہیں؟

جواب: سب سے پہلے ہماری کوشش یہ تھی کہ کسی بھی صورت میں مارشل لاء سے تعاون نہ کیا جائے اور جس حد تک اپنی استطاعت ہے اس کے مطابق مارشل لاء کی مخالفت کی جائے۔ مارشل لاء کے بعد کیونکہ سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی گئی تھی۔ پھر سیاسی جماعتیں بھی کالعدم قرار دے دی گئیں۔ ہمارے دفاتر بھی سر بمہر کر دیے گئے ان حالات میں ہم یہی کر سکتے تھے کہ کم از کم کوئی عہدہ مارشل لاء حکومت میں قبول نہ کیا جائے اور اس سے تعاون نہ کیا جائے۔ بس یہی کچھ ہم مارشل لاء کے خلاف کر سکتے تھے۔

سوال: مارشل لاء کے خلاف جمہوریت کی بحالی کے لیے ایم آر ڈی کے نام سے جو سیاسی اتحاد قائم ہوا آپ کی جماعت اس اتحاد میں شامل کیوں نہیں ہوئی۔ کیا آپ جمہوریت کی بحالی کے لیے ایم آر ڈی کے پروگرام سے اتفاق نہیں رکھتے تھے؟

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ ایم آر ڈی نے جمہوریت کی بحالی کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ بعض جماعتوں نے جو پہلے مارشل لاء کی کابینہ میں بھی شامل رہیں بعد میں جمہوریت کے لیے جدوجہد کر کے کفارہ بھی ادا کیا۔ یہ درست ہے کہ ہم کبھی ایم آر ڈی کے حلیف نہیں رہے لیکن کبھی حریف بھی نہیں بنے۔ ہم ایم آر ڈی میں شامل نہیں ہوئے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس اتحاد میں بعض ایسی جماعتیں بھی شامل تھیں جو مارشل لاء سے بھرپور تعاون کرتی رہیں اور مارشل لاء کا ترجمان بنی رہیں۔ اس کے علاوہ

ہمارا طریق کار سے بھی اختلاف تھا۔ اس لیے ہم نے ایم آر ڈی میں شمولیت اختیار نہیں کی۔

سوال: جن سیاست دانوں نے فروری 58ء کے غیر جماعتی انتخابات میں مارشل لاء کے خاتمے اور جمہوریت کی بحالی کے عظیم مقصد کی خاطر حصہ لیا۔ ان کے اس کردار کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں اور آپ کے خیال میں وہ لوگ اپنے اس مقصد میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں؟

جواب: غیر جماعتی انتخابات میں کچھ سیاست دانوں کے علاوہ دو جماعتوں نے بھی حصہ لیا باقی تمام قابل ذکر سیاسی جماعتوں نے ان انتخابات کا بائیکاٹ کیا جو جماعتیں انتخابات سے باہر رہ گئیں وہ تو باہر رہ گئیں لیکن جن دو جماعتوں نے انتخابات میں حصہ لیا انھوں نے دراصل مارشل لاء کے ساتھ تعاون کیا۔ اس تعاون کی بدترین شکل یہ تھی کہ ان جماعتوں نے نیشنل اسمبلی کے ارکان کو اس بات کے لیے ہموار کیا کہ مارشل لاء کے ساڑھے آٹھ سالہ دور میں ہونے والے تمام اقدامات کی توثیق کر دی جائے وہ گندگی اور غلاظت کے ڈھیر جو مارشل لاء کے مختلف اقدامات کا نتیجہ تھے ان سب کی پردہ داری کر دی گئی۔ یہاں آپ یہ سوال بھی کر سکتے ہیں کہ جنرل ایوب خان اور جنرل یحییٰ خان کے دور کے اقدامات کی بھی تو 73ء کے دستور میں توثیق کی گئی تھی لیکن وہ جنرل ضیاء کے اقدامات سے بہت مختلف تھے۔ ایک بات تو یہ ہے کہ یحییٰ خاں کا زمانہ اتنا طویل نہیں تھا۔ دوسری بات یہ کہ ان کے زیادہ تر اقدامات زرعی اصلاحات اور بدعنوان افسروں کی برطرفی وغیرہ پر مبنی تھے۔ لیکن مارشل لاء دور میں ظلم اور بدعنوانیوں کے بازار لگا دیے گئے۔ مارشل لاء عدالتوں کے ذریعے ہزاروں افراد کو سزائیں دی گئیں، جبر و تشدد قدم قدم پر روا رکھا گیا اور وہ تمام اقدامات جو مارشل لاء کے اس طویل ترین دور میں مارشل لاء کے چھوٹے افسر سے لے کر کمانڈر انچیف تک نے کیے ان سب کو اس اسمبلی نے تحفظ دے دیا ہے۔ یعنی اسمبلی نے یہ فیصلہ دے دیا ہے کہ مارشل لاء حکام آسمانی مخلوق تھے جن کے کسی اقدام کی کوئی باز پرس نہیں کی جا سکتی تو اس طرح موجودہ اسمبلی نے جمہوریت کی بحالی اور مارشل لاء کے خاتمے کا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

سوال: اگر ان انتخابات میں تمام سیاسی جماعتیں حصہ لیتیں اور آپ جیسے اصول پرست سیاست دان اسمبلی میں آتے تو پھر یہ صورت حال نہ پیدا ہوتی کہ مارشل لاء کے تمام تر اقدامات کی اسمبلی کے ذریعے توثیق ہو سکتی؟

جواب: جو لوگ بھی غیر جماعتی انتخابات میں حصہ لیتے ان کو یہ سب کچھ کرنا پڑتا کیونکہ یہ انتخابات منعقد ہی جنرل ضیاء کے دستوری ڈھانچے کے مطابق ہو رہے تھے تو جن لوگوں نے ان انتخابات کے ذریعے آگے آنا تھا ان کو جنرل ضیاء کے تمام اقدامات کی تصدیق کرتے ہی بنتی۔

سوال: آپ کا تعلق ایک ایسی جماعت کے ساتھ ہے جو ملک میں نفاذ اسلام کی علمبردار ہے موجودہ حکومت نے اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جو مختلف اقدامات کیے ہیں سیاسی اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کیا آپ ان اقدامات کو جنرل ضیاء اور ان کے رفقاء کارنامہ خیال نہیں کرتے؟

جواب: جنرل ضیاء صاحب نے اسلامی نظام کے حوالے سے جو بھی اقدامات کیے وہ بددلی سے کیے ہیں۔ اگر وہ خلوصِ دل سے یہ تمام اقدامات کرتے تو یقیناً ہر شعبہ زندگی کی طرف سے ان کے اقدامات کو سراہا جاتا۔ ابتداء میں بعض تقاریر سن کر لوگوں نے جنرل ضیاء صاحب کی پرجوش حمایت کی۔ غالباً اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ اسلام کا نام لیتے تھے اور خود کو ایک مردِ مومن کے طور پر پیش کرتے تھے۔ اس سے لوگوں کو ایک امید بندھی کہ اب اسلام اس ملک میں آ جائے گا۔ لیکن جنرل ضیاء نے ان لوگوں کو بھی مایوس کیا اور وہ لوگ بھی جو اسلام کی نسبت سے ان کے ساتھ محبت کرنے لگے تھے مجموعی طور پر مایوس کیا۔ اور وہ لوگ جو مختلف "ازموں" سے مایوس ہو کر اسلام کو دیکھنا چاہتے تھے کہ کس طرح یہ نافذ ہوتا ہے۔ کیا اس کے ثمرات ہوتے ہیں وہ بھی مایوس ہوئے۔

میں سمجھتا ہوں کہ جنرل ضیاء نے کوئی بھی قدم اسلام کی سمت میں صحیح نہیں اٹھایا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کو بڑا مبارک، بڑا حسین اور انتہائی قابل رشک موقع عطا فرمایا تھا۔ وہ ساڑھے آٹھ سال بلا شرکت غیرے اس ملک کے حاکم رہے وہ جو چاہتے کر سکتے تھے، لیکن انھوں نے نہیں کیا۔ اب صورت یہ ہے کہ اسلام چونکہ عملی طور پر نافذ نہیں ہوا بلکہ لوگوں

میں تعصبات اُبھرے ہیں۔ اس دور میں علاقائی عصبیتوں نے پوری شدت کے ساتھ سر اٹھایا۔ منافرت پیدا ہوئی۔ نسلی مسائل پیدا کیے گئے۔ اسلام کی غلط تاویلات کی گئیں تو لوگ اس صورت حال میں اسلام سے بدگمان ہونے لگے۔ وہ یہ سمجھنے لگے کہ شاید اسلام اس قابل نہیں ہے کہ وہ لوگوں کے دکھوں کا مداوا بن سکے۔ جنرل ضیاء صاحب نے جتنے اقدامات کیے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ انھوں نے لوگوں کو اسلام سے بدگمان کر دیا ہے اور جو بھی رہی سہی محبت اور اخلاص اسلام کے ساتھ تھی اسے ٹھیس لگی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جنرل صاحب نے اسلام کی کوئی خدمت انجام دینے کے بجائے الٹا اسے نقصان پہنچایا ہے۔ جہاں تک جنرل ضیاء صاحب سے پہلے کے حکمرانوں کا تعلق ہے میرے نزدیک انھوں نے اس طمطراق سے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ ہم اسلام لائیں گے جس طرح کہ جنرل ضیاء نے اس عزم کا اظہار کیا تھا۔ لوگوں کو یہ توقع تھی کہ جنرل صاحب چونکہ وردی والے ہیں اس لیے وہ جو کچھ کہتے ہیں ضرور کریں گے لیکن ضیاء صاحب نے اپنے اقدامات سے لوگوں کو مایوس کیا۔ میرے خیال میں کوئی سوشلسٹ، کیمونسٹ، لادین شخص اسلام کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتا جتنا جنرل ضیاء نے پہنچایا۔

سوال: دائیں بازو کی جماعتوں میں سے جماعت اسلامی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جنرل ضیاء نے معروضی حالات میں نفاذ اسلام کے لیے جو اقدامات کیے ہیں وہ بہرحال قابل ستائش ہیں۔ ان اقدامات سے اسلامائزیشن کا عمل کچھ تو آگے بڑھا ہوگا لیکن آپ کی گفتگو سے یہ تاثر ملا ہے کہ جیسے نفاذ اسلام کے لیے کوئی اقدام کیا ہی نہیں گیا۔

جواب: جماعت اسلامی کا اگر یہ خیال ہے کہ جنرل ضیاء صاحب نے اسلامی نظام کے قیام کے لیے مستحسن اقدامات کیے ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے وہ کون سے اقدامات ہیں جو اسلام کے سلسلے میں کیے گئے ہیں کیا یہ کہ انھوں نے شرعی حدود کا نفاذ کیا۔ نو ماہ مارشل لاء حکومت میں شامل رہ کر جماعت اسلامی اپنا یہ کارنامہ گنوا سکتی ہے کہ ہم نے شرعی حدود کا نفاذ کروایا۔ مفتی محمود صاحب بھی یہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے حدود آرڈی نینس نافذ کروایا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ گذشتہ نو سال میں حدود کا یہ قانون کسی کے خلاف استعمال میں لایا گیا۔ کیا ان نو سالوں میں ایسا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا جس پر حدود کا اطلاق ہوتا۔

پھر یہ کہ فقط حدود کا قانون نافذ کرنا ہی اسلام نہیں ہے۔ سزا کے نافذ ہونے سے اسلام نافذ نہیں ہوتا جو اسباب ہیں جن کی وجہ سے جرائم جنم لیتے ہیں ان کی بیخ کنی کرنا بھی ضروری ہے۔

جماعت اسلامی کے حکومت میں شامل ہونے کے بعد لوگوں کو یہ توقع تھی کہ یہ جماعت حکومت میں چلی گئی تو اب اسلام کے نفاذ کی کوئی صورت پیدا ہو جائے گی پھر حکومت سے نکلنے یا نکالے جانے کے بعد بھی جماعت اسلامی مسلسل حکومت کی تائید و حمایت کرتی رہی اور میاں طفیل محمد صاحب یہ کہتے رہے کہ بوڑھا مارشل لاء اگر رخصت کیا گیا تو جوان آ جائے گا تو اس لیے ان ہی کو رہنے دو جبکہ میں نے پہلے کہا کہ جب جماعت اسلامی حکومت میں شامل ہوئی تو لوگوں کو یہ توقع پیدا ہوئی کہ وہ جماعت جو اسلام کی دعویدار ہے اور خود کو ایک منظم جماعت کہلواتی ہے اور یہ دعویٰ بھی کرتی ہے کہ ہم نے اسلام کے عملی نفاذ کے لیے سب ہوم ورک کر رکھا ہے۔ وہ جماعت اگر حکومت میں شریک ہوئی ہے تو اب لازماً وہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کوئی قدم اٹھائے گی۔ لیکن اس جماعت اسلامی نے اسلام کو بتدریج نافذ کرنے کا ایک نسخہ جنرل صاحب کو دے دیا۔ اب ساڑھے آٹھ سال تک بتدریج کے اس نسخے کا جنرل صاحب فائدہ اٹھاتے رہے تو لوگوں کو بعد میں معلوم ہوا کہ جماعت اسلامی کے ہوم ورک کے دعوے غلط تھے۔ ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ ویسے ہی واپس آ گئے۔ یہ لوگ نہ خود کر سکے نہ اپنے مربی جنرل ضیاء صاحب سے کچھ کروا سکے۔ لہٰذا جہاں ہم جنرل ضیاء صاحب کو اسلام کے عدم نفاذ کے سلسلہ میں مورد الزام ٹھہراتے ہیں وہاں ہم جماعت اسلامی کو بھی برابر کا شریک قرار دیتے ہیں۔

سوال: آپ تقریباً گذشتہ سترہ سال سے عملی سیاست میں ہیں۔ اس عرصے کے دوران حزب اختلاف کے راہنما کی حیثیت سے آپ کا واسطہ دو حکمرانوں بھٹو مرحوم اور جنرل ضیاء صاحب سے رہا۔ اگر آپ ان دونوں حکمرانوں کے طرز فکر، حکومت کرنے کا طریق کار اور ان دونوں کی مختلف پالیسیوں اور اقدامات کا تقابلی جائزہ لیں تو آپ کس کو بہتر قرار دیں گے۔

جواب: بھٹو صاحب کا جہاں تک تعلق ہے وہ کسی قسم کی مخالفت برداشت نہیں

کر سکتے تھے۔ جنرل ضیاء مخالفت تو برداشت کرتے ہیں لیکن کرتے وہی کچھ ہیں جو ان کا اپنا فیصلہ ہوتا ہے۔ وہ ایک ''میٹھی چھری'' ہیں۔ گو شوگر کوٹڈ زہر کی گولی ہیں۔ بھٹو صاحب گرم المزاج تھے اور برملا ان کے رویے کا علم ہو جاتا تھا۔ جنرل ضیاء صاحب بھی بڑے گرم المزاج ہیں لیکن وہ ٹھنڈی مار مارتے ہیں۔ جہاں وہ مناسب سمجھتے ہیں انتقام بھی لیتے ہیں۔ لاہور کے شاہی قلعے میں جنرل ضیاء صاحب کے دور میں خواتین تک کو عقوبت خانوں میں رکھا گیا۔ اٹک میں انھوں نے بے شمار بے گناہ لوگوں کو سزائیں دیں، ان پر تشدد کروایا۔ اسی طرح کراچی میں ماڑی پور روڈ پر رینجرز کا کیمپ ہے، وہاں ایک ٹارچر کیمپ میں کئی نوجوان تشدد سے مر گئے تو جنرل صاحب نے بھی بہرحال کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ سندھ میں ایم آر ڈی کی تحریک کے دوران چھ سات سو افراد مارے گئے۔ دیہاتوں پر ہیلی کاپٹروں کے ذریعے فائرنگ کروائی گئی۔ یہ سب کچھ اس نرم خو، نرم مزاج انسان کے دور میں ہوا۔ بھٹو صاحب کے اقدامات کے اثرات دور دور محسوس ہوتے تھے۔ لیکن جنرل ضیاء صاحب کا طریق کار مختلف ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ظلم زیادہ کرتے ہیں لیکن خاموشی کے ساتھ اور بڑے سکون کے ساتھ۔

بھٹو صاحب کی ایک خاص خوبی یہ تھی کہ جن اقدامات پر انھیں مجبور کر دیا گیا، یا انھوں نے اپنی مرضی سے کیے وہ پھر محسوس ہوتے تھے کہ کیے گئے ہیں مثلاً قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مسئلہ تھا۔ شروع شروع میں تو وہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر تیار نہ تھے۔ کھلم کھلا کہتے تھے کہ میں نہیں کروں گا۔ لیکن جب وہ اس کام کے لیے تیار ہو گئے اور بات ان کی سمجھ میں آ گئی تو انھوں نے عملی طور پر جن اقدامات کی اس سلسلہ میں ضرورت تھی وہ کیے۔ بھٹو صاحب اس بات کے لیے تیار نہیں تھے کہ جمعہ کی چھٹی ہو۔ اس بات پر بھی تیار نہیں تھے کہ شراب بند ہو لیکن مجبور ہو گئے یا کر دیے گئے اور پھر انھوں نے یہ اقدامات کیے اور لوگوں نے محسوس کیا کہ ہاں واقعی یہ اقدامات کیے گئے ہیں۔ مثلاً جمعہ کی چھٹی کا اعلان کیا گیا تو چھٹی ہوتی سب کو نظر آ رہی تھی۔ ریس بند کی گئی تو واقعتاً بند ہو گئی۔ لیکن ضیا صاحب کے زمانے میں ریس دوبارہ جاری ہو گئی ہے بھٹو سوشلسٹ تھے۔ انھوں نے ریس بند کی جو اسلام کا نام لیتا ہے۔ اس نے کھول دی۔ بھٹو صاحب نے شراب بند کی

اور اب ان کے دور میں جو صورت حال ہے۔ آپ صحافی ہونے کی حیثیت سے مجھ سے زیادہ باخبر ہیں ابھی کچھ دن ہوئے اخبارات میں ایک رپورٹ چھپی ہے کہ اسمبلی میں سوال ہوا تو معلوم ہوا کہ پچھلے آٹھ سال کے عرصہ میں شراب سب سے زیادہ مقدار میں بنائی گئی ہے یعنی ماضی کے مقابلے میں اب زیادہ شراب کشید کی گئی۔ بھٹو صاحب نے شراب بند کی اور اس دور میں پابندی کے باوجود شراب زیادہ بنی۔ بھٹو صاحب کے دور میں شراب بند ہوئی تو کراچی میں اسی کے قریب دکانیں تھیں، لیکن چوبیس گھنٹوں نے اندر اندر شراب یوں غائب ہوئی کہ محسوس ہوتا تھا شاید زمین نے نگل لی ہے۔ جنرل صاحب کے دور میں منشیات کے جگہ جگہ اڈے کھلے ہوئے ہیں۔ شراب سے بھی بدتر ہیروئن تو متعارف ہی اس دور میں ہوئی۔ تو میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ بھٹو صاحب کا دور بلاشبہ خراب تھا لیکن جنرل ضیاء کا دور خراب تر ہے۔

سوال: جس طرح کی جمہوریت کو آپ اپنی منزل قرار دیتے ہیں مستقبل میں کب تک آپ یہ منزل حاصل کر سکیں گے۔

جواب: جنرل ضیاء کی نیت بظاہر تو یہ ہے کہ وہ 1990ء تک برسر اقتدار رہیں۔ اس کے بعد ان کا کیا پروگرام ہے یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے۔ یہ بھی وہ کھلم کھلا کہہ رہے ہیں کہ ہم اقتدار منتقل نہیں کریں گے بلکہ اقتدار میں شریک رہیں گے ایسی صورت میں ملک میں جمہوریت کا مستقبل ہر حال روشن نہیں ہے۔ اس کے لیے ہمیں مسلسل جدوجہد کرنا پڑے گی قربانیاں بھی دینا ہوں گی۔ اب یہاں ایک بات کھٹکتی ہے کہ جمہوریت کی بحالی کے لیے فوج کے ساتھ ٹکر لی جائے اس کے نتیجے میں کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ غیر ملکی مداخلت ہو جائے۔ ان تمام باتوں کو سوچنا پڑتا ہے۔ اگر انتخابات نہ ہوئے تو کنفیڈریشن والوں کے قدم مضبوط ہوں گے۔ ان کی پذیرائی ہوگی اور 1990ء میں پھر کچھ اور ہوگا۔

سوال: آپ ملک کی موجودہ سیاسی صورت حال کا کیا تجزیہ کرتے ہیں؟

جواب: اب پاکستان جس نازک دوراہے پر کھڑا ہے اس پر کوئی محبِ وطن جماعت اور فرد تشویش کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا میں سمجھتا ہوں کہ آج کے حالات بھی تقریباً سقوطِ مشرقی پاکستان کی صورت حال سے ملتے جلتے ہیں بلکہ یہ صورت حال شاید اس

سے بھی مخدوش تر ہے کیونکہ اس وقت پاکستان کو افغانستان کی طرف سے کسی قسم کا کوئی خطرہ لاحق نہ تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دو اڑھائی سال قبل صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے اس ملک میں غیر جماعتی انتخابات کروائے اور ساڑھے آٹھ سال کے مارشل لاء کو تحفظ لانے کے بعد مارشل لاء کے تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے ایک نئے اور انوکھے نظام کو جنم دیا۔ اس غیر جماعتی ایوان کو آخر کار جماعتی ایوان بنانا پڑا۔ اگر اس سوال حکومت کے عرصہ اقتدار کا تجزیہ کیا جائے تو بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ موجودہ حکومت نے سوا دو سال کے عرصہ میں ملک کا ایک مسئلہ بھی حل نہیں کیا۔ ملک کا سب سے اہم مسئلہ دفاع کا ہوتا ہے۔ اس کے بعد ملک کا اقتصادی مسئلہ آتا ہے۔ موجودہ سول حکومت پاکستان کے دفاعی تقاضوں کو پورا کرنے میں بری طرح ناکام رہی ہے۔ سیاچن گلیشیر جو پاکستان کا علاقہ تھا اس پر بھارت نے اسی دورِ حکومت میں قبضہ کیا۔ پھر صوبہ سرحد اور بلوچستان کی چودہ سو میل طویل جو سرحدیں ہیں ان کی آئے دن خلاف ورزی ہوتی ہے۔ پاکستان کے علاقوں میں دیدہ دلیری سے بمباری کی جاتی ہے۔ ہماری حکومت ان حملوں کا منہ توڑ جواب دینے کے بجائے صرف زبانی احتجاج کو ہی کافی سمجھتی ہے اور یوں دشمن کا حوصلہ بڑھایا جا رہا ہے۔ پاکستانی سرحدوں کے دفاع میں حکومت کی ناکامی کی وجہ سے قوم میں مایوسی اور بددلی کا پیدا ہو جانا بھی ایک قدرتی امر ہے۔

اقتصادی صورت حال کا جہاں تک تعلق ہے وہ بھی انتہائی تکلیف دہ ہے۔ اس وقت مہنگائی اپنے عروج پر ہے۔ قرضوں کا ایک بوجھ ہے جس کے نیچے ملک دبا جا رہا ہے۔ 77ء میں پانچ بلین ڈالر کا قرض تھا جو بڑھ کر اب چودہ ارب تک پہنچ چکا ہے۔ ابھی مزید قرضے لینے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ صورتحال یہ ہے کہ ہم ان قرضوں کا سود دینے کے بھی قابل نہیں جیسا کہ آپ جانتے ہیں بیرون ملک کام کرنے والے پاکستانی کروڑوں روپے کا زرمبادلہ کما کر بھیجتے ہیں لیکن مارشل لاء حکومت کی شاہ خرچیوں اور بدعنوانیوں کی وجہ سے یہ تمام زرمبادلہ ضائع گیا۔ اس سے کوئی صنعت نہیں لگائی جا سکی، یہ سرمایہ کسی پیداواری کام پر استعمال نہیں کیا جا سکا۔ اب تو صورت حال ایسی پیدا ہو چکی ہے کہ چھوٹے چھوٹے کاموں کے لیے بھی ہمیں بیرونی ممالک سے قرضے لینے پڑ رہے ہیں۔ کراچی اور لاہور کی

کارپوریشنوں نے سڑکوں کی تعمیر اور سیوریج سسٹم کے لیے قرض حاصل کیے ہیں۔ گویا ہم ملکی سرمائے سے اپنی سڑکیں، گلیاں اور نالیاں بنانے کے بھی قابل نہیں۔

سوال: حال ہی میں حکومت نے سادگی اور کفایت شعاری کے پیش نظر بڑی کاروں کے بجائے چھوٹی کاروں کے استعمال کا جو فیصلہ کیا ہے آپ اس فیصلہ کو تحسین کی نظروں سے نہیں دیکھتے؟

جواب: یہ اقدام نہایت معمولی ہے حکومت کی شاہ خرچیوں اور بدعنوانیوں کا جو سمندر ہے اس میں سے ایک قطرہ کو کم کر دینے سے کیا فرق پڑتا ہے جس اقدام کا آپ نے ذکر کیا ہے، میں اسے محض ایک دھوکہ اور فریب خیال کرتا ہوں۔ یہ فیصلہ کوئی سوچ سمجھ کر یا کسی منصوبہ بندی کے تحت نہیں کیا گیا۔ یہ محض ایک وقتی طور پر کیا جانے والا اقدام ہے جس کے ذریعے سے حکومت نے عوام کو بیوقوف بنانے کی کوشش کی ہے۔

سوال: حال ہی میں وزیراعظم جونیجو نے کہا ہے کہ ان کی حکومت نے جمہوریت کی بحالی اور پھر اس کے استحکام کے لیے ٹھوس اقدامات کے تحت عوام کے تمام بنیادی حقوق بحال کر دیے گئے ہیں اور سیاسی جماعتوں کو کام کرنے کی پوری آزادی میسر ہے۔ آپ کا اس پر کیا تبصرہ ہے؟

جواب: دنیا کو یہ بتانے کے لیے کہ مارشل لاء ختم ہو گیا ہے اور جمہوریت بحال ہو گئی ہے وزیراعظم جونیجو اکثر و بیشتر اس طرح کے بیانات جاری کرتے رہتے ہیں کہ اب مارشل لاء کی سیاہ رات ختم ہو گئی اور مارشل لاء کی وہ سیاہی جو پاکستان کے چہرے کو بدنما بنائے ہوئے تھے اب اسے دھو ڈالا گیا ہے جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بنیادی حقوق بحال کر دیے گئے ہیں، میں جناب وزیراعظم سے یہ پوچھتا ہوں کہ کیا وہ لوگ جن کو مارشل لاء کورٹس نے سزائیں دی تھیں کیا ان کو یہ حق حاصل ہو گیا ہے کہ وہ ان سزاؤں کے خلاف سول عدالتوں میں اپیل کر سکیں کیا اعلیٰ عدالتوں کو یہ اختیارات تفویض کر دیے گئے ہیں کہ وہ مارشل لاء کے ناجائز اور غیر آئینی اقدامات کے خلاف کوئی فیصلہ صادر کر سکتی ہیں۔ ظاہر ہے سول عدالتوں کو یہ اختیارات نہیں دیے گئے تو پھر کس قسم کے بنیادی حقوق بحال کیے گئے ہیں وہ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے سیاسی جماعتوں کو کام کرنے کی

آزادی دے دی ہے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ انھوں نے گذشتہ سال یوم آزادی کے موقع پر ایم آر ڈی کو لاہور میں جلسہ کرنے کی اجازت دی۔ اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ نہ صرف ایم آر ڈی کو اس جلسے میں شرکت کے لیے آنے والے عام شہریوں کو بھی خون میں نہلا دیا گیا۔ بنیادی حقوق کی بحالی کا دعویٰ کرنے والوں نے وطن عزیز کی آزادی کی خوشیاں منانے کے لیے جمع ہونے والے شہریوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا اور بارہ افراد کو ہلاک کر دیا گیا آج بھی سیاسی جماعتوں کو جلسہ کرنے کے لیے ڈپٹی کمشنر کو درخواست دینا پڑتی ہے اور ڈپٹی کمشنر حکومت کی پالیسی کے مطابق جلسہ کے انعقاد کی اجازت نہیں دیتے لہٰذا وہ کون سی آزادی اور بنیادی حقوق ہیں جو سیاسی جماعتوں اور عام پاکستانی شہریوں کو میسر ہیں۔ یہ دعویٰ بھی کیا جاتا ہے کہ ایمرجنسی ختم کر دی گئی ہے۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ اس وقت ایمرجنسی کا نفاذ قانوناً ہے یا نہیں، لیکن عملی طور پر صورت حال یہ ہے کہ اب بھی حکومت جسے چاہتی ہے گرفتار کر لیتی ہے، جسے چاہتی ہے نظر بند کر دیتی ہے دیواریں پھاند کر رات کی تاریکی میں پولیس بے گناہ اور معصوم شہریوں کے گھروں میں گھس جاتی ہے۔ بلوچستان میں جیوانی کے مقام پر شہریوں کو بجلی پانی اور دیگر بنیادی سہولتوں کی فراہمی کا مطالبہ کرنے پر تشدد کا نشانہ بنایا گیا ان اقدامات کو بنیادی حقوق کی بحالی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ مختلف سیاست دانوں پر اب بھی مختلف اضلاع اور صوبوں میں جانے پر پابندی لگا دی جاتی ہے۔ آج بھی جو اخبار حکومت کے خلاف لکھتا ہے اور بعد میں اس کا جو بھی حشر ہوتا ہے وہ آپ کو بھی معلوم ہے۔ اسی طرح جو اخبارات و جرائد مارشل لاء کے دور میں بند کر دیے گئے تھے ان کی اشاعت پر آج بھی پابندی ہے۔ تو میں یہ پوچھتا ہوں کہ کس طرح کی شہری آزادیاں بحال کی گئیں۔

سوال: موجودہ حکومت کے اس دعویٰ کے بارے میں آپ کیا کہیں گے کہ اس دور میں بھٹو مرحوم کے دور اقتدار کے مقابلے میں زیادہ جمہوریت موجود ہے اور شہریوں کو زیادہ بنیادی حقوق میسر ہیں؟

جواب: میرے نزدیک تو اب بھی وہی کچھ ہو رہا ہے جو پیپلز پارٹی کے دور میں ہوتا تھا۔ صرف زیر عتاب لوگ بدل گئے ہیں۔

سوال: موجودہ دور میں جس آپ ظلم اور جبر کا دور تصور کرتے ہیں، اس میں آپ کی جماعت نے ملک میں حقیقی جمہوریت کی بحالی کے لیے کیا خدمات انجام دیں؟

جواب: مارشل لاء کے خلاف ہماری سب سے پہلی جدوجہد تو یہ تھی کہ ہم نے مارشل لاء کے ساتھ کسی بھی مرحلے پر تعاون نہیں کیا۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ مارشل لاء والوں نے کئی بار اس بات کی کوشش کی کہ وہ ہمیں اپنے ساتھ حکومت میں شامل کریں۔ جب قومی اتحاد کو وزارتیں دی گئیں تو ہماری جماعت اس وقت قومی اتحاد میں شامل تھی، لیکن ہم نے چور دروازے سے حکومت میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم مارشل لاء کے خلاف اگر کوئی مؤثر جدوجہد نہیں کر سکے تو بھی اس نظام کے خلاف ہم اپنی نفرت کا اظہار تسلسل کے ساتھ کرتے رہے۔ جس پلیٹ فارم پر بھی ہمیں موقع میسر آیا ہم نے مارشل لاء کے ساتھ اپنے اختلافات کا کھل کر اظہار کیا۔ مارشل لاء کے خلاف اگر کوئی منظم جدوجہد نہیں کی جا سکی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ بعض جماعتیں مارشل لاء حکومت سے تعاون کر رہی تھیں۔ مسلم لیگ اور خاص طور پر جماعت اسلامی نے تو مارشل لاء حکومت کی حمایت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور وہ ذلت کو گوارا کرنے پر تیار رہی۔ مفاد پرستوں کا ایک ٹولہ تھا جو وزارتوں اور پھر مجلس شوریٰ میں شامل ہوا اور اس طرح قوم کو تقسیم کر دیا گیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہماری جماعت کے دامن پر ایسا کوئی داغ نہیں۔

سوال: ملک کی مختلف سیاسی جماعتوں نے 73ء کے دستور کے تحت جماعتی انتخابات کے انعقاد اور جمہوریت کی بحالی کے لیے ایم آر ڈی کے نام سے جو سیاسی اتحاد تشکیل دیا آپ کی جماعت نے اس مشترکہ جدوجہد میں شامل ہونے سے احتراز کیوں کیے رکھا؟

جواب: یہ درست ہے کہ ہماری جماعت متحدہ جمہوری محاذ اور پاکستان قومی اتحاد میں شامل رہی۔ لیکن ایم آر ڈی میں ہم لوگ شامل نہیں ہوئے۔ میں یہ واضح کر دوں کہ ایم آر ڈی میں شامل نہ ہونے کے باوجود ہماری اخلاقی تائید اور حمایت ایم آر ڈی کو میسر رہی اور ہم نے بعض مواقع پر ایم آر ڈی کے ساتھ عملی طور پر تعاون بھی کیا۔

حکمرانوں کے ساتھ پاکستان کے خلاف سازش تیار کرنے کا موقعہ دیا جائے لیکن پاکستان کے وفاق اور سلامتی کی بات کرنے والوں کو غیر معینہ عرصہ تک جیلوں میں بند رکھا جائے۔ اگر 1990ء تک موجودہ حکومت قائم رہی اور وہ ملک دشمن پالیسیاں جو مارشل لاء حکومت کے ورثے کے طور پر یہ حکومت جاری رکھے ہوئے ہے ختم نہ ہوئیں تو پھر انتخابات کے ذریعے سے بھی وہ مسائل حل نہ ہوسکیں گے۔ جو 1990ء تک علیحدگی پسند تحریکیں اس حکومت کی سرپرستی میں پیدا کردیں گی۔

سوال: کیا آپ جمعیت العلمائے پاکستان کے ازسرنو ترتیب دیے گئے منشور کے چند اہم نکات پر روشنی ڈالنا پسند فرمائیں گے؟

جواب: جمعیت العلمائے پاکستان سوادِ اعظم اہل سنت کی غالب اکثریت پر مشتمل ایسی جماعت ہے جو سیاست میں خلافت راشدہ، معیشت میں مساوات محمدیؐ اور اعتقادی اعتبار سے مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کی علمبردار ہے۔ ہمارے نزدیک قرآن اور سنت رسول ﷺ تمام آئینی اور قانونی، دینی، تہذیبی، تمدنی، معاشی، معاشرتی اور بین الاقوامی معاملات و مسائل میں واجب الاتباع ہے۔ ہمارے نئے منشور کے اہم نکات یہ ہیں کہ متناسب نمائندگی کے تحت ہم ایک اسلامی فلاحی اور پارلیمانی حکومت کی تشکیل پر یقین رکھتے ہیں، ہر شہری کی بنیادی ضرورتوں، غذا، لباس، مکان، تعلیم اور صحت کی مکمل ضمانت فراہم کی جائے گی۔ بے روزگاری کے انسداد کے لیے انقلابی اقدامات کیے جائیں گے۔ مسئلہ کشمیر، مسئلہ فلسطین اور بیت المقدس کی آزادی کے لیے عملی جدوجہد کا آغاز کیا جائے گا۔ سقوط مشرقی پاکستان کے سانحہ کی تحقیقات ازسرنو کروائی جائے اور اس کے ذمہ داران کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ اس کے علاوہ مارشل لاء حکومت کے ہر اقدام کا جائزہ لینے اور احتساب کرنے کے لیے ایک عدالتی کمیشن مقرر کیا جائے گا۔ یہ کمیشن مارشل لاء دور کی بدعنوانیوں اور سیاسی اور غیر سیاسی سطح پر ہونے والے ظلم وزیادتی کی مکمل تحقیق کرے گا۔ اور بدعنوانیوں کے مرتکب افراد کے لیے سزائیں تجویز کرے گا۔ اس کے علاوہ سیاچین گلیشئر پر بھارتی افواج کے قبضہ کے واقعہ کی تحقیق بھی کی جائے گی۔

مولانا نورانی" سے ایک یادگار ملاقات

مولانا شاہ احمد نورانی نے سیاست میں قدم رکھتے ہی ملکی سیاست میں جو نمایاں کردار انجام دیا ہے اس کا اعتراف اپنے اور غیر سب ہی کرنے پر مجبور ہیں، حزب اختلاف کی کسی سیاسی جماعت کے منصف مزاج ورکر سے بات کرلیجئے آپ اسے یہی کہتے ہوئے سنیں گے کہ مولانا نورانی علماء حق کی آبرو اور حزب اختلاف کی گونجدار آواز ہیں۔ ابھی حال ہی میں پیپلزپارٹی کے ترجمان روزنامہ "ہلال پاکستان" نے ایک کارٹون شائع کیا تھا جس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ برسراقتدار طبقہ حزب اختلاف میں سے اگر کسی کی پرکشش اور ہردلعزیز شخصیت سے مرعوب ہے تو وہ مولانا نورانی کی شخصیت ہے سچ تو یہ ہے کہ مولانا نورانی نے پاکستانی سیاست میں کچھ ایسا کردار انجام دیا ہے کہ اب بڑے سے بڑا دہریہ کمیونسٹ اور مادہ پرست یہ کہنے کی جرات نہیں کرسکتا کہ علماء کو سیاست میں حصہ نہیں لینا چاہئے۔ یوں تو مولانا نورانی کی ذات اس لحاظ سے بھی کافی اہمیت کی حامل ہے کہ انہوں نے بیرون ملک اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں اور پاکستانی سیاست میں آنے کے بعد دستور کی تدوین، آئین میں اسلام کو ملک کا سرکاری مذہب قرار دلوانے، مسلمان کی تعریف شامل کروانے اور اسمبلی میں وقفہ نماز کا اہتمام کروانے وغیرہ میں مرکزی کردار انجام دیا ہے لیکن حالیہ تحریک ختم نبوت کے دوران مولانا نورانی نے جو رول ادا کیا ہے اس نے تو ہر سلیم الفطرت مسلمان کے دل میں مولانا کی عظمت کے نقش بٹھادئے ہیں، تحریک کے شروع ہوتے ہی مولانا نے پنجاب کا دورہ شروع کردیا۔ تحریک کے دوران مولانا نے پنجاب کے سو سے زائد شہروں قصبوں اور دیہاتوں میں عام جلسوں سے خطاب کیا اور مسلمانوں کو ناموس مصطفیٰ کے تحفظ کے لئے کمربستہ کیا۔ ساتھ ہی مولانا نے قومی اسمبلی، خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کے تمام اجلاسوں میں شرکت بھی کی...... سوچئے! اس تحریک کے دوران کوئی بھی ایسی شخصیت تھی جس نے قومی اسمبلی، خصوصی کمیٹی اور

رہبر کمیٹی میں بھی کما حقہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کیا ہو اور ساتھ ہی سرزمین پنجاب پر سو سے زائد جلسے کیے ہوں!! بہرحال یہ ایک سعادت ہے خدا جسے چاہے یہ شرف بخش دیتا ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست

7 ستمبر 74ء کو جب قادیانی مسئلہ حل ہوا اس وقت میں پابند سلاسل تھا، جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے بیٹھے میں نے پروگرام بنایا تھا کہ رہائی کے بعد سب سے پہلا کام اس مردِ مجاہد سے ملاقات اور اس کی خدمات کو سلام پیش کرنا ہوگا...... قادیانی مسئلہ کے تسلی بخش حل کے بعد جب مولانا کراچی پہنچے تو اسٹیشن پر زبردست استقبال کے ساتھ ہی یہاں ان کی بے پناہ مصروفیات کا آغاز ہوگیا ابھی چند جلسوں اور استقبالیوں سے فارغ ہی ہوئے تھے رمضان المبارک مہمان بن کر تشریف لے آیا۔ ویسے تو رمضان کے آتے ہی ہر مسلمان کی زندگی میں انقلاب آجاتا ہے لیکن مولانا نورانی کے شب و روز میں تبدیلی تو دیدنی ہوتی ہے۔ حافظ قرآن ہونے کے سبب تراویح میں قرآن سنانا، بعد میں تلاوت کردہ آیات پر مشتمل درس قرآن دینا رات کو اڑھائی بجے تہجد میں قرآن سنانا اور ساتھ ہی تمام میٹنگوں اور جلسوں میں شرکت ہر شخص کو یہ سوچنے پر مجبور کردیتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مولانا میں غیر معمولی صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ بہرحال ان بے پناہ مصروفیات کے باوجود میں نے مولانا سے انٹرویو کے لئے وقت مانگا تو مسکراتے ہوئے فرمایا کہ جب آپ کا جی چاہے تشریف لے آئیں، بس پروانہ ملنے کی دیر تھی میں مولانا کے گھر پہنچا اور گفتگو کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ میں نے مولانا سے پوچھا۔

سوال: اس قادیانی مسئلہ کا پس منظر کیا ہے؟

جواب: بات دراصل یہ ہے کہ انگریزوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں پے در پے شکست کھانے کے بعد انتقامی جذبے سے مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کا منصوبہ بنایا وہ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں سے میدان کارزار میں نمٹنا کسی کے بس کی بات نہیں اس لئے انہوں نے مختلف سازشوں کے ذریعہ مسلمانوں میں جذبہ عشق رسول اور جذبہ جہاد ختم کرنے کا منصوبہ بنایا، اس مقصد کے لئے انگریزوں نے جن لوگوں کو استعمال کیا ان میں سرفہرست مرزا غلام احمد قادیانی تھا۔ جس نے انگریز کے ایماء پر نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور جہاد کو حرام

قرار دیا۔ مرزا کے جھوٹے دعوے کے بعد فوراً ہی علماء حق نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے دعوے کی قلعی کھول دی۔ حضرت قبلہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس قدر مرزا کو بے نقاب اور شرمسار کیا کہ مرزا کو "تحفہ گولڑویہ" کے نام سے باقاعدہ کتاب لکھنی پڑی۔ میرے والد ماجد (حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی اردو، انگریزی، عربی اور انڈونیشی زبانوں میں قادیانیوں کے خلاف کتابیں لکھیں یہ علماء حق کی مسلسل جدوجہد ہی کا نتیجہ تھا کہ 1953ء میں پاکستان میں علامہ سید ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں تحریک ختم نبوت چلی جس میں پنجاب کے ہزاروں مسلمانوں نے شمع رسالت پر اپنے آپ کو پروانہ وار قربان کیا اس تحریک کا مرکز لاہور کی مسجد وزیر خان تھی جہاں جمعیت علماء پاکستان کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالستار خان نیازی اور مولانا سید خلیل احمد قادری کی رہنمائی میں کام ہو رہا تھا۔ بعد میں ان دونوں رہنماؤں کو سزائے موت کا حکم دیا گیا جسے بعد میں چند سال کی گرفتاری میں بدل دیا گیا۔ چند خوشامدی اور درباری مولویوں کی ملی بھگت سے تحریک کو بہت نقصان پہنچا لیکن علماء حق نے مایوسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیا اور مسلسل جدوجہد کرتے رہے۔ الحمد للہ مجھے بھی دنیا کے مختلف حصوں میں قادیانی مناظروں سے مناظرے کرنے کا اتفاق ہوا ہے جس میں بفضل تعالیٰ ان قادیانی مناظروں کو شکست فاش ہوئی اور سینکڑوں قادیانی تائب ہو کر مسلمان ہوگئے۔ بہرحال علماء حق کی مسلسل جدوجہد کا نتیجہ یہ ہے کہ آج مسلمانوں کے موقف کو حکومت ماننے پر مجبور ہوگئی اور اس نے عوامی دباؤ سے مجبور ہو کر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

سوال: جمعیت علماء پاکستان کا اس میں کیا کردار ہے؟

جواب: یہ مسئلہ مختلف الخیال جماعتوں کے اتحاد سے حل ہوا ہے، رہا جمعیت کا کردار۔ تو بات یہ ہے کہ جمعیت وہ واحد سیاسی جماعت ہے جس کا بنیادی مقصد مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ ہے اور جس نے اپنے منشور میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور انہیں کلیدی عہدوں سے برطرف کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ 70ء کے انتخابات کے بعد جمعیت نے حکومت اور عوام کی توجہ قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کی طرف مبذول کرانی شروع کردی تھی، کچھ سیاسی حلقوں نے اس بات کو مجذوب کی بڑ بھی کہا، ہم نے یحییٰ خان پر

واضح کردیا تھا کہ یہودی ہندو اور قادیانی ملکر مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی سازش کر رہے ہیں، جمعیت کے قائدین نے پتھروں کی بارش میں بھی قادیانی سازش کا انکشاف کیا۔ اس کے بعد جب آئین کی تدوین کا مسئلہ آیا تو خدا نے یہ شرف بھی جمعیت کو بخشا کہ اس نے آئین میں مسلم کی تعریف شامل کرنے کا مطالبہ کیا اور یہ بھی خدا کا احسان عظیم ہے کہ حزب اختلاف کی جانب سے قادیانی مسئلہ پر قرارداد پیش کرنے کا شرف بھی جمعیت کو ملا، لیکن یہ بات آپ اچھی طرح سمجھ لیں کہ جمعیت نے اس سلسلے میں جو کچھ کیا وہ اس کا فرض تھا اور اس کے نصب العین کی تکمیل کی طرف ایک قدم۔

سوال: اس فیصلے کے بعد اس کے اثرات ملکی اور عالمی سطح پر کیا ہوں گے؟

جواب: میں پہلے کہتا رہا ہوں کہ قادیانی پاکستان کے دشمن ہیں اور اکھنڈ بھارت کے علمبردار ملک کے اندر تو اس فیصلے کے اثرات یہ ہوں گے کہ ملک کی سالمیت کا تحفظ ہوجائے گا اور اب قادیانی ملک کے خلاف کوئی سازش نہیں کرسکیں گے۔ دوسرے یہ کہ اب ملک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کی راہ پر چل پڑا ہے اور اگر عوام کا تعاون حاصل رہا تو ہم ملک کو نظام مصطفیٰ کا گہوارہ بنا کردم لیں گے۔

عالمی سطح پر اس فیصلے کے بڑے دوررس اثرات ہوں گے، قادیانی اس فیصلے سے بوکھلا اٹھے ہیں حتیٰ کہ ان کے رسائل بھی لکھنے لگے ہیں کہ اب عالمی سطح پر تبلیغ کس طرح کریں گے۔ ہم افریقہ میں کیا مسئلہ لے کر جائیں گے۔ ان مکار قادیانیوں نے دنیا بھر میں یہ مشہور کررکھا تھا کہ ہم پاکستان کے اعصابی نظام پر چھائے ہوئے ہیں اور پاکستان میں اکثریت احمدیوں کی ہے لیکن اب جب یہ تبلیغ کرنے جائیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ بتاؤ! پاکستان کے مسلمانوں نے تو متفقہ طور پر تمہیں غیر مسلم قرار دے دیا ہے وہ بھولے بھالے لوگ جو پاکستان کی اسلامی حیثیت یا قادیانیوں کے سرکاری اثرات کی وجہ سے قادیانی ہوگئے تھے وہ سب کے سب مسلمان ہوجائیں گے۔ ساتھ ہی اس فیصلے سے بعض عرب ممالک سے ہماری دوستی مضبوط ہوجائے گی اور غلط فہمیاں دور ہوجائیں گی۔ میں نے بحیثیت صدر ورلڈ اسلامک مشن کی دنیا بھر میں پھیلی ہوئی تمام شاخوں کو ہدایت کردی ہے کہ وہ اس تاریخی فیصلے سے ان لوگوں کو آگاہ کریں جو قادیانیوں کو مسلمان سمجھ کر ان کے دام میں

پھنس گئے تھے۔ جمعیت علماء پاکستان کا ایک وفد ورلڈ اسلامک مشن کے تعاون سے جلد ہی امریکہ انگلستان افریقہ اور یورپ کے دیگر علاقوں کا دورہ کرکے عالمی سطح پر قادیانیوں کی مکارانہ تبلیغ پر کاری ضرب لگائے گا۔

سوال: مرزا ناصر اور چوہدری ظفراللہ نے اس فیصلے کے بعد کہا ہے کہ ہمیں مسلمان ہونے کے لئے کسی سے سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بارے میں آپ کا کیا تاثر ہے؟

جواب: انہوں نے ٹھیک ہی کہا ہے جب ان کو انگریز نے اپنے خود کاشتہ پودا ہونے کا سرٹیفکیٹ دے ہی دیا ہے تو پھر انہیں کیا ضرورت ہے کہ وہ مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ حاصل کریں۔ اور سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ کسی کافر کو مسلمان ہونے کی سند کی کیا ضرورت ہوسکتی ہے اسے تو کافر ہونے کا سرٹیفکیٹ کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ الحمدللہ مسلمانان پاکستان نے متفقہ طور پر انہیں دے دیا ہے۔

سوال: قومی اسمبلی میں متفقہ طور پر مسئلہ کو حل کروانے کے لئے پیپلز پارٹی کے اراکین اسمبلی کو کس طرح تیار کیا گیا۔

جواب: اول تو پنجاب کے غیور مسلمانوں کا دباؤ اتنا تھا کہ جس کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ دوسرے یہ کہ ان اراکین اسمبلی کے حلقہ انتخاب کے لوگوں کا بھی خاصا دباؤ تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسمبلی میں علماء موجود تھے جو ان اراکین اسمبلی کو مسئلہ ختم نبوت کی شرعی اہمیت سے آگاہ کرتے رہتے تھے اور مرزا ناصر کی طرف سے شبہات پیدا کرنے کی کوششوں پر پانی پھیر دیتے تھے۔ مثلاً ناصر نے کہا کہ جب کوئی مسلمان فنا فی الرسول کے جذبے سے سرشار ہوکر مقام صدیقیت حاصل کرلیتا ہے تو نبوت کی کھڑکی کھل جاتی ہے۔ پیپلز پارٹی کے ایک رکن اسمبلی نے وقفہ کے دوران مجھ سے آکر اس کی وضاحت طلب کی تو میں نے عرض کیا کہ مرزا جی کا یہ کہنا تو بالکل اس طرح ہے جیسے کوئی احمق یہ کہے کہ جب مسلمان عبادت کرکے فنا فی اللہ کا درجہ حاصل کرلیتا ہے تو الوہیت کی کھڑکی کھل جاتی ہے۔ میرے اس جواب سے اس کو تسلی ہوگئی۔ خود پیپلز پارٹی کے اراکین اسمبلی کو پہلی مرتبہ کھل کر اعتراف کرنا پڑا کہ اگر اسمبلی میں علماء حق موجود نہ ہوتے یہ

مسئلہ حل کرنے میں بڑی دشواری پیش آتی...... اس مسئلہ کے حل سے یہ بھی ثابت ہوگیا علماء ملکی سیاست میں ایک اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔

سوال: قادیانیوں نے اس تحریک کے دوران منظم پیمانے پر افواہ اڑائی کہ علماء کرام مرزا ناصر کے سوالات کا جواب نہیں دے سکتے...... اس کے متعلق وضاحت فرمائیں۔

جواب: یہ سفید جھوٹ ہے مرزا ناصر وہاں ملزم کی حیثیت سے پیش ہوا تھا اراکین اسمبلی اٹارنی جنرل کے توسط سے اس پر جرح کر رہے تھے، اب آپ خود ہی سوچ لیں کہ کیا جس پر جرح ہوسکتی ہے۔ وہ کسی سے سوال کرسکتا ہے...... حقیقت اس کے برعکس ہے علما کے سوالات نے مرزا ناصر کے دماغ کے سوتے خشک کردئے، آخری دنوں میں تو بار بار اٹارنی جنرل سے رخصت مانگتا رہتا تھا۔ علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری کے ایک سوال کا جواب دینے میں اس کو 7 گھنٹے لگے اور ساڑھے...... گھنٹوں کے دوران اس نے پچاس سے زائد گلاس پانی کے پیے۔ دراصل علماء حق کو اس زندہ رسول کی پشت پناہی حاصل تھی۔ جس کی ناموس کے تحفظ کے لئے وہ جدوجہد کر رہے تھے۔

سوال: اس فیصلے کے بعد قادیانی اپنی تبلیغ سے باز نہیں آئے؟ اس کا کیا تدارک ہوگا؟

جواب: بدقسمتی سے ہمارا واسطہ ایک ایسی حکومت سے پڑا ہے جو خود اپنے ہاتھوں سے دستور بنا کر اس کی دھجیاں بکھیرتی ہے، ہم منتظر ہیں کہ حکومت اپنے وعدے کو پورا کرے اور ہوش کے ناخن لے ورنہ شمع رسالت کے پروانے ایک بار پھر اٹھیں گے اور اپنے ہاتھوں سے خود ہی مسئلہ حل کریں گے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ پچھلے دنوں انجمن طلبا اسلام نے ربوہ میں اپنے کام کا آغاز کیا لیکن انہیں ربوہ میں دفتر کے لئے جگہ نہیں مل سکی جس کے سبب انجمن نے مجبوراً ربوہ برانچ کا عارضی دفتر چنیوٹ میں قائم کردیا ہے حالانکہ وعدے کے مطابق ربوہ کو اب تک کھلا شہر قرار دے دینا چاہئے تھا۔

سوال: کچھ لوگ اس فیصلے کا سہرا وزیراعظم بھٹو کے سر باندھ رہے ہیں ایسے لوگوں میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو عالم دین کہلواتے ہیں، ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: دراصل یہ خوشامدیوں کا ٹولہ ہے جو اپنے مادی مفادات کی خاطر ہر دور میں چڑھتے سورج کی پوجا کرتا ہے، ان کی ساری سوچ اس لئے وقف ہوتی ہے کہ کب اور کس طرح اُنہیں کوئی موقع ملے اور یہ دُم ہلاتے ہوئے اور زبان چاٹتے ہوئے خوشامد کے لئے پہنچ جائیں تاکہ سرکاری نظر کرم ہوجائے...... ایسے لوگوں کو نہ اپنی عزت کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ ہی اپنے دین و ایمان کی...... ایسے لوگوں کو تو سمجھانے کی کوشش کرنا عبث ہے۔ البتہ عوام کو صحیح صورت حال سے آگاہ کرنے کے لئے عرض ہے کہ بھٹو صاحب کے سر اگر کوئی سہرا باندھا جاتا ہے تو وہ یہ ہے کہ ان کی حکومت کے کارندوں نے تحریک کے دوران 50 کے قریب مسلمانوں کو شہید کردیا، نائبین رسول یعنی علماء کرام کو منبر رسول سے اتار کر جیلوں میں بھر دیا، ہزاروں مجاہدین ختم نبوت کو جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا لاکھوں جھوٹے مقدمات درج کئے۔

دفعہ 144 کے ذریعہ گلی کوچوں، شاہراہوں حتیٰ کہ مساجد میں ذکر رسول پر پابندی لگائی، مستقبل میں قوم کے معمار یعنی طلباء پر ہر طرح کا ظلم، و تشدد روا رکھا اور ان تمام ہتھکنڈوں کو استعمال کرنے کے بعد جب دیکھا کہ مسلمانوں کے قلوب میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو شمع ہے اسے بجھایا نہیں جاسکتا تو پھر مسلمانوں کے سرفروشانہ جذبے کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام سختیاں اس لئے کی گئیں کہ مسلمان عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی تحریک سے دست بردار ہوجائیں لیکن خوشامدی ٹولہ یہی کہتا پھرتا ہے کہ "تاریخ میں حکومت کا نام سنہری لفظوں سے لکھا جائے گا" ہمارے نزدیک تو کامیابی اس میں ہے کہ ہمارا نام غلامان مصطفیٰ کی فہرست میں لکھا جائے۔

آپ ہی بتایئے پاکستان کس نے بنایا...... جناب محمد علی جناح کی قیادت میں مسلم لیگ نے یا انگریزوں نے ظاہر ہے پاکستان ان مسلمانوں نے بنایا جنھوں نے مسلم لیگ کے پرچم تلے تحریک چلائی قربانی دی اور اپنے خون سے تحریک پاکستان کی تاریخ کو لکھا لیکن اگر انگریز یہ کہے کہ اس میں قربانیاں دینے والوں کا کوئی کمال نہیں ہم چاہتے تو ان پر مزید تشدد کرکے ان کو دبا سکتے تھے۔ لیکن ہم چاہتے تھے کہ مسئلہ حل ہوجائے اس لئے ہم نے پاکستان کو آزاد کردیا۔ کیا ہم انگریزوں کی اس منطق کو تسلیم کریں گے۔ ہرگز نہیں۔ اس لئے

کہ اگر اس کو آزادی دینی ہی تھی تو اس نے مسلمانوں کو تحریک چلانے پر مجبور کیوں کیا؟ اسی طرح اگر بھٹو صاحب قادیانی مسئلہ کو حل کرنا ہی چاہتے تھے تو انھوں نے اس قدر مظالم کو کیوں روا رکھا۔ بہرحال تحریک کے شب و روز بتاتے ہیں کہ حکومت نے یہ مسئلہ بخوشی حل نہیں کیا بلکہ اس سے منوایا گیا ہے۔

سلام ہو ان علماء، طلباء اور عوام کو بالخصوص پنجاب کے جیالے مسلمانوں کو جن کا خون پسینہ اس تحریک کی بنیادوں میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آئندہ بھی توفیق دے کہ ہم صحابہ کرام کی طرح ناموس مصطفیٰ کا تحفظ کریں۔

سوال: اس تحریک کے دوران کوئی ایسا واقعہ پیش آیا جسے آپ بیان کرنا چاہیں؟

جواب: جب میں نے قومی اسمبلی میں حزب اختلاف کی جانب سے قرارداد پیش کی تو اسپیکر کے نام مرزا ناصر کا خط آیا کہ چونکہ مولانا نورانی کی قرارداد ہم سے متعلق ہے اس لئے ہمیں وضاحت کا موقع دیا جائے۔ میں نے کہا کہ ضرور موقع دیا جائے، بعض لوگوں نے کہا کہ مناظرے کی شکل ہوجائے گی۔ میں نے کہا کہ اول تو مناظرے کی شکل نہیں ہوگی اور دوسرے یہ کہ اگر ہو بھی گئی تو علماء حق مناظرے سے نہیں گھبراتے۔ بہرحال جس دن مرزا ناصر پہلی مرتبہ آیا اور اپنا 180 صفحات پر مشتمل محضرنامہ پڑھنا شروع کیا تو اتنے میں اراکین اسمبلی نے دیکھا کہ اوپر جالی دار ہوا کے راستے سے کوئی چیز نیچے آرہی ہے حالانکہ قومی اسمبلی کا کمرہ بند کمرہ ہے، خودکار دروازے ہیں اور وہاں نہ سورج کی شعاعیں داخل ہوسکتی ہیں اور نہ ہی چاند کی کرنیں، کوئی پرندہ قومی اسمبلی کے ہال میں پر نہیں مار سکتا اڑھائی سال سے ہم اس ہال میں مختلف اجلاسوں میں شرکت کرتے رہے ہیں لیکن کبھی کسی چیز کو اوپر سے گرتے نہیں دیکھا جب یہ چیز کچھ قریب آئی تو سب نے دیکھا کہ یہ کسی پرندے کا پر ہے تمام اراکین اسمبلی اس پر کو دیکھ رہے ہیں تھے کہ وہ پر مرزا ناصر کے محضرنامے پر گرا، اس محضرنامے پر جس میں مرزا ناصر نے مرزا غلام احمد کو نبی ثابت کرنے کی کوشش کی تھی (معاذ اللہ) اور مرزا کے لئے وحی کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ جیسے ہی وہ پر اس محضرنامے پر گرا مرزا ناصر نے بوکھلا کر کہا I am distrubed اسمبلی کی کارروائی رک گئی، جب سب نے قریب جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ کسی پرندہ کا پر ہے۔ جس

پر غلاظت گندگی اور نجاست لگی ہوئی ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا، قربان جایئے رسول اللہ کے کہ وہ قومی اسمبلی جس کے جالی دار ہوا کے راستے سے کبھی کچھ نہیں گرا وہاں سے غلاظت و گندگی مرزا ناصر کے بیان پر گری، جس سے قومی اسمبلی کو یہ بتایا گیا کہ مرزا جو کچھ پڑھ رہا ہے وہ غلاظت ہے، اس کے محضرنامے سے پریشانی کے آثار نمودار ہوجاتے کئی دفعہ اس کی طرف سے مطالبہ ہوا کہ اب جرح بند کی جائے۔

لاہوری گروپ کا سربراہ اور اس کی پارٹی شروع ہی سے بہت مضطرب اور پریشان رہی مجموعی طور پر اراکین اسمبلی کا تاثر ان کے خلاف پڑا۔ عام طور پر ان کے بارے میں یہ کہا جاتا تھا کہ شاید یہ لوگ پہلی جماعت سے کچھ الگ ہوں، لیکن ان کی گفتگو سننے کے بعد...... بعض ممبران کی یہ غلط فہمیاں رفع ہوگئیں۔

سوال: اسمبلی کے اراکین نے قادیانیوں اور لاہوریوں کو ان کے سربراہوں کے بیان کے بعد انہیں غیر مسلم مانا یا پہلے ہی سے اراکین انہیں کافر سمجھتے تھے؟

جواب: ہمارا خیال ہے کہ بعض اراکین مرزائیوں کو مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ تصور کرتے تھے، اور ان اختلافات کو جو ان میں اور مسلمانوں میں ہیں، فروعی اختلاف گردانتے تھے، اس لئے کہ ان لوگوں کو مرزا کے اقوال پر ٹھنڈے دل اور اطمینان سے کبھی غور کرنے کا موقع نہ ملا۔ لیکن محضرنامہ کے پڑھنے سننے، جرح کے اندر ناصر کی اور لاہوریوں کی ایچ پیچ، توڑ مروڑ، بعید از کار تاویلات اور دوسرے انکشافات نے سب لوگوں کو مطمئن کردیا کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں اور بالفرض اگر یہ مسلمان ہیں تو ہم مسلمان نہیں۔ ابھی گفتگو یہیں تک پہنچی تھی کہ ٹیلیفون کی گھنٹی نے گفتگو کا سلسلہ منقطع کردیا دوبارہ گفتگو کے آغاز پر ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ ابھی ہم اس کے متعلق کچھ نہیں کرسکتے۔ چنانچہ میں نے چوتھا سوال کرڈالا۔

سوال: کیا موجودہ قومی اسمبلی میں کچھ قادیانی اراکین ہیں؟ اگر مناسب ہو تو ان کے نام بتائیں؟

جواب: سنا یہ گیا تھا کہ قومی اسمبلی میں تین یا چار ارکان قادیانی ہیں، لیکن آج تک کسی رکن نے بھی صراحۃً اپنے قادیانی ہونے کا کبھی اعتراف نہیں کیا، لہٰذا اس سلسلہ میں

کسی قسم کی اطلاع محض اندازے سے دینا مناسب نہیں!

سوال: ولی خان کا اس سلسلہ میں کیا کردار رہا؟

جواب: ولی خان اور ان کی نیشنل عوامی پارٹی نے اس مسئلہ میں شروع ہی سے مثبت کردار ادا کیا، اس لئے کہ جمعیت علماء اسلام اور نیپ متحدہ پارٹیاں ہیں اور ان کی ہی طرف سے سب پہلے سرحد اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرار منظور کی گئی، بقیہ ارکان نے بھی ساتھ دیا تھا۔ اس کے علاوہ جس وقت مولانا شاہ احمد نورانی نے اسمبلی میں قرارداد پیش کی، اس وقت ولی خان بلوچستان کے دورے پر تھے لیکن ان کی پارٹی کے ارکان نے اس پر دستخط کئے۔ اس کے بعد جب "ملت اسلامیہ کا موقف" کے نام سے اکثر حزب اختلاف اور ان کے ممد و معاون کی طرف سے قرارداد پیش کی گئی تو اس پر ولی خان نے دستخط کئے۔

سوال: آپ کی پارٹی نے اس سلسلہ میں کوئی خاص کردار ادا کیا؟

جواب: جمعیت علماء پاکستان نے اسمبلی کے اندر اور باہر پاکستان کے ابتدائی دور سے لے کر اب تک مسئلہ ختم نبوت پر لاہوریوں اور مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

جو وفد خواجہ ناظم الدین سے اس مسئلہ میں، اور سر ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے الگ کرنے کے سلسلہ میں ملا تھا۔ اس کے سربراہ حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب صدر جمعیت تھے۔ اسی طرح کی تحریک ختم نبوت میں تحریک جو کچھ لکھا ہے وہ گندگی ہے۔

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور اپنا معجزہ دکھا کر اپنے ماننے والوں سے کہہ رہے تھے کہ دیکھو میں مدینہ میں بیٹھ کر بتا رہا ہوں کہ یہ میرے خلاف غلاظت بک رہا ہے۔

آخر میں میں نے پوچھا کہ عوام اہلسنت پر بھاری ذمہ داریاں آ گئی ہیں، انہیں اب نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے جدوجہد کرنی ہے اور تنظیم و اتحاد کا ثبوت دیتے ہوئے ملک کو نظام مصطفیٰ کا گہوارہ بنانا ہے۔ اگر عوام اہلسنت عزم صمیم کر لیں تو دنیا کی کوئی طاقت ان کا راستہ نہیں روک سکتی اور اگر کسی نے کوشش بھی کی تو خس و خاشاک کی طرح بہہ جائے گا۔

انگریزی جرائد کے منتخب انٹرویوز

"For us is a battle between the cross and the crescent"

امریکہ صلاح الدین ایوبی کا بدلہ صدام سے لے رہا ہے

کراچی کے کثیر الاشاعت انگریزی

ہفت روزہ ہیرلڈ (Herald) سے امام شاہ احمد نورانی " کا انٹرویو

(Maulana Shah Ahmed Noorani JUP chief)

Q. The public outrage against the US-led attack on Iraq has taken most people and politicians by surprise. Being a supporter of Saddam Hussein from the very start of the conflict, were you expecting this kind of popular response?

A. I was participating in this campaign with confidence because my belief is that whenever there was a trying period for Muslims around the world, the Muslims of the country and of the Sub-continent have always come out in their support.The Muslims of the subcontinent had risen in the form of the Khilafat movement to support

and defend the Ottoman empire, and I was confident that when a trying period will come for Iraq, Muslims of this area will come out in its support. Such sentiments can be found among Muslims all over the world. But the Muslims, particularly those in the Arab world. We were well aware of such sentiments, and from the very day that the American troops started to arrive in Saudi Arabia, we launched a campaign to mobilise people against the Us moves to control oil- by organising public meetings and processions.

Q. Does this mean that you were not against the Iraqi occupation of Kuwait, but oppose the Saudi action of inviting foreign forces to defend its territory?

A. Certainly not. We did not support Iraq's action. In fact, we thought it was not the right way to resolve territorial disputes, especially when brotherly Muslim countries were involved. In fact, even after the intervention, we wanted the matter to be resolved through negotiations and mediation either through the Arab league, or the OIC. And even if Saudi Arabia was feeling threatened by the Iraqi action, there were means to raise an Islamic force for its defence.

The OIC has 46 Islamic countries as its members, with its headquarters in Jeddah. Had (King) Fahd bin Abdul Aziz called a meeting of the OIC and, after excluding Iraq, Kuwait and Saudi Arabia, had asked the remaining 43 Islamic countries to send 5,000 troops each, a substantial Islamic force would have gathered in Saudi Arabia.

Then, Saudi Arabia itself has a 50,000 or 60,000-strong force. So, the kingdom could have been defended. But he committed a big blunder, a major crime, by inviting Christian and Jewish forces into the holy land. I think by this action he has tried to tell everyone that the 46 Islamic countries were not capable of defending the holy places, which in a way has become a challenge for the Muslim world.

Q. Before the war started, people in Pakistan were somewhat confused about taking sides, as the main countries involved the conflict on either side were Muslim.

A. At the time when Kuwait was occupied, the Muslims in Pakistan in general thought that the Iraqi action was wrong. There were a lot of people who used to think that since it was a dispute

between two Muslim contries, it should be resolved through negotation, for which the Arab League or OIC were the right forums. But when Jewish and Christian forces started to arrive in Saudi Arabia, this brought a change in the thinking people. And we also changed our thinking. Before this development, even we believed that the Iraqi action was not justified, and that such disputes should have been resolved through negotiations.

The situation further worsened when reports started to come in that women were also accompanying US troops, that wine and pork has also started to arrive in the holy land, that free sex zones were being created for the entertainment of the American and European troops, Such reports aggravated the situation, and we in the JUP also became active in the movement against the presence of these forces.

Another thing which was disturbing for us, as it was for other Muslims, was the reports on the way Jews were celebrating their presence on the holy Muslim land. If you go through the September 17, 1990, issue of the London based Jewih Chronicle, it proudly reports that for the first time since the

days of the prophet Mohammad (PBUH) the sound of shotar would be heard on Saudi Arabian soil when the reform rabbi would lead high holy day services for American troops. The rabbi has been dubbed by the newspaper as the "Chief Rabbi of Saudi Arabia." Such reports were not tolerable. From that point on, we decided to go all out in the struggle to oust these forces from the holy land.

Then there was the manner in which things were manipulated, the way Egypt's loans were written off, Syria was made a friend and loans were promised to the Soviet Union before the passing of the resolution at the United Nations. We were convinced that war was imminent. It was then clear that these forces had come in the region to avenge the 700-year-old defeat of the Christians in the Crusades at the hands of Salahuddin Ayubi. So, for us this became a battle between the cross and the crescent, a jihad.

And the jihad should not stop at forcing these foreign troops to leave the region. Since the Saudi ruler has to protect and maintain the sanctity of the holy places, a new method should be evolved for its protection. A council of all Muslim countries

should be formed and given the collective reponsibility to safeguard the holy land after it is declared a land of peace.

Q. But even if your argument about the intentions or motives of the US-led allied forces is accepted, do you agree with the theory that the invasion of Kuwait by Iraq provided them with an opportunity to do what they are doing right now?

A. Even if Kuwait was not invaded, these people would have found another excuse to attack and destory Iraq. This fact can be confirmed by their newspaper campaign in the months before the Iraqi invasion. The Americans and Christian and Jewish forces wanted to establish their control over the area, and to destroy the military power of Iraq, for which they would have found any excuse and justification to come into the area.

Q. How do you view the present war, and what do you think will be its likely outcome?

A. We consider this war a jihad. For us the news that missiles are now falling on Israel is the biggest news. We believe that when the Israelis will die, they will realize what happens when they kill Muslims and occupy their land.

Q. But the allied forces are also supported by some Muslim countries of the region, whose leaders believe that Saddam Hussein was committing suicide and that his actions may cause a further setback to the Palestinian cause...

A. No harm is going to come to the Palestinian cause. In fact, it will become the most talked about issue in the coming days. As regards the Muslim countries which support the allied forces, they are hypocrites and criminals of the Muslim people.Hosni Mubarak of Egypt, Hafiz Asad of Syria, Turgat Ozal of Turkey, All come in the same ategory, and so does Ghulam Ishaq Khan of Pakistan.

President Ishaq Khan has done a terrible thing by sending Pakistani troops to Saudi Arabia.He should not have done this. But, then, if you look at Muslim history it is full of Mir Jaffers and Mir Sadiqs, who have always betrayed the Muslim cause, and have sided with the enemies to defeat Muslims. Prime Minister Nawaz Sharif is also no different. His actions show that he is the most obedient servant of America. All his actions, including his peace mission, are undertaken at the

behest of the Americans.

Pakistan never lodged any protest when other countries had indulged in this kind of action. China had made its claim over Tibet, and occupied it. India had made its claim over Goa, and took it from the Portuguese. Indonesia said that new Guinea belonged to them, and then occupied it. But in all these cases, Pakistan never made any protest. These places belonged to the respective countries. When they were weak they did not act, but when they were in a position to assert their authority, they acted and took back what had belonged to them.

Q. But if this logic is accepted, then each powerful nation can make a claim over any country and invade. Tomorrow someone can even cast an eye towards Pakistain...

A. No. Pakistan does not fall into this category. it is not a disputed territory. Before its creation, a proper procedure was adopted on the basis of the two nation theory, elections were held, and the British rulers sought the approval from their parliament. it was only after such a procedure that Pakistan came into being, and so no one can lay its

claim on this country. But there are other countries and areas which are disputed territories for which such actions have been taken.

Q. Recently Pakistan's COAS delivered a speech on the Gulf issue, which tends to give the impression that his views are very different from that of the Governmet. How do you view this contradiction?

A. General Beg has correctly analysed the whole perspective of the war between Iraq and the United States and has informed the people of his views. He knows that it is a Zionist conspiracy and has aired his opinions on the crisis as a whole. I think the Government should have no objection to this.

Q. You have been raising a force of volunteers to go to Iraq. What is its strength at the moment, and what will you do if the government refuses to give you permission to take them to Iraq?

A. So far we have been able to register about 205,000 people, who are prepared to go to Iraq. But you should know that these are not the people who will take part in active war. Iraq does not need troops, it has got enought of its own. These are the people who will do other jobs, like driving trucks and other vehicles, supply work between cities and

borders, civil defence jobs. As regards permission, government ministers have reportedly said that they will not stop anyone from going to Iraq. However, we have not been permitted by the Iranian government to use the land route. Even the talks bewteen our party's General (retd) Azhar and the Iranian Ambassador did not materialise, We hope that Iran will soon consider our request, and when Iraq asks for our help, it will allow us to use the land raut to travel to Baghdad.

ترجمہ: شوکت علی

سوال: عراق پر امریکی حملے کو عوام اور سیاستدانوں کی اکثریت شرمناک ظلم کہہ رہی ہے۔ آپ چونکہ یہ جھگڑا شروع ہونے سے پہلے ہی صدام حسین کے حامی ہیں کیا آپ کو اس قسم کے ردعمل کی توقع تھی؟

جواب: میں نے یہ مہم بڑے اعتماد کے ساتھ شروع کی تھی کیونکہ جب بھی دنیا میں کہیں بھی مسلمانوں پر برا وقت آیا ہے ہمارے اور پورے برصغیر کے مسلمان ہمیشہ ان کی مدد کے لئے نکلے ہیں، برصغیر کے مسلمان پہلے بھی تحریک خلافت کی صورت میں سلطنت عثمانیہ کی مدد اور دفاع کر چکے ہیں اس لئے مجھے یقین تھا کہ جب بھی عراق پر مشکل وقت آیا اس علاقے کے مسلمان ضرور ان کی مدد کو نکلیں گے۔ اس قسم کا جذبہ پوری دنیا کے مسلمانوں میں پایا جاتا ہے ہم اس جذبے سے اچھی طرح آگاہ تھے اس لئے امریکی فوجوں کے سعودی عرب آنے کے پہلے دن سے ہی ہم نے جلسے اور جلوسوں کے ذریعے لوگوں کو آگاہ کرنا شروع کیا کہ امریکا خلیج میں عربوں کے تیل پر قبضہ کرنے کے لئے آیا ہے۔

سوال: اس کا مطلب ہے کہ آپ کویت پر عراقی قبضے کے خلاف نہیں تھے لیکن

سعودی عرب کی طرف سے اپنے علاقے کی حفاظت کیلئے غیر ملکی فوجیں بلانے کی مخالفت کرتے ہیں؟

جواب: ہرگز نہیں۔ ہم نے عراق کے اقدام کی حمایت نہیں کی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ علاقائی جھگڑے طے کرنے کا یہ طریقہ صحیح نہیں ہے خاص طور پر جب یہ جھگڑا دو مسلمان ممالک کے درمیان ہو۔ دراصل کویت پر عراقی قبضے کے بعد ہمارا مؤقف تھا کہ یہ معاملات بات چیت کے ذریعے عرب لیگ یا او آئی سی کے پلیٹ فارم پر حل ہونے چاہئیں۔ اگر سعودی عرب کو عراق کی طرف سے جارحیت کا خطرہ تھا تو انہیں اسلامی ممالک کی افواج کو اپنی حفاظت کے لئے بلانا چاہیے تھا۔ او آئی سی جس کا ہیڈ کوارٹر جدہ میں ہے شاہ فہد کو اس کا اجلاس بلانا چاہئے تھا۔ اس تنظیم میں شامل مسلمان ممالک کی تعداد 46 ہے۔ اگر عراق، کویت اور سعودی عرب کو نکال بھی دیا جائے تو باقی ممالک کی تعداد 43 رہ جاتی ہے۔ اگر ان ممالک سے پانچ پانچ ہزار فوجی بھی بلا لئے جاتے تو پھر سعودی عرب کے پاس اپنی بھی پچاس ساٹھ ہزار کے لگ بھگ فوج ہے اس طرح اتنی فوج جمع ہو سکتی تھی کہ جو سعودی عرب کی حفاظت احسن طریقے سے کر سکتی تھی۔ لیکن شاہ فہد نے مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے امریکا کو بلا کر بڑا گھناؤنا جرم کیا ہے اور یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ چھیالیس مسلمان ممالک اپنے مقدس مقامات کی حفاظت کرنے کے اہل نہیں ہیں۔ یہ ان ممالک کے لئے ایک چیلنج ہے۔

سوال: جنگ شروع ہونے سے پہلے پاکستانی عوام کسی ایک ملک کی حمایت کرنے سے ہچکچا رہی تھی کیونکہ دونوں طرف اہم مسلمان ممالک اس جھگڑے میں شامل ہیں۔

جواب: جب عراق نے کویت پر قبضہ کیا تو پاکستانی عوام نے اس کی مخالفت کی تھی اور اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ چونکہ یہ جھگڑا دو مسلمان ممالک کے درمیان ہے اس لئے یہ بات چیت کے ذریعے حل ہونا چاہئے۔ اور عرب لیگ یا او آئی سی اس کے لئے بہترین فورم ہیں۔ لیکن جب یہودی اور نصرانی فوجیں سعودی عرب پہنچنا شروع ہوئیں تو لوگوں کے خیال بدل گئے یہ صورت حال اس وقت فوراً بدل گئی جب اتحادی افواج کے لئے فاحشہ عورتیں، شراب اور سؤر کا گوشت سعودی عرب پہنچنا شروع ہو گیا اس طرح اتحادی

فوجوں کے لئے سعودی عرب میں فری سیکس زون بنا دیا گیا ہے۔ ایک اور بات جس نے ہمارے جذبات کو مجروح کیا وہ امریکی اور برطانوی فوجوں کا سعودی عرب جیسی مقدس سر زمین پر کرسمس کا تہوار منانا ہے۔ یورپی اخبارات نے بڑے فخر سے رپورٹ کیا اور کہا کہ حضرت محمد ﷺ کے زمانے کے بعد پہلی دفعہ اس سرزمین پر ایسی تقریبات کا انعقاد ہوا ہے۔ یہ باتیں تھیں جس کی وجہ سے ہم نے غیر ملکی فوجوں کو مقدس مقامات سے نکالنے کی کوششیں شروع کی۔ امریکا نے اقوام متحدہ سے قرار داد پاس کروانے سے پہلے کئی ممالک سے ساز باز کی۔ اس نے مصر اور ترکی کے قرضے معاف کیے۔ روس اور شام کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ اس سے یہ بات صاف ظاہر ہو رہی تھی کہ یہ غیر ملکی فوجیں سات سو سال پہلے صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں اپنی شکست کا بدلا لینے کے لئے آئی ہیں۔ اس لئے ہمارے نزدیک یہ کفر اور اسلام کے درمیان جنگ ہے اور جہاد کا درجہ رکھتی ہے اور یہ جہاد غیر ملکی فوجوں کے نکل جانے تک ختم نہیں ہونا چاہئے۔ اب سعودی حکمرانوں کو مقدس مقامات کا تقدس بحال رکھنے اور ان مقامات کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی جائے اور تمام مقدس مقامات کو امن کی جگہ قرار دیا جائے۔

سوال: اگر آپ کی سوچ کو کہ امریکی اتحادی فوجیں اپنی خود غرضی کی وجہ سے خلیج میں آئی ہیں مان لیا جائے تو کیا آپ اس سے بھی اتفاق کریں گے کہ اتحادی فوجوں کو خلیج میں آنے کا موقع عراق کی طرف سے فراہم کیا گیا۔

جواب: اگر کویت پر قبضہ نہ بھی کیا جاتا تو پھر بھی یہ لوگ عراق پر حملہ کرنے اور اس کو تباہ کرنے کے لئے تلے ہوئے تھے جس کی تصدیق کویت پر عراقی قبضے سے ایک ماہ پہلے ان ممالک کی اخباری مہم سے بھی کی جا سکتی ہے۔ امریکی خلیج میں اپنا کنٹرول حاصل کرنے اور عراقی فوجی قوت کو ختم کرنے کیلئے کافی عرصہ سے کسی بہانے کی تلاش میں تھے۔ اس لئے وہ یہ موقعہ ہاتھ سے گنوانا نہیں چاہتے تھے۔

سوال: آپ سے اس جنگ کو کس نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں؟

جواب: ہمارے نزدیک یہ جنگ جہاد ہے۔ اسرائیل پر حملے کی خبر ہمارے لئے بہت بڑی خبر ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ جب اسرائیلی یہودی مریں گے تو ان کو احساس ہوگا کہ دوسروں کے اوپر ظلم کیسے کئے جاتے ہیں۔

سوال: کیا اتحادی افواج کو بہت سے مسلمان ممالک کی حمایت حاصل ہے جو سمجھتے ہیں کہ صدام نے بہت بڑی غلطی کی ہے اور اس کی یہ غلطی مسئلہ فلسطین کو مزید پس پشت ڈال دے گی؟

جواب: مسئلہ فلسطین کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ اب اس کے جلدی حل ہونے کے امکانات ہیں۔ جہاں تک مسلمان ممالک کا اتحادی فوجوں کا ساتھ دینے کا تعلق ہے تو وہ منافق اور مسلمانوں کے مجرم ہیں۔ مصر کے حسنی مبارک، شام کے حافظ الاسد ترکی کا ترک اوزال اور پاکستان کے غلام اسحاق خاں ان سب کا کردار منافقانہ اور مجرمانہ ہے۔ پاکستانی صدر اسحاق خان نے فوجیں سعودی عرب بھیج کر بڑا گھناؤنا کردار ادا کیا ہے اور اس کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ مگر آپ مسلمانوں کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو اس میں آپ کو کئی میر جعفر و صادق نظر آئیں گے جنہوں نے دشمنوں کا ساتھ دے کر مسلمانوں کی شکست میں اہم کردار ادا کیا۔ وزیر اعظم نواز شریف کا معاملہ بھی صدر سے مختلف نہیں ہے۔ وہ بھی اپنے آپ کو امریکا کا وفادار ملازم ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کا امن مشن بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو پاکستان نے اپنے مقبوضہ علاقوں کے لئے کبھی بھی باقاعدہ شکایت نہیں کی۔ جبکہ دوسرے ملکوں مثلاً چین نے تبت پر اپنا علاقہ ہونے کا دعویٰ کیا اور پھر بعد میں اس پر قبضہ بھی کر لیا۔ انڈیا نے گوا پر قبضہ کیا انڈونیشیا نے کہا کہ گھانا میرا ہے اور پھر اس پر قبضہ بھی کر لیا۔ جب یہ ملک کمزور تھے تو انہوں نے ایکشن نہیں لیا لیکن جب یہ اپنی حیثیت منوانے کے قابل ہو گئے تو انہوں نے ان علاقوں پر طاقت کے ذریعے قبضہ کر لیا۔

سوال: اگر یہ سوچ مان لی جائے تو پھر کوئی بھی طاقتور ملک اپنے سے کمزور ملک پر یہ کہہ کر قبضہ کر سکتا ہے کہ یہ میرا علاقہ ہے تو کل کو پاکستان کے متعلق بھی یہ کہا جا سکتا ہے؟

جواب: پاکستان کا شمار ایسے علاقوں میں نہیں ہوتا۔ یہ متنازعہ علاقہ نہیں ہے۔ پاکستان باقاعدہ ایک تحریک جس کی بنیاد دو قومی نظریہ پر تھی کے ذریعے وجود میں آیا تھا۔ اس علاقے میں الیکشن ہوئے تھے اور انگریز حکمرانوں نے پارلیمنٹ سے باقاعدہ اس کی منظوری لی تھی یہ وہ عوامل ہیں جن کی وجہ سے کوئی بھی پاکستان پر اپنا علاقہ ہونے کا دعویٰ

نہیں کرسکتا جبکہ دوسرے تمام علاقے جن کا میں نے ذکر کیا ہے وہ متنازعہ تھے۔

سوال: حال ہی میں پاکستان کے چیف آف آرمی سٹاف جنرل اسلم بیگ نے خلیج کے مسئلے پر بیان جاری کیا ہے جو کہ گورنمنٹ کی خلیج پالیسی سے مختلف دکھائی دیتا ہے۔ آپ اس تضاد کو کس نقطہ نگاہ سے دیکھتے ہیں؟

جواب: جنرل اسلم بیگ نے امریکا اور عراق کے درمیان جنگ کے پس منظر کا بڑا صحیح تجزیہ کیا ہے اور اپنے نقطہ نظر سے عوام کو آگاہ کیا ہے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ صیہونی سازش ہے۔ انہوں نے پورے مضمرات کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ میرے خیال میں حکومت کو اس سلسلے میں کوئی شکایت نہیں ہونی چاہئے۔

سوال: آپ نے عراق جانے کے لئے رضا کاروں کی ایک فورس تیار کی ہے۔ اگر حکومت نے عراق جانے کی اجازت نہ دی تو پھر آپ کا ردعمل کیا ہوگا۔

جواب: ابھی تک ہم نے عراق جانے کے لئے تقریباً دو لاکھ پانچ ہزار لوگوں کو عراق جانے کے لئے تیار کیا ہے لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ لوگ جنگ میں حصہ نہیں لے سکتے۔ عراق کو فوج کی ابھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کے پاس اپنی کافی فوج موجود ہے۔ جو ہم نے لوگ بھرتی کئے ہیں ان کا تعلق مختلف شعبوں مثلاً ڈاکٹر، ڈرائیور، اور سول ڈیفنس سے ہے۔ جیسا کہ آپ نے اجازت کی بات کی تو کچھ وزیروں نے اعلان کیا ہے کہ ہماری طرف سے عراق جانے کے لئے کوئی پابندی نہیں۔ اب ہم نے ایران سے اجازت طلب کی ہے تاکہ ہم ایران کے ذریعے عراق جاسکیں۔ مگر ابھی انہوں نے اجازت دینے سے انکار کیا ہے۔ ہماری جماعت کے جنرل سیکرٹری کے ایم اظہر نے ایرانی سفیر سے مذاکرات کئے ہیں ہمیں امید ہے کہ وہ ہماری اس درخواست پر غور کریں گے اور جب عراق نے ہمیں مدد کیلئے کہا تو وہ ہمیں ایران کے ذریعے عراق جانے کی اجازت دیں گے۔

"All dance and music shows on television will be banned"

Maulana Shah Ahmed Noorani,

President, Muttahida Majlis-e-Amal

ایک انگریزی جریدے کو دیا گیا انٹرویو

Q: What are the key objectives of the Muttahida Majlis-e-Amal (MMA)?

A: One of the main objectives of the Muttahida Majlis-e-Amal is the restoration of the 1973 consensus constitution, which is a symbol of national unity. It is an important document. If the sanctity of the constitution is violated, we will never be able to evolve a new consensus constitution. The amendments made in the constitution are an international conspiracy to create anarchy in the country through disunity. Another key objective of the MMA is to rid Pakistani soil of Amercian presence, which has put Pakistan's freedom and sovereignty at stake.

Americans, who have occupied bases in the country in the name of a "war against terror," are not going to withdraw. Our key airports, including Karachi,

Shamsi airbase in Kharan and Shahbaz airbase in Jacobabad, are under their control. American and Zionist FBI agents have been given a free licence to do what they please. They send whoever that want to the torture chambers in Cuba. Our alliance also wants to safeguard Pakistan's nuclear programme, which is under threat because of the American presence in the country. America wants to destroy Pakistan's nuclear capabilities. We also want to free the country from the trap of foreign debt.

Q: Why did you feel the need to form an alliance of religious parties?

A: The vote bank of religious parties was divided, and we served as a crutch for other political parties in different alliances. Therefore, we decided to unite. The move was initiated in June 2001 when we assembled in Islamabad. But our activities remained low-key because the Afghan issue dominated the scene. Religious parties had formed a bigger alliance under the banner of the Afghan Defence Council. But now we are out to make an impact in electoral politics and to confront the secular forces, which receive money from abroad to run NGOs. We have to fight these forces. The Qadianis are supporting those NGOs from

America, Europe and Israel, who want to destroy Pakistan's Islamic identity.

Q: How do you view your prospects in the elections?

A: If the elections are free and fair, then we will emerge as an effective force.

Q: How many candidates have you nominated for the National Assembly?

A: Our candidates are running for at least 250 seats. We plan to make some adjustments with other political parties, but these won't be on more than 10 national and 20 provincial assembly seats.

Q: How are you handling the ideological differences among various Islamic schools of thought?

A: We have just minor problems in this regard. We decided the distribution of seats without any rift. We started our meeting on August 20, and by August 22, announced candidates for the national and four provincial assemblies. While many political parties are still struggling to nominate their candidates, we were the first ones to start our election campaign on August 24.

Q: What about your followers, who are accustomed to undermining each other?

A: They have been told not to get involved in such issues.

They are listening to us. We are not focusing on our differences.

Q: Will it work in the long run to brush aside such differences?

A: We have been working to bring peace among Islamic sects for a long time. In 1994, we formed the Milli Yekjehti Council, comprising 15 big and small religious groups, to promote religious harmony and peace. And we succeeded in countering the conspiracy of sectarian violence. Yes, there have been attacks at imambargahs and mosques. But this is not sectarian violence, it is terrorism. Followers belonging to different sects are not getting involved in the violence.

Q: The JUP opposes the Taliban brand of Islam. How does this go down with the JUI?

A: We never supported the Taliban, but we supported Afghanistan when it was attacked by the Americans. We share the view that American terrorists should quit Afghanistan.

Q: What are your views on women's rights? Are they similar to that of the Taliban? Is a woman allowed to become the head of state?

A: We will restore their rights as enjoined in Islam. There is no bar on women contesting the elections if they do it

in line with Islamic teachings. But Islam does not allow a woman to become prime minister or head of state.

Q: In Pakistan, Benazir Bhutto was elected twice as prime minister.

A: The nation's decision was wrong. A woman has no right to become a prime minister or president, because by doing so they violate the sanctity of their home and the veil. Women have their own set of responsibilities.

Q: But the JUI did support Benazir?

A: If they did, it was wrong. But we never supported Benazir Bhutto. The rule of a woman brings destruction. However, women can become members of parliament under the Islamic code of life. They can also become doctors, teachers and even run their own businesses.

What is happening today in the garb of freedom and women's rights? People have kept secretaries in offices and after every two years, there are abortions of their illegitimate children. And what is being shown on television? Society is being corrupted and destroyed and women are being disgraced and humiliated.

Q: What will be your policy on television programmes?

A: There will be a complete ban on dance performances. Also, there will be a complete ban on singing by

prostitutes and dancing girls. All the dance and music shows will be banned. Instead, we will promote jihad to encourage the youth to follow the examples of Shahabuddin Ghauri and Mahmood Ghaznavi.

Hindu girls are taught dance and singing from childhood. It is in their religion. In Islam singing and dancing are banned. We will totally ban the projection of Hindu culture and riligion from our television and restore Islam's moral and spiritual values. Also we will ban co-educational institutions. Co-education is promoting vice and resulting in the birth of illegitimate children. Girls are running away from their homes.

Q: What rights will you ensure for women?

A: They won't be forced into marriages against their will. All their rights, as enshrined in Islam, will be protected. The practice of karo kari will be stopped. We won't allow marriages of women to the Quran, a practice that exists in some parts of Pakistan. Women won't be denied their share in property. Today, women are denied their rights, and they are used as objects of pleasure, entertainment and are exploited.

Q: What is your opinion on Benazir's disqualification?

A: Benazir Bhutto should have been allowed to run in the elections. However, if there are corruption charges

against her, she should face them. There should be no bar on her if she fulfils the constitutional and legal requirements.

Q: President Pervez Musharraf maintains that corrupt policitcians will not be allowed to run in the elections?

A: Articles 62 and 63 of the 73 Constitution already bar corrupt people from running in the elections. Judges are implementing these articles, not the government. But if there are any complaints, the course of law is open to them. Any man or woman can challenge the decision. It is not a big problem.

Q: Religious parties criticise President Musharraf for siding with the United States in the war against terrorism. What was the alternative?

A: Had Pakistan refused to cooperate, we certainly wouldn't have met a fate similar to that of Afghanistan. The Iranisans never bowed before the Americans. Neither have Iraq and Libya. There were concerns that America would declare us a terrorist state and ask India to attack us. But we are a nuclear power. When Iraq, Libya and Iran can stand up to the Americans, why can't we, the lone nuclear power of the Islamic world? The danger of an attack from India has existed from day one of Pakistan's creation. It is

nothing new.

Q: How do you view President Musharraf's three year reign?

A: He has failed to implement his seven point agenda. Prices of daily commodities are on the rise, taxes and utility bills have increased and people have not been given any relief. Law and order still poses a problem.

Q: How do you compare President Musharraf's performance with that of Benazir Bhutto and Nawaz Sharif?

A: At least Benazir and Nawaz Sharif headed elected governments, even if they did not work properly. It is very complex, this issue of why the military had to intervene. There are no easy answers. But now that elections are around the corner, let's focus on them.

Q: How do you view the constitutional amendments?

A: We reject these amendments and will fight against them in the Parliarment.

متفرقات

............مکتوبِ خصوصی............

الیکشن کو سلیکشن نہیں بننے دیا جائے گا

مولانا شاہ احمد نورانی کا اعلان

1979ء میں صدر پاکستان ضیاء الحق کو بھیجا گیا خط

کراچی (افق رپورٹ) جمعیت العلماء پاکستان کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی نے اعلان کیا ہے کہ نو ایجاد رکاوٹوں اور نت نئی ترامیم سے سیاسی جماعتوں کو انتخاب سے دور رکھنے کی کوششیں کی جارہی ہیں لیکن وہ الیکشن کو سلیکشن نہیں بننے دیں گے۔ صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے نام اپنے ایک خط میں جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ نے پاکستان کی سالمیت اور تحفظ کے نام پر اُن سے اپیل کی ہے کہ وہ حالات کی سنگینی کو محسوس کریں اور آئین میں طے کیے گئے طریقہ کار کے مطابق انتخابات کرا کر اقتدار عوامی نمائندوں کو منتقل کردیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنے مکتوب میں کہا ہے کہ اُن کی پارٹی نے مشکل ترین حالات میں بھی آمریت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے۔ اور جمہوریت کی بحالی اور استحکام کو اپنی ترجیحات میں ہمیشہ مقدم رکھا ہے۔ اسی لئے اُن کی پارٹی نے اس دور میں بھی انتخابات میں بھرپور حصہ لیا جب انتخابات غنڈہ گردی اور دھاندلی کی نذر ہو جاتے تھے اور کوئی سیاسی پارٹی آمریت کو للکارنے کی جرأت نہ کرسکتی تھی۔ مولانا نے واضح کیا کہ وہ الیکشن کو سلیکشن نہیں بننے دیں گے اور آخری دم تک جمہوریت کی بحالی کے لئے جدوجہد کرتے رہیں گے۔ صدر ضیاء الحق کی حالیہ تقاریر کا حوالہ دیتے ہوئے قائد حریت مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ آپ کی جانب سے سیاسی جماعتوں پر نکتہ چینی اور انتخابات کو غیر اسلامی قرار دینے سے یہ تاثر ملتا ہے کہ آپ جمہوری عمل کی بحالی میں سنجیدہ نہیں ہیں۔ اگر انتخابات

اور اسلامی جماعتیں اسلام میں جائز نہیں ہیں تو بلدیاتی انتخابات کا قرآن میں کہاں ذکر ہے۔ مولانا نورانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ صدر اسلام کے ہمہ گیر تصور کو مسخ کر کے پیش کر رہے ہیں جس کا انہیں کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اگر صدر سیاست دانوں کو بدنام کر کے اپنی سیاسی جماعت کے لئے راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں تو وہ مسلح افواج کو اپنی پارٹی قرار دینے کی بجائے مکمل کر سیاسی میدان میں آئیں اور ان تمام پابندیوں کو قبول کریں جو انہوں نے سیاسی جماعتوں اور سیاستدانوں پر لگائی ہیں۔ جمیت العلماء پاکستان کے سربراہ نے صدر پر زور دیا ہے کہ وہ عام انتخابات کے لئے مروجہ طریقہ انتخاب اپنائیں۔ ریڈیو، ٹی وی پر اپنے سیاسی خطابات کا سلسلہ بند کر دیں۔ رجسٹریشن کی پابندیاں ختم کریں اور سیاسی سرگرمیوں سے فوری طور پر پابندیاں ختم کر کے شیڈول کے مطابق انتخابات کرا کر اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کے حوالے کر دیں تا کہ فوج پر عوام کا اعتماد بحال ہو اور ملک سنگین ترین بحران سے بچ جائے مولانا شاہ احمد نورانی کے خط کا مکمل متن ملاحظہ کریں۔

جنرل محمد ضیاء الحق صاحب

صدر، چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر

اسلامی جمہوریہ پاکستان

السلام علیکم

جناب صدر!

ملک کی موجودہ صورتحال پر ہر محبت وطن پاکستانی کو تشویش ہے اور حالات جس طرح روز بروز پیچیدہ ہوتے جا رہے ہیں ان کا تقاضا ہے کہ پاکستان کے سیاسی و اقتصادی مسائل اور خارجی امور کے بارے میں پوری قوم متفقہ نقطہ نظر اختیار کرے۔ حالات کی اصلاح کے لئے میں نے متعدد بار آپ کی خدمت میں اہم تجاویز پیش کی ہیں لیکن مجھے افسوس ہے کہ آپ اور آپ کے مشیر سیاسی جماعتوں اور سیاسی رہنماؤں کے بارے میں جو طرز عمل اختیار کئے ہوئے ہیں اس کی وجہ سے ہماری مثبت تجاویز سرد خانے کا شکار ہوتی رہی ہیں۔

جمیت علماء پاکستان کی پالیسی کمیٹی نے موجودہ سیاسی صورتحال کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حالات کے بگاڑ کی ذمہ داری بڑی حد تک حکومت کے غیر

لچک دار اور جارحانہ رویہ پر ہے۔ محاذ آرائی کے جو خطرات سر ابھار رہے ہیں انہوں نے جمیت کو سخت تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔ ہمارے نزدیک تصادم کی کوئی بھی صورت نہ تو ارباب اقتدار کے لئے مفید ہوگی اور نہ ہی ملک و قوم کے لئے۔

ان حالات میں جمیت کی پالیسی کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق میں آپ کی توجہ ایک مرتبہ پھر ان اہم امور کی طرف دلا رہا ہوں جن پر توجہ نہ دی گئی تو ملک کا سنگین سیاسی بحران ایک ایسے موڑ پر پہنچ سکتا ہے جہاں سے واپسی کسی کے لئے بھی ممکن نہ ہوگی:

جناب صدر!

آپ نے اپنے حالیہ دوروں میں جو تقاریر کی ہیں ان پر انتخابی مہم کا گمان ہوتا ہے۔ بالخصوص جب آپ بار بار یہ فرماتے ہیں کہ فوج میری پارٹی ہے تو اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ مسلح افواج کو اُن کے فرائض منصبی سے دور کر کے سیاست میں ملوث کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس قسم کی غلط فہمیاں ملک و قوم اور خود مسلح افواج کے لئے کس قدر نقصان کا باعث بن سکتی ہیں۔ آپ کی جانب سے سیاسی جماعتوں پر نکتہ چینی اور ان کو غیر اسلامی قرار دینے کی تکرار سے جہاں یہ تاثر ملتا ہے کہ آپ جمہوری عمل کی بحالی میں سنجیدہ نہیں ہیں وہاں یہ خیال بھی پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ پارٹیوں کو نا اہل اس لئے قرار دیا جا رہا ہے تا کہ حکومت کی حسب منشاء ایک نئی سیاسی جماعت کی تشکیل کی جائے اگر آپ کا ایسا خیال ہے تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ مسلح افواج کو اپنی پارٹی قرار دینے کے بجائے آپ مکمل کر سیاسی میدان میں آئیں اور ان تمام پابندیوں کو قبول کریں جو آپ نے سیاستدانوں اور سیاسی پارٹیوں پر لگائیں اس کے بعد آپ کو اس اعلان کا پورا حق حاصل ہوگا کہ آپ بھی انتخاب لڑنا چاہتے ہیں۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ آپ جمہوری عمل اور انتخابات کو غیر اسلامی قرار دینے پر مسلسل اصرار کر رہے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اسلام کی تعبیر و تشریح کے سلسلے میں یہ اختیار آپ نے کہاں سے اور کیونکر حاصل کیا ہے لیکن آپ خود کو اس سلسلے میں حجت سمجھتے ہیں تو پھر آپ کو اس امر کی بھی وضاحت کرنی چاہئے کہ اگر انتخابات کے ذریعہ حکومت کا قیام غیر اسلامی ہے تو کیا آمریت یا فوجی انقلاب اسلام کے مطابق ہے؟ مزید یہ کہ اسلام میں

ایفائے عہد کی اہمیت اور حیثیت کیا ہے۔

جناب صدر!

آپ اس ملک کے سربراہ ہیں۔ آپ کی تقریر میں بعض باتیں پورے ملک کا وقار متاثر کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ آپ نے ایک حالیہ تقریر میں فرمایا کہ کیا رسول ﷺ یا خلفائے راشدین نے کوئی سیاسی جماعت بنائی تھی۔ اگر کوئی آپ سے سوال کر بیٹھے کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے بلدیاتی انتخابات کرائے تھے تو آپ خود سوچئے اس کا جواب کیا ہوگا۔ شاید آپ یہ امر نظر انداز کر رہے ہیں کہ اسلام اور جمہوریت دو تضادات کا نام نہیں اسلام نے ہمارے لئے اصول حکومت متعین کر دیئے ہیں اور آمریت کے بجائے شورائیت ان اصولوں سے مطابقت رکھتی ہے۔ اسلام دین فطرت ہے اس لئے کوئی بھی طرز حکومت جو حالات تہذیبی وشعوری ارتقا کی روشنی میں اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق اختیار کیا جائے غیر اسلامی نہیں ہوتا جس قسم کی مثالیں آپ پیش کر رہے ہیں وہ اسلام کے ہمہ گیر تصور کو مسخ کرنے اسے جامد دین قرار دینے کے مترادف ہے۔

جناب صدر!

سیاستدانوں اور سیاسی جماعتوں کے خلاف آپ کی تقریری مہم سے نہ تو آپ کو فائدہ پہنچ سکتا ہے نہ ملک اور قوم کو۔ یقیناً ہمارے سیاستدان فرشتہ صفت نہیں ہیں لیکن وہ اتنے ہی محب وطن شہری ہیں جتنا کوئی بھی دوسرا پاکستان کا شہری ہو سکتا ہے۔ آپ بار بار فوج کو تنقید سے بالاتر قرار دیتے ہیں لیکن آپ یہ بات کیوں فراموش کر دیتے ہیں کہ فوج اس وقت اقتدار میں ہے اور فوجی افسر انتظامی عہدوں پر متمکن ہیں اور انتظامیہ پر تنقید کرنا اور صاحبان اقتدار سے جواب طلب کرنا عین اسلامی ہے، فوج کو تنقید سے بچانے اور سیاسی محاذ آرائیوں سے علیحدہ رکھنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ فوجی اقتدار کو طول دینے کی بجائے حکومت عوام کے منتخب نمائندوں کو جلد از جلد منتقل کر دی جائے اور فوج کو اس کے فرائض منصبی یعنی سرحدوں کی حفاظت کی ذمہ داری میں مشغول کر دیا جائے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ سیاستدانوں اور سیاسی جماعتوں کے خلاف جذبات پیدا کرنے کے لئے حکومت جس قدر وسائل اور توانائیاں صرف کر رہی ہے اگر یہی وسائل عوام کو

انتخابات کی اہمیت اور ووٹ کی قدر و قیمت سے آگاہ کرنے کے لئے استعمال کئے جائیں تو نہ صرف جمہوری عمل کو استحکام حاصل ہوگا بلکہ انتخابات کے پر مقصد ہونے کی ضمانت بھی مل سکے گی۔ میری پارٹی نے مشکل ترین حالات میں بھی آمریت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے اور جمہوریت کی بحالی اور استحکام کو اپنی ترجیحات میں ہمیشہ سرفہرست رکھا ہے۔ اسی لئے ہم نے اس دور میں بھی انتخابات میں حصہ لیا جب انتخابات دھاندلی اور غنڈہ گردی کی نظر ہوتے رہے اور آج بھی نو ایبڈو رکاوٹوں اور نت نئے مطالبات سے الیکشن کے سلیکشن بننے کا خطرہ پیدا ہو چلا ہے ہم آخری دم تک جمہوریت کی بحالی کی جدوجہد کے لئے تیار ہیں لیکن یہ بات واضح ہے کہ فوج کو تنقید سے بالاتر قرار دے کر سیاسی جماعتوں پر مسلسل دشنام طرازی دراصل اس بات کی دعوت ہے کہ ملک کی تعمیر وترقی سے متعلق مختلف طبقات اپنا کردار ادا کرنے کے بجائے ایک دوسرے کے خلاف الزامات کی مہم میں مصروف ہو جائیں۔ آپ نے سیاسی جماعتوں کی مخالفت کے باوجود متناسب نمائندگی کے جس نظام کا اعلان کیا ہے ممکن ہے اس کے عین اسلامی ہونے کے بارے میں آپ نے سند حاصل کر لی ہو مگر اتنا ظاہر ہے کہ یہ ایک منصفانہ نظام نہیں کیونکہ اس نظام کے تحت سیاسی پارٹیوں پر ہر قسم کی پابندی لگائی گئی ہے جبکہ آزاد امیدواروں کو ہر پابندی سے آزاد کر دیا گیا ہے۔ شاید اس لئے کہ ہوا کے رخ پر چلنے والوں کا ایک گروہ تشکیل دیا جا سکے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ بلدیاتی انتخاب کے تلخ تجربہ کے بعد آپ کے مشیر بھی اپنے اس منصوبہ کے ناقص ہونے کا اعتراف کر رہے ہوں گے۔ اسی طرح اگر رجسٹریشن کی پابندیوں کے بارے میں بھی حکومت کا موجودہ غیر لچکدار رویہ برقرار رہا اور اہم سیاسی جماعتیں انتخاب میں حصہ نہ لے سکیں تو جمہوری عمل شدید طور سے متاثر ہوگا۔ ہم نے بارہا کہا ہے کہ پیپلز پارٹی کے بارے میں آپ کی حکومت کے طرز عمل سے جو نتائج برآمد ہو رہے ہیں وہ ملک وقوم کے حق میں مفید نہیں ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ پیپلز پارٹی سمیت ہر جماعت کو انتخاب میں حصہ لینے کے مساوی مواقع ملنے چاہئیں۔

جناب صدر!

میں پاکستان کی سالمیت اور تحفظ کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ آپ حالات کی

سنگینی کو محسوس کریں ورنہ آنے والے وقت کی جو تصویر میرے سامنے ہے وہ نا قابل بیان ہے۔ میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ:

1- نام نہاد احتساب کا لا متناہی اور بے معنی سلسلہ اب ختم کیا جائے اور آزادانہ انتخابات کے ذریعہ قوم کو احتساب کا موقع دیا جائے۔

2- آپ کے سیاسی خطابات اور ان کی تشہیر کے لئے ریڈیو اور ٹیلیویژن کا بے دریغ استعمال بند کیا جائے۔ تا کہ آپ کی غیر سیاسی اور غیر جانبدارانہ حیثیت بحال ہو سکے۔

3- عام انتخابات کے لئے مروجہ طریقہ انتخاب اختیار کیا جائے اور اگر متناسب نمائندگی کو حکومت نے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا ہے تو آزاد امیدواروں کو دی گئی مراعات واپس لی جائیں اور جماعتوں کے ووٹوں کے تناسب کا تعین قومی بنیادوں پر کیا جائے۔

4- رجسٹریشن کی پابندیاں ختم کی جائیں یا اس کے طریقہ کار میں اس طرح تبدیلی کی جائے کہ تمام جماعتیں اسے قبول کر لیں۔

5- سیاسی سرگرمیوں پر سے پابندیاں فوراً ختم کی جائیں۔

6- سیاسی نظر بندوں کو رہا کیا جائے اور سیاسی مقدمات فوراً واپس لئے جائیں۔

7- کبھی مثبت نتائج کا ذکر کر کے انتخابات کے بارے میں غیر یقینی صورتحال پیدا کرنے اور کبھی ریفرنڈم کا نام لے کر افواہوں کا بازار گرم کرنے میں معاونت کا سلسلہ ختم کرائیں۔ تا کہ ملک کی ساکھ بحال ہو سکے جو اس حد تک گر چکی ہے کہ اب قرض حاصل کرنے کے لئے حکومت کو اپنے اعتبار کا حوالہ دینے کے بجائے چاول کی فصل کو رہن رکھنا پڑ رہا ہے۔

والسلام

کراچی (شاہ احمد نورانی)

مؤرخہ 27 ستمبر 1979ء صدر جمعیت علماء پاکستان

............مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی منتخب اور تاریخی پریس کانفرنس............

بروہی برانڈ اسلام نہیں چلے گا

کراچی (نمائندہ افق) صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کی یکم محرم الحرام کی تقریر پر جمعیت علماء پاکستان کا نقطہ نظر واضح کرنے کیلئے جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی اور جمعیت کے سکریٹری جنرل مولانا عبدالستار خان نیازی نے جمعیت کراچی کے دفتر میں ایک مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کیا اس تفصیلی پریس کانفرنس میں شریعت بنچوں کو مزید موثر بنانے اور نظام مصطفےٰ ﷺ کے فوری نفاذ کے بارے میں اہم تجاویز پیش کی گئی ہیں جمعیت کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا

صدر جنرل محمد ضیاء الحق کی حالیہ نشری تقریر اور اس کے نتیجہ میں جاری ہونے والا مسودہ قانون ان کے سابقہ وعدوں اور دعووں کے منافی ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ مغربی طرز فکر رکھنے والے ان افراد کی گرفت میں ہیں جو اسلامی نظام کی حمایت بطور فیشن کرتے ہیں خود جنرل صاحب نے بھی یہ تذکرہ فرمایا ہے کہ جو قانون مرتب اور مدون ہو کر سامنے آیا ہے وہ ان کے وزیر قانون مسٹر اے کے بروہی کی کاوشوں کا نتیجہ ہے ہم سمجھتے ہیں کہ بحیثیت سربراہ مملکت کے جنرل صاحب کو یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ پوری قوم نے نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کی حمایت کا جو نا قابل فراموش مظاہرہ تحریک نظام مصطفےٰ کے دوران کیا تھا وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ قوم شریعت کے اسی قانون کو قبول کر سکتی ہے جس پر محمد مصطفےٰ ﷺ کی چھاپ ہو یہاں نہ تو بروہی برانڈ اور نہ ہی کسی خود ساختہ مفکر کا برانڈ اسلام قابل قبول ہوگا اور نہ ہی یہ چل سکے گا۔

ہم بڑے افسوس کے ساتھ یہ محسوس کرتے ہیں کہ ایک طرف تو صدر صاحب نے

قوم سے یکم جنوری 78ء کو کئے گئے وعدہ سے انحراف کیا اور دوسری طرف شریعت بنچ کے قانون کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بڑی خوبصورتی کی ساتھ شریعت کمیشن کے سابقہ تجویز کو شریعت بنچ کا نام دے دیا گیا ہے۔

جمعیت علماء پاکستان یہ سمجھتی ہے کہ بنیادی بات یہ ہے کہ اس ملک میں جس کا سرکاری مذہب اسلام قرار دیا جاچکا ہے شریعت کی بالادستی کو آئینی اور قانون طور پر نافذ کیا جائے اس سلسلہ میں حکومت پر جو آئینی اور قانونی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کو تفصیلات ہم جنرل صاحب کے نام 14 ستمبر 78ء کو بھیجے گئے ورکنگ پیپر میں پیش کر چکے ہیں جب تک شریعت کی بالادستی کو آئینی تحفظ نہ دیا جائے گا اس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ اس ملک میں نظام مصطفےٰ اپنی مکمل صورت میں نافذ ہوسکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ برطانوی دور سے ورثہ میں ملی ہوئی قانونی پیچیدگیوں کے گورکھ دھندے سے نکل کر قانون شریعت کو بالادستی دی جائے تا کہ عدالتیں اپنے مروجہ طریقہ کار کے مطابق اگر بنیادی حقوق کے منافی اقدامات کو کالعدم قرار دے سکیں تو شریعت اسلامی کے خلاف کارروائیاں بھی کالعدم کی جاسکیں مہذب اور جمہوری ملکوں میں انسانی حقوق کے حامل چارٹر کو اگر آئینی بالادستی دی جاسکتی ہے تو ایک اسلامی ریاست میں منہ شگافیوں میں الجھے بغیر اور مفروضوں میں پھنسنے کے بجائے شریعت اسلامی کی بالادستی کو فی الفور نافذ کیوں نہیں کیا جاسکتا؟

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شریعت بنچیں اسلام کے مسلمہ اصولوں کے مطابق اسلامی قوانین کو عملی تعبیر دینے کے بجائے مغربی قانون کے ماہرین کے ہاتھوں ایک نئے اجتہاد کا دروازہ کھولنے کیلئے قائم کی جارہی ہیں جب کہ یہ بات مسلمہ حقیقت ہے کہ اس ملک کی واضح اکثریت اہلسنت و جماعت ہے اور فقہ حنفی کی پیروکار ہے اور باقی افراد فقہ جعفریہ کے ماننے والے ہیں ایسی صورت میں چودھویں صدی کے اندر مغرب سے وارثت میں ملے ہوئے نظام قانون کے ماہرین کو اجتہاد کے درجہ پر نافذ کر دینے کا کام وہی لوگ کر سکتے ہیں جو تقلید کے قائل نہ ہوں ایسے مدون قانون کو چھوڑ کر جس پر ساڑھے گیارہ سو سال تک کامیابی سے عمل ہوا ہو اجتہاد کا دروازہ کھولنا ایک عجیب سی منطق ہے۔

جمعیت یہ سمجھتی ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل جو خود جنرل صاحب نے قائم کی تھی

اس کے بارے میں بجا طور پر جنرل صاحب کی تقریر نے یہ احساس پیدا کر دیا ہے کہ یہ کونسل بے اختیار ہے۔ اس لئے کہ ایک طرف تو کونسل کے سفارش کردہ ایک درجن سے زائد قانون کے مسودے وزارت قانون کے سرخ فیتہ کی نذر ہو گئے اور ان میں سے محض چار کو قابل نفاذ سمجھا گیا اور ساتھ ہی وزارت قانون نے ایک ایسے قانون کو بھی قابل نفاذ قرار دے دیا جسے کونسل مسترد کر چکی ہے ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جب اسلامی نظریاتی کونسل سفارشات ترتیب دیتی ہے تو وہ ایک مسودہ قانون ہی کی صورت میں ہوتے ہیں جس کی ترتیب میں سابق جج اور نصف اول کے ماہرین شامل ہوتے ہیں پھر آخر وزارت قانون ان مسودوں کا کیا کرتی رہتی ہے اور انہیں فوری طور پر نفاذ کرنے کے بجائے مسلسل مہینوں وعدہ فردا پر کیوں ٹالا جاتا ہے اور پہلے ہی کافی تاخیر ہونے کے باوجود بھی آخر اڑھائی ماہ کیلئے کیوں مؤخر کیا گیا۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ کونسل کی حتمی سفارشات کو وزارت قانون کی تنقیح کا محتاج نہ رکھا جائے اور انہیں فوری نافذ کیا جائے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ شریعت بنچ کی تشکیل میں مسودہ قانون میں بیشتر ملکی قوانین کو مستثنیٰ قرار دیدیا گیا ہے اور ان بنچوں کا دائرہ کار انتہائی محدود کر دیا گیا ہے اب اس کے وہ مقاصد بھی پورے نہیں ہوں گے جو خود جنرل صاحب کے ذہن میں ہیں یہ عجیب و غریب بات ہے کہ ایک طرف تو قانون شریعت کے نفاذ کا مژدہ سنایا جائے اور دوسری طرف ملک کے بیشتر مروجہ قوانین اور رائج العمل آئین کو شریعت کے قانون سے بالاتر قرار دے دیا جائے یہ اتنا بڑا تضاد ہے جو نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے مقصد کو بری طرح مجروح کر دے گا اس لئے کہ جو شخص اسلام کی بالادستی پر یقین رکھتا ہو اور ساتھ ہی دستور مالی قوانین، مسلم پرسنل لاء عدالتوں یا ٹربیونلوں کے طریقہ کار ٹیکسوں بنکوں یا بیمہ کمپنیوں کے سود کے کاروبار سے متعلق قوانین کو دوسری ہی سانس میں اسلام اور شریعت کے مواخذہ سے بالاتر قرار دیدیا جائے کیا واہ واہ اور سبحان اللہ کہنے والے اس نکتہ پر غور کریں گے جنرل صاحب کو چاہئے کہ وہ پتہ کریں کہ وہ کون لوگ ہیں جنھوں نے انہیں اس تہلکہ خیز صورتحال سے دو چار کر دیا ہے اور ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ تقریر اور اس کے نتیجہ میں جاری ہونے والا قانون ایک دوسرے سے متصادم نظر آنے لگے جمعیت یہ محسوس کرتی ہے کہ نظام مصطفےٰ کے مکمل نفاذ کے سلسلے میں

تاخیری حربوں میں الجھنے کے بجائے جنرل صاحب کو چاہئے کہ مکمل طور پر نظام مصطفٰے کے نفاذ کے اقدامات کریں ان اقدامات کا تفصیلی خاکہ جمعیت انہیں پہلے ہی پیش کر چکی ہے تا کہ آئندہ آنے والے کسی فرد کو ان بنیادی اصولوں سے انحراف کی جرأت نہ ہو جو اسلامی ریاست کی اساس ہیں۔

جمعیت یہ بھی محسوس کرتی ہے کہ اگر کم از کم اقدام کے طور پر جنرل صاحب شریعت بنچوں کے موجودہ تصور ہی کو برقرار رکھنے پر مصر ہیں تو انہیں موثر بنانے کیلئے درج ذیل اقدامات کرنے ہوں گے۔

شریعت بنچوں کی تشکیل کرتے ہوئے ایسے مقتدر اور متبحر علماء کو شامل کیا جائے جو قرآن وسنت اور فقہ کی تعلیم وتربیت میں کسی مستند دینی دار العلوم میں پندرہ سال یا اس سے زیادہ کا تدریسی تجربہ رکھتے ہوں اور ملک کی عظیم اکثریت کے نمائندے ہوں۔

شریعت بنچ میں جس جج کو بھی شامل کیا جائے وہ اسلامی فقہ پر عبور رکھتا ہو اور اسے قرآن کی زبان پر مہارت حاصل ہو۔

شریعت بنچ کے لئے یہ بنیادی اصول قانونی طور پر متعین کیا جائے کہ وہ مسلم فقہ کے تحت کام کرے گی اور اس سلسلہ میں قرآن وسنت اور آئمہ کے فیصلوں اور اجماع امت سے انحراف کر کے کسی قسم کے اجتہاد کا راستہ نہیں کھولا جائے گا۔ کیونکہ مسودہ قانونی اجماع کے اصول کو نظر انداز کر کے فقہ اسلامی کے اہم ماخذ کو مسترد کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس سے گمراہی کے راستے کھل جائیں گے۔

شریعت بنچوں کے دائرہ کار سے جن قوانین کو مستثنٰی کیا گیا ہے انہیں بھی شامل کیا جائے۔

شریعت بنچ کے فیصلہ کے خلاف اپیل کے لئے محدود مدت کا تعین کیا جائے اپیل کے لئے پندرہ دن کا وقت دیا جائے۔ اور شریعت اپیل بنچ اس کا فیصلہ زیادہ سے زیادہ 45 دن میں کرے۔ اس مدت کے بعد لازمی طور پر غیر اسلامی قانون یا دفعات منسوخ تصور کی جائیں گی۔

جمعیت یہ سمجھتی ہے کہ جنرل صاحب نے محض چار قوانین وہ بھی اڑھائی ماہ کے بعد۔ نفاذ کرنے کا اعلان کر کے عوام کو مایوس کیا ہے، اس سلسلہ میں ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ

حدود تعزیرات سے متعلق تمام قوانین اور ساتھ ہی ان تمام قوانین کو جنہیں اسلامی نظریاتی کونسل منظور کر چکی ہے فوری طور پر نافذ کیا جائے۔

دفاتر میں اقامت صلوٰۃ سے متعلق جنرل صاحب کا اعلان اگرچہ تاخیر سے ہے پھر بھی ہم یہ توقع رکھتے ہیں کہ جنرل صاحب اپنی اس ہدایت کی پابندی اپنی موجودہ غیر منتخب سول کابینہ سے بھی کرائیں گے۔

سود کے مسئلہ پر جنرل صاحب کے فیصلے ہمارے لئے حیرت انگیز ہیں ایک طرف تو وہ خود ہی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن پاک کی رو سے سود مطلقاً حرام ہے اور دوسری جانب معمولی سائیکل ایڈوانس یا گریڈ پندرہ کے سرکاری ملازمین کے ہاؤس بلڈنگ کے قرضوں پر سود کی معافی کے ناکافی اقدام کا اعلان کرتے ہیں اول تو جس قدر جلد اور جتنی زیادہ وسیع تر بنیادوں پر ممکن ہوں سود کی لعنت کا خاتمہ ہونا چاہئے اور اگر جنرل صاحب محض معمولی ریلیف ہی دینا چاہتے ہیں تو یہ ملک کی دو فیصد آبادی کے بجائے تمام لوگوں کے لئے ہو۔

ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جمعیت نے بلا سودی معیشت کے بارے میں تفصیلی ورکنگ پیپر اسلامی نظریاتی کونسل کو پیش کیا ہے ہم نے جنرل صاحب کے نام 14 ستمبر 1978ء کے خط میں یہ پیشکش کی تھی کہ ہمارے ماہرین ان کے محکمہ مالیات کی رہنمائی کے لئے تیار ہیں قوم جنرل صاحب کے وعدے کے مطابق ان سے زکوٰۃ اور عشر سے متعلق اعلان سننے کی منتظر تھی لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے ابھی تک مغرب کے فرسودہ ٹیکسوں کے نظام سے نجات حاصل کرنے کے لئے کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھایا گیا۔

ہماری یہ سوچی سمجھی رائے ہے کہ جنرل صاحب کے حالیہ اقدامات غیر تسلی بخش، ناکافی اور عوام کی توقعات کے مطابق نہیں ہیں۔ پھر بھی ان نیم دلانہ اقدامات کا کریڈٹ تحریک نظام مصطفٰے کے دوران قربانیاں دینے والوں کو جاتا ہے۔ پھر حال ہی میں ملتان سنی کانفرنس میں یک زبان ہو کر نظام مصطفٰے کے نفاذ کا مطالبہ بھی کیا جمعیت عوام کو یقین دلانا چاہتی ہے کہ ان کی کوششیں اور لازوال قربانیاں ضرور رنگ لائیں گی۔ ہمیں یقین ہے کہ عوام کی بے پناہ قربانیوں اور مسلسل جدوجہد کے نتیجہ میں نظام مصطفٰے کے نفاذ کا سورج ضرور طلوع ہوگا مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنی موجودہ جدوجہد کو جاری رکھا جائے۔

............سیاسیات............

سینیٹ اور قومی اسمبلی میں!

جناب مولانا شاہ احمد نورانی

آج اسمبلی کی کارروائی کے دوران بلوچستان کے مسئلہ کے بارے میں وقفہ سوالات کے بعد ایک تحریک التواء پیش کی گئی اسپیکر نے اس تحریک کو مسترد کردیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی صدر جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے پیش کی گئی۔ اس تحریک کو مسترد کرتے ہوئے اسپیکر نے کہا کہ ملک کی خارجہ پالیسی پر بحث کے بعد بلوچستان کی صورت حال پر بحث کرنے کے بعد ے لئے ایک دن مقرر کیا جائے گا۔ مولانا شاہ احمد نورانی تحریک التواء کے ذریعہ بلوچستان کی صورت حال پر ایوان میں بحث کرنا چاہتے تھے جسے انہوں نے بلوچستان میں مسلح بغاوت کا نام دیا تھا۔ اپنی تحریک التواء کی حمایت میں انہوں نے گورنر بلوچستان جناب اکبر بگٹی کے 13 نومبر کے بیان کا حوالہ دیا۔ گورنر بلوچستان نے کہا تھا کہ بلوچستان کا مسئلہ امن وامان کا نہیں بلکہ مسلح بغاوت کا ہے۔

قومی اسمبلی کے اسپیکر...... صاحبزادہ فاروق علی نے ضلع سانگھڑ میں چھ حُروں کے قتل کے بارے میں مولانا شاہ احمد نورانی کی ایک تحریک التوا مسترد کردی۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے یہ تحریک التواء پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ فیڈرل سیکورٹی فورس نے چھ حروں کو قتل کیا ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی اس تحریک کے ذریعہ قومی اسمبلی میں، ان حروں کے قتل سے پیدا ہونے والی صورت حال پر بحث کرنا چاہتے تھے۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ 6 اکتوبر 73ء کو فیڈرل سیکورٹی فورس نے 6 حروں کو قتل کیا ہے وہ ڈاکو نہیں تھے۔ جن افراد کو قتل کیا گیا ہے وہ محب وطن تھے اور انہوں نے بھارت سے جنگ کے دو مواقع پر ملک کی سالمیت اور استحکام کے لئے دشمن سے جنگ کی تھی۔ مولانا نورانی نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ مذکورہ حُر پولیس سے مقابلہ کے دوران

ہلاک نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اس ہلاکت میں فیڈرل سیکورٹی فورس کا ہاتھ تھا۔ اس سلسلہ میں مولانا شاہ احمد نورانی نے ہفت روزہ "زندگی" کا ایک شمارہ بھی پیش کیا۔

پیٹرول اور مٹی کا تیل وغیرہ پر بحث کرتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ یہ افواہیں گرم ہیں کہ حکومت پاکستان عرب ملکوں سے بڑی مقدار میں تیل خرید کر امریکہ کو سپلائی کر رہی ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ ان افواہوں کی تردید شائع کرے۔

مکالمہ

عبدالحفیظ پیرزادہ: کل مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا تھا کہ ہم عرب ملکوں سے تیل خرید کر امریکہ کے ہاتھ فروخت کر رہے ہیں۔ حزب اختلاف کے لوگ عوام میں صحیح کام کریں گے۔ تو ہم تعاون کریں گے۔ ورنہ ہم قواعد کے تحت انہیں صحیح کر دیں گے۔

پروفیسر غفور: بڑی عجیب بات ہے کہ اسمبلی میں بات کی جائے۔ اور پھر ہم کو دھمکی دی جائے ہمیں بھی جواب کا حق دیا جائے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: میں نے کہا تھا کہ یہ ایک افواہ ہے لیکن حفیظ پیرزادہ نے مجھ پر الزام لگایا ہے۔ میں نے الزامات عائد نہیں کئے بلکہ صرف افواہوں کا ذکر کیا تھا اور ایندھن اور قدرتی وسائل کے ذرے سے۔ خصوصی طور پر درخواست کی تھی کہ وہ ان افواہوں کی تردید کر دیں۔

پیرزادہ: میں نے ابھی ایک الزام لگایا ہے اور بھی لگاؤں گا جس کا آپ جواب نہیں دے سکیں گے۔

اسپیکر: یہ قومی اسمبلی ہے یہاں آپ جو کچھ، کہیں انصاف سے کہیں ذمہ داری سے کہیں۔

خورشید حسن میر: جو شخص غیر ذمہ دار بات سُن کر دہراتا ہے وہ خود بھی غیر ذمہ دار ہوتا ہے۔

پروفیسر غفور: جو تقریریں کل حزب اختلاف نے کیں اور جو تقریر آج وزیر قانون نے کی ہے، وہ استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے تا کہ فیصلہ ہو جائے کہ کون صحیح ہے۔

جناب مولانا شاہ احمد نورانی

ملک دشمن جماعتوں پر پابندی کے بل پر تقریر کرتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ اس بل کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کے بارے میں آئین میں پہلے سے موجود ہے۔ انہوں نے آئین کی دفعہ 24 اے کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اس کے ذریعہ اس کا ازالہ کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس بل سے مرکزی حکومت کو لامحدود اختیارات ہو جائیں گے۔ (ریڈیو رپورٹ)

ماضی میں حکومت کے رویہ کے پیش نظر اس بل کے بارے میں حزب اختلاف میں بعض شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں۔ اور وہ مولانا شاہ احمد نورانی یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ حکومت اس بل کو ان جماعتوں کو بلیک میل کرنے کے لئے...... استعمال کرے گی جو حکمران جماعت کی پالیسیوں سے اتفاق نہیں کرتیں اور ملک میں ایک جماعت کی حکمرانی کے لئے حکومت تمام سیاسی جماعتوں کو غیر محب وطن قرار دے گی۔ (نوائے وقت لاہور 18-12-73)

بل کے تحت حاصل کردہ اختیارات کو حکومت اس مقصد کے لئے استعمال کرے گی کہ ایک پارٹی کی حکومت کے لئے راستہ صاف ہو جائے اور اس کی حکومت دائمی حیثیت اختیار کرے۔ (جنگ کراچی 19-12-73)

کراچی کے ہنگاموں کے سلسلے میں ایک تحریک پر تقریر کرتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ حال ہی میں کراچی میں پیٹرول، ڈیزل اور مٹی کا تیل کی قیمتوں میں اضافہ کے خلاف جو ہنگامے ہوئے تھے ان پر کنٹرول کرنے کے لئے وفاقی سیکورٹی پولیس فورس نے طلبہ پر مظالم کئے (جنگ کراچی 19-12-73)

جناب علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری

حکومت کو چاہئے کہ وہ نوجوانوں کو فوجی تربیت دے تا کہ وہ جہاد میں موثر حصہ لے سکیں اور ملک کے دفاع کو مضبوط بنا دیں۔

جناب مفتی محمد ظفر علی نعمانی

اسلام آباد 13 دسمبر جنگ نیوز، آج سینٹ میں...... اپوزیشن کے مفتی ظفر علی

نعمانی نے ایک بل پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں اس درجہ گرانی ہے کہ اس کی مثال نہیں ملتی اس لئے اس پر ایوان میں مکمل بحث ہونی چاہئے بل پر تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس سے ملک بھر میں زیادہ سے زیادہ پندرہ لاکھ مزدوروں اور کارکنوں کو مدد ملے گی۔ میں حکومت سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ تقریباً چھ کروڑ کسانوں، یومیہ اجرتوں پر کام کرنے والے مزدوروں، ٹھیلوں پر مال بیچنے والوں اور ان کے کنبوں کی کیسے مدد کرے گی۔ جن کی اوسط آمدنی سو روپیہ مہینہ ہے۔

جناب مولانا محمد ذاکر

جمعیت علمائے پاکستان کے...... جناب مولانا محمد ذاکر کے ایک سوال کے جواب میں، وفاقی وزیر خزانہ عزیز احمد نے کہا کہ گزشتہ کئی ہفتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آل انڈیا ریڈیو نے احتیاط سے کا رویہ ترک کردیا ہے۔ اور مخالفانہ پروپیگنڈہ بند کرنے سے متعلق سملہ سمجھوتے کی دفعات کی خلاف ورزی بڑھ گئی ہے۔

اسلام آباد 29 نومبر قومی اسمبلی میں آج ڈیڑھ گھنٹہ تک ملک میں ثقافتی سرگرمیوں کے ذریعہ پھیلنے والی فحاشی، حیا سوزی اور اخلاق باختگی کو روکنے کے سوال پر بحث ہوتی رہی۔ اس سلسلہ میں جمعیت علمائے اسلام کے جناب عبدالحق کا کہنا تھا کہ اس قسم کے رقص و موسیقی کے پروگرام میں سے فحاشی، حیا سوزی اور اخلاق باختگی کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے قطعی ختم کر دینے چاہئیں انہوں نے ثقافتی طائفوں کے تبادلے کے پروگرام کو بھی فوری طور پر بند کر دینے کی اپیل کی۔ اس غیر سرکاری قرارداد پر ایوان میں دلچسپ بحث چھڑ گئی۔ جمعیت علمائے پاکستان، جمعیت علمائے اسلام جماعت اسلامی اور کچھ سرکاری ارکان نے قرارداد کی حمایت کی۔ یہ قرارداد 12 کے مقابلہ میں 24 ووٹوں سے مسترد کردی گئی۔

عبدالحفیظ پیرزادہ نے اس قرارداد کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ تقریباً تمام مسلم ممالک میں یہ چیزیں موجود ہیں اور ثقافتی طائفوں کے تبادلے سے بیرونی ممالک سے تعلقات بہتر ہوتے ہیں۔ پیرزادہ نے اپنے نقطۂ نظر کی حمایت میں قرآن و حدیث سے حوالے دیے۔ (حریت کراچی، جنگ کراچی)

قائد اہل سنت رحمتہ اللہ علیہ اور افکارِ نورانی نمبر پر تاثراتی مضامین و مقالات

ایک تاثر۔ایک پیغام

حضرت صاحبزادہ پیر سید ثقلین حیدر شاہ......زیب آستانہ عالیہ چورہ شریف (اٹک)

عمومی طور پر لفظ ''انٹرویو'' دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اوّلاً...... کسی عہدہ و منصب کے لیے کسی انسان کی استعداد، قابلیت اور اہلیت جانچنے کے لیے اس سے سوال و جواب کا سلسلہ۔

ثانیاً...... کسی بھی شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والی کسی اہم اور غیر معمولی شخصیت سے تبادلۂ خیال۔ جس کے ذریعے اس کی شخصیت، خیالات، تصورات، احساسات، جذبات اور ترجیحات سے آگہی ہو سکے۔

اول الذکر انٹرویو کی تاریخ تو کئی صدیوں پہلے کی ہے مگر ثانی الذکر بیسویں صدی کے اوائل میں پروان چڑھی اور پھر رفتہ رفتہ ایک مضبوط اور توانا روایت میں تبدیل ہو گئی۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے اس روایت کے پھلنے پھولنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔

کسی شخصیت کے مختلف مواقع پر عمر کے مختلف حصوں میں دیئے گئے انٹرویوز کو جمع کرنا اور پھر ان کو یکجا کرنے کے بعد ایک کتاب کی شکل دینا ایک مشکل اور پیچیدہ مرحلہ ہے مگر کوچۂ علم و ادب سے شناسا، قلم و قرطاس کی اہمیت سے آگاہ، بحرِ علم و حکمت کے شناور اور تصنیف و تالیف کے ''اسرار و رموز'' سے واقف، محبت و اخلاص کے پیکر محترم ملک محبوب الرسول قادری صاحب نے ان تمام مراحل کو بڑی عمدگی اور احسن طریقے سے عبور کیا ہے۔ کیونکہ جس شخصیت کے بارے میں انہوں نے یہ کارِ خیر سرانجام دیا ہے ان کی ذات سے ان کی والہانہ محبت، دیرینہ تعلق، گہری وابستگی اور وارفتگی نے بھی اس میں خاص اور بنیادی کردار ادا کیا ہے۔

اسلام کسی انسان کی پہچان کے لیے دو چیزوں کو معیار قرار دیتا ہے۔

اوّلاً، علم ......اور...... ثانیاً، کردار

ہمارے ممدوح عالم اسلام کے عظیم روحانی پیشوا، دلوں کی بنجر زمین پر خشیت الٰہی کے

گلشن آباد کرنے والے روح کے مہیب اندھیروں میں عشقِ رسول اللہ ﷺ کی شمعیں فروزاں کرنے والے، عالم باعمل حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو علم و فضل، فراست و بصیرت اور سیرت و کردار کے اعتبار سے ایک عالی شان اور بلند مرتبہ شخصیت تھے۔ اپنا و بیگانہ، دوست و دشمن ہر کوئی ان کے علم اور حسن اخلاق کا معترف و مداح تھا وہ بیک وقت ایک جید عالم دین، بالغ نظر مفکر، باکردار رہنما اور عظیم الشان مصلح تھے وہ صرف گفتار کے نہیں بلکہ کردار کے غازی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ الفضل ماشھدت به الاعداء یعنی فضیلت وہ ہے جس کی شہادت دشمن بھی دیں اور جادو وہ جو سر چڑھ بولے۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ہم میں موجود نہیں مگر آج بھی کوئی شخص حتیٰ کہ اُن سے اختلاف رکھنے والا بھی ان کے تبحرِ علمی یا ان کے کردار کی عظمت پر انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس نے مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے اخلاق سے گرا ہوا کوئی لفظ یا حقائق کے برعکس کوئی جملہ سنا ہو۔ مال و دولت، ثروت و حشمت یا ظاہری شان و شوکت سے محبت کرتے دیکھا ہو۔ داد و تحسین یا آفرین و ستائش حاصل کرنے کے لیے کسی کے جذبات سے کھیلتے ہوئے دیکھا ہو ان کو تو خودنمائی پسند تھی نہ خود پسندی۔ عیش و تنعم سے محبت تھی نہ تکلف و تصنع سے التفات۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش اور پرورش ہی ایسے گھرانے میں ہوئی تھی جو علمی و روحانی اعتبار سے بے مثال تھا۔

آپ کے والد گرامی مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی صدیقی تھے جنہوں نے ۴۵ ہزار سے زائد افراد کو اپنے علم اور حسن عمل کے زور پر خلعتِ اسلام سے بہرہ یاب کیا۔ بانیٔ پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے قیامِ پاکستان کے بعد پہلی عید جن کی اقتداء میں ادا کی جن کے دادا مولانا عبدالحکیم جوش جو شاہی مسجد میرٹھ کے خطیب تھے اور مختلف علوم پر جن کو مہارتِ تامہ حاصل تھی اور انہی کے برادر اسماعیل میرٹھی بلند پایہ نعت گو شاعر تھے...... اسی طرح حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کے تایا مولانا نذیر احمد صدیقی جو جامع مسجد بمبئی کے خطیب بھی تھے اور حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ سمیت ممتاز دینی و سیاسی رہنما جن سے استفادہ کرتے تھے اور دوسرے تایا مختار احمد صدیقی بھی ایک جید اور متبحر عالم دین مانے جاتے تھے شریعت اور طریقت کے ایک ایسے گلستان میں جس کی نگہداری اور پاسبانی ایسی ایسی نابغہ روزگار ہستیاں کرتی ہوں وہاں تعلیم و تربیت پانے والے حضرت مولانا شاہ

احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ علم و عمل کا ایک حسین شہکار نہیں ہوں گے تو کیا ہوں گے۔ ۱۳ زبانوں پر عبور رکھنے والے مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ عربی، فارسی، انگریزی، فرانسیسی، سنسکرت اور براعظم افریقہ کی کئی علاقائی زبانیں اسی لہجے میں ایسے بولتے تھے جیسے مادری زبان اردو بولتے تھے۔ ۸ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا اور پھر تادمِ زیست تراویح و نوافل میں تلاوت کر کے مخلوقِ خدا کے قلوب و اذہان کو روشن اور معطر کرتے رہے۔ گریجویشن الہ آباد یونیورسٹی سے کی اور دینی علوم میں بھی درجہ کمال حاصل کیا۔ مختلف ممالک میں جا کر زندگی بھر اسلام کی تبلیغ کی اور اپنی ذات کو اسلامی تعلیمات کا چلتا پھرتا نمونہ بنا کر دکھایا آپ کے قول و عمل میں کامل یکسانیت تھی جو دل میں ہوتا وہی زبان پر ہوتا۔ جو زبان سے کہتے پہلے خود عمل کر کے دکھاتے جبکہ آج کل تو ایسے ایسے "رہنما" اور "مصلح" بھی نظر آتے ہیں جن کے ظاہر و باطن میں ارض و سماء کا فاصلہ ہوتا ہے اُن کا ظاہر اس قدر آراستہ ہوتا ہے کہ نگاہوں کو خیرہ کیے دیتا ہے اور باطن اتنا تنگ و تاریک کہ الامان الحفیظ!

حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صاحب خطابت فرماتے تھے تو لگتا کہ دانش و حکمت کا دریا اُمڈ آیا ہو۔ گفتگو میں ادب و انشاء کی شیرینی بھی ہوتی، فصاحت و بلاغت کی چاشنی بھی اور طریقت و تصوف کی خوشبو بھی۔ لاتعداد موضوعات پر مکمل گرفت ہوتی۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ شاید دوسری شخصیت تھے جنہیں شیخ محی الدین ابن عربی کی شہرہ آفاق کتب فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کے تمام پہلوؤں پر عبور حاصل تھا۔ کسی مشکل موضوع پر بھی گفتگو فرماتے تو سہل بنا دیتے لفظ کانوں کے راستے دل کی گہرائیوں میں اترتے چلے جاتے۔ سلاطینِ وقت کے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا اور انہیں حق بات کی تلقین کرنا آسان نہیں ہوتا مگر مولانا نے ہمیشہ اپنے فرض منصبی کو سمجھا اور سخت حالات میں بھی کلمہ حق بلند کرتے رہے۔ اُن کے شب و روز ملکِ پاکستان کی فلاح و بقاء اور نفاذِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے وقف رہے۔

تحریک ختم نبوت میں آپ کی محنت و کاوش اپنی مثال آپ تھی۔ آپ کی مساعی جمیلہ اور شبانہ روز کاوشوں کے پیچھے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدانہ اور قاہدانہ کردار کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔ ان کے رگ و ریشے میں مستی کردار خون کی طرح محو گردش تھی۔ آپ

عزم واستقامت، زہد وتقویٰ، حلم وآشتی اور تواضع وخاکساری کے پیکر تھے۔ آپ کا کردار رب العزت کی برہان تھا۔ آج کے گئے گزرے دور میں اب ایسے صاحبانِ حال کہاں نظر آتے ہیں؟ اُن کے صبر وقناعت کی یہی ایک چھوٹی سی مثال سامنے رکھ کر اور اسی مثال کو معیار مان کر یا کسوٹی بنا کر آپ دین وملت کے نام نہاد رہنماؤں کو پرکھنے جائیں تو نتائج خود بخود سامنے آتے جائیں گے۔

ملک کی ایک بڑی سیاسی و مذہبی جماعت کا سربراہ ہونے، لاکھوں مریدین اور متوسلین کا حلقہ رکھنے اور دنیا کے کونے کونے میں اپنے چاہنے والوں کے دل و دماغ پر حکومت کرنے کے باوجود کراچی کے ایک گنجان آباد علاقے میں کرائے کے ایک چھوٹے سے فلیٹ میں پوری زندگی بسر کر دینا کیا تواضع وانکساری کی ایک کھلی دلیل نہیں! ایک مرتبہ جب آپ سے یہ سوال پوچھا گیا کہ آپ کو سواری کون سی اچھی لگتی ہے؟ تو جواب یہ دیا کہ "موٹر کار پر اٹھنے والے اخراجات کہاں برداشت ہوتے ہیں اور حلال کی آمدنی میں تو کار رکھنا محال نظر آتا ہے۔" یہ جواب اُس شخص کا تھا جس کے سامنے اقتدار ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔ دنیاوی سہولتیں جس کے قدموں تلے بچھنے کو بے چین رہیں۔ آسائش و آرائش جس کے گھر کی دہلیز پار کرنے کے لیے بے تاب رہی۔ دنیاوی تکلفات اور خود ساختہ آداب اُس کی سادگی ودرویشی پر نثار ہوتے رہے۔ مصنوعی قد وقامت والے تو ان کی شخصیت اور مرتبے کے سامنے خود کو بونا تصور کرتے۔ وہ محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً اپنی ذات میں ایک انجمن تھے شاہ احمد نورانی رحمتہ اللہ علیہ، ایک اصول حیات، ایک زاویہ فکر اور دلنشین پیام زندگی کا نام تھا۔ اپنی زندگی میں اگر وہ چاہتے تو بڑی جاگیر بنا سکتے تھے۔ "نمائشی اقدامات" کر کے مریدین سے روپے پیسے نکلوا سکتے تھے مگر یہ سب کچھ اُن کی شانِ فقر اور عظمتِ کردار کے منافی تھا۔

اُنہوں نے اپنی زندگی میں کبھی کسی پر کیچڑ نہیں اُچھالا کسی کی کردار کشی نہیں کی۔ کسی غیر حاضر شخص کو دوسروں کی نظر میں گرانے کی کوشش نہیں کی اور شاید یہی وجہ ہے کہ آج مشرق سے مغرب تک لوگ ان کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہیں۔ ہر چھوٹا بڑا ان کو اچھے نام سے یاد کرتا ہے آج وہ جا چکے ہیں مگر شاہراہِ حیات پر اُن کا نقشِ قدم مینارہ نور ہے۔ شہرت، ناموری، عہدہ، مال، رہائش اور سب رشتے اس دنیا میں رہ جاتے ہیں اور ساتھ جاتے ہیں صرف "اعمال" اور زندہ رہ جاتا ہے "کردار"۔

حضرت نورانی کی نورانی باتیں

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی .... ایڈیٹر ماہنامہ "جہانِ رضا" لاہور

اس میں کوئی شک نہیں کہ قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود ملت اسلامیہ اور بالخصوص دنیائے اہل سنت کے لئے خدا تعالیٰ کی ایک نعمتِ غیر مترقبہ تھا وہ دینی اور سیاسی میدان میں نصف صدی تک اہل سنت کے ایک قابلِ فخر ترجمان کا کردار ادا کرتے رہے وہ زمانہ پاکستان میں اہل سنت کا درخشاں عہد تھا۔ انہوں نے دینی طبقات کو عزت و وقار کے ساتھ جینا سکھایا وہ ہمیشہ اصولوں کی پاسداری کا درس دیتے رہے چونکہ مولانا نورانی خود ایک دینی روحانی اور خالص علمی گھرانے کے چشم و چراغ تھے اور انہوں نے اسی نورانی ماحول میں آنکھ کھولی، پھر اکابر کے زیرِ سایہ پرورش پائی خاندانی نجابت وشرافت اور طبعی نفاست ونزاکت نے مل کر مولانا نورانی کی شخصیت میں خوب نکھار پیدا کر دیا انہوں نے اہل سنت کے منتشر اور بکھرے ہوئے کاروان کو اپنی بصیرت ولیاقت کے ساتھ اکٹھا کیا خوب محنت کی۔ ساری دنیا کے بھرپور دورے کئے جمعیت علماء پاکستان کو منظم کیا۔ ملک میں کئی بحرانوں کا جواں مردی کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے فتح یاب ہوئے۔

مولانا شاہ احمد نورانی " ایک صاحب بصیرت قائد و رہنما تھے انہوں نے تحریک ختم نبوت اور تحریک نظامِ مصطفےٰ ﷺ میں اسلامیانِ پاکستان کی قیادت فرمائی اور نصف صدی تک اپنی گراں قدر خدمات سرانجام دینے کے بعد اس فانی جہان سے رخصت ہوئے۔ ان کے افکار' تجربات' خدمات اور جدوجہد کو مربوط انداز سے مرتب کرنا ملت وامت کے لئے نفع اور خیر کا باعث ہے انٹرویوز کسی بھی شخصیت کی فکر ونظر کا آئینہ ہوتے ہیں مجھے بہت خوشی ہوئی کہ ہمارے عزیز ملک محبوب الرسول قادری نے ان کے مختلف ادوار کے منتخب انٹرویوز کو بڑی محنت سے جمع کیا اور نہایت خوش اسلوبی سے انہیں مرتب کر کے کتابی شکل میں پیش کیا۔ ان کی طرف سے مولانا شاہ احمد نورانی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتویں عرس مبارک پر پوری قوم کے لئے یہ خوبصورت تحفہ ہے۔ میں اس خدمت پر عزیزم ملک محبوب الرسول قادری کو ہدیہ تبریک وخراج تحسین پیش کرتا ہوں اللہ کرے کہ ان کی یہ خدمت قبول عام کی منزلوں کو طے کرے اور ملک وملت اور آئندہ نسلوں کے لیے شعوری بیداری کا باعث بنے۔ آمین

قبلہ نورانی کا ساتواں عرس......ایک تاثر

حضرت پیرِ طریقت مبلغ اسلام صوفی محمد عبدالمنان سیفی..........آستانہ عالیہ سیفیہ جہلم (پاکستان)

اولیاء و علماء نے چودہ صدیوں سے اسلام اور مسلمانوں کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لئے جس قدر مثالی جدوجہد کی ہے اس کی نظیر تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ یہ لوگ روکھی سوکھی کھا کے اور ٹھنڈا پانی پی کے اسلام کی آبیاری کے لئے مصروفِ عمل رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے وقت اور صلاحیتوں میں برکت رکھ دی اور نتیجہ خیزی ہمیشہ ان کا مقدر رہی۔ حضرت قائد اہل سنت مولانا الشاہ احمد نورانی صدیقی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی پاکباز، صالح اور ارباب بصیرت قافلے کے رکنِ رکین تھے جس کے سر پر اللہ تعالیٰ نے قیادت و سیادت کا سہرا سجایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زمرۂ اولیاء میں بھی سرخیل بنایا تھا اور ماشاء اللہ حلقۂ علما و صلحا میں بھی قیادت سونپ دی ہے۔ پاکستان بنانے سے لے کر پاکستان بچانے تک کی ہر کوشش میں وہ نمایاں شان کے ساتھ متحرک نظر آتے ہیں۔ نفاذِ نظام مصطفےٰ ﷺ کی اہم اصطلاح دینے، مسلمانوں کی تعریف آئین میں شامل کرانے، اصلاح معاشرہ اور پھر اسمبلی کے اندر اور اسمبلی کے باہر اصولوں کی سیاست کا پرچم سربلند رکھنے تک کی سعادت اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرما دی تھی۔ ہماری خوش نصیبی ہے کہ اللہ پاک نے ہمیں ان کی معیت و رفاقت اور ان کی براہ راست نورانی قیادت میں انقلابِ نظامِ مصطفےٰ ﷺ کے لئے جدوجہد کی توفیق بخشی یقیناً وہ ساعتیں ہمارے لئے توشۂ آخرت اور ذریعۂ نجات ثابت ہوں گی۔

وقت گزرتے پتہ نہیں چلتا۔ اب حضرت قائد اہل سنت کا ساتواں عرس مبارک ۲۶ ستمبر ۲۰۱۰ء کو منایا جا رہا ہے ہمارے فکری و نظری دوست جناب ملک محبوب الرسول قادری نے اس موقع پر حضرت قائد اہل سنت" کے مختلف زمانوں میں کئے جانے والے انٹرویوز کو مرتب فرمایا اور پھر انہیں اپنے رسالے "انوارِ رضا" جوہر آباد کی اشاعتِ خاص "افکارِ نورانی نمبر" کے نام سے ایک ساتھ چھاپنے کا اہتمام کیا۔ ان کے اس اقدام سے حضرت کے افکار کو محفوظ کرنے اور انہیں نئی نسل تک منتقل کرنے کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔ قبل ازاں ملک صاحب نے ہمارے ولیِ نعمت حضرت شیخ طریقت اخندزادہ سیف الرحمٰن پیر ارچی خراسانی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے شاندار دو خصوصی نمبرز بھی شائع کئے ہیں جن کے واضح اثرات اس معاشرے میں جاگتی آنکھوں سے دیکھے جاسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ملک صاحب کی توفیق میں مزید برکت عطا کرے ان کے اس کام کو اپنی بارگاہ میں قبول کرے اور حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی" کے فیض کو عام کرے۔ آمین

تلاشِ قائد

سیّد محمد حفیظ قیصر..........مصنف "ایک عالم، ایک سیاستدان"

حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار پاکستان کے صف اول کے قائدین میں ہوتا تھا۔ وہ جاگیرداری کے شکنجے میں جکڑے ہوئے پاکستان میں سفید پوش طبقہ سے تعلق رکھنے والے مذہبی سیاسی قائد تھے۔ قابلیت، تقویٰ اور عوام سے محبت ان کی خاص صفات تھیں۔ انہوں نے میدان سیاست میں نیا اسلوب متعارف کروایا۔ جاگیردارانہ نظام کے خلاف نظام مصطفےٰ کے علمبردار تھے۔ اور بحیثیت انسان ہر فرد کی رائے کے حق کو تسلیم کرتے تھے وہ مکمل جمہوریت پر یقین رکھتے تھے۔ خوشامدیوں کے انبوہ میں بھی اہل بصیرت کی رائے کو فوقیت دیتے تھے۔ بازار سیاست میں ہر دور میں حرص و ہوس اور خرید و فروخت کی کہانیاں جنم لیتی ہیں۔ مگر دنیا سے ان کی رخصتی کے سات سال گزرنے کے باوجود ان کا دامن ہمیشہ کی طرح اُجلا دکھائی دیتا ہے۔

اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر فکر حسینی کے علمبردار بن چکے تھے۔ واقعۂ کربلا ان کا آئیڈیل تھا۔ اسی لئے زندگی بھر آمروں سے سمجھوتہ نہیں کیا۔ پے در پے ضربات کھائیں۔ جمیعت علماء پاکستان کی شکست و ریخت ہوئی لیکن ان کے قدم کبھی نہ ڈگمگائے۔ پاکستان کی امن و سلامتی انہیں بہت عزیز تھی۔ متعدد بار اتحاد بنا کر بہت سے قائدین کو راہ دکھائی آج انتہا پسندوں کی سرگرمیوں کی وجہ سے پورا ملک پریشان ہے۔ دیگر تمام قائدین موجود ہیں پھر امن کیوں نہیں؟ یہی خلاء مولانا شاہ احمد نورانی کے وجود مسعود کی برکات کا ہر لمحہ احساس دلاتا ہے۔ پاکستان میں باکردار قیادت کا فقدان بحران کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ تعمیری تنقید کی جگہ "باری باری" کے فلسفہ نے لے لی ہے میں قیادتوں کے دعویدار سمجھوتوں کے پل بنا کر حصہ بقدر جثہ وصول پا رہے ہیں۔ امریکی مداخلت عام ہے۔

وقت کے یزیدوں نے اس دور کی کربلا تیار کر لی ہے۔ اندھیرا پھیل رہا ہے دھوئیں کے بادل اُمڈ رہے ہیں۔ لوٹ مار کا بازار گرم ہے۔ تبدیلی کا تقاضہ بڑھ رہا ہے۔ لیکن دور دور تک "حسین" دکھائی نہیں دیتا اور نہ ہی کوئی مرد حر بننے کو تیار ہے۔ آج قوم پھر مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بطل حریت کو پکار رہی ہے۔ ہے کوئی جو دین و ملت کے لئے سنت شبیری پر عمل کرتے ہوئے داعیِ انقلاب ٹھہرے۔

قطعۂ تاریخ

کتاب مستطاب انوارِ رضا کا "افکارِ نورانی نمبر"

(انٹرویو: حضرت الشاہ علامہ **مولانا شاہ احمد نورانی** رحمۃ اللہ علیہ)

مرتبہ........ مکرمی جناب ملک محبوب الرسول قادری

"مہبطِ انوارِ جسارت و عزیمت و بسالت"

۲۰۱۰ء

○

جہانِ دین و دنیائے سیاست میں وہ لاثانی
وہ تھا گفتار کا کردار کا لاریب نورانی
بکسی صورت نظر انداز کر نہیں سکتا کوئی
جو خدمات اُس زعیمِ دین و ملت کی ہیں لافانی
خطابات اُس کے، اہلِ حق کے اُس قائد کی تقریریں
جہاد و حق پرستی کی ہے خوشبوئے گلستانی
ملک محبوب صاحب قادری نے کر دیئے یک جا
کتاب حق فزا کی شکل میں افکارِ نورانی
صحافت کی محافل، علم و آگاہی کے حلقوں میں
ملک صاحب کی اعلیٰ شخصیت ہے، جانی پہچانی
بہت نزدیک سے دیکھا ہے، اُس نے مردِ مومن کو
اُسے حاصل ہے قرب و اختصاصِ شاہ نورانی
سرِ الحمد سے تاریخ طارق نے کہی اس کی
ا
"یہ باہچہ بزمِ حسن و خوبیٔ افکارِ نورانی"

۱ + ۱۴۳۰ = ۱۴۳۱ھ

نتیجہ فکر........
محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

دولت کدہ: مکرمی سید محمد عبداللہ قادری مدظلہٗ العالی
الف ۲۰/ ۲۲۵، واہ کینٹ

Quarterly
Jauhar Abad
Anwar-e-Reza
Vol. 4, No. 4, 2010